کتاب و سنت کی روشن شاہراہ پر
متلاشیانِ حق کا سفر
ہم اہلحدیث کیوں ہوئے؟
مسلکِ اہلحدیث
قبول کرنے والوں کی کہانی
اُن ہی کی زبانی
جمع و ترتیب
محمد طیب محمدی
www.ircpk.com

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشر واشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر واشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com
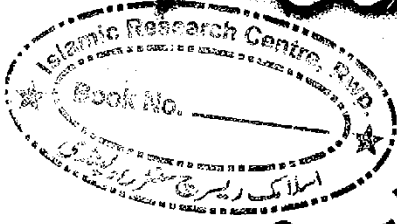
متلاشیانِ حق کا سفر
ہم اہلحدیث کیوں ہوئے؟
مسلکِ اہلحدیث
قبول کرنے والوں کی کہانی
اُن ہی کی زبانی
جمع و ترتیب
محمد طیب محمدی
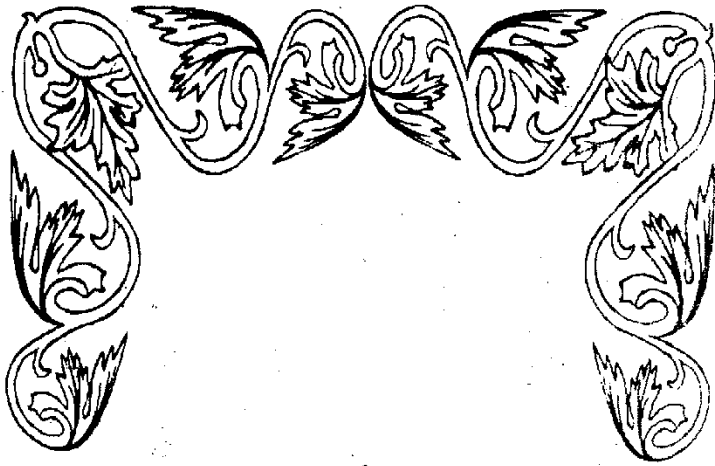
نام کتاب: ہم اہل حدیث کیوں ہوئے؟!

جمع وترتیب: محمد طیب محمدی

کمپوزنگ: العرفان کمپوزرز۔ گوجرانوالہ

ادارۂ تحقیقات سلفیہ

گلی ماہنا گجر' آبادی محبوب عالم' نوشہرہ روڈ۔ گوجرانوالہ
فون 0300-7453436

ما اہلحدیثیم دغا را نشناسیم
صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ وفن نیست

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفی بر جاں مسلم داشتن

فہرست مضامین

پیش لفظ

تقلید اور جہالت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اب عوام بھی جب دینی مسائل پوچھتے ہیں تو یوں نہیں کہتے کہ ''فقہ حنفی یا فقہ شافعی میں اس کا حکم کیا ہے؟'' بلکہ یوں پوچھتے ہیں کہ ''قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حکم کیا ہے؟'' جس سے عوام میں شعور اور فطرت کی بیداری کا پتہ چلتا ہے۔

جو آدمی قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھتے وقت قرآن یا حدیث کی دلیل طلب کرتا ہے وہ اہل حدیث ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

اب لوگ جوق در جوق کتاب وسنت کی روشن شاہراہ پر آ رہے ہیں۔ ﴿وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا﴾ کی تصویر نظر آ رہی ہے۔ سینکڑوں لوگ تقلید کے جمود کو ترک کر کے قرآن وحدیث کے خالص چشمہ سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

حافظ شاہد محمود متعلم الجامعة الاسلامية (مدینہ منورہ) مئی ۲۰۰۴ء گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے کے لیے پاکستان آئے تو انہوں نے مجھ سے کہا' اس دفعہ چھٹیوں میں ایک کام کرنا ہے۔ لوگ مسلک اہل حدیث کو بڑی تیزی سے قبول کر رہے ہیں' لہٰذا جو بھی کسی بھی فرقہ کو چھوڑ کر اہل حدیث ہوا ہے اس کے تمام حالات وواقعات اکٹھے کرنے چاہئیں۔

انہوں نے اس کام کے لیے مندرجہ ذیل دس سوال تیار کیے اور ہر اس آدمی کی تلاش کے لیے کوشاں ہوئے جس نے بھی مسلک اہل حدیث کو قبول کیا ہے۔

سوالنامہ:

﴿۱﴾ آپ کا نام ونسب' آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ نیز خاندان کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کر دیجئے؟

﴿۲﴾ آپ نے کہاں اور کن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی؟

﴿۳﴾ آپ سب سے پہلے کیسے مسلک اہل حدیث سے متعارف ہوئے؟ کیا کوئی کتاب پڑھی یا کسی فرد سے رابطہ سے تعارف ہوا؟

﴿۴﴾ آپ نے اپنا مسلک کب ترک کیا اور کیوں؟ تفصیل سے لکھیں؟

﴿۵﴾ نیا مسلک اختیار کرنے میں آپ کو کس شخصیت یا کس کتاب نے سب سے زیادہ متاثر کیا؟

﴿۶﴾ تبدیلی مسلک کے بعد آپ کے خاندان اور دوستوں کا کیا ردعمل تھا اور آپ نے کیسے ان کا مقابلہ کیا؟

﴿۷﴾ نئے ماحول میں آپ نے اپنے اندر کیا تبدیلی محسوس کی؟

﴿۸﴾ آپ کے نزدیک سابقہ اور موجودہ مسلک میں کیا بنیادی فرق ہے۔ سابقہ مسلک کی کیا خامیاں ہیں؟ اور مسلک اہل حدیث میں وہ کون سے روشن پہلو ہیں جنہوں نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

﴿۹﴾ آپ کے نزدیک مسلک اہل حدیث کی تبلیغ کا کونسا طریقہ بہتر ہے؟

﴿۱۰﴾ پیدائشی اور نسلی حاملین مسلک اہل حدیث کے نام پیغام؟

ہم دونوں یہ سوالنامہ لے کر کس کس گاؤں گئے؟ کیسے کیسے رابطہ کیا؟ ہمارا اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ پھر ہم نے ہر تنظیم کے دفتر پہنچ کر رسائل کی کاپیاں تلاش کیں اور خوب چھان بین کر کے مضامین تلاش کرنے شروع کیے۔ ہمارا یہ کام

ابھی مضامین اور انٹرویو اکٹھا کرنے کے مراحل ہی میں تھا کہ حافظ شاھد صاحب کی چھٹیاں ختم ہو گئیں اور ان کو الجامعہ الاسلامیہ مدینہ منورہ پہنچنا لازمی ہو گیا۔ وہ جاتے وقت تاکید کر گئے کہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک ضرور پہنچانا ہے۔ میں نے اس کام کو پوری ذمہ داری سے نبھایا جہاں تک رسائی ہو سکی پہنچا۔ حتی کہ ابوالنعمان محمد بشیر۔ استاذ حدیث وتفسیر کے حالات وواقعات لینے کے لیے ستیانہ بنگلہ بھی گیا۔

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مدیر مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سے میں نے اس کتاب کے حوالے سے بات کی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مولانا محمد منیر قمر ترجمان سپریم کورٹ انجینئر سعودی عرب نے بھی ایک کتابچہ تیار کیا جس میں فضائل اعمال کے ناشر کی توبہ۔ یعنی محمد انس صاحب جنہوں نے انڈیا میں سے پہلے فضائل اعمال طبع کی تھی اب وہ اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ ان کا انٹرویو اور سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب کا انٹرویو موجود ہے اور شروع میں مولانا محمد قمر منیر صاحب کا ایک علمی مقالہ بھی ہے۔ آپ وہ بھی اپنی اس کتاب کے ساتھ شامل کر لیں۔ میں مولانا محمد منیر قمر صاحب اور مولانا غلام مصطفیٰ کا اس پر بہت شکر گزار ہوں۔

ضروری معلومات:

﴿۱﴾ ہر عالم اور عام آدمی کی آپ بیتی اس کے اپنے قلم سے یا اپنی زبانی بیان کردہ ہے جس سے میں کسی قسم کا کوئی ردوبدل نہیں کیا گیا۔

﴿۲﴾ یہ کوئی فرضی واستانیں نہیں، بلکہ حقیقت پر مبنی سچے واقعات اور مشاھدات ہیں، جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ہر آدمی کا مکمل نام و پتہ لکھا ہوا ہے۔

﴿۳﴾ ہر آدمی نے اپنے اہل حدیث ہونے کے واقعہ کو کھل کر لکھا ہے۔

﴿۴﴾ جو آدمی اہل حدیث ہوا ہے وہ قرآن وحدیث کی ٹھوس اور مضبوط دلیل کی بنیاد پر اہل حدیث ہوا ہے۔

۶ اہل حدیث ہونے کے بعد جس سے بھی بحث ومباحثہ ہوا' اس نے ہر اعتراض کے مسکت جواب دیئے' جبکہ اس کے اعتراضات اور سوالات کے جوابات کسی گروہ کے پاس نہیں۔ اس بات کی منہ بولتی دلیل یہ کتاب ہے۔

۷ ہر آدمی کی آپ بیتی ایک دلچسپ اور انوکھے واقعہ پر مشتمل ہے۔

۸ جس کی بات کو بھی پڑھنا شروع کریں ختم کیے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

کتاب کے عمومی فوائد:

۱ قرآن وحدیث کی دعوت کس طرح پھیلائی جائے؟ کتنی محنت کی جائے اور کس طرح کسی کو قائل کیا جائے؟

۲ جو آدمی قرآن وحدیث کی بات کو عملی صورت میں اختیار کرنا تو چاہتا ہے لیکن کسی مصلحت کے پیش نظر اس کے رستے میں کوئی رکاوٹ حائل ہے۔ مصائب اور پریشانیوں کا بہتا ہوا سیلاب نظر آتا ہے یہ کتاب اس کو پہاڑ کی طرح استقامت اختیار کرنے کے کئی نمونے دکھائے گی۔

۳ مختلف قسم کے لوگوں کے واقعات پڑھ کر اہل حدیث کو مزید استقامت عطا کرے گی اور غیر اہل حدیث کو اہل حدیث ہونے پر مجبور کرے گی۔ اگر اس کی طبیعت اور فطرت انصاف پر مبنی ہے تو ان شاء اللہ ضرور اہل حدیث ہوگا۔

مسلک اہل حدیث

رانا شفیق خان پسروری

حمد وثنا کے بعد:

اهل الحديث عصابة الحق
فازوا بدعوة سيد الخلق

ما اہلحدیثیم دغا را نشناسیم
صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ وفن نیست

''مسلک'' کا لغوی ہوتا ہے ''راہ'' اور اصطلاحی معنی طریقہ، نظریہ، اصول وقواعد وغیرہ جب کہ ''اہل حدیث'' کے لغوی معنی حدیث والے'' اور اصطلاحی معانی وہ افراد جن کے لیل ونہار، شب وروز محض قرآن وسنت کے تعلق میں بسر ہوں اور جن کا کوئی بھی قول وفعل اور علم، طور طریقہ اور رسم ورواج قرآن وحدیث سے الگ نہ ہو اور جو ان دو عظیم الشان منبعوں اور سرچشموں کے علاوہ کہیں نگاہ التفات نہ ڈالیں، یعنی......

جو ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
نہ دیکھیں کسی کا قول وکردار

گویا ''مسلک اہل حدیث'' کا معنی ہوا، وہ دستور حیات جو صرف قرآن وحدیث سے عبارت، جس پر رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت ہو اور جس پر خیر القرون

کا کردار گواہ ہو۔

اس وقت کتنے ہی مذاہب اسلام کے نام پر روئے عالم پر نظر آ رہے ہیں اور ہر ایک کا زعم ودعویٰ یہی ہے کہ وہ ہی صحیح اور برحق ہے مگر درحقیقت وہ کسی نہ کسی طور اسلام میں ترمیم واضافہ اور کمی بیشی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تقریباً ہر مذہب میں شخصیت پرستی ہے یا خاص افراد کی تعلیمات وافکار پر دارومدارہ جب کہ مسلک اہل حدیث اشخاص وافراد کی عزت وتوقیر کو ملحوظ تو رکھتا ہے مگر انہیں دین میں حجت نہیں سمجھتا' بلکہ اپنا ہر معاملہ' زندگی کا ہر مسئلہ صرف اور صرف قرآن وحدیث سے حل کرنا سکھاتا ہے اور ''امرین صحیحین'' کے علاوہ کسی کو بھی قابل حجت نہیں مانتا اور لائق تعمیل نہیں جانتا۔

بزرگان دین کی عزت سکھاتا ہے مگر اس میں مبالغہ نہیں' آئمہ کو عظیم سمجھتا ہے مگر ان میں مقابلہ نہیں' فقہاء ومجتہدین کی جدوجہد ذہنی اور اجتہاد کو خراج تحسین پیش کرتا ہے مگر ان پر دارومدار کی تلقین نہیں' کسی کے تدبر وتفکر پر کامل یقین نہیں رکھواتا' البتہ انہیں آیات واحادیث سے تزئین ضرور بخشتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود بتقاضاءِ بشریت خطا ونسیان سے مبرا نہیں' اور ''مسلک اہل حدیث'' عصمت رسول ﷺ کی وجہ سے عیوب ونقائص سے مصفا ہے۔

واقعتاً مسلک اہل حدیث......اہل حق کا مسلک' اہل دل کا مسلک' اہل نظر کا مسلک' اہل خبر کا مسلک' اہل ادراک کا مسلک' اثبات واحقاق کا مسلک' عیوب سے مبرا تعریج کا مسلک' مصفا ترویج کا مسلک' کشور وحدانیت کے تاجوروں کا مسلک' قاطعین شرک ناموروں کا مسلک' مسلک اہل حدیث......رہروان صدق وصفا کا جادہ ومنزل' لیلاءِ سنت کا محمل' امن وسکینت کا نام' شجاعت وشہادت کا مقام' راہ حق میں سر کٹانا' آگے بڑھتے جانا' لڑتے مرتے سر بکف' ہر سمت' ہر طرف باطل کے مقابل' ادائے حق کی خاطر صدائے کلمۃ اللہ بلند کرنا۔

سنا سنا کے دم عشق کے فسانے کو
اس کی راہ پر چلانا زمانے کو

''مسلک اہل حدیث'' چند افراد کے ذہن کی اختراع' چند رسوم کے تحفظ اور چند وجوہ کی پیداوار کا نام نہیں بلکہ آقائے ذی وقار و ذیشان ﷺ پر اتاری گئی شریعت مطہرہ' منزل من اللہ دین مبین اسلام متین اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ مقدسہ کا نام ہے۔

آج بھی مسلک اہل حدیث' کسی رد و بدل' ترمیم و اضافہ اور کمی بیشی کے بغیر قرون اولیٰ ہی کی صورت میں جاری و ساری ہے۔ بقول صادق (علی لسان الکفار) و مصدق (فی الحقیقۃ والاقرار) ﷺ قیامت تک ہر فتنہ اوہام و شکوک سے محفوظ اور ''ذمۃ اللہ و رحمۃ'' سے محفوظ رہے گا۔

اسی کے سینے پر «لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مَنْصُوْرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ» کا تمغہ' اسی کے نصیب میں «مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي» کا ثمرہ' اسی کے لیے «اِمَامُهُمُ النَّبِيُّ ﷺ» کا شرف' اسی کے حاملین کے لیے «اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ اِنْطَلِقُوْا اِلَى الْجَنَّةِ» کا فخر' کہ یہ احکام ربانی کی تعمیل' فرامین نبوی ﷺ کی تجمیل' طریق صحابہ یک روش' تابعین کی کشش' تبع تابعین کی راہ' محدثین کی جاہ' ائمہ کا گرز' فقہاء کا فخر' اسلام کی ترجمانی' حق کی فراوانی' توحید کی صدا' (ہر طرف سدا)' شرک و بدعت کے خلاف جہاد' قرآن و حدیث پر اعتماد ہے۔

تبلیغ و جہاد اس کا طرہ امتیاز' تحقیق و تدقیق وجہ اعجاز' خلوص و دیانت اک اعزاز' ہمت و غیرت کو اس سے نیاز' یہ امن و آشتی کا سق' اصلاح قلوب' تطہیر ارواح اور طہارت اذہان کا درس ہے۔

''مسلک اہل حدیث'' نام ہے ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کی آواز کا ...... «تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ» کی صدائے دلنواز کا ...... ﴿مَا اٰتٰكُمُ

الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ کی پکار کا...... ﴿لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ﴾ کے فرمان کا...... ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهٖ﴾ کے نشان کا...... ﴿مَن يَّتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا﴾ میں اسلام متین کا...... ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ میں دین کا......یعنی کامل قرآن کا......فرمان آقائے ذیشان کا۔

مسلک ''اہل حدیث'' کا نام ہے......سنت رسول ﷺ کی عصمت کا' طریق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا' کردار تابعین کی شوکت کا' تبع تابعین کے چلن کی سطوت کا' ائمہ کرام کی تفقہ کی رفعت کا' محدثین کی عدالت کی حشمت کا' مفسرین اولیٰ کی اعلیت کا' فقہاء حق کی ارفعیت کا۔

''ابوحنیفہ وشافعی'' کے اقوال کا ''ابن حنبل ومالک'' کے احوال کا ''ابن تیمیہ وابن قیم'' وغیرہم کے کمال کا' خاندان ولی اللہ کے جاہ وجلال کا' حق کے شیدائیوں کا' صرف سچ کے داعیوں کا۔

''مسلک اہل حدیث'' نام ہے......! روایت کا' درایت کا' ثقاہت کا' فقاہت کا' ودیعت کا' بداعت کا' ذہانت کا' فطانت کا' دیانت کا' امانت کا' امامت کا' عدالت کا' ندرت کا' ہدایت کا' محبت کا' الفت کا' جرأت کا' شجاعت کا' شہادت کا' اقبالیت کا' یعنی آدمیت کا' کامل انسانیت کا۔

''مسلک اہل حدیث'' ...... اذہان کو اعراف وعرفان' ارواح کو سرور وجدان' قلوب کو ایمان وایقان اور زیست کو عروج اور شان کی دولت بخشتا ہے۔

''مسلک اہل حدیث'' ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کے مصداق ﴿مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ کے محقاق کا' یہ نام ہے......رسول اللہ ﷺ کے اقوال کا' آپ ﷺ کے احوال کا' ذیشان افعال کا' معلیٰ اطوار کا' مصفا اطراز کا' عظیم الشان گفتار کا' عظیم المرتبت کردار کا' رفیع المنزلت مقام کا' آپ ﷺ کی شان وشوکت کے دوام کا' اعلیٰ عصمت ورفعت کا'

ختم نبوت کا' دین کے اکمال کا' نعمت حقہ کے اتمام بجمال کا' صرف آپ ﷺ ہی کی ذات بالا صفات کی ہر ہر بات کا' یعنی ...... سادگی و بے باکی کا' ایثار و حق گوئی کا' رحم و عزم کا' علم و حلم کا' احسان و کرم کا' نظر و فکر کا' عاجزی و شکر کا' یقین و محبت کا' وفا و الفت' خشیت و للّٰہیت اور غیرت و حمیت کا' غرضیکہ آپ ﷺ کی رسالت کے ہوتے ہوئے اور کسی کا سکہ نہ چلنے کا' کسی اور کا دم نہ بھرنے کا۔

''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کی تفسیر اور ﴿أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ کی تعبیر میں ''مسلک اہل حدیث'' نام ہے......!

حیات اصحاب رضی اللہ عنہم کا' زیست بہ آب و تاب کا' ہر حال میں قربانی کا' خون میں لت پت ''لا الہ الا اللہ'' کی ترجمانی کا' ابطال باطل اور تشہیر احقاق کا' عدم ریا کا' حصول رضا کا' تحصیل اجر میں بے قراری کا' خوش گفتاری و اعلیٰ کرداری کا' نرم دم گفتگو کا' گرم دم جستجو کا' رزم و بزم میں پاک دل و پاکبازی کا' اللہ کے لیے ہر شے سے بے نیازی کا......! ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ﴾ کی تعمیل اور ﴿مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾ کی تاثیر میں ''مسلک اہل حدیث'' نام ہے۔

عباد اللہ کے چلن کا' قرآن و سنت سے ملن کا' امرین صحیحین سے رغبت کا' در دین مصطفیٰ ظن و قیاس سے نفرت کا' توحید و سنت کے پرچار کا' قال اللہ و قال الرسول ﷺ کے اختیار کا' تحریر و تقریر میں انتہائی احتیاط کا' راہ خدا میں تکالیف اٹھانے کا' ادائیگی فرائض میں سر کٹانے کا۔

مسلک ''اہل حدیث'' نام ہے...... اسلامی طریقت کی اعلائی کا' منزل من اللہ شریعت کی بالائی کا' اشرف المخلوقات کی اشرفیت کا' احسن تقویم کی ارفعیت کا...... جادہ عظیم کا' صراط مستقیم کا......!

''مسلک اہل حدیث'' ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ

یُوحیٰ﴾ کی شہادت سے کسی انسان کی کاوش نہیں کہ انسانی جذبات وخواہشات کا اس میں کچھ دخل ہو' بلکہ ﴿نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا﴾ کی تصدیق سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا عطاء کردہ ہے' تبھی تفکرات وتدبرات' تخیلات وتصورات' ذہنیات وکیفیات کی تصحیح وتزئین کرتا ہے اور انہیں اصلاح وہدایت بخش کر معزز ومشرف بناتا ہے۔

''مسلک اہل حدیث'' میں لالچ نہیں سخاوت ہے' مادیت نہیں روحانیت ہے' طلب ثروت نہیں آرزوئے مغفرت ہے' شاہی نہیں خدمت ہے' غرور تکبر نہیں محبت ہے' بدعت نہیں سنت ہے' شرک نہیں توحید ہے' تجسیم الٰہی نہیں تمجید ہے' اوتار نہیں کلمہ تہلیل وتحمید ہے' ریا نہیں طلب رضا ہے' تصنع نہیں استغنا ہے' تکلف نہیں اخلاص ووفا ہے اور ہر فعل باحضور وباخدا ہے۔

ربط وتعلق' تحقق وتعمق' تدقق وترفق' تزئین وتحسین' تقرر وتحرز' تصور وتخیل' تدبر وتفکر' مساواۃ ومواخاۃ' نصرت واخوت' شرف واحترام' عزت واکرام' فخر واحتشام...... حقیقی کامیابی' دونوں جہاں کی کامرانی' ایمان اور مسلمانی' غرضیکہ ہر خوبی' ہر عظمت کی نشانی ''مسلک اہل حدیث'' میں ہے۔

یہ نیکی طینتی کا اعلان' پاک طبیعتی کا اعلام' قرآن وحدیث کا اثبات والتزام' تعلیوں کا نام' تجلیوں کا مقام اور تمام تر خوبیوں کا مقوام ہے۔ اس میں سیاست کے شیب وفراز اور شرعی ترنگ بھی ہے ارو جہاد وشہادت کی امنگ بھی۔ نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی' محض آدمیت وانسانیت کی بھلائی' انسانی زندگی کی تعمیر میں مرضات اللہ کا حصول اور حصول میں تکالیف ومصائب آلائم وشدائد سب قبول۔

قدآور شخصیات کو محور بنانے کی بجائے وحی الٰہی (قرآن وحدیث) کو اپنا مرکز حیات ونصب العین جاننا ہی مسلک ''اہل حدیث'' ہے جیسے......

﴿۱﴾ حج تمتع کے مسئلہ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ''امیر المؤمنین خلیفة

المسلمین احد من الراشدین والمهدین" مراد رسول فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فرزند اسلام اور صحابی رسول ﷺ کی پاک طینتی اور صاف طبیعتی سے نکلی وہ بات جو بتقاضاءِ بشریت سنت رسول ﷺ کے خلاف ہوگئی تھی، چھوڑ دینا اور «اِنَّ الشَّرِیعَةَ نَزَلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّمَا نَزَلَتْ عَلٰی اَبِیْ» کا اعلان فرمانا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹے کی اس بات پر جاہ وجلال، رعب ودبدبہ، شوکت وطنطنہ، ہیبت وحشمت کے باوجود سر جھکا لینا اپنی غلطی کا اعتراف کرنا اور سجدہ شکر بجالانا۔

(۲) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ کے سبب نزول میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے مقابل ان کا فیصلہ لینے والے منافق کی گردن تن سے جدا کر کے «هٰذَا قَضَاءُ لِمَنْ لَّا يَرْضٰى بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ» کا نعرہ بلند کرنا وغیرہ ان گنت تاریخ اسلام کی امثلہ دراصل مسلک اہل حدیث کا اظہار اور مسلک اہل حدیث کا اعلان ہیں۔

کہ "آپ کے ہوتے ہوئے نہ کسی کی ذات چل سکتی ہے نہ کسی کی بات چل سکتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا نہ چلنا آپ ﷺ کی عصمت کی دلیل ہے اور عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی آمد عظمت کی دلیل ہے، کتب اولیٰ کی نہ تصدیق نہ تکذیب ہے، بلکہ قرآن مجید کا اظہار تصحیح وتصویب ہے اور جو بھی کتاب وسنت کو چھوڑ دے وہ انسان کہلانے کا روادار اور زندہ رہنے کا حق دار نہیں۔ اسے چاہیے کہ اللہ کی زمین چھوڑ کر کہیں اور جا بسے۔ مختصراً جان لیجئے کہ مسلک "اہل حدیث" کا نام ہے...... توحید کی ترویج کا، عبادت الٰہی کی تعریج کا، سنت کے عروج کا، حدیث کے تموج کا۔ شرک کے قلع قمع کرنے کا، بدعت کے مٹانے کا، اسلام کی اشاعت، تبلیغ ودعت کا، بطلیت سے عداوت کا، لادینیت کے اختتام کا، اسلام کے

التزام کا، اعتصام کتاب وسنت کے ارتقاء کا، جہاد کی انتہاء کا، محض طلب رضا کا۔

آج کے دور میں خصوصیت سے مسلک "اہل حدیث" یہ ہے کہ...... نفاذ اسلام کے شوق میں بے قرار رہا جائے اور کبھی چین سے نہ بیٹھا جائے، باطل کے خلاف ہمت کی کوہ تازی سے قدم جمائے جائیں یعنی قرآن وحدیث کی اشاعت، دعوت وتبلیغ، علوم وعقائد کی تجدید واصلاح، اہل ملت کا ہر حال اور ہر شکل میں اتحاد، خیر القرون کے علم وعمل کی از سرنو تجدید، دین خالص وسنت خالصہ ومحسنہ کا اعتصام اور تمام تفرقوں اور بدعتی راہوں کے خلاف قولاً، فعلاً اور عملاً دعوت الی اللہ کی صدا اس قوت ونفوذ کے ساتھ بلند کرنا کہ وقت کا کوئی شور وغوغا اس پر غالب نہ آسکے۔

اگر آج بھی مسلک "اہل حدیث" اپنی تمام تر ضوء افشانیوں، ضیاء پاشیوں اور رعنائیوں کے ساتھ اس دھرتی پر نافذ ہو جائے تو عجب نہیں کہ......

یہ بادہ کہن وقت کی خمار آلودگیوں کے علی الرغم، پھر جام ومینا کی گردش تک اور پارینہ رواداریٔ تازہ سے ترکیب پاکر ہنگامہ گذشتہ اور شورش رفتہ کی دست افشانیوں اور پاکوبیوں کا عالم پھر از سرنو تازہ کردے۔

اہل دل، اہل نظر، اہل خبر اہل حدیث
کشور وحدانیت کے تاجور اہل حدیث

خضر منزل، رہروان جادہ صدق وصفا
حاملین سنت خیر البشر اہل حدیث

جس کا ہر پیغام، پیغام رب جہاں
ایسے پیغمبر کے پیغام بر اہل حدیث

راز دان گلستان کا یہی ہے فیصلہ
دین ہے اک نخل اور اس کا ثمر "اہل حدیث"

حیرت انگیز انکشافات

کتب احادیث پڑھا پڑھا کر۔ اور افتاء کے سلسلے میں تحقیق کر کر کے میرا ذہن تقلید سے متنفر ہو چکا تھا۔

مفتی عبدالرحمٰن رحمانی حفظہ اللہ

ممتاز عالم دین مفتی عبدالرحمٰن رحمانی

فاضل جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

امسال (۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۱ء) رمضان المبارک میں مسجد طیبہ اہل حدیث چیمبرلین روڈ لاہور میں طلباء اور علماء کے لیے ایک دعوتی اور تربیتی دورے کا اہتمام کیا گیا تھا' شیخ الحدیث مفتی عبدالرحمٰن صاحب اس دورے کے طلباء کو لیکچر دینے کے لیے تشریف لائے۔ اس دوران مدیر مجلّہ الدعوۃ نے ان سے انٹرویو کی درخواست کی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔

....

الدعوۃ: محترم مفتی صاحب! سب سے پہلے آپ اپنا تفصیلی تعارف کروائیں۔

جواب: جیسا کہ آپ جانتے ہیں' میرا نام عبدالرحمٰن رحمانی ہے۔ میری پیدائش جالندھر میں ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ تقسیم ہند کے وقت ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آ کر آباد ہوگئے۔ آبائی پیشہ زراعت ہے۔ اور آرائیں برادری سے میرا تعلق ہے۔

الدعوۃ: آپ کی تعلیم کیا ہے؟ اور کہاں کہاں سے حاصل کی؟

جواب: مڈل تک ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہی تعلیم حاصل کی۔ ابھی زیر تعلیم ہی تھا کہ رمضان المبارک میں اعتکاف بیٹھا۔ اسی اعتکاف کے دوران ہی میرے

ذہنی رجحانات دینی تعلیم حاصل کرنے کی طرف مائل ہو گئے۔ والد صاحب نے حنفی حضرات کے ایک دینی ادارہ جامعہ ربانیہ میں داخل کرا دیا۔ یہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ایک قدیم درسگاہ ہے۔ ابتدائی کتابیں وہیں پر پڑھیں۔ آخری سال میں جامعہ اشرفیہ اچھرہ لاہور میں آ گیا۔ ۱۹۶۲ء میں لاہور بورڈ کے تحت فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا اور پورے بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ پھر لاہور بورڈ سے ہی طب کا کورس پاس کیا اور طلائی تمغہ حاصل کیا اس کے بعد ملتان بورڈ سے فاضل عربی کا امتحان دیا اور سارے بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ جامعہ اشرفیہ سے دورۂ حدیث درجہ علیا میں پاس کیا تھا۔ اس وقت علیا وسطیٰ اور صغریٰ کی اصطلاحیں ہوا کرتی تھیں۔ یہ ممتاز' جید اور مقبول کی اصطلاحیں بعد میں وضع کی گئیں ہیں۔

الدعوۃ: آپ ماشاء اللہ مفتی بھی ہیں۔ یہ افتاء کا کورس آپ نے کہاں سے کیا؟

جواب: ہمارے زمانے میں افتاء کا کوئی الگ کورس یا نصاب نہیں ہوا کرتا تھا' بلکہ جسے مفتی بنانا مقصود ہوتا (اسے کچھ عرصہ کے لیے کسی مفتی کے پاس بٹھا دیا جاتا۔ کچھ مشق کے بعد اسے نائب مفتی اور مزید مشق کے بعد اسے مفتی کا درجہ دے دیا جاتا۔ اس کی کوئی باقاعدہ سند بھی نہیں ہوتی تھی۔ ہاں البتہ آج کل اس کا کورس ایک دو جگہ پر ہو رہا ہے۔ کراچی میں مفتی محمد شفیع صاحب نے یہ کورس شروع کیا تھا اور پاکستان میں ایک آدھ جگہ پر اور بھی یہ کورس ہوتا ہے اور اس کا باقاعدہ نصاب بھی بنایا ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں یہ چیز نہ تھی۔ میں جن مدارس میں پڑھاتا رہا وہاں مجھے اس کی مشق اور پھر افتاء کے اصدار کا موقع دیا گیا۔ اب تو الحمد للہ کافی عرصہ سے افتاء کا کام کرتا آ رہا ہوں۔

الدعوۃ: آپ نے تدریس کے سلسلہ میں کن کن مدارس میں اپنی خدمات انجام دیں؟

جواب: ایک سال تک تو لاہور میں ہی پڑھایا' پھر بھیرہ میں بھی ایک سال تک پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد عبدالحکیم چلا آیا اور مدرسہ مظہر العلوم میں دس سال تک پڑھاتا رہا۔ پھر مدرسہ محمود العلوم جو کہ پیر خورشید احمد شاہ صاحب کا ہے میں تین سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ان تمام مدارس میں بطور صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے خدمات انجام دیں۔

الدعوۃ: آپ نے اپنے مدرسہ کی بنیاد کب رکھی اور اس کی ضرورت آپ نے کیوں محسوس کی جبکہ پاکستان میں دینی مدارس کی کمی نہیں تھی؟

جواب: میں جب حنفی مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیتا تھا تو مجھے ہمیشہ حدیث ہی پڑھانے کا موقع ملا۔ پھر ہر مدرسہ میں افتاء کا منصب بھی میرے ہی پاس رہا۔ یوں تحقیقی منہج میں چلتا چلتا بعض مسائل میں حنفی ترجیحات سے اختلاف کرنے لگا۔ حتیٰ کہ ایک موقع پر ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کو ایک قرار دیا۔ اس پر فتویٰ بھی لکھا اور طلاق مکروہ (زبردستی کی طلاق) کے عدم وقوع کا فتویٰ دیا اور بھی کئی مسائل میں اختلاف کیا۔ میرے حنفی اساتذہ اور ساتھی یہ کہہ کر برداشت کرتے رہے کہ اس کی اپنی رائے ہے۔ یہ تو فقہی مسائل تھے۔ نماز اور دوسری عبادات میں میرے طریقے حنفیت کے مطابق تھے۔ اس لیے مجھے سب حنفی سمجھتے رہے۔ آہستہ آہستہ مجھے نیم مقلد کہا جانے لگا۔ اللہ کے فضل سے تقلید کا بت میرے دل سے ٹوٹ چکا تھا' لیکن مدارس کی بندشیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے باعث آدمی کوئی انقلابی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ سے مجھے شدید نفرت پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ تب میں نے فیصلہ کیا کہ الگ مدرسہ قائم کروں۔ میں نے مظہر العلوم میں ہی یہ رجحانات پیدا کر لیے تھے۔ اسی نظریہ کے پیش نظر میں نے

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اپنی شہری جائداد بیچی اور عبدالحکیم میں ۱۹۷۵ء میں ایک جگہ خریدی اس وقت میرے والد صاحب بھی حیات تھے۔ وہاں پر اپنے مکان کے علاوہ اپنی جیب سے تمام خرچہ کر کے ایک مدرسہ قائم کیا تا کہ کوئی انجمن' مالی معاون اس پر اثر انداز نہ ہو اور اب تک اسی حیثیت میں ہے۔

الدعوۃ: آپ اپنے اہل حدیث ہونے کی کہانی سنائیں کہ آپ کو کس چیز نے اس مسلک کو قبول کرنے پر آمادہ کیا؟

جواب: میں نے جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ کتب احادیث پڑھا پڑھا کر اور افتاء کے سلسلہ میں تحقیق کر کر کے میرا ذہن تقلید سے تو متنفر ہو چکا تھا' پھر ۱۹۸۲ء میں اپنی والدہ کے ساتھ حج اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب گیا۔ یہ شوال کا پہلا عشرہ تھا۔ میرا چھوٹا بھائی ریاض یونیورسٹی میں پڑھتا تھا' میں نے سعودی عرب میں سعودی علماء سے مختلف مسائل میں مجالس کیں۔ پھر جامعات میں گیا۔ ڈھائی ماہ کا عرصہ میں نے تگ و دو اور حق کی جستجو میں گزارا۔ حرم شریف میں درس دینے والے علماء کی مجالس میں بھی بیٹھا۔ کچھ دن حرم شریف میں خود بھی درس دیتا رہا۔ اس سے میرے رجحانات میں کافی تبدیلی واقع ہوئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ پاکستان جا کر عمل بالحدیث کا سلسلہ بالترتیب شروع کروں۔ جب پاکستان واپس آیا تو دو سال عبدالحکیم سے باہر مختلف مدارس میں پڑھاتا رہا اور تحقیق مسائل سے یہ تبدیلی مجھ میں آتی رہی۔ شعور اور ادراک بڑھتا رہا۔ کئی مسائل ایسے تھے کہ جن میں میں نے فیصلہ کر لیا کہ اہل حدیث حق پر ہیں اور تقلید کے شرک ہونے تک مجھے اس میں شک ہو گیا۔ یہ تبدیلی مجھ میں ۱۹۸۲ء میں سعودی عرب سے واپسی پر ایک سال کے اندر اندر واقع ہو گئی۔ لیکن رفع الیدین میں نے شروع نہیں کی۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتا رہا مگر اس سے تو لوگوں کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ میں اہل حدیث ہو گیا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ رفع الیدین

ایسے موقع پر شروع کروں کہ جب بہت سارے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا سکوں' میں طلباء پر محنت کرتا رہا۔ انہیں تقلید کے بھیانک نتائج سے مطلع کرتا رہا۔ میرے مدرسہ میں فاضل عربی کا کورس بھی ہوتا تھا۔ اس میں ہدایہ کے بجائے عمداً حجۃ اللہ پڑھاتا رہا۔ طلباء کو تقلید کی بحث پر توجہ دلاتا رہا۔ جب میں عملاً اہل حدیث ہوا تو مجھے میرے بہت سے شاگرد کہنے لگے کہ آپ ہمیں اس کی دعوت بہت پہلے سے تعلیم کے دوران دیتے رہے ہیں' مگر عملاً یہ کام آپ نے بہت دیر سے شروع کیا۔ یوں کہہ لیجئے کہ ۱۹۸۲ء کے بعد میں اہل حدیث ہو چکا تھا۔ لیکن لوگوں کو تب پتہ چلا جب میں نے رفع الیدین کیا۔

الدعوۃ: آپ نے رفع الیدین کی ابتداء کب کی؟

جواب: اپنے مدرسہ رحمانیہ کے نزدیک واقع مسجد رحمانیہ میں تقریباً آٹھ سال سے میں بلاتنخواہ خطبہ جمعہ دیتا آ رہا تھا۔ ۱۹۸۷ء میں ایک خطبہ جمعہ میں میں نے حدیث کے مطابق دیا۔ اور اس میں پہلی مرتبہ عام لوگوں کے سامنے رفع الیدین کیا۔ جب اس سے پہلے کسی شخص کو میرے رجحانات کا اشارہ تک بھی نہیں تھا۔ اس مسجد کے نمازیوں میں کوئی ایک بھی اہل حدیث نہیں تھا۔ یا دیوبندی تھے اور یا بریلوی۔

جب حدیث کے مطابق جمعہ پڑھایا اور نیا طریقہ کار اگرچہ سابقہ طریقہ کار سے خاصا مختلف تھا۔ مگر کوئی نمازی بولا تک نہیں۔ اچانک تبدیلی پر کسی نے کوئی بات تک نہیں کی' بلکہ اطمینان کے ساتھ میری اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی اور بڑے اطمینان سے چلے گئے۔ شاید گھروں میں جا کر تبصرے کیے ہوں گے۔ عصر کی اذان میں نے طلباء سے اول وقت پر دلائی۔ یہ بھی ایک نئی بات تھی۔ پھر بھی کوئی اعتراض نہ ہوا۔ عصر کی جماعت میں نے خود کرائی لوگوں نے اطمینان سے عصر کی نماز پڑھی اور چلے گئے۔ پھر مغرب کی نماز سے پہلے کچھ لوگ میرے پاس

آئے اور کہا کہ آپ نے رفع الیدین شروع کر دی ہے اور ہمیں بتایا تک نہیں اور نہ ہی ہم سے مشورہ کیا۔ ہماری تو آپ کے پیچھے نماز نہیں ہو گی۔ آپ برائے مہربانی تا فیصلہ نماز نہ پڑائیں تا کہ اختلاف پیدا نہ ہو۔ میں نے حکمتاً خاموش ہو گیا اور میرا ہی طالب علم جماعت کرانے لگ گیا مسجد کی انتظامیہ دیو بندی تھی۔ میں بھی مسجد کے بانیوں میں شامل تھا۔ محلے میں ایک دو گھر بریلویوں کے زمیندار تھے اور ایک دو ویسے با اثر تھے۔ دیو بندی بریلوی حضرات کے دروازہ پر چل کر گئے اور ان سے مدد مانگی کہ حنفیت کو خطرہ ہے آپ ہماری مدد کریں۔ علاقہ کے دیو بندی اور بریلویوں نے اتحاد کر لیا۔ اس طرح ان کا میرے خلاف ایک محاذ قائم ہو گیا۔

الدعوۃ: کیا اہل محلّہ نے آپ کے ساتھ کوئی دست درازی کی کوشش بھی کی یا کہ بس آپ کو مسجد سے فارغ کرنے پر ہی اکتفا کیا؟

جواب: اہل محلّہ نے میرے ساتھ بہت زیادتیاں کیں' لڑائیں لڑیں۔ مجھ پر حملے کئے' میرے کتب خانے کو لوٹ لیا۔ ایک مرتبہ آگ لگانے کی کوشش بھی کی گئی۔ میرے گھر میں پتھر مارتے رہے۔ دنیاوی اعتبار سے مجھے بہت زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی۔ میرا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ صورت حال یہ ہو گئی کہ پورے محلے میں مجھے کوئی قیمتاً دودھ دینے کو تیار نہ تھا۔ تقریباً تین فرلانگ جا کر بازار سے دودھ لانا پڑتا تھا۔ جن سے پہلے دودھ لیتا تھا' انہوں نے کہا آج سے آپ کا دودھ بند ہے۔ میں نے فوراً حساب کر کے ان کے پیسے دیدئے۔ پھر انہوں نے میرے مطب کا بائیکاٹ کیا۔ میں نے زبدۃ الحکماء کیا ہوا ہے اور اے کلاس مین رجسٹرڈ بھی ہوں۔ ۷۰۶۲ میرا رجسٹریشن نمبر ہے۔ اچھا خاصا بڑا مطب تھا۔ لوگوں نے میرے پاس سے دوائیاں لینا چھوڑ دیں۔ اس سال دوائیاں نہ بکنے کی وجہ سے تیس چالیس ہزار کی دوائیاں زائد المیعاد ہو کر بیکار ہو

گئیں۔ایک مرتبہ میں شہر کی مسجد میں درس قرآن دے رہا تھا کہ پچیس تیس آدمی کلہاڑیوں کسیوں اور لاٹھیوں سے مسلح ہو کر آئے اور مسجد سے ملحقہ میری دکان کی دیوار گرانا شروع کر دی۔ اتنے میں میں پہنچ گیا۔ان کو زبان سے روکا وہ نہ رکے۔پھر لڑائی ہوئی' ادھر پچیس تیس مسلح آدمی اور ادھر میں میری دیسی برقعہ میں پردہ پوش بیوی اور نابالغ معصوم بچے۔تقریباً نصف گھنٹہ کی لڑائی کے بعد آخرکار وہ بھاگ گئے۔ہمیں اچھے خاصے زخم آ گئے۔عرصہ بعد اس جھگڑے میں شامل لوگوں میں سے ایک شخص کی بدترین موت واقع ہوئی۔ جس کے بارے میں میرے مخالفین بھی کہتے تھے کہ اسے ہماری بددعا لگی ہے۔نشتر ہسپتال ملتان میں داخل رہا۔کئی روز تک اس کا پاخانہ خون کے ساتھ مل کر منہ کے راستے خارج ہوتا رہا۔اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی۔

الدعوۃ: آپ کو اتنا پریشان کیا گیا' آپ نے عدالت وغیرہ کا رخ نہ کیا؟

جواب: میں نے رپورٹ لکھوائی تھی' عدالت میں کیس بھی چلتا رہا۔ پاکستان میں گواہوں کا بک جانا مخالف کے حق میں کچھ لے دے کر بیٹھ جانا عام سی بات ہے۔اس وجہ سے حملہ آوروں کو سزا نہ ہو سکی۔کیس دو اڑھائی سال چلتا رہا۔اس دوران مجھ پر اور بھی کئی جھوٹے مقدمے بنائے گئے۔اب نو ماہ کے وقفہ کے بعد حال ہی میں ایک اور سراسر جھوٹا کیس مجھ پر بنا دیا ہے۔جو یہ ہے کہ ایک پلاٹ ۱۹۷۴ء میں میں نے خریدا تھا۔پلاٹ بیچنے والوں میں سے ایک مر چکا ہے اور دوسرا رشتہ داروں نے اپنا حق میراث نکال کر محض مجھے پریشان کرنے کے لیے گلیوں وغیرہ کا چکر ڈال کر کیس بنایا ہے۔جو کہ سراسر بلا جواز ہے۔ان پریشانیوں کی وجہ سے ایک سال تک میں کچھ نہ کر سکا۔صرف اپنے مدرسہ میں پڑھاتا تھا۔

الدعوۃ: ان دنوں آپ کا ذریعہ معاش کیا رہا؟

جواب: والد صاحب کی زندگی میں تو مختلف قسموں کے کاروبار کرتا تھا۔ زراعت کے علاوہ کچھ کپڑے کا کاروبار تھا اور پلاٹ وغیرہ لیکر بیچا کرتا تھا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد میرا کاروبار زیادہ تر پلاٹوں کا رہا ہے۔ اللہ نے بڑی برکت دی۔ خود کفیل ہو کر مدرسہ چلایا۔ حنفیت کے دور میں بھی اور اب بھی مدرسہ کے لیے کسی قسم کا کبھی کوئی چندہ نہیں لیا۔ نہ زکوٰۃ، نہ کھالیں اور نہ کبھی گورنمنٹ سے کوئی گرانٹ لی۔

الدعوۃ: کیا آپ چندہ جمع کرنا یا حکومت سے گرانٹ لینا جائز نہیں سمجھتے یا کوئی اور وجہ تھی؟

جواب: جائز یا ناجائز سے قطع نظر میں کسی سے لینا ہی نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں حرام سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرے خیال کے مطابق خاص طور پر برصغیر میں ہر مسلک میں بشمول اہل حدیث مولوی حضرات کے ساتھ جو نامناسب سلوک روا رکھا جاتا ہے اس سے مجھے پہلے بھی نفرت رہی اور اب بھی نفرت ہے۔ اسی بناء پر میں خودداری کے ساتھ اپنی جیب سے خرچ کر کے مدرسہ چلاتا ہوں اور چندہ سے گریز کرتا ہوں تاکہ نہ کسی انجمن یا شخص کا مالی تعاون ہو اور نہ اس کا دباؤ ہو۔ بلکہ آزادانہ طور پر دین کی خدمت کی جائے۔

الدعوۃ: کیا لوگ آپ کو چندہ کی پیشکش نہیں کرتے؟

جواب: بہت سے مخلص لوگ پیشکش کرتے ہیں، لیکن میں معذرت کر لیتا ہوں بلکہ اپنی تقریروں میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے مدرسہ کے لیے کسی قسم کا چندہ نہیں لیتا اور نہ ہی میری کوئی مسجد زیر تعمیر ہے۔ یہ اعلان اس لیے کرتا ہوں کہ کہیں کوئی شخص میرے نام پر دھوکے سے پیسے وصول نہ کر سکے۔ اللہ نے مجھے غناء بخشا ہے۔ جس اللہ نے اپنے خزانے سے میرے اس نقصان کی تلافی کر

دی جو احناف نے مجھے پہنچایا تھا وہی اللہ میرے مدرسہ کا نظام بھی بہترین طریقے سے چلا رہا ہے۔

الدعوة: جب آپ نے مسلک اہل حدیث کو قبول کیا تو کیا اہل حدیثوں کی طرف سے کوئی حوصلہ افزائی ہوئی؟

جواب: جب میں اہل حدیث ہوا تو اہل حدیث حضرات نے مجھے کہا کہ آپ کو یوں اچانک اعلان نہیں کرنا چاہئے تھے۔ بلکہ ہمیں بتاتے' ہم کسی جلسہ کا بندوبست کرتے اور آپ کی حفاظت کا بھی پیشگی انتظام کرتے۔ میں نے کہا' اگر میں ایسا کرتا تو گویا اپنے ضمیر کو ذبح کرتا۔ مسلک اہل حدیث کو قبول کرنے کا اصل سبب تو توفیق الٰہی ہے بظاہر اس کا سبب قرآن وحدیث کا گہرا مطالعہ ہے۔ اس صورت میں آپ کو میں کیسے حصہ دار بناتا کہ لوگ یہ کہتے کہ فلاں مولوی صاحب نے عبدالرحمٰن کو قائل کیا ہے یا فلاں مناظرہ سے متاثر ہو کر قائل ہو گئے' یا فلاں مدرسہ کی ملازمت کی خاطر ایسا ہوا ہے۔

حالانکہ جب مجھے صدمات پہنچے تو ایک سال تک میں فارغ رہا۔ اپنے مدرسہ میں تدریس کے علاوہ نہ میں نے باقاعدہ کسی مسجد میں خطبہ دیا اور نہ کسی اہل حدیث مدرسہ کی ملازمت کی' پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور مدارس سے دعوتیں آئیں۔ پیشکشیں ہوئیں۔ شیخ الحدیث کا منصب بھی پیش کیا گیا۔ مگر میں ایک سال تک الگ تھلگ رہا۔ ۸۷ء جنوری سے اب تک کوئی شخص ثبوت پیش نہیں کر سکتا کہ اہل حدیث ہونے کی وجہ سے کسی نے کوئی مالی امداد دی ہو یا میرے مدرسہ کو چندہ دیا ہو۔

الدعوة: آپ کے اہل حدیث ہو جانے کے بعد آپ کے اساتذہ میں سے کسی نے یا پرانے ہم مکتب ساتھیوں میں سے کسی نے آپ کے ساتھ رابطہ کیا ہو؟

جواب: میرے اکثر اساتذہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ جن میں مولانا محمد

ادریس صاحب' مولانا رسول خاں صاحب' مولانا جمیل احمد صاحب اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مولانا سہیل احمد صاحب ہوتے تھے۔ وہ سب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ اور جو حیات ہیں ان میں سے کسی نے رابطہ نہیں کیا۔ ہاں البتہ میرے بعض ہم سبق ساتھیوں نے مجھ سے رابطہ کیا۔ ہماری آپس میں بحثیں بھی ہوئیں' دلائل کا تبادلہ بھی ہوا۔ بعض دوستوں کے پاس میں چل کر بھی گیا۔ جن کے بارے میں میں سمجھتا تھا کہ سلیم الفطرت ہیں اور میری بات کو سنجیدگی سے سنیں گے۔ جو دوران تعلیم خود کہا کرتے تھے کہ تقلید بری چیز ہے اس سے بچنا چاہئے۔ میں ان سے ملا۔ ان سے بحثیں اور مناقشے ہوئے۔ کئی اہل حدیث ہوئے مگر اکثر نے مجھے مایوس کیا۔

الدعوۃ: کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ کتنے لوگ آپ کی دعوت پر اہل حدیث ہوئے اور وہ کون ہیں؟

جواب: عوام الناس میں تو بے شمار اہل حدیث ہوئے۔ مگر علماء میں سے اب تک ستائیس (۲۷) علماء میری دعوت پر مسلک اہل حدیث قبول کر چکے ہیں۔ احناف کو زیادہ دکھ اسی بات کا ہوا تھا کہ میں ان کے آدمیوں کو اہل حدیث کر رہا ہوں۔ ان میں سرفہرست مولانا عبدالحق صاحب ہیں جو جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سابق مدرس تھے اور مدرسہ خیر المعاد ملتان میں شیخ الحدیث تھے ان سے بحثیں کیں دلائل کا تبادلہ رہا اور انہوں نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا۔

مسلک اہل حدیث قبول کرنے پر بریلویوں نے اسے ڈرایا دھمکایا اور وہ دو ماہ تک میرے ہاں پناہ گزین رہے۔ اور آجکل کوئٹہ میں سید عبدالمنان صاحب کے مدرسہ میں شیخ الحدیث ہیں۔

ان کے علاوہ قاری حشمت اللہ صاحب ہیں جو تنظیم المدارس' وفاق المدارس عربیہ اور بعد میں میرے مدرسہ سے امتحان دیکر وفاق المدارس سلفیہ

سے بھی پاس ہوئے۔ جید عالم فاضل اور قاری ہیں' عبدالحکیم میں عبدالحکیم دربار پر بریلویوں کا ایک مدرسہ ہے' وہاں مدرس' اور خطیب تھے۔ دو سال قبل تائب ہو کر مسلک اہل حدیث قبول کیا۔ پھر اپنے علاقہ وہاڑی میں واپس چلے گئے۔ وہاں ان کو مسلک کی تبدیلی پر لوگوں نے بہت پریشان کیا۔ اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ انہوں نے فوج میں سروس کر لی ہے' بالکل نوجوان ہیں۔

اسی طرح تونسہ کے ایک قاری غلام رسول صاحب ہیں جو قراءت سبعہ کے قاری ہیں۔ وہ بھی اہل حدیث ہو چکے ہیں۔ حاصل پور میں ایک معروف عالم عبدالحمید صاحب ہیں۔ وہ بھی اہل حدیث مسلک کو قبول کر چکے ہیں۔ الغرض ستائیس جید علماء نے اس مسلک حقہ کو قبول کیا۔ جن کے نام پتے میرے پاس محفوظ ہیں۔

کچھ طالبات جو میرے مدرسہ سے فارغ ہو کر گئی تھیں' حنفیہ تھیں اور فاضلہ تھیں۔ انہوں نے بھی مسلک حقہ قبول کیا۔ خانیوال کے ایک دوست فضل الٰہی صاحب ہیں۔ وہ بھی حنفیت سے تائب ہو کر اہل حدیث ہو چکے ہیں۔ میری بیوی نے بھی اپنی دعوت اور تقریروں کے ذریعہ بے شمار طالبات اور محلے کی عورتوں کو اہل حدیث کیا۔ مردوں کی نسبت عورتوں نے زیادہ تعداد میں مسلک اہل حدیث قبول کیا۔ کیونکہ ان پر دوہری محنت ہوتی تھی۔ میرے خطبے اور درس بھی سنتی تھیں اور میری بیوی بھی دعوت کا کام کرتی تھی۔ اس لیے عورتوں میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت زیادہ ہوئی۔

الدعوۃ: جب آپ پر صدمات اور مشکلات کا وقت آیا تو کیا آپ کے بیوی بچوں نے آپ کا پورا پورا ساتھ دیا یا ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے؟

جواب: گھر میں بیوی اور بچوں کی طرف سے جتنی موافقت ہوئی ہے میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس دور میں اس بات کا تصور بھی ناممکن ہے کہ

دینی معاملے میں پیش آنے والے مسائل اور مشاکل میں کسی شخص کے اہل خانہ اس قدر ساتھ دیں جو میرے اہل خانہ نے دیا۔ جب لڑائی ہوئی تو مجھ سے زیادہ میری بیوی زخمی ہوئی۔ وہ مجھے آگے نہیں ہونے دیتی تھی۔ اس نے اپنی جان پیش کر دی۔

الدعوة: جس مسجد میں آپ نے رفع الیدین شروع کی اور حدیث کے مطابق خطبہ جمعہ دیا۔ کیا وہاں کے کچھ لوگ آپ کے اس عمل سے اہل حدیث ہوئے یا سب باغی ہو گئے؟

جواب: ابتداء میں تو سب باغی ہو گئے۔ کیونکہ ان میں تعصب کی ایک لہر اٹھ آئی تھی کہ یہ شخص یکا یک کیوں تبدیل ہوا ہے۔ بلکہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں اس نے بٹہ لگایا ہے۔ ہماری جماعت' مسلک اور ہمارے مدارس کو بدنام کیا ہے۔ اس سے ہماری ناک کٹ گئی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت وہ میری بات تک سننے کو تیار نہ تھے۔ حالانکہ ایک لحہ پہلے وہ مجھ پر جان نچھاور کرنے کو تیار تھے۔ لیکن بعد میں آہستہ آہستہ کچھ اثرات ہونا شروع ہوئے۔ نوجوان طبقہ بوڑھوں کی نسبت زیادہ متاثر ہوا۔ ہمارے مدرسہ کی کچھ لڑکیاں اپنے والدین سے باغی ہو کر اہل حدیث ہو گئیں۔ پھر اس دوران میں محنت کرتا۔ تقریریں کیں۔ حنفی علماء سے مناظرے بھی ہوئے۔ جن میں سے اکثر مناظروں کے فیصلہ کیسٹوں یا تحریروں کی شکل میں میرے پاس محفوظ ہیں۔

الدعوة: آپ اپنے کسی دلچسپ اور مثالی مناظرہ کی روئیداد سنائیں۔

جواب: یوں تو بہت مناظرے ہوئے۔ مثلاً احمد پور شرقیہ کے قریب موقع ہشمیرہ میں ماسٹر امین اوکاڑوی سے مناظرہ ہونا قرار پایا۔ مگر مناظرہ سے پہلے ہی ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب فرار ہو گئے۔ وہاں کا صدر مناظرہ اہل حدیث ہو گیا۔ جھنگ میں مناظرہ ہوا' وہاں بھی صدر مناظرہ نے باقاعدہ اہل

حدیثوں کی فتح لکھ کر دی۔ البتہ ہارون آباد والا مناظرہ بڑا دلچسپ تھا۔

میری دو تقریریں ہارون آباد میں ہوئیں۔ وہاں پر ایک راؤ محسن خان صاحب دیوبندی تھے وہ میری تقریروں سے بہت متاثر ہوئے۔ اتفاق سے انہوں نے ایک روز مسجد اہل حدیث میں رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھی۔ راؤ صاحب دیوبندیوں کے ایک مدرسہ کے سرپرست بھی تھی۔ جب دیوبندیوں کو رفع الیدین کی خبر ملی تو وہ راؤ صاحب کے پاس آئے اور کہا۔ راؤ صاحب یوں تو نماز خراب ہو جاتی ہے۔ راؤ صاحب نے کہا' یہ کیا بات کرتے ہو۔ میں اہل حدیث تو نہیں ہوا۔ البتہ ایک تقریر میں میں نے سنا تھا کہ رفع الیدین بھی سنت ہے۔ اس لیے میں نے ایک مرتبہ سنت سمجھ کر کر لی۔ اگر بقول تمہارے رفع الیدین منسوخ ہو گئی ہے تو مجھے دلائل دو۔ دوبارہ نہیں کروں گا۔ تو انہوں نے مناظرے کا اہتمام کیا اور ماسٹر امین اوکاڑوی کو بلایا۔ راؤ صاحب کی بیٹھک میں مناظرہ ہوا۔ ہم نے متکلم پروفیسر طالب الرحمٰن شاہ صاحب کو رکھا میں معاون بن گیا۔ یہ مناظرہ چار گھنٹے تک ہوتا رہا۔ موضوع صفۃ الصلوٰۃ تھا۔ یہ مناظرہ کیسٹوں میں محفوظ ہے۔ ثالث بھی راؤ صاحب تھے۔ راؤ صاحب مناظرہ کے اختتام پر بمعہ خاندان اہل حدیث ہو گئے۔ اور اہل حدیثوں کی فتح کا فیصلہ بھی تحریر کر کے دیا۔ بعد میں یکے بعد دیگر بہت لوگ اس جگہ اہل حدیث ہوئے۔

ایسے ہی لودھراں میں میری تقریر ہوئی۔ دوران جلسہ چھ آدمیوں نے اٹھ کر اہل حدیث ہونے کا اعلان کیا وہ سارے تعلیم یافتہ اور معزز لوگ تھے۔ ان میں ایک چوہدری صدیق صاحب سابق انجینئر اور لودھراں کے زمیندار بھی ہیں۔ اس سے لودھراں میں ایک رو چل پڑی ۷۲ یا ۷۳ آدمی اہل حدیث ہوئے۔ یہ ڈیڑھ سال پہلے کی رپوٹ ہے اب تو اور بھی زیادہ ہو گئے ہوں گے۔ وہاں پر ایک نوجوان کی بوٹوں کی دوکان ہے وہ بھی اہل حدیث ہوا۔ وہ شخص

مسلک اہل حدیث کا شیدائی ہو گیا۔ اپنے خاندان میں اس نے بہت محنت کی اور بہت سے لوگ اہل حدیث ہوئے۔

الدعوۃ: مسلک کی تبدیلی کے رجحانات کب پیدا ہوئے؟ کیا طالب علمی کے زمانہ میں یا بعد میں؟

جواب: بعد میں پیدا ہوئے۔ طالب علمی کے زمانہ میں تقلید کا اندھیرا دوسرے طلباء کی طرح میرے ذہن پر بھی بہت گہرا چھایا ہوا تھا۔ اس وقت تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ حنفیت کے علاوہ کچھ اور بھی اسلام کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ میرے ننھیال میں اکثریت اہل حدیثوں کی تھی۔ اوکاڑہ میں صوفی محمد طفیل صاحب ہیں جو تین اہل حدیث مدارس کے سرپرست اور بانی ہیں' ماشاء اللہ قریباً ۲۵ مربع زمین کے مالک ہیں اور ان کا صنعتی کاروبار بھی ہے۔ میرے ددھیال میں کوئی کوئی اہل حدیث تھا' اکثریت بریلویوں کی ہے۔

الدعوۃ: آپ کا کیا خیال ہے کہ حنفی علماء کو واقعتاً اپنی گمراہی کا پتہ ہوتا ہے؟

جواب: ان کی میرے نزدیک تین قسمیں ہیں' ایک قسم تو وہ ہے جو بر بنائے یقین اپنے مسلک کو حق سمجھتے ہیں اور محدثین کے فکر کو باطل تصور کرتے ہیں۔ اور اپنے مسلک یعنی حنفیت کی اشاعت کے لیے مخلصانہ سعی کے ساتھ مشغول ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو یقیناً سمجھتے ہیں کہ ہم باطل پر ہیں۔ پہلی قسم کے بالکل متوازی۔ لیکن جس ماحول میں ہم پلے ہیں بڑھے ہیں۔ وہ حنفیت ہے۔ حنفی مدارس ہیں' حنفی جماعت ہے' حنفیت میں ہمارا شعور ہے' دوست احباب ہیں' مدارس اور تنخواہیں ہیں۔ ہم اسے چھوڑ کر جائیں تو کدھر جائیں؟ کیا کریں؟ تیسرا طبقہ درمیانی طبقہ ہے جو دراصل متذبذب ہیں۔ یعنی اگر اس طبقہ پر محنت کی جائے تو حقیقت کی طرف آ سکتا ہے۔ ان کی راتیں کسی

طرف ہوتی ہیں اور دن کسی طرف۔ ان کے خیالات وافکار تلوّن کا شکار ہیں۔ ایسے لوگوں میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ گہرا مطالعہ یا تحقیق کر کے وہ لوگ حق کو قبول کر سکتے ہیں۔

الدعوة: مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کو ہم اس تیسرے طبقہ میں شامل کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں' میرے خیال کے مطابق یہ درمیانی طبقہ میں نہیں ہیں۔ درمیانی قسم کے لوگ دیوبندیوں کے تینوں طبقوں میں موجود ہیں۔

دیوبندیوں کے تین طبقے ہیں:

① تھانوی طبقہ۔ جس میں زیادہ تر اہل علم لوگ ہیں اور ان کے زیر اثر زیادہ تر مدارس ہیں۔ جیسے دارالعلوم کراچی۔ خیر المدارس اور جامعہ اشرفیہ وغیرہ۔ یہ مولانا اشرف علی تھانوی کے سلسلہ سے چلے ہیں۔ تصنیف وتالیف' تدریس' مدارس بنانا' حنفیت کی تائید میں کتابیں لکھنا وغیرہ ان کی خاص پہچان ہے۔

② مدنی طبقہ۔ جو سیاسی رجحانات زیادہ رکھتا ہے۔ تعلیمی اور تدریسی کاموں سے دلچسپی کم ہے۔ اس گروپ کے قائد پاکستان میں مفتی محمود صاحب مرحوم تھے۔ وہ خود تو ایک جید اور صاحب مطالعہ عالم تھے لیکن ان کے حواری تھانویوں کے مقابلہ میں علم میں غیر پختہ ہیں۔

③ غلام اللہ خانی طبقہ۔ یہ اشاعت التوحید والا گروپ ہے۔ ان تینوں میں درمیانی قسم کے لوگ موجود ہیں۔ البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اشاعت التوحید والوں میں کچھ زیادہ ہیں۔ میں خود حیات وممات کے مسئلہ میں ان کا حامی تھا۔ اور بھی بہت سے مسائل میں میں ان کا حامی تھا۔

دیوبندی بھی اب اپنے اصل عقائد پر نہیں رہ گئے۔ بلکہ بریلویوں کی

طرف جھک گئے ہیں۔ اگر کوئی کسر رہ گئی تھی تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ میں سات متنازعہ فیہ مسائل کا بین بین راستہ نکال کر پوری کر دی۔ کیونکہ وہ چشتی سلسلہ کے ایک شیخ تھے۔ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی انہیں کے جانشین تھے۔ انہوں نے اشراقیت اور تصوف اور حلولی عقیدے سارے اپنی کتابوں میں بھر دیئے اور ان کے تمام فیصلے بریلویوں کے حق میں جاتے ہیں۔

الدعوۃ: اچھا مفتی صاحب' ان دیوبندیوں میں خانقاہی نظام بھی موجود ہے' جیسا کہ دین پور میں ایک خانقاہ انہوں نے بنائی ہے۔

جواب: جی ہاں دیوبندیوں کے ہاں بھی خانقاہی نظام ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی جو دیوبندیوں کے ایک گروپ کے قائد تھے۔ ان کے پنجاب میں سب سے بڑے خلیفہ جن کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ ان کے مدرسہ محمود العلوم جو کہ مولانا محمود الحسن صاحب کے نام سے ہے میں شیخ الحدیث کے طور پر ڈھائی تین سال پڑھاتا رہا ہوں۔ وہ فوت ہوئے تو ان کی خانقاہ عبدالحکیم میں بنی ہوئی ہے۔ بس چھت باقی ہے۔

الدعوۃ: کیا دیوبندی اور بریلویوں کے عقائد میں بنیادی طور پر کوئی فرق ہے؟

جواب: نام کا ہی فرق ہے...... یا بعض رسمی چیزوں کا فرق ہے۔ مثلاً جو معروف درود بریلوی پڑھتے ہیں دیوبندی نہیں پڑھتے' البتہ عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ جائز ہے۔ مولانا حسین احمد کے ملفوظات میں اس کے جواز کا فتویٰ بھی موجود ہے۔ ان کی فقہ بھی ایک ہے۔ عقیدہ بھی ایک ہے اور تصوف بھی دونوں میں موجود ہے۔

الدعوۃ: مفتی صاحب! سنا ہے کہ حنفی حضرات نے احادیث کی کتابوں

میں تحریف بھی کی ہے‘ کیا یہ درست ہے؟

جواب: جی ہاں! ابوداود شریف میں تراویح کے باب میں عشرین لیلة کو عشرین رکعة بنایا ہے۔ پہلے تو ”ن“ دیگر نسخہ کی طرف اشارہ کر کے حاشیہ میں لکھا تھا‘ کتاب کے متن میں عشرین لیلة تھا‘ لیکن نسخہ کا اشارہ دیکر حاشیہ میں عشرین رکعة لکھا تھا۔ اب نسخہ میں تو یوں ہی تھا‘ بعد میں کتاب کے متن میں رکعة کر دیا اور نسخہ میں لیلة دیدیا‘ پھر تیسری مرتبہ تحریف کی۔ اب جو نسخہ دیوبندیوں کے چھاپہ خانہ سے چھپ رہا ہے اس میں صرف عشرین رکعة رہ گیا ہے۔ نسخہ کا اشارہ بھی حذف کر دیا گیا ہے۔

الدعوۃ: کیا یہ تینوں نسخے آپ کے پاس موجود ہیں؟

جواب: میرے پاس تو نہیں ہیں۔ البتہ میں آپ کو ایک ایڈریس دیدوں گا اس شخص کے پاس لائبریری میں یہ تینوں نسخے محفوظ ہیں۔ میں نے ان میں نشان بھی لگا رکھے ہیں۔ آپ ان سے اس کی فوٹو کاپیاں لے سکتے ہیں۔

الدعوۃ: محترم مفتی صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا اور بہت مفید معلومات بہم پہنچائیں۔ ہم آخر میں ایک بات اور پوچھیں گے کہ کیا آپ مقلدین حضرات کے نام کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: جی ہاں! میں اپنے مقلدین بھائیوں اور خصوصاً علماء سے یہ عرض کروں گا کہ آخرت میں نجات صرف اطاعت رسول ﷺ پر ہو گی نہ کہ کسی امتی کی تقلید پر۔ کیونکہ اطاعت رسول ﷺ ہی اطاعت الٰہی ہے۔ اور ہر انسان اسی کا مکلف ہے نہ کہ کسی امتی کی تقلید کا۔ میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک عالم کی حیثیت سے قرآن وحدیث کے گہرے مطالعہ کے بعد پوری بصیرت سے تمام مقلدین بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل سے میری بات پر غور کریں اور تقلید کا پھندا گلے سے اتار کر محمد رسول اللہ ﷺ کی

اتباع واطاعت سے اپنی زندگی کی صبحیں اور شامیں مزین کریں۔ تا کہ کل قیامت کے روز جب ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ ''جس دن ہر کسی کو اس کے امام کے نام سے پکارا جائے گا۔'' کے مطابق جب آواز پڑے تو آپ کسی امتی کی بجائے امام الانبیاء کی صف میں کھڑے ہوں۔

جو علماء مفتی عبدالرحمٰن رحمانی صاحب کی تقاریر اور مناظرے سن کر اہل حدیث ہوئے۔

ممتاز حنفی عالم دین اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق

ولد مولانا عبداللہ جان۔ حال مقیم ملتان

میرا نام عبدالحق افغانی ولد مولانا عبداللہ جان قوم پٹھان ہے۔ میں نے حنفی مدارس میں دینی تعلیم حاصل کی اور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے دورۂ حدیث کے بعد فراغت حاصل کی۔ پھر دو سال جامعہ حقانیہ میں ہی مدرس اور مفتی کے طور پر کام کرتا رہا۔ تین سال تک جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں شیخ الحدیث کے طور پر فرائض سرانجام دیئے اور دو سال سے مدرسہ خیر المعاد ملتان میں شیخ الحدیث ہوں۔

میں پکا حنفی اور فقہ حنفی کا متعصب وکیل رہا ہوں۔ بالآخر احناف کے تین مسائل: ① مسئلہ حلول، ② تقلیدی شخصی اور ③ خانقانی نظام سے مجھے نفرت پیدا ہوگئی اور میں تحقیق میں لگ گیا، دریں اثنا میری ملاقات دارالافتاء مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان کے مفتی عبدالرحمٰن صاحب سے ہوگئی اور میں نے مختلف ملاقاتوں میں اہل حدیث اور حنفیہ کے مختلف فیہ مسائل میں ان سے بحث وتحقیق کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے صراط مستقیم کی روشنی عطا فرمادی۔

چنانچہ میں آج سے انشراح قلب کے ساتھ تقلید جامد سے تائب ہو کر مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا واضح اعلان کرتا ہوں تاکہ میرے شاگرد اور دوست احباب کسی مغالطہ میں نہ رہیں اور میں آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ پوری زندگی قرآن وسنت کی دعوت کے لیے وقف رکھوں گا۔

حنفی عالم دین مولانا میاں محمد

حنفی عالم کا جملہ نمازیانِ مسجد سمیت قبول مسلک اہل حدیث

من کہ مسمی مولوی میاں محمد ولد خیر محمد' قوم بلوچ' ساکن ڈاکخانہ بارتھی' تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان' حال خطیب جامع مسجد اللہ والی قصبہ نواب پور تحصیل وضلع ملتان۔

اپنے تمام احباب واقارب اور متعلقین کی اطلاع کے لیے یہ اعلان کر رہا ہوں اور بذریعہ رسائل اس کی اشاعت کر رہا ہوں کہ جامع مسجد اللہ والی قصبہ نواب پور میں جو کہ حنفی مسلک کے مطابق عمل کرنے والے نمازیوں کے زیر انتظام تھی اور میں خود ایک حنفی دیوبندی خطیب کے طور پر وہاں ایک سال سے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

ہم نے نمازیاں مسجد کے مشورہ سے اس مسجد میں دارالافتاء والارشاد مرکز ابن القاسم الاسلامی کے رئیس مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی صاحب (حفظہ اللہ تعالیٰ) کو دوبار خطاب کی دعوت دی۔ اس خطاب میں مسلک اہل حدیث کی حقانیت کے متعلق سوالات وجوابات کی نشستیں بھی ہوئیں' جس سے متاثر ہو کر میں اور میرے نمازیان نے واضح طور پر مسلک اہل حدیث قبول کر لیا ہے۔ اور اب ہم اسی مسجد میں نماز پنجگانہ' جمعہ اور عیدین کے تمام اعمال مسلک اہل حدیث کے مطابق ادا کر رہے ہیں۔ اور یہ تحریری اعلان اشاعت کے لیے لکھ رہے ہیں تاکہ تمام احناف بھائیوں کو ہماری طرف سے مسلک حق اہل حدیث قبول کرنے کی دعوت دی جاسکے۔

الحافظ القاری محمد حشمت اللہ

ایک ممتاز حنفی عالم و مدرس

میرا نام محمد حشمت اللہ بن محمد انور قوم مغل گیسر ہے' رہائش چک نمبر ۴۲-WB۔ تحصیل وضلع وہاڑی میں ہے اور اس وقت مدرسہ مظہر العلوم السلطانی عبدالحکیم میں بطور مدرس فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔

میں خاندانی اعتبار سے حنفی المسلک ہوں' حفظ قرآن اور تجوید وقراءت کے علم سے فارغ ہو کر میں نے درس نظامی کی کتب پڑھیں اور تنظیم المدارس پاکستان سے آخری امتحان شہادۃ الفضیلۃ پاس کیا۔

میں ۲۰ رجب ۱۴۰۹ھ میں جامعہ رحمانیہ سراجیہ عبدالحکیم کے شیخ الحدیث جناب مفتی عبدالرحمٰن رحمانی صاحب کی خدمت میں چند مسائل معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوا تو مجھے ان کے دلائل و انداز گفتگو نے بیحد متاثر کیا۔ حتی کہ میں مسلسل ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مسائل کی تحقیق کرتا رہا۔ بالآخر آج میں نے بیحد غور وفکر کے بعد اندھی تقلید اور فقہ حنفی کی متعصبانہ پیروی کو ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

لہٰذا میں اس بات کا اعلان واظہار کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آج کے بعد قرآن وسنت کی خالص اتباع کروں گا اور محدثین امت کی طرح مسلک اہل حدیث کے مطابق عقیدہ وعمل اختیار کروں

گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن وسنت کی اتباع میں زندہ رکھے اور اسی پہ میری موت آئے۔ (آمین!)

میں اپنے تمام احباب اور ساتھیوں سے بھی التماس کرتا ہوں کہ وہ تقلید اعمیٰ کے خوفناک نتائج سے اپنے آپ کو بچائیں اور عمل بالحدیث اختیار کریں۔

حنفی دیوبندی عالم دین حافظ محمد ابراہیم

من کہ مسمی حافظ محمد ابراہیم ولد اللہ ڈیوایا' قوم وریا ساکن بستی بہاولنگڑھ' تحصیل کرور' ضلع لودھراں ہوں۔ آج مورخہ ۱۹۹۱/۱۱/۱۸ بروز سوموار بمقام جامع مسجد اہل حدیث چک ۱۲ موڑ یزمان روڈ بہاولپور کے جلسہ عام میں یہ اعلان واظہار کرتا ہوں اور تحریر ہذا لکھ دیتا ہوں تا کہ میرے حالات وواقعات سے نئے اہل حدیث ہونے والے احباب کو کچھ سبق وعبرت مل سکے' محض رضاء الٰہی کی خاطر نہ کہ نمود وریا کے لیے اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین!

میں آبائی مذہب حنفی دیوبندی رکھتا تھا مگر اس میں مطمئن نہ تھا' تحقیق وجستجو جاری تھی۔ اسی دوران میں نے محترم مفتی عبدالرحمٰن رحمانی صاحب کی تقاریر سنی اور بالآخر ماہ جون ۱۹۸۸ء کو بستی بہاولنگڑھ مسجد اہل حدیث میں مفتی صاحب کے ایک جلسہ عام میں میں نے اطمینان قلب حاصل ہو جانے پر حوصلہ کر کے مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

پھر کیا تھا' اچانک میرے اہل خانہ اور حقیقی بھائی دشمن ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد میرے حقیقی بھائی کی بیوی اچانک گھر میں مردہ پائی گئی تو مجھ پر قتل کا الزام لگا کر جیل بھجوا دیا گیا اور مجھے مسلک اہل حدیث چھوڑ دینے کی شرط پر رہا کرانے کی پیشکش ہوئی۔ جسے میں نے مسترد کر دیا اور بتوفیقہٖ تعالیٰ ثابت قدم رہا۔ مگر سخت پریشان اور خوفزدہ بھی ہوا۔ اللہ کے فضل سے مجھے الزام ثابت نہ ہونے پر

بری کر دیا گیا۔ میں نے تبلیغ کا کام تیزی سے شروع کر دیا۔

آج الحمد للہ میرے دو قریبی عزیز ڈاکٹر محمد شریف اور عبدالعزیز اور ایک دوست شبیر احمد میو پختہ اہل حدیث ہو چکے ہیں اور بستی امیر پور سادات میں تقریباً پندرہ افراد مزید اہل حدیث بن گئے ہیں اور علاقہ میں دعوت دین کا کام تیزی سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ثابت قدم رکھے۔ آمین!

حق وصداقت کی فتح

رئیس علاقہ احمد پور شرقیہ نے متعدد ساتھیوں سمیت مسلک اہل حدیث قبول کرلیا۔

موضع پلہ ہشمیرہ' تحصیل احمد پور شرقیہ کے احناف نے جماعت اہل حدیث کو چیلنج دیا کہ فقہ حنفی کے عین اسلام ہونے پر اور تقلید ائمہ کے واجب ہونے پر ہم سے مناظرہ کیا جائے' جس کو مقامی جماعت اہل حدیث نے قبول کر لیا۔ چنانچہ مورخہ ۲۶/۲/۱۹۸۸ بروز جمعۃ المبارک مقامی زمینداروں کے درمیان طے شدہ پروگرام کے مطابق فریقین کے مناظر مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی (اہل حدیث) اور ماسٹر محمد امین اوکاڑوی (حنفی) موضع میں پہنچ گئے۔

اذان جمعہ سے قبل ہی حنفی مناظر اور معززین احناف سے بار بار عرض کیا گیا کہ وہ حسب وعدہ نماز جمعہ کے فوراً بعد مقام مناظرہ پر پہنچیں اور فقہ حنفی کے عین اسلام ہونے اور تقلید ائمہ کے واجب ہونے کو قرآن وحدیث سے صحیح ثابت کریں۔ جبکہ اہل حدیث مذکورہ بالا دونوں دعووں کا بطلان قرآن وحدیث وصحیح حدیث سے ثابت کریں گے۔

تاکہ حق واضح ہو جائے اور دنیا اندھیرے میں نہ رہے۔ مگر حنفی مناظر ٹال مٹول کرتے رہے' بالآخر چند معززین احناف نے اعلان کیا کہ یا تو ماسٹر صاحب آج مناظرہ کر کے دونوں دعووں کو ثابت کریں یا پھر ہم مسلک اہل حدیث قبول

کرلیں گے۔ لیکن پھر بھی ماسٹر صاحب مقام مناظرہ میں نہ پہنچے اور شام ہوتے ہی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موضع سے فرار ہو گئے۔

اسی دوران مناظر اہل حدیث مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی نے صداقت اہل حدیث کے موضوع پر اہل علاقہ کے عظیم اجتماع سے مدلل خطاب کیا جس کے بعد رئیس علاقہ ملک جندوڈا صاحب نے متعدد ساتھیوں سمیت مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور بہت سے معززین علاقہ صداقت اہل حدیث سے متاثرین بنے۔

ملک جندوڈا اول حاجی جمال محمد
نمبردار موضع پلہ ہشمیرہ

موضع پلہ ہشمیرہ، تحصیل احمد پور شرقیہ میں حنفی مناظر ماسٹر محمد امین اوکاڑوی کے مناظر اہل حدیث مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی کے بالمقابل میدان مناظرہ سے تاریخی فرار اور اہل حدیث کی عظیم فتح سے متاثر ہو کر رئیس علاقہ ملک جندوڈا صاحب نے متعدد ساتھیوں سمیت مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ جماعت اہل حدیث ان نئے ساتھیوں کو قبول حق پر مبارکباد دیتی ہے اور ان کے لیے استقامت علی الحق کی دعا کرتی ہے۔

راجن پور میں حنفیت کی شکست فاش

مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۸۸ کو فاضلپور کے حنفی دیوبدی مناظر مولوی عبدالکریم نیاز صاحب نے ملوک الکلام فی ترک الفاتحہ خلف الامام کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا' جس میں اس نے من گھڑت حوالہ جات لکھے اور پھر ان کو غلط ثابت کرنے والے کے لیے پانچ ہزار روپیہ فی حوالہ انعام کا اعلان کیا تھا۔

مورخہ ۲۱ جون بعد از نماز عشاء جماعت غرباء اہل حدیث راجن پور نے ایک جلسہ عام منعقد کیا جس میں محقق جماعت' مفتی پاکستان' مناظر اسلام مولانا مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی (عبدالحکیم) فاضل نوجوان' ترجمان اہل حدیث مولانا عبداللہ نثار (فیصل آباد) مولانا عبدالرحمٰن شاھین اور مولانا محمد امین عزیز (پاکپتن) نے خطاب کیا۔ آخر میں مفتی صاحب نے اثبات فاتحہ خلف الامام پر عالمانہ اور محققانہ خطاب فرمایا' انہوں نے مذکورہ اشتہار کے متعدد حوالہ جات کو غلط قرار دیتے ہوئے دوران تقریر اعلان کیا کہ جو شخص تفسیر بیضاوی سے ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ کے ضمن میں ترک فاتحہ کا ثبوت پیش کرے اسے اس اسٹیج پر دو ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ عدم ثبوت کی صورت میں مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کرے۔

اس پر مولوی عبدالکریم نیاز صاحب اسٹیج پر آ گئے اور حوالہ دکھانے کے لیے تفسیر بیضاوی طلب کی۔ مفتی صاحب نے ان کو تفسیر بیضاوی دے دی۔ وہ

«کانوا یتکلمون فی الصلاۃ». والی روایت تلاش کر کے کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے دوسطروں کی عبارت پڑھی جس میں مفتی صاحب نے اس کی تین لفظی اور اعرابی غلطیاں پکڑیں جس کا انہوں نے اعتراف کر لیا اور عبارت دوبارہ پڑھی۔ جس میں پھر غلطی پکڑی گئی۔ پھر «کانوا یتکلمون فی الصلاۃ». کا ترجمہ کیا جس میں ترک فاتحہ کا کوئی ذکر نہ تھا۔ چنانچہ وہ لاجواب ہو کر دلیل کے لیے حاشیہ کی روایت پیش کرنے لگے اس مناظرانہ بحث میں وہ بری طرح بوکھلا گئے۔

پھر مفتی صاحب نے تفسیر بیضاوی کے اصل متن سے حوالہ دکھانے کا تقاضا کیا اور بصورت دیگر پانچ ہزار روپیہ انعام طلب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نیاز صاحب شکست خوردہ بمع اپنے حواریوں کے اسٹیج چھوڑ گئے۔ حاضرین نے مسلک اہل حدیث کی حقانیت کے فلک شگاف نعرے لگائے اور پھر مفتی صاحب کا خطاب شروع ہو گیا جو اڑھائی گھنٹوں تک جاری رہا اور آخر میں مفتی صاحب نے سوالات کے مدلل جوابات دیئے۔ حنفی دیوبندی مناظر کے کھلے فراڈ اور شکست فاش کے نتیجہ میں پانچ افراد نے اسٹیج پر آ کر مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اس طرح راجن پور کا یہ تاریخی جلسہ عام جماعت اہل حدیث کی صداقت اور مقلدی کی شکست فاش کا زندہ ثبوت بن گیا۔ واضح ہو کہ مفتی صاحب کے خطاب اور مناظرہ کی مکمل کیسٹ موجود ہے۔

شمشاد احمد سید

جماعت حقہ کی فتح مبین اور احناف کی شکست فاش

واقعہ کچھ یوں ہے کہ محمد یٰسین غفاری جو کہ جماعت اہل حدیث کے خادم ہیں کو ایک بریلوی مولوی صاحب نے فاتحہ پر دعوت مناظرہ دی قاری محمد یٰسین غفاری مورخہ ۸۸/۷/۲ کو بذریعہ ویگن عبدالحکیم پہنچے اور جماعت اہل حدیث کے نامور شیخ الحدیث مفتی عبدالرحمٰن صاحب رحمانی کو بلا کر ساتھ لے آئے۔ اپنا ایک ساتھی بھیج کر دوکوٹہ سے مفتی اللہ بخش صاحب کو بلایا۔ وقت مناظرہ دس بجے رات مقام مناظرہ خواجہ ٹنینٹ ہاؤس خونی برج ملتان طے شدہ تھا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر خواجہ محمد لطیف صدر مناظرہ کے مکان خواجہ ٹنینٹ ہاؤس پر ان کی صدارت میں مناظرہ شروع ہوا۔ خواجہ صاحب موصوف حنفی المسلک دیوبندی تھے۔

مناظر اہل حدیث مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی و مفتی اللہ بخش صاحب تھے۔

مناظر احناف مفتی محمد امین صاحب شیخ الحدیث و مفتی مدرسہ مظہر العلوم ملتان و سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب مہتمم مدرسہ انوار القرآن۔ ملتان تھے۔

مناظرہ کا موضوع' فاتحہ خلف الامام تھا' یہ مناظرہ صبح تین بجے تک جاری رہا' واللہ باللہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ احناف کے پاس سوائے آثار کے آخر کچھ باقی نہ تھا۔ مجمع کی طرف سے آوازیں آرہی تھیں کہ مفتی امین صاحب آپ کے پاس اگر ایک حدیث بھی فاتحہ کے منع پر ہے تو پیش کریں۔ لیکن مفتی موصوف حیران ہو گئے اور اپنے معاونین کی طرف دیکھنے لگے۔ اللہ

گواہ ہے وہ ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے۔ صبح کے وقت اختتام مناظرہ پر اہل حدیث کے دلائل سے متاثر ہو کر اللہ کے فضل سے صدر مناظرہ سمیت ۱۲ آدمی اہل حدیث ہو گئے اور صدر مناظرہ نے یہ تحریری فیصلہ لکھ کر دیا۔ صدر مناظرہ بھی بمع اہل خانہ ۸ افراد اہل حدیث ہوئے' گویا کل ۱۹ افراد نے مناظرہ کے نتیجہ میں مسلک اہل حدیث قبول کیا۔

قاری محمد یٰسین غفاری۔ ملتان

فیصلہ مناظرہ ملتان:

میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں نے مناظرہ کے بعد حنفی مذہب سے توبہ کر کے مسلک قرآن وسنت اپنا لیا ہے اور انشاء اللہ آخر دم تک مسلک اہل حدیث سے وابستہ رہوں گا' اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پہ فرمائیں' آمین۔

خواجہ محمد لطیف۔ خواجہ ٹینٹ ہاؤس

اعلانِ حق

آج مورخہ ۸۹/۴/۷ کو میرے مکان پر میری صدارت اور اہتمام میں حنفی دیوبندی علماء' مولانا محمد امین اوکاڑوی' مولانا محمد صدیق صاحب' مولانا محمد قاسم صاحب' مولانا عبدالخالق صاحب

اور اہل حدیث علماء' مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی صاحب' مولانا محمد عبداللہ چھتوی صاحب اور مولانا پروفیسر طالب الرحمٰن شاہ صاحب کے مابین طریقہ نماز کے موضوع پر تقریباً ۴ گھنٹے از ۸ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر مناظرہ ہوا۔

دیوبندی علماء کے تین مقامات پر شکست فاش اٹھانے کے باوجود ہم نے مناظرہ جاری رکھا۔ کیونکہ ہم خود تحقیق حق چاہتے تھے تا آنکہ حق واضح ہو گیا اور حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہو گئی کہ اہل حدیث کا طریقہ نماز عین حدیث کے مطابق ہے جبکہ حنفی طریقہ نماز حدیث کے خلاف ہے۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ بمع اپنے اہل خاندان اور ساتھیوں کے اس حق اور سچے مسلک کو قبول کر رہا ہوں اور ہمیشہ اسی پر عامل رہوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

راؤ محسن خان

مدینہ کالونی ہارون آباد ضلع بہاولنگر

فیصلہ مناظرہ موضع بن مرالی (جھنگ)

مورخہ ۸۹/۷/۱۸ بروز منگل بمقام موضع بن مرالی چاہ ٹالی والا
تحصیل وضلع جھنگ میں مناظر اسلام مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی صاحب
دارالافتاء والارشاد ملتان (مدعی خیار بلوغ)

اور مولانا محمد عجیب صاحب قادری' مدرس دارالعلوم رضویہ سیٹلائیٹ
ٹاؤن جھنگ کے مابین مسئلہ خیار بلوغ برائے بالغہ پر حاضرین موضع کے سامنے
زیر صدارت وثالثی مہر نور احمد صاحب وائس چیئر مین یونین ۱۴ اصحابہ تحصیل وضلع
جھنگ مناظرہ ہوا۔

فریقین کے دلائل سن کر ثالث وصدر مہر نور احمد صاحب وائس چیئر مین
مذکور نے اوپر وحاضرین مناظرہ یہ فیصلہ سنایا کہ مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی صاحب
کے دلائل زبردست قوی ہیں جن کا جواب مولانا محمد عجیب صاحب نہیں دے
سکے اور مناظرہ ہذا میں واضح شکست کھا گئے۔

تحریر ہذا روبرو معززین موضع لکھی گئی' پڑھ کر سنائی گئی اور تمام حاضرین نے
اس کی تصدیق کی' فقط۔ بلکہ فریق مخالف مولانا عجیب صاحب نے مفتی عبدالرحمٰن
صاحب کے دلائل کی تائید کی اور مخالفت میں کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔

مہر سکندر حیات
وائس چیئر مین یونین کونسل ۱۴

فیصلہ مناظرہ مروٹ۔ ضلع بہاولنگر

مورخہ ۹۱/۸/۲۰۔ بروز منگل ہماری موجودگی میں مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی (مناظر اہل حدیث) اور مولانا احمد علی صاحب (مناظر حنفی) کے مابین مسئلہ رفع الیدین پر مناظرہ ہوا، دونوں کے معاونین مولانا عبدالستار صاحب، مولانا ثناء اللہ صاحب (اہل حدیث) مولانا محمد منشا صاحب، مولانا مفتی عبدالغفور صاحب (حنفی) بھی موجود تھے۔ مناظر اہل حدیث نے صحیح بخاری سے رفع الیدین ہمیشہ کرنے کی احادیث پیش کیں، جبکہ مناظر حنفی رفع الیدین کے ترک کرنے اور منسوخ ہو جانے کی ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے۔ البتہ ایسی حدیثیں پیش کیں جن میں رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔

مناظر اہل حدیث نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان حدیثوں میں جیسے دوسری اور تیسری رفع الیدین مذکور نہیں، اسی طرح تکبیرۃ الافتتاح والی پہلی رفع الیدین بھی مذکور نہیں ہے۔ جبکہ پہلی رفع الیدین پر فریقین کا اتفاق ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر پوری دیانت داری سے یہ فیصلہ لکھتے ہیں کہ اس مناظرہ میں مناظر اہل حدیث کے دلائل نہایت قوی اور مضبوط تھے جن سے رفع الیدین پہلی دوسری اور تیسری و چوتھی کا دائمی سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور مناظر حنفی کے پیش کردہ دلائل سے ہرگز رفع الیدین کا ترک یا نسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

مناظرہ کے آخر میں مختلف معززین علاقہ نے اپنے تاثرات پیش کیے۔ ان تاثرات اور اپنی ایمانی بصیرت کی روشنی میں یہ فیصلہ تحریر کیا گیا۔ چوہدری عاشق حسین صاحب نے بھی ہمارے روبرو مناظر اہل حدیث کے دلائل کے نہایت قوی اور ناقابل تردید ہونے کا اعلان کیا۔

حاجی احسان الحق نمبردار کچھی والا

عبداللہ چیئرمین

فیصلہ مناظرہ حیات عیسیٰ علیہ السلام

آج مورخہ ۹۲/۱۱/۲۔ بروز سوموار بعد از نماز عشاء بمقام محلہ اسلام پورہ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ مذکورہ موضوع پر مناظرہ ہوا' جس میں مناظر اہل اسلام مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی اور قادیانی مناظر منصور احمد ناصر مربی سلسلہ احمدیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ تھے۔

مجھے بالاتفاق ثالث بنایا گیا۔ فریقین کے دلائل سن کر میں نہایت دیانت داری سے فیصلہ تحریر کرتا ہوں کہ مناظر اہل اسلام نے قرآن مجید کے قوی دلائل سے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کیا۔ مگر محترم منصور احمد صاحب اپنا موقف ثابت نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی ان کے دلائل کا خاطر خواہ جواب دے سکے۔ اور اپنی کمزوری کا کھلا اعتراف کر کے دوبارہ گفتگو کے لیے تیاری کا وقت مانگا۔ فریقین نے میرے روبرو دستخط کیے۔

محمد سلیم ذوق
لیکچرار' سکنہ محلہ اسلام پورہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر مجھے ایسا لگا کہ جیسے پورا قرآن ہی میرے آبائی مسلک کے خلاف ہے۔

مفتی عبدالرحمٰن رحمانی حفظہ اللہ

ارشد اقبال صاحب

ہمارا خاندانی مسلک بریلوی تھا:

روہڑی کے ایک علاقے لوکو شیڈ میں میری جائے پیدائش ہے' والد کا نام جمعہ خان ہے۔ والد اور والدہ دونوں طرف سے ہمارا خاندانی مسلک بریلوی تھا' اور بریلوی ہونے کی واحد وجہ جہالت تھی' تعلیم کا کوئی خاص رواج نہیں تھا' البتہ ہمارے والدین نے ہم بہن بھائیوں کو میٹرک تک تعلیم ضرور دلوائی تھی۔ نذر و نیاز کا ہمارے ہاں خاص اہتمام ہوتا تھا' ہمارے نانا نیاز کی کسی تاریخ کو نظر انداز نہیں کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ نیاز ضرور کرتے۔ ہمارے والد صاحب بالخصوص گیارہویں شریف کی نیاز بڑی دھوم دھام سے کرتے' دیگیں چڑھتی تھیں لوگ جمع ہوتے اور بڑی رونق ہو جاتی۔ ہمارے گھر میں مزارات پر چادریں اور نذر وغیرہ بھی چڑھائی جاتی تھی۔ مزارات اور بزرگوں سے متعلق بچپن سے ہی ہمیں یہ عقیدہ دیا گیا تھا کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارا وسیلہ ہیں۔ ہم تو گنہگار لوگ ہیں' براہ راست ہماری بات اللہ کے نزدیک وہ مقام حاصل نہیں کرتی جو بزرگوں کی کرتی ہے۔ اس لیے بزرگوں کے وسیلے سے ہی جو حاجات اللہ کے سامنے پہنچتی ہیں وہ جلدی پوری ہو جاتی ہیں۔

اگرچہ میں چادریں وغیرہ چڑھانے والوں کو اور مزارات پر جا کر نذر و نیاز کرنے والوں کو برا نہیں سمجھتا تھا لیکن قدرتی طور پر بچپن سے آج تک کبھی

بھی میرا رجحان اس طرف نہیں ہوا تھا' گھر والے مزارات پر جاتے لیکن میں کبھی نہ گیا' مجھے یاد ہے ایک مرتبہ تمام گھر والے لعل شہباز قلندر کے مزار پر ان کے عرس میں شرکت کے لیے جا رہے تھے' حالانکہ ایک تفریح کا موقع بھی تھا لیکن اس وقت بھی میں نے مزار پر جانے کے بجائے گھر میں رہنے کو ترجیح دی۔

اگرچہ ہمارے گھر میں نماز وغیرہ کی پابندی نہیں تھی لیکن بچپن سے ہی مذہب کی جانب میرا جھکاؤ تھا' اگرچہ مستقل مزاجی نہیں تھی' ایمان گھٹتا اور بڑھتا رہتا تھا' کبھی باقاعدگی سے پانچ وقت کی نمازیں شروع ہو جاتی تھیں اور کبھی کئی کئی دن ہو جاتے نماز پڑھے ہوئے' نماز کے معاملے میں مستقل مزاجی تقریباً نو دس سال قبل حاصل ہوئی جب میں نے یہ عہد کیا کہ یا اللہ مجھے سرکاری نوکری مل گئی تو پھر میں کوئی نماز نہیں چھوڑوں گا اور ایسا ہی ہوا' الحمد للہ جب سے سرکاری ملازمت ملی اس کے بعد سے آج تک میں مستقل مزاجی سے نمازیں پڑھ رہا ہوں۔

مذہب کی جانب رجحان ہونے کی ایک علامت یہ بھی تھی کہ ہم مسجد کی انتظامی سرگرمیوں میں آگے بڑھ کر حصہ لیتے تھے' ہمارے علاقے میں جو مسجد تعمیر ہو رہی تھی اس کے لیے ہم بڑی سرگرمی کے ساتھ چندہ مہم میں حصہ لیتے' ہماری بستی سے قریب ہی ریلوے پھاٹک تھا' ٹرینیں کافی گزرتی تھیں اس لیے بعض اوقات وہ آدھے آدھے گھنٹے بند رہتا اور ٹرکوں' بسوں اور گاڑیوں کی لمبی قطار وہاں جمع ہو جاتی ہم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور گاڑیوں والوں سے مسجد کی تعمیر کے لیے چندہ وصول کرتے' تعمیر مسجد سے متعلق ہمارے اندر اسقدر اخلاص تھا کہ میں نے خود بھی اس کی تعمیری کام میں حصہ لیا اور مزدوری وغیرہ کی۔

نیاز حسین اور تفریح کا موقع:

میٹرک کے بعد ہمارا پورا گھرانہ کراچی منتقل ہو گیا' ہم نارتھ کراچی میں

آ کر آباد ہو گئے' یہاں بھی ہماری مذہبی زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا' نمازوں کا سلسلہ بھی اسی طرح جاری رہا کہ کبھی پڑھ لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے۔ کراچی میں جو اضافی مذہبی سرگرمی انجام دی وہ محرم کے موقع پر نیاز حسین کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کی تھی' ویسے اس سرگرمی کے پیچھے کوئی خاص مذہبی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا تھا' بلکہ دوستوں کے ساتھ ایک تفریح کا موقع ہاتھ آ جاتا' ہم کئی دوست مین روڈ پر کھڑے ہو جاتے اور ہر آنے جانے والی گاڑی کو روک کر نیاز کے لیے چندہ وصول کرتے۔

وہابیوں کے متعلق میرے نظریات:

وہابیوں سے متعلق مجھے کوئی خاص معلومات نہیں تھیں' بس اتنا سن رکھا تھا کہ یہ کافر ہوتے ہیں' نذر و نیاز کو نہیں مانتے' اولیاء اللہ کے گستاخ ہیں' رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام نہیں پڑھتے' یہ سب گستاخ رسول ﷺ ہیں۔ بس جو کچھ سنا اس پر یقین کر لیا تھا' کبھی تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ اگرچہ ہمارے علاقے میں اہلحدیث کی مسجد موجود تھی لیکن میرا کبھی کسی اہلحدیث سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔

عامر بھائی ہمارے قریبی دوستوں میں سے تھے' کرکٹ کے علاوہ بھی ہمارے درمیان کافی ہم آہنگی تھی۔ مذہبی سرگرمیوں میں بھی وہ ہمارے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ بلکہ وہ مسجد کے معاملات میں مجھ سے زیادہ ملوث رہتے تھے۔ ایک روز میں اہلحدیث مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا' مسجد کے ساتھ ہی محمدی لائبریری تھی جس میں کتابوں کے علاوہ اہلحدیث علماء کی تقاریر کی کیسٹس بھی ملتی تھی۔ میری نظر اچانک اس میں بیٹھے ہوئے ایک نوجوان پر پڑی شکل تو بہت مانوس ہے۔ عامر بھائی ہیں؟ نہیں وہ یہاں کیسے ہو سکتے ہیں' میں منہ ہی منہ میں بڑبڑایا' جب میں نے تھوڑا سا قریب ہو کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ واقعی عامر

بھائی ہیں۔ میں بڑا حیران ہوا کہ وہ وہابیوں کی لائبریری میں کیسے پہنچ گئے؟ مجھے فکر لاحق ہوگئی۔ کہیں یہ وہابیوں کے چنگل میں تو نہیں پھنس گئے؟ ویسے بھی سن رکھا تھا کہ وہابی آدمی کو بہت جلد اپنا بنا لیتے ہیں۔ ان کی دلیلوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ ہمیں عامر بھائی کو وہاں بیٹھے دیکھنے پر تشویش ہوئی کہ ہم یہ بھی سنتے آئے تھے کہ وہابیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ایمان خراب ہوتا ہے۔ دوست سے ہماری محبت جاگی دوستی کا تقاضہ یہ ٹھہرا کہ عامر بھائی کو وہابیوں کے چنگل میں پھنسنے سے بچایا جائے۔ میں نے سوچا یہ ذرا باہر آجائے پھر معاملے کی تحقیق کر کے اسے سمجھاتے ہیں۔ ہر روز شام کو مغرب اور عشاء کے بعد عامر بھائی کے گھر کے سامنے ہماری بیٹھک ہوتی تھی۔ اس روز جب وہ وہاں آئے تو میں نے جھٹ سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ وہابیوں کی لائبریری میں کیوں گئے تھے؟ کیا کام تھا؟ کیا ضرورت پیش آگئی تھی؟ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ وہابیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ایمان کمزور ہوتا ہے' یہ جانتے بوجھتے ان کی مسجد میں کیوں گئے؟ میرے ان تمام سوالات کا عامر بھائی نے ایک ہی جواب دیا جو چند لمحوں کے لیے مجھ پر بڑا گراں گزرا' کہنے لگے ارشد بھائی میں وہابی ہوگیا ہوں۔ وہابی......
میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا' ایسا لگا کہ گویا میرے سامنے دنیا کا آٹھواں عجوبہ پیش کر دیا گیا ہے اور میں اسے دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں۔ میں ابھی حیرانگی کے عالم میں ہی تھا کہ مجھ پر اللہ کا کرم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں مثبت نقطہ نظر ڈالا۔ میں نے سوچا کہ عامر بھائی پڑھے لکھے ذہین اور باشعور نوجوان ہیں یہ اگر وہابی ہوئے ہیں تو ضرور کوئی نہ کوئی بات ہے۔ مسلک اہلحدیث میں ضرور کوئی ایسی سچائی ہے جو پڑھے لکھے اور باشعور لوگوں کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے۔ میں نے عامر بھائی کو سمجھانے کی نیت کر رکھی تھی لیکن حال یہ ہوگیا کہ الٹا وہ مجھے سمجھا رہے تھے اور میں سحر زدہ شخص کی طرح بلا چوں وچرا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس

گفتگو میں ان کی ایک بات ذہن میں بیٹھی' انہوں نے کہا کہ کسی کی نہ مانو نہ وہابیوں کی مانو اور نہ اپنے مولویوں کی خود قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر دیکھ لو کہ کس کا مسلک صحیح ہے اور قرآن کے مطابق ہے۔ دوسری بات جو انہوں نے میرے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کی وہ حدیث اور فقہ کا فرق تھا۔ اور شاید بعد میں میں اسی بنیاد پر اہلحدیث ہوا' انہوں نے کہا کہ ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے کسی امام کا کلمہ نہیں پڑھا۔ ہم صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے پابند ہیں' کسی امام کے نہیں' ہم صرف شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق زندگی گزارنے کے پابند ہیں کسی امام کی فقہ کے مطابق نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم حنفی کہلاتے ہیں' کیونکہ ہم ابوحنیفہ ؒ کی تقلید کرتے ہیں اور ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں' اگر صرف ہم یعنی امام ابوحنیفہ ؒ کی تقلید کرنے والے ہی حق پر ہیں تو امام ابوحنیفہ ؒ سے پہلے جو مسلمان گزرے جن میں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیاں بھی شامل تھیں' کیا وہ سب ناحق پر تھے؟ انہوں نے کس امام کی پیروی کی تھی؟ انہوں نے کسی کی فقہ پر نہیں بلکہ صرف ان ہی باتوں پر عمل کیا تھا جو اللہ اور رسول ﷺ کی باتیں تھیں' یعنی قرآن وحدیث پر۔ یہ سارے دلائل ایسے تھے جن پر اگر غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ غور کیا جائے تو ہر باشعور آدمی کو اپیل کرتے ہیں۔ میں بھی ان دلائل سے کافی متاثر ہوا۔ لیکن اتنی آسانی سے وہابی ہو جانا تو ہماری شان کے خلاف تھا۔

ترجمہ پڑھتے ہوئے وہابیوں کے خلاف تو کوئی دلیل نہ ملی' البتہ اپنے مسلک کے خلاف دلائل ملتے رہے:

کئی روز تک اسی طرح ان کے ساتھ گفتگو چلتی رہی اور میرا ذہن تیار ہوتا رہا' لیکن باپ دادا کا مسلک چھوڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا' اس کے لیے اپنی انا کی قربانی دینی پڑتی ہے اور اپنے باپ دادا کو غلط کہنا پڑتا ہے اور یہ سب کچھ اسی

وقت ہوتا ہے جب حق پوری طرح دل ودماغ کو مسخر کرلے اس کے لیے بہر حال کچھ نہ کچھ وقت لگتا ہی ہے۔ عامر بھائی کی ترغیب پر میں نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کی ٹھانی اور اس نیت کے ساتھ ترجمہ پڑھنا شروع کیا کہ اس میں سے وہابیوں کے خلاف دلائل اکٹھے کروں گا۔ لیکن ترجمہ پڑھتے ہوئے وہابیوں کے خلاف تو کوئی دلائل نہ ملے' البتہ اپنے مسلک اور عقیدے کے خلاف دلائل ملتے رہے بلکہ ایسا لگ رہا تھا کہ پورا قرآن ہی ہمارے مسلک کے خلاف ہے۔ قرآن کے تو ہر صفحے پر توحید کے دلائل ہیں جب کہ ہم جس مسلک پر کاربند تھے وہ تو شرک سے آلودہ تھا۔

میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگا کہ حق سمجھنے کے بعد بھی کیا حق قبول نہیں کرے گا:

قرآن کے ترجمہ نے میرے دل ودماغ میں بسی عقائد کی دنیا کو تہس نہس کرکے رکھ دیا تھا۔ توحید میری سمجھ میں آرہی تھی اور جب توحید سمجھ میں آجائے تو شرک کیسے برقرار رہ سکتا ہے۔ ایک جانب قرآن کے ترجمہ کے اثرات دوسری طرف عامر بھائی سے فقہ اور حدیث اور نماز ودیگر مسائل پر مسلسل گفتگویوں میں چاروں طرف سے جکڑا گیا' میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگا' حق سمجھنے کے بعد بھی کیا حق قبول نہیں کرے گا؟ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنی شکست تسلیم کرلوں اور حق کو اپنے پر فتح دے دوں۔ نہیں...... اگر میں وہابی ہوگیا تو گھر والے کیا سوچیں گے والد صاحب سخت آدمی ہیں وہ تو مجھے گھر سے باہر نکال دیں گے...... خاندان والے مجھے بدنام کردیں گے دوست احباب کیا سوچیں گے۔ ارشد وہابی ہوگیا...... اس طرح کے وسوسے میرے من میں سر اٹھا رہے تھے اور قبول حق کی راہ میں مزاحم بن رہے تھے۔ لیکن آخر میں نے ان تمام شیطانی وسوسوں کو شکست دی اور مسلک حقہ' مسلک اہلحدیث قبول کرنے کا

پختہ عزم کر لیا۔ گھر اور باہر ہر ایک کو بتا دیا کہ میں وہابی ہو گیا ہوں۔

اہل حدیث ہونے کے بعد کیا گزری؟

گھر اور خاندان میں ہر جگہ مجھے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ والد صاحب تو کٹر بریلوی عقیدہ رکھتے تھے اور ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ گیارہویں شریف کی نیاز دلاتے تھے انہیں میرا مسلک اہلحدیث قبول کرنا سخت ناگوار گزرا' پہلے پہل تو انہوں نے مجھے آرام سے سمجھانے کی کوشش کی' کہنے لگے کہ "بیٹا! ابھی تم نے دنیا نہیں دیکھی تمہارا علم محدود ہے۔ ابھی تم مذہبی معاملات کو نہیں سمجھ سکتے' اس لیے واپس اپنے مسلک پر آ جاؤ جبکہ میں ان سے کہتا کہ آپ کوئی دلیل تو دیں کہ جی یہ بات وہابیوں کی قرآن وحدیث ﷺ کے خلاف ہے اس لیے غلط ہے۔" والد صاحب دلائل دیئے بغیر منت سماجت کرتے بلکہ یہاں تک بھی کہنے لگے کہ تم اپنے مسلک پر واپس آ جاؤ اگر تمہارے گناہ ہوں گے تو یوم آخرت میں ان گناہوں کو اپنے سر لے لوں گا۔

جیسے جیسے خاندان والوں نے والد صاحب کو طعنے دینا شروع کیے' ویسے ویسے ان کی مخالفت کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ایک روز انہوں نے مجھے گھر سے نکالنے کی دھمکی دے ڈالی اس پر بھی میں ثابت قدم رہا اور کہہ دیا جو دل چاہے کر لو جس مسلک کو میں نے قرآن وحدیث کے دلائل سے درست سمجھا ہے اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ والد صاحب کو مجھ سے نفرت سی ہو گئی تھی' گھر میں میرا وجود انہیں برداشت نہیں ہوتا تھا وہ سمجھتے تھے کہ میں نے پورے خاندان میں ان کی ناک کٹا دی۔

والد صاحب بریلوی مسجد کے مولوی صاحب کے پاس لے گئے:

ابتدائی دنوں میں جب والد صاحب مجھ سے ناامید نہیں ہوئے تھے اور اپنے تئیں میری اصلاح کی کوششوں میں مصروف تھے تو ایک روز نانا کے ساتھ مل

کر مجھے علاقے کی بریلوی مسجد کے مولوی صاحب کے پاس بھی لے کر گئے کہ شاید وہ اسے سمجھا دیں گے مولوی صاحب سے کہا' یہ وہابی ہو گیا ہے کہتا ہے گیارہویں شریف کرنا جائز نہیں ہے۔ مولوی صاحب میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کس طرح جائز نہیں ہے' میں نے کہا کہ قرآن نے غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام کر دی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾

''کہ بے شک تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار (بہتا) لہو' خنزیر کا گوشت اور وہ نیاز جسے غیر اللہ کے ساتھ منسوب کر دیا جائے۔''

مولوی صاحب کہنے لگے کہ ہم گیارہویں شریف کے لیے جو جانور ذبح کرتے ہیں اس پر اللہ کا نام لیتے ہیں۔ ذبح کرتے وقت یا غوث یا غوث تھوڑی کہتے ہیں' تکبیر ہی پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر خنزیر کو اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے تو کیا وہ حلال ہو جائے گا اسی طرح جب ایک جانور کو غیر اللہ سے منسوب کر دیا گیا ہے کہ یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام کی نیاز ہے تو اس پر لاکھ اللہ اکبر پڑھ لیا جائے تب بھی وہ قرآن کی آیت کی رو سے جائز نہیں ہو گا۔ مولوی صاحب میرے اعتراضات کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دے سکے اور والد صاحب کی یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

اس اثناء میں میں نے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہیدؒ کی تقاریر کی متعدد کیسٹیں بھی سنیں جو میرے ایمان کی تقویت اور استقامت کا سبب بنیں۔ نانا مجھے سمجھانے کی اپنی سی کوشش کرتے میں ان کے سامنے قرآن کھول کر رکھ دیتا اور انہیں آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا' ہر مرتبہ وہ کہتے اسے چھوڑو آگے پڑھو آگے پڑھتا آگے کی آیات بھی ان کے

خلاف جا رہی ہوتیں۔

میں نے غیر شرعی نذر و نیاز کی مخالفت کی:

میں نے والد صاحب کی سختی کے باوجود گھر میں غیر شرعی نذر و نیاز کی مخالفت کی اور گھر والوں کو سمجھایا کہ اگر کچھ پکانا ہے' لوگوں کو کھلانا ہے تو مقررہ تواریخ کے علاوہ کسی بھی دن اللہ کے نام کا پکا لیا کرو۔ ہماری والدہ نسبتاً سلجھے ہوئے ذہن کی تھیں اور تھوڑی بہت پڑھی ہوئی تھیں' میں انہیں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کی ترغیب دیتا اور خود بھی انہیں پڑھ کر سناتا جس سے بہت جلد ان کی سمجھ میں آئی اور ان کے عقیدے کی اصلاح ہو گئی۔ آج بھی اگرچہ وہ رفع الیدین کے ساتھ نماز نہیں پڑھتیں لیکن عقیدۃً اہلحدیث ہی ہیں۔

دعوتِ اسلامی والوں سے ٹکر:

میرے اہلحدیث ہوتے ہی دعوت اسلامی کے ان دوستوں میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی جن سے مسجد میں ملاقات رہتی تھی' انہوں نے بھی اپنے طور پر ناچیز کی اصلاح کی کوششیں شروع کر دیں ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو والد صاحب کے ساتھ ہو رہا تھا وہ مجھے سمجھانے آتے اور مجھے یہ موقع مل جاتا کہ میں انہیں سمجھاؤں رفتہ رفتہ وہ بھی ہماری اصلاح سے مایوس ہو گئے۔ ایک روز انہوں نے ہماری گلی میں لاؤڈ سپیکر لگا کر درس کا پروگرام رکھا اور کسی دوسرے علاقے کے مدرس کو مدعو کیا' رات کو تقریباً دس بجے میں عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آیا اور کھانا کھا رہا تھا کہ ان کے درس کی آواز میرے کانوں میں پڑی وہ کھل کر وہابیوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور گستاخ رسول اور گستاخ اولیاء ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجھ سے رہا نہ گیا' میں کھانا چھوڑ کر ان کے پروگرام میں جا بیٹھا۔ وہ سمجھے کہ شاید مجھ پر ان کے وعظ کا اثر ہوا ہے' مقامی لڑکے آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے۔ جب مقرر تقریر ختم کر چکا تو میں اس کے قریب گیا' باقی لڑکے بھی

اردگرد ہوگئے۔ میں نے اس کی تقریر پر سوالات کئے' میرے سوالوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا ان دونوں جنرل اسلم بیگ کا وہ بیان عوامی سطح پر بہت زیادہ زیر بحث تھا جس میں انہوں نے مزارات پر جانے' چادریں چڑھانے اور بزرگوں کو وسیلہ قرار دینے کی مذمت کی تھی' اس موقع پر بریلوی واہلحدیث علماء اخبارات میں اپنا ردعمل بھی بیان کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ہمارے امام عبدالرحمٰن سلفی صاحب نے جو دلائل دیئے ہیں' تمہارے علماء اس کا جواب نہیں دے سکے۔ وہ کہنے لگا کہ ہم وسیلہ بہار شریعت سے ثابت کریں گے۔ میں نے کہا اس کتاب کی حیثیت کیا ہے؟ کہنے لگا کہ یہ حدیثوں کا نچوڑ ہے۔ میں نے کہا' تم تو گستاخ ہو حدیثوں کو بھی [illegible]تے ہو۔ اس طرح ان لوگوں سے کافی تلخی ہوئی اور میں یونہی اٹھ کر آ گیا۔

نبی ﷺ کے کہنے پر بھی تم کہہ رہے ہو کہ اللہ کو نہیں جانتے' بتاؤ نبی ﷺ کی بات کا تم پر کیا اثر:

ان ہی دنوں ایک صاحب سے بات ہوئی وہ مقام مصطفیٰ بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم تو اللہ کو نہیں جانتے' ہم نے اللہ کو دیکھا ہی نہیں۔ ہم تو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی جانتے ہیں۔ میں نے کہا' محترم اگر تم مقام مصطفیٰ ہم اہلحدیثوں سے پوچھو' تو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن یہ جو آپ بیان کر رہے ہیں' یہ مقام مصطفیٰ نہیں بلکہ نبی ﷺ کی گستاخی ہے' ٹھیک ہے ہم پہلے اللہ کو نہیں جانتے تھے۔ لیکن نبی ﷺ نے ہمیں بتایا کہ اللہ ہے۔ اسے جانو۔ نبی ﷺ کے کہنے پر بھی تم کہہ رہے ہو کہ اللہ کو نہیں جانتے۔ بتاؤ نبی ﷺ کی بات کا تم پر کیا اثر ہوا؟

ایک مرتبہ شیعہ سے میری گفتگو ہوئی وہ کہنے لگا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ

جو حدیثیں آپ پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں وہ صحیح ہیں‘ سچی ہیں۔ میں نے جواب دینے کے بجائے الٹا ان سے سوال کر دیا۔ میں نے کہا کہ کچھ دیر کے لیے مان لیتے ہیں کہ حدیثیں غلط ہیں لیکن جن کتابوں پر آپ نے اپنے عقیدے اور مسلک کی بنیاد رکھی ہے اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ پھر میں نے انہیں بات سمجھاتے ہوئے کہا کہ اگرچہ قرآن سے ثابت ہے کہ جس طرح اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اسی طرح حدیث کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی ہے۔ کیونکہ اگر نبی مکرم ﷺ کی زندگی کے حالات محفوظ نہیں ہوں گے تو قرآن سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا‘ قرآن کہتا ہے نماز پڑھو لیکن نماز کس طرح پڑھنی ہے کتنی پڑھنی ہے؟ ان سوالوں کے جوابات تو حدیث سے ملیں گے لیکن اگر کچھ دیر کے لیے فرض کر لیں کہ اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں کہ حدیثیں صحیح ہیں تو فقہ سے متعلق تو بدرجہ اتم شک کیا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں‘ اس نقطہ نظر سے سوچیں کہ حدیث کا مسلک بھی غلط ہے‘ امام ابوحنیفہ کی فقہ بھی امام جعفر صادقؒ کی فقہ بھی غلط‘ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی فقہ بھی غلط‘ امام شافعیؒ بھی غلط ہے۔ ایسی صورت میں ایک عقلمند آدمی کا جھکاؤ یقیناً حدیث ہی کی طرف ہو گا‘ میرا انتخاب بھی حدیث ہے۔ کل اگر روز قیامت اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فلاں فقہ صحیح تھی تو تم نے اسے چھوڑ کر حدیث کی طرف کیوں آئے؟ تو میں یہ کہہ سکوں گا کہ یا اللہ دنیا کے بازار میں کوئی مجھے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بلا رہا تھا‘ کوئی احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف‘ کوئی شافعی رحمہ اللہ اور مالکی اور جعفر صادق کی طرف اور کوئی حدیث کی طرف‘ میرے ایمان نے گوارہ نہیں کیا کہ میں تیرے نبی ﷺ کی حدیثوں کو چھوڑ کر کسی کی فقہ کی طرف آؤں کیونکہ کوئی بھی مجھے صحیح ہونے کی گارنٹی نہیں دے رہا تھا۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا حکم دیا ہے اگر حدیثیں غلط ہیں تو پھر رسول ﷺ کی اطاعت کیسے کریں؟ میرے خیال

میں یہ ایک ایسی عام سی بات ہے جسے ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ نبی ﷺ کو چھوڑ کر کسی امام کی فقہ کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اس بات کی کسی کے پاس کوئی ضمانت نہیں کہ فلاں فقہ درست ہے۔

اسی طرح مختلف جگہوں پر مختلف لوگوں سے مختلف مسائل پر بحثیں ہوتی رہیں اور یہ بحثیں مجھے مزید پختہ اہل حدیث کرنے کا سبب بنتی رہیں۔ آج الحمد للہ میرے چھوٹے بھائی' اور ایک کزن بھی اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ والد صاحب میں بھی بڑی تبدیلی آئی ہے اور ان کا عقیدہ بہتر ہو گیا ہے۔ خاندان کے دیگر گھرانوں پر بھی اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ان کی شدت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جتنے بھی نئے اہل حدیث ہیں سب کو استقامت عطا فرمائے اور اس مسلک حقہ کے فروغ کے لیے اپنا بھر پور کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔...... (آمین)

اگر ایسا ہو کہ ہم تک رسولِ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی
حدیث پہنچے جس کی اطاعت ہم پر فرض
ہے اور سند بھی صحیح ہو کہ امام کے
مذہب کے خلاف ہو' اب اگر ہم اس
تخمینی بات کی اطاعت کریں گے اور
حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیں گے تو ہم
سے بڑا ظالم کون ہوگا اور جس وقت لوگ
رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں
گے اس دن ہمارے پاس کیا عذر ہوگا۔

مولانا عبدالعزیز نورستانی

مولانا عبدالعزیز نورستانی

الاخوۃ سے انٹرویو

مولانا کا تعارف:

روشن چہرہ' دراز قامت' چھریرہ بدن' چمکتی آنکھیں' گفتگو میں حلاوت ومٹھاس' مجسم شرافت' نمود ونمائش اور ریاکاری سے نفرت' عقیدۂ توحید اور جناب رسالت مآب ﷺ سے بے پناہ محبت' عقیدت' دل نور ایمان سے منور اور دماغ دینی افکار کا مظہر' یہ ہیں ابوعمر مولانا عبدالعزیز نورستانی رئیس الجامعہ الاثریہ پشاور۔ مولانا عبدالعزیز نورستانی اپنے علمی مقام ومرتبہ اور دینی حلقہ کی خدمت کی بناپر اب اس مقام پر کھڑے ہیں کہ جہاں ان کا تعارف کروانا گویا...... سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ مدینہ منورہ سے لے کر مکہ معظمہ تک' جامعہ اسلامیہ (مدینہ) سے جامعہ سلفیہ تک' ۱۰۶ راوی روڈ سے ۵ چیمبرلین روڈ تک وہ تمام جماعتی حلقوں اور عالم اسلام کی سلفی تحریکوں میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ پشاور ایک ایسا شہر ہے کہ جہاں سے سیدین شہیدین کو توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی بیخ کنی کی پاداش میں نکلنا پڑا تھا۔ آج اسی پشاور شہر میں الجامعہ الاثریہ ایک تناور درخت بن چکا ہے' جس کی گھنی وٹھنڈی چھاؤں کے نیچے ہر سال ہزاروں طلبا دینی تعلیم سے آراستہ ہوکر صوبہ سرحد کے طول وعرض اور افغانستان میں سیدین شہیدین کے مشن کی تکمیل کے لیے مصروف عمل ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ الشیخ نورستانی سلفی العقیدہ لوگوں کا عظیم اثاثہ' ورثہ اور

سرمایہ ہیں۔

کہنے کی حد تک یہ ایک انٹرویو ہے' لیکن شاید حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اسے انٹرویو کہنے کی بجائے شیخ نورستانی کی زندگی کی حالات وواقعات' یادداشتیں اور سوانح عمری کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں کہ جو غلو میں اس حد تک چلے گئے کہ ابھی تک جماعتی سطح پر ''حضرت جی استنجا کیسے کیا کرتے تھے'' جیسے موضوعات پر کتابیں لکھ دیں۔ دوسری طرف ہم ہیں کہ ابھی تک جماعتی سطح پر حضرت مولانا سید داود غزنوی' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کی خدمات کے اعتراف میں کتاب تو کجا دو ورقی پمفلٹ بھی شائع نہ کر سکے۔ ان حالات میں ادارہ الاخوۃ نے چاہا کہ سرمایۂ اہل حدیث مولانا عبدالعزیز نورستانی کی زندگی کے اوراق کو یکجا کر کے محفوظ کر لیا جائے۔ ہم اس کاوش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں' اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

مولانا نورستانی کی شخصیت وعلمیت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ خادم العلماء حاجی ظہور الٰہی مرحوم نورستانی صاحب بے حد شفقت کیا کرتے تھے' جبکہ قائد اہل حدیث حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نورستانی صاحب کی از حد عزت کیا کرتے تھے۔ بنا بریں علامہ صاحب سے تعلق رکھنے والوں کے لیے یقیناً یہ انٹرویو دلچسپی کا باعث ہوگا۔

الاخوۃ: سب سے پہلے میں اپنی طرف' مدیر مجلّہ الاخوۃ اور الاخوۃ کے قارئین کی طرف سے آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے وقت نکالا۔ شیخ صاحب! الاخوہ کے قارئین یہ جاننا چاہیں گے کہ آپ کے دل میں دینی تعلیم کے حصول کا جذبہ کیونکر پیدا ہوا؟

مولانا: سب تعریفیں اللہ اور درود وسلام آقاء کائنات محمد ﷺ کے لیے ہیں۔ اسلام صرف عبادات کا نام ہی نہیں' بلکہ مکمل ضابطہ حیات بھی ہے۔ اسلام

ریا کاری اور نمود و نمائش کو پسند نہیں کرتا ہے' بنا بریں ہمیں نمود و نمائش کے کاموں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں ہر کام اپنی رضا کے لیے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے' میں اس سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ میں نے جب سن شعور میں قدم رکھا تو میں اپنے والد محترم کے سائے سے محروم تھا۔ میرے والد مرحوم کا نام محمد تھا اور انہوں نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکا تھا۔ دوسری بیوی سے ہم دو بھائی' سب سے بڑے بھائی عین جوانی کی حالت میں وفات پا گئے۔ ہمارے گاؤں کا نام واما تھا اور یہ نورستان کے عام دیہاتوں کی طرح ایک گاؤں ہے۔ والدہ مرحومہ ایک سیدھی سادھی گھریلو خاتون تھیں۔ گاؤں کے دیگر بچوں کی طرح میں بھی قاعدہ اور نماز کا سبق پڑھنے کے لیے مسجد جایا کرتا تھا۔ صبح سبق کے لیے مسجد جانا یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جو ابتدا میں بچے لاشعوری طور پر کرتے ہیں۔ سو...... ابتدا میں میرے بھی ایسا ہی معاملہ تھا۔ تاہم عمر کے اس حصے میں بھی جس بات کی مجھے دوسرے بچوں پر فوقیت اور انفرادیت حاصل رہی وہ یہ تھی کہ سبق کو سمجھنا اور یاد کرنے میں میں بہتر تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ جب ابھی میری عمر سات سال کے لگ بھگ تھی' والدہ کہیں رشتہ داروں کے ہاں گئی ہوئی تھیں' اسی اثنا میں میرا ایک چچازاد بھائی مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور اپنی بکریوں کی دیکھ بھال پر مجھے مامور کر دیا۔ باڑے میں کام کرنے سے مجھے کوئی انکار یا عار نہیں تھا۔ لیکن مجھے ایک دکھ اور افسوس تھا...... وہ یہ کہ...... میرا مسجد کا سبق ضائع ہو رہا تھا۔ اگر چہ سبق آگے پڑھنے کا سلسلہ رک چکا تھا' مگر اپنے گاؤں میں نماز اور جنازہ وغیرہ کی جو دعائیں میں نے یاد کی ہوئی تھیں...... باڑے میں کام کرتے وقت میں اکثر ان کی دہرائی و اعادہ کرتا رہتا تھا۔ میرے شوق کو دیکھتے ہوئے ایک دن ایک شخص نے مجھے کہا کہ تمہیں

قرآن پاک پڑھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کہیں باقاعدہ تعلیم کے لیے کیوں نہیں چلے جاتے۔ اس شخص نے میرے بھائی (جو دوسری والدہ سے تھے) سے بات کی۔ بھائی نے مجھے ساتھ رکھ لیا۔ دو سال تک نورستان اور کبھی نورستان سے باہر ہم تعلیم حاصل کرتے رہے۔ میرا بھائی بہت سخت مزاج تھا۔ میرا ابھی بچپنا تھا۔ نماز پڑھتے وقت ادھر ادھر نگاہ پڑ جاتی تو بھائی اتنی سخت پٹائی کرتا کہ پیشاب خارج ہو جاتا۔ بھائی کی بے جا سختی اور مار کی وجہ سے جو سبق یاد ہوتا وہ بھی بھول جاتا۔ اس دو سال کے عرصہ میں میں ایک پارہ بھی ختم نہ کر سکا۔ اس کے بعد میرا بھائی دو سال کے لیے سرکاری نوکری پر چلا گیا اور مجھے ایک جگہ جس کا نام کوڑ در تھا وہاں چھوڑ گیا۔ کہاں وہ وقت کہ میں دو سال میں ایک پارہ بھی ختم نہیں کر سکا تھا۔ جب میرا بھائی مجھے کوڑ در میں چھوڑ گیا تو میں نے چھ ماہ میں قرآن ختم کر لیا۔ دو سال کے بعد میرا بھائی واپس آ گیا اس نے اپنے گاؤں میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور دینی تعلیم کے ذریعے کچھ انقلاب پیدا کیا۔ بعد ازاں گاؤں کے دس بیس لوگوں کے ہمراہ جہاں میں تعلیم حاصل کر رہا تھا' میرا بھائی وہاں آ گیا۔ اس دوران میں کچھ لکھائی پڑھائی کا کام سیکھ چکا تھا اور فارسی کی کتب پڑھ رہا تھا۔ بھائی مجھ سے بڑا تو تھا مگر اس کے ساتھ متلون مزاج بھی تھا۔ گھڑی میں تولہ اور گھڑی میں ماشہ۔

گردش لیل و نہار کا سلسلہ یونہی چل رہا تھا کہ اچانک میں سخت بیمار ہو گیا۔ اسی بیماری کی حالت میں بھائی مجھے چھوڑ کر لغمان چلا گیا۔ لغمان پہنچنے کے بعد اس نے مجھے خط لکھا کہ تم میرے پاس آ جاؤ۔ میں نے دل میں سوچا کہ جب بیماری کی وجہ سے مر رہا تھا تب تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اب میں کیسے تمہارے پاس آ جاؤں۔ تاہم ان کے ساتھ مجھے بھائی کا ڈر بھی تھا کہ جب موسم بہار میں گھر جاؤں گا تو وہ پڑھائی کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔ سو ٹائیفائیڈ

سے صحت یاب ہونے کے بعد میں نے سخت محنت کی۔ موسم بہار میں بھائی سے ملاقات ہوئی تو اس نے اپنے استاد کو اشارہ کیا کہ میرا امتحان لے۔ میرے ساتھ عبدالرزاق نامی ایک دوسرا لڑکا تھا' اس نے املاء لکھی جو کہ ایک خط پر مشتمل تھی۔ یہ خط والد کے نام تھا اور اس کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تھا کہ میں کنزالدقائق ختم کر چکا ہوں۔ یہ خط دراصل کورس کی کتاب میں تھا' جیسا کہ پاکستان میں کورس کی کتابوں میں والدین کے نام خطوط موجود ہیں۔ میری نگاہ اس خط پر پڑ چکی تھی' پس میں نے مکھی پر مکھی مارنے کے بجائے اللہ کے فضل اور اپنے ذہن سے کام لیتے ہوئے جوابی خط لکھا۔ استاد نے ہم دونوں کا Written test دیکھا تو کہنے لگا کہ عبدالرزاق نے استاد کا املاء شدہ خط لکھا ہے۔ اس کے باوجود "متخلص" کے "ص" کو "س" سے یعنی متخلس لکھا ہے۔ جبکہ عبدالعزیز نے مکھی پر مکھی مارنے کے بجائے اپنی ذہنی و تخلیقی صلاحیت سے کام لیا ہے۔ عبدالعزیز کی لکھائی بہت خوبصورت ہے اور متخلص کی املاء بھی درست ہے۔ استاد کے تبصرہ سے جہاں میرا بھائی خوش ہوا' وہاں میرا حوصلہ بھی دو چند ہو گیا۔

الاخوۃ: اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

مولانا: مجھے یاد ہے کہ اس وقت میری عمر دس گیارہ سال تھی۔ یہاں سے میری زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ موسم بہار میں برف پگھلنے کی وجہ سے نورستان کے راستے قدرے صاف ہو جاتے ہیں۔ سو...... میں اور میرا بھائی ہم دونوں اپنے گاؤں آ گئے۔ بھائی کی شادی ہوگئی جبکہ میں حصول علم کے شوق سے ہی نہیں بلکہ نماز سے بھی غافل ہو گیا۔ آپ اس عرصہ کو آوارگی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں تاہم اس آوارگی میں اخلاق و شرافت اور شرم و حیا سے گری ہوئی کوئی بات نہیں تھی۔ بس آوارگی یہ تھی کہ سارا دن چشموں میں پاؤں لٹکائے بیٹھا رہتا' پہاڑوں میں پھرتا رہتا۔ بھائی نماز کا پوچھتا تو کہتا ہاں...... نمازیں پڑھی ہیں۔

اس دوران خزاں کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ بدقسمتی سے خزاں کی یہ لہر نہ صرف میرے دل ودماغ بلکہ ہمارے گھر کے صحن وچمن مین بھی اتر آئی۔ حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ میرا گھر میں رہنا ناممکن ہوگیا۔ بھائی سے بات کی تو اس نے مجھے کپڑوں کا ایک جوڑا تیار کر دیا۔ لیکن جب گھر سے روانہ ہونے لگا تو اس نے نہ صرف مجھے زادِ سفر دینے سے انکار کر دیا بلکہ کپڑوں کا جوڑا بھی واپس لے لیا۔ میری حالت پیچھے کھائی اور آگے گھاٹی والی تھی۔ سوچ وبچار کے بعد میں نے اپنی خالہ کے گھر کا رخ کیا' ان سے (افغانی) تول کے مطابق پانچ من (پاکستانی پانچ کلو) بکیوں کے بال حاصل کر کے فروخت کیے جس سے مجھے ۶۰ روپے (افغانی) ملے۔ ۶۰ روپے جیب میں ڈال کر اور...... تن بہ تقدیر ہو کر یہ کہتے ہوئے میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

خزاں تو خیر خزاں ہے گلہ ہی کیا اس کا
بہاروں نے بھی کیا ہے گل ولالہ کو تباہ
ہم اپنے چاک گریباں کی دھجیاں بیچیں
ہے دوستوں کا گر ارادہ تو بسم اللہ

والد پہلے ہی فوت ہو چکے تھے' بڑا بھائی آنکھیں پھیر چکا تھا' حالات کی کروٹ وگردش اور تلخیوں نے گھر میں رہنا ناممکن کر دیا تھا' روک ٹوک کرنے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ جبکہ میں عمر کے اس اسٹیج پر قدم رکھ چکا تھا کہ جہاں ایک معمولی سی لغزش وکوتاہی اور ٹھوکر سے ساری زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ عمر کا یہی وہ دور ہوتا ہے کہ جس کے بارے میں سعدی کہتا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
ثریا می رود دیوار کج

ان تمام تر حالات کے باوجود میرے لیے یہ بات باعث مسرت وافتخار

رہی ہے کہ میں غیر اخلاقی راستے پر نہیں چلا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ تائید ایزدی کا نتیجہ تھا۔ قصہ مختصر سفر کرتے کرتے جلال آباد کے قریب ایک جگہ خیوہ جا پہنچا' وہاں ایک استاد تھا جو کہ صرف مستخلص ہی پڑھاتا تا۔ جب میں ان سے مستخلص پڑھ چکا' گو اب پھر فارغ تھا۔ سوچتا رہا کہ کیا کروں۔ ایک دل چاہتا تھا کہ کہیں آگے نکل جاؤں۔ مگر گھر جو کہ میرا تھا' اس کی یادیں مجھے عزیز تھیں' میرا بچپن داما کے در و دیوار سے عبارت تھا' ایسے گھر اور گاؤں کا زندگی کے باب سے بالکل ہی خارج کرنا میرے لیے ناممکن تھا۔

سو اس طرح داما کی طرف واپسی کا سفر اختیار کیا۔ ابھی داما نہیں پہنچا تھا کہ راستے میں میری وہ خالہ جن سے میں نے بکریوں کی اودن لی تھی' ان کا دیور مل گیا جو کہ نہایت شریف' مخلص اور ہمدرد انسان تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ بیٹا کہاں سے آرہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے اسے سارا ماجرا کہہ سنایا' اس نے نہایت مشفقانہ لہجے میں مجھے نصیحت کرتے ہوئے کہا' برخوردار! اگر پڑھنا چاہتے ہو دل لگا کر پڑھو' بصورتِ دیگر کوئی کام سیکھو' اپنا وقت اور عمر مت برباد کرو۔ یہ اس نصیحت کو پلے باندھتے ہوئے میں انہی قدموں سے واپس ہولیا اور کوڑ در چلا گیا۔

الاخوۃ: پاکستان میں آپ کی آمد کب اور کیسے ہوئی؟

مولانا: والد مرحوم کی پہلی بیوی سے ایک بھائی تھا' جبکہ دوسری بیوی سے ہم دو بھائی تھے۔ تین بھائیوں میں سے سب سے چھوٹا میں تھا۔ سب سے زیادہ تعلیم کا شوق بھی مجھے ہی تھا۔ اللہ کا مجھ پر مزید فضل یہ تھا کہ میری ذہنی صلاحیت بھی اچھی تھی۔ میرا سگا بھائی خالہ زاد بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا' یہی اس کا شوق' یہی اس کا اشتیاق اور یہی اس کی دنیا تھی۔ جبکہ سب

سے بڑا بھائی شادی کے بعد اپنے گھر کے کام کاج میں مصروف ہو چکا تھا۔ اگرچہ بکریاں میں نے بھی چرائی ہیں، تاہم میرا تعلیم کا شوق بکریاں چرانے پر حاوی تھا۔ آج جبکہ اس بات کو ایک عرصہ بیت چکا ہے۔ میں مسند تدریس پر بیٹھ کر اپنے ماضی کی طرف نگاہ دوڑاتا ہوں تو میرے جسم کا رواں رواں حمد الٰہی ادا کرتا ہے اور میں بے اختیار بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو جاتا ہوں کہ اگر اللہ کا فضل میرے شامل حال نہ ہوتا تو میں آج بھی نورستان کے دور افتادہ اور یخ بستہ دیہاتوں اور کھلیانوں میں بکریاں چرا رہا ہوتا۔ تب مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ فرمودہ یاد آ جاتا ہے کہ جو وہ مکہ کے جنگل سے گزرتے وقت کہتے تھے کہ ''اے خطاب کے بیٹے آج تجھے جو بھی عزت ملی ہے، وہ صرف اور صرف اسلام کی بدولت ملی ہے۔ اگر تجھے اسلام کی دولت حاصل نہ ہوتی تو تو آج بھی جنگلوں میں بکریاں چرا رہا ہوتا۔''

بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ بہرحال رجوع الی المقصود ہوا یہ کہ جب میں کوڑدر پہنچا تو وہاں ایک طالب علم تھا، وہ مجھے کہنے لگا کہ آؤ پشاور چلتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ اس کے پاس پیسے تھے یا کہ نہیں، میرے پاس ۹۰۰ افغانی تھے۔ نورستان سے ہم گندف تک پیدل آئے گندف سے شبقدر تک بس میں سفر کیا۔ رات شبقدر میں گزاری۔ میں اپنے ۹۰۰ افغانی ساتھی کو دے چکا تھا۔ شبقدر سے ہم پیدل تھکال تک آئے۔ آپ اسے حسن اتفاق کہہ سکتے ہیں، یا قدرت کا اشارہ ہم سب سے پہلے اس جگہ پہنچے کہ جہاں ہم نے اپنے پہلے مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی۔ یاد رہے کہ میرا ساتھی عمر میں بھی مجھ سے بڑا تھا اور وہ پہلے بھی پشاور آ چکا تھا جبکہ میرے لیے پشاور بالکل نیا اور اجنبی شہر تھا۔ میرے ساتھی کو اللہ خوش رکھے، وہ اب بھی حیات ہے اور استاد بارہ کے نام سے مشہور ہے۔

شام کے وقت ہم پلوسئ گاؤں چلے گئے۔ کچھ دن یونہی گزر گئے۔ جب

ہم نورستان سے چلے تو میں نے استاد باڑہ سے کہا تھا کہ ہمیں کچھ کتابیں ساتھ لے لینی چاہئیں۔ وہ کہنے لگا "یہاں سے کتابیں اٹھا کر ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے پشاور سے خرید لیں گے۔" چونکہ میرے پیسے بھی استاد باڑہ کے پاس تھے چنانچہ میں نے اسے کتابیں خریدنے کا کہا تو اس کا جواب تھا کہ پیسے ختم ہو چکے ہیں۔ پشاور میں جب ہم آئے تو ایوب خان کو اقتدار سنبھالے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ پلوسیٔ میں استاد باڑہ کے علاقے کا ایک آدمی مسجد میں امام تھا' ہم نے اپنی رہائش اسکے پاس رکھیں۔ رہائش کا مسئلہ عارضی طور پر حل ہو چکا تھا۔ مگر اس کے ساتھ اب ایک دوسری مشکل نے سر اٹھا لیا۔ وہ یہ کہ پڑھنے کے لیے کوئی کتاب نہیں تھی اور نہ کتاب خریدنے کے لیے پیسے تھے۔ اسی ادھیڑ بن اور پریشانی وفکر کی حالت میں ایک دن میں مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے ایک روپیہ دے دیا۔

صوبہ لغمان کا ایک آدمی علاج کے لیے پشاور آیا ہوا تھا۔ وہ ایک دن مجھے کہنے لگا کہ "بستر اٹھا کر میرے ساتھ چلو" میں نے اس کا بستر سر پر رکھ لیا اور پلوسی سے کرسچین ہسپتال کے لیے چل پڑا۔ جب منزل مقصود پر پہنچے تو اس نے مجھے ایک روپیہ دے دیا۔ اس طرح اب میرے پاس دو روپے ہو چکے تھے۔ بستر پہنچانے کے بعد ہسپتال سے پلوسی کے لیے پیدل چل پڑا۔ دوسرے دن میں نے استاد باڑہ سے پوچھا کہ پشاور میں کتابیں کہاں فروخت ہوتی ہیں۔ اس نے مجھے قصہ خوانی بازار کا ایڈریس دے دیا۔ صبح میں اللہ کا نام لے کر پلوسی گاؤں سے نکل پڑا' آج جس جگہ سٹیڈیم ہے یہاں سے ہوتا ہوا ہشت نگری پہنچا اور وہاں سے پوچھتا قصہ خوانی بازار جا پہنچا' قصہ خوانی بازار سے میں نے تین کتابیں خریدیں پنج گنج میزان الصرف اور صرف بہائی۔ کتابیں خریدنے کے بعد میری پاس بارہ آنے بچ گئے۔ صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا' پیدل سفر کرنے کی وجہ سے بھوک اور

تھکاوٹ سے برا حال ہو چکا تھا۔ گھنٹہ گھر سے چار آنے کا حلوہ کھایا' اب میرے پاس آٹھ آنے بچ گئے تھے۔ پلوشی گاؤں میں دیوبندی مکتبہ فکر کے ایک مولوی عبدالسلام تھے جو کہ ابھی بقید حیات ہیں' میں اور استاد باڑہ ہم دونوں ان سے پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب کی بھینسیں تھیں' جن کے لیے ہمیں شبقدر سے چارہ لانا پڑتا تھا' ہمارا دن کا اکثر حصہ بھینسوں کی خدمت گزاری میں گزر جاتا تھا۔ جبکہ تین وقت کی روٹی ہمیں گھروں سے لانی پڑتی تھی' استاد باڑہ کو صرف بہائی نہیں آتی تھی' ایک دن ہوا ایسے کہ اس نے صرف بہائی پھاڑ دی۔ جس سے مجھے سخت غصہ آیا' میں نے اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ کتاب میں نے خرید لی تھی' تمہیں اگر کتابیں پھاڑنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنے پیسوں سے خریدو اور پھاڑو'' استاد باڑہ میری سچی مگر مبنی برحقیقت باتوں کو برداشت نہ کر سکا۔ میری اور اس کی ان بن ہو گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے پلوسی کی وہ مسجد چھوڑنا پڑی۔

کچھ ہم رہے کچھے کچھے کچھ وہ رہے تنے تنے
اسی کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

اس کے بعد میں تراہ چلا گیا' وہاں ایک مولوی صاحب تھے جو کہ ''استاد پنچور'' کے نام سے مشہور تھے۔ ان سے دو سال فقہ کی کتابیں مستخلص سے لے کر آخری ہدایہ تک درسا درسا پڑھیں۔ ایک دن ہدایہ آخرین پڑھ رہا تھا دوران سبق ایک مسئلہ کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ مسئلہ پوچھا تو استاد پنچور ناراض ہو گیا۔ غصے میں کتاب کو بند کر دیا اور کہنے لگا کہ ''جاؤ اپنے باپ سے پڑھو'' میں نے استاد پنچور کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر تراہ چھوڑ کر مجھے پھر واپس پشاور آنا پڑا۔ استاد پنچور سے میں نے فقہ کی ایک ساری کتابیں پڑھیں اس کے بعد باز خیل باڑہ میں ایک مدرسہ ہے دارالعلوم صدیقیہ وہاں ایک مولوی صاحب سے کتاب الصرف' ہدایۃ النحو اور منطق کی کتاب

ایساغوجی پڑھتا رہا۔ مولوی صاحب کا اللہ بھلا کرے' انہوں نے ایساغوجی کے خطبے کی ایک لائن پڑھانے پر تین ماہ لگا دیئے۔ وہ پڑھاتے نہیں بلکہ صرف رٹا لگواتے تھے اور رٹا بھی ایسا کہ جو بے مقصد و بے فائدہ ہوتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے میں ایک دوسرے مدرسے میں چلا گیا۔ وہاں منطق کی کتاب ملا مبین میری نظر سے گزری۔ جب میں واپس آیا تو اپنے استاد سے کہا کہ ''میں آپ سے نہیں پڑھتا ہوں' ہاں اگر آپ پڑھانا چاہتے ہیں تو صحیح طرح پڑھائیں' مولوی صاحب حیران تھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے' نہ پڑھنے کی مجھ سے وجہ پوچھی تو میں نے کہا'' کہ ایساغوجی جو آپ مجھے پڑھاتے ہیں وہ پشتو میں ہے۔ جبکہ عربی کتاب کی ملا مبین میں دیکھ چکا ہوں۔ کتاب اتنی مختصر ہے کہ مصنف نے اسے ایک دن میں تصنیف کر دیا تھا' جبکہ آپ نے ایک سطر پر تین ماہ لگا دیئے ہیں۔ سو یہاں سے بھی رخصت سفر باندھ لیا۔ باڑہ میں مولانا عبدالصمد صاحب سے شرح تہذیب شروع کی' تب رہائش ایک دوسری مسجد میں تھی اور ایک شرح تہذیب پڑھنے کے لیے ایک دوسری مسجد میں جایا کرتا تھا۔ جس مولوی صاحب سے میں نے شرح تہذیب شروع کی وہ پڑھانے میں بہت اچھے تھے۔ لیکن مجھے وہ اکثر اپنے کاموں میں مصروف رکھتے' نتیجہ یہ نکلا کہ ہفتے میں صرف ایک آدھ بار میرا سبق ہوتا تھا۔ میرا اصل مقصد چونکہ حصول تعلیم تھا جو کہ پورا نہیں ہو رہا تھا' اس لیے میں نے باڑ خیل چھوڑ کر احمد خیل کا رخ کر لیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ اس دور کی بات ہے کہ جب فاطمہ جناح اور ایوب خان کے درمیان الیکشن کا معرکہ لڑا جا رہا تھا۔ احمد خیل (باڑہ) کی ایک مسجد میں میں نے امامت شروع کر دی۔ وہاں ایک مصری احمد نامی لڑکا تھا جسے پڑھنے کا از حد شوق تھا۔ وہ تین دن مزدوری کرتا اور تین دن پڑھا کرتا تھا۔ مزدوری سے جو پیسے کماتا ان میں سے کچھ پیسے اپنے گھر کے خرچ کے لیے رکھ لیتا' بقیہ پیسوں سے اپنے

اساتذہ کی خدمت کرتا۔ یعنی ان کو چائے اور پراٹھے کھلاتا تھا۔ کسی نے اسے میرے بارے میں بتایا کہ عبدالعزیز بھی پڑھنے پڑھانے میں اچھا ہے۔ وہ متخلص پڑھنے کے لیے میرے پاس آ گیا۔ الحمد للہ اسے میرے پڑھانے کا انداز اچھا لگا۔ تاہم اس کے ساتھ اس نے چائے اور پراٹھے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ تین چار دن کے بعد میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا کہ اگر تم مجھ سے پڑھنا چاہتے ہو تو یہ چائے اور پراٹھے کا تکلف تمہیں چھوڑنا ہو گا۔ وہ دوسری دفعہ پھر چائے اور پراٹھا لے آیا تب میں نے اسے سختی سے روک دیا۔

الاخوۃ: شیخ صاحب! آپ یہ فرمائیں کہ آپ میں عقیدہ توحید کا انقلاب کیوں آیا؟

مولانا: دراصل ابتداء میں میرے تمام تر اساتذہ دیوبندی رہے ہیں۔ اس لیے توحید کی سوجھ بوجھ اور شدبد میرے اندر پہلے ہی پیدا ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ ایک واقعہ بھی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ میں نے ایک خواب دیکھا وہ مولوی صاحب جن سے میں شرح تہذیب پڑھتا تھا' وہ اور میں کسی مسجد میں ہیں۔ وہاں لوگ مولوی صاحب سے کہتے ہیں کہ آپ تقریر کریں اور کوئی حدیث سنائیں (اب وہ مولوی صاحب نہ تو تقریر کر سکتے تھے اور نہ ان کو حدیث یاد تھی) سو نہ وہ تقریر کر سکے اور نہ حدیث سنا سکے۔ بعد میں مجھے کہا گیا (میں اللہ کے فضل سے تقریر کرنے میں قدرے بہتر تھا) چنانچہ میں نے تقریر بھی کی اور حدیث بھی سنائی۔ صبح میں نے اپنے استاد صاحب کو یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ''عبدالعزیز تم حدیث پڑھو۔'' چونکہ احناف کے ہاں دورۂ حدیث بعد میں ہوتا ہے' اس لیے میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ ابھی تو میں نے فقہ و منطق کی کوئی کتابیں پڑھنی ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ حدیث میں اتنی برکت ہے کہ تمہیں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تب میں دورۂ حدیث کے

لیے مسجد مہابت خان سے ملحقہ مدرسہ جامعہ اشرفیہ میں داخل ہو گیا۔ مجھ پر اللہ کا ایک کرم یہ بھی رہا ہے کہ جس بات کو حق سمجھ لیا' اس کے خلاف کوئی کام ہوتے دیکھ کر مجھ سے خاموش نہیں رہا جاتا اور نہ مداہنت ہوئی ہے۔ مسجد مہابت خان میں بھی یہی میری حالت تھی۔ طلبہ اور اساتذہ سے کسی نہ کسی مسئلہ پر بات لگی رہتی۔ اس بحث ومباحثہ کا نتیجہ اور کوئی نکلا یا نہیں مگر ایک بات ضرور ہوئی کہ مجھے پنج پیری مشہور کر دیا گیا۔

الاخوۃ: پشاور میں آپ نے کن کن اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے؟

مولانا: پشاور میں میرے تمام تر اساتذہ حنفی العقیدہ تھے۔ جن میں سر فہرست مولانا زین العابدین (ان سے بخاری پڑھی) مولانا محمد غفض (ان سے مسلم پڑھی) مولانا معز الحق (ان سے ترمذی پڑھی) مولانا حسن الابرار (ان سے ابوداود پڑھی) مولانا عبدالصمد یہ وہ استاد ہیں کہ جنہوں نے مجھے حدیث کی طرف راغب کیا۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی بتاتا چلوں کہ اہل حدیث ہونے سے پہلے ہی مولانا عبداللہ جان (اہل حدیث عالم) سے میری نیاز مندی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس لحاظ سے میرا شمار مولانا عبداللہ جان مرحوم کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔

الاخوۃ: شنید ہے کہ آپ مولانا طاہر پنج پیری کے حلقہ بگوش بھی رہے ہیں۔ اس کا پس منظر کیا تھا؟

مولانا: میں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں مولانا طاہر مرحوم کے حلقہ بگوش کبھی بھی نہیں رہا۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ ان کے مدرسہ سے میں نے کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسجد مہابت خان میں میرے دورۂ حدیث کے آخری ایام تھے کہ مجھے سفید ڈھیری کی مسجد محلّہ قاضیاں موسیٰ خیل میں خطابت وامامت کے فرائض سنبھالنا پڑے۔ میری تقریر

اور گفتگو کا انداز واطوار اور لب ولہجہ کچھ اس قسم کا تھا کہ لوگوں نے مجھے وہابی اور پنج پیری کے نام سے مشہور کر دیا۔ مسجد مہابت خان میں بھی پڑھنے والے طالب علموں میں سے کوئی مجھے وہابی کہتا تو کوئی پنج پیری' جبکہ مسجد سے باہر بھی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی۔

میں نے سوچا کہ وہابی اور پنج پیری کہہ کر لوگوں نے مجھے بدنام کر ہی دیا ہے اب کیوں نہ پنج پیریوں کو دیکھا جائے۔ چنانچہ دورۂ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مولانا طاہر مرحوم کے مدرسے کا قصد کیا اور وہاں سے ایک سال شیخ القرآن سے قرآن کا ترجمہ پڑھا۔

الاخوۃ: پنج پیریوں کے عقائد پر مختصر کا تبصرہ فرمائیں:

مولانا: ماتریدی ہیں' توحید الوہیت میں اچھے فصیل (مگر ادھورے) توحید اسماء وصفات کی طرف نہیں جاتے۔ اگر کوئی مسئلہ فقہ میں ہو اور سنت میں بھلے نہ ہو' تب بھی سر تسلیم خم اور اگر کوئی مسئلہ حدیث میں ہو مگر فقہ میں نہ ہو تب عامل سنت ہونے کے تمام دعوے ادھورے و نامکمل اور نقش آب بن کر رہ جاتے ہیں۔

الاخوۃ: پنج پیر سے واپس آنے کے بعد کیا ہوا؟

مولانا: پنج پیر سے واپس محلہ قاضیاں کی مسجد میں آیا' توحید کا پرچار اور شرک وبدعت کی بیخ کنی میرے پسندیدہ موضوع تھے۔ علاقے کے بدعتی علماء مجھ سے سخت تنگ تھے۔ مسجد کا متولی سرخ پوش تھا' اس کا بیٹا فوت ہوا تو جنازے پر سرخ پوش کا ایک جم غفیر تھا۔ متولی نے مجھے جنازے کے موقعہ پر تقریر کرنے کا کہا' میں نے تقریر تو کر دی لیکن ہوا یہ کہ میری مخالفت کے لیے بدعتی علماء کے ہاتھ میں ایک مضبوط ہتھیار آ گیا اور انہوں نے مجھ پر سرخ پوش ہونے کا الزام عائد کر دیا۔ ان دنوں سرخ پوش ایوب خان کے مقابلے میں فاطمہ جناح کی

حمایت کرنے کی وجہ سے حکومتی حلقوں میں سخت معیوب تھے۔ مولویوں کا پروپیگنڈہ آخر رنگ لایا اور سپیشل برانچ والوں نے مجھے پکڑ لیا۔ کبھی مسجد تھانہ اور کبھی کچہری یہ چکر دو سال تک چلتا رہا۔ سفید ڈھیری میں عجب خان نام کا ایک قصائی تھا وہ میرے لیے بڑی بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ مگر حالت یہ تھی کہ ڈر کے مارے کوئی وکیل میرا مقدمہ لڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کے علاوہ سفید ڈھیری میں ایک اور صاحب حاجی خواص خان تھے انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جتنے پیسے خرچ ہوں گے میں کروں گا مولوی صاحب کا یہ مسئلہ ہر صورت حل ہونا چاہئے۔ خیال یہ تھا کہ یا مجھے پاکستان سے نکال دیا جائے یا پابند سلاسل کر دیا جائے گا۔ قصہ مختصر بڑی مشکل سے ایک وکیل ڈھونڈا گیا۔ اس کے علاوہ عجب خان نے اپنے دوستوں سے مل ملا کر میرا مقدمہ ایک ایسے جج کے پاس منتقل کروا لیا جو کہ بہت شریف ہمدرد اور مخلص تھا۔ جج نے گواہوں کی سماعت کے بعد مجھے ۵ سال قید کی سزا سنا دی۔ یا پھر جرمانہ' جج نے مجھ سے پوچھا سزائے قید چاہتے ہو یا جرمانہ' میں نے جرمانے کو ترجیح دی۔ ۱۵ روپے عجب خان کے پاس تھے ۱۰ روپے میرے پاس تھے ۲۵ روپے جرمانہ ادا کر کے میری اس کیس سے گلوخلاصی ہوئی' تاہم مجھ پر یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ میں مقامی تھانے میں اطلاع کے بغیر پشاور سے باہر نہیں جا سکتا۔

اس صورت حال سے میرا دل تنگ آ چکا تھا' پس میں نے کراچی کا قصد کر لیا کچھ عرصہ کراچی گزارنے کے بعد واپس آیا تو پھر سپیشل برانچ والوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ کچھ دوستوں نے کوشش کر کے میرا معاملہ اس وقت کے گورنر کے سامنے پیش کیا۔ گورنر سے جب ملاقات ہوئی تو وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا ''اچھا! یہ ہے عبدالعزیز جو پولیس والوں کے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ ہاں! مولوی صاحب! تم کیوں بھاگ گئے تھے؟''

''میں بھاگا نہیں تھا' بلکہ کراچی تعلیم کے لیے گیا تھا۔''

''کیا تم پولیس کو اطلاع کر کے نہیں جا سکتے تھے؟'' گورنر نے بارعب آواز میں مجھ سے سوال کیا۔

''میں نے پولیس کو باقاعدہ تحریری طور پر مطلع کیا تھا۔ مگر جب مجھے تین ماہ تک کوئی جواب نہ ملا تو میں چلا گیا۔'' بہر حال گورنر سے سفارش کچھ زیادہ مفید ثابت نہ ہوئی۔ پھر وہی تھانے کچہری کا چکر شروع ہو گیا۔ آخر کار وہ جج جس کی عدالت میں میں نے ۲۵ روپے جرمانہ بھرا تھا' ایک دفعہ پھر پولیس کسٹڈی میں اس کے روبرو جا پہنچا۔ قصہ کوتاہ آخر آہستہ آہستہ میری ان مقدمات سے جان چھوٹ گئی۔

الاخوۃ: کیا واقعی آپ کا تعلق سرخ پوشوں سے تھا؟

مولانا: میں جانتا بھی نہیں تھا کہ سرخ پوش کس بلا کا نام ہے۔ بات یہ تھی کہ بدعتی علماء سے جب کوئی بات نہ بن پڑی تو وہ مجھ پر سرخ پوش ہونے کی پھبتی کس دیتے تھے۔ درحقیقت یہ صرف اور صرف الزام تھا' مگر قطعی طور پر جھوٹا اور بے بنیاد جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

الاخوۃ: مسلک اہل حدیث سے آپ کا تعارف و رغبت کیسے ہوئی؟

مولانا: جامعہ اشرفیہ میں جب میں دورۂ حدیث کر رہا تھا تو اس وقت سفید ڈھیری میں کچھ اہل حدیثوں سے میری گفت و شنید ہوئی ان میں سے ایک حبیب الرحمٰن کے چچا بھی تھے' وہ اہل حدیث تھے اور نماز رفع الیدین کے ساتھ پڑھتے تھے' میری ان کی جب گفتگو ہوئی تو میں نے ان کو رفع الیدین چھڑوا دیا۔ سفید ڈھیری میں چچا رضا خان تھے۔ وہ مولانا خالد گرجاکھی کے رفع الیدین کے بارے میں چھوٹے چھوٹے رسالے مجھے لا کر دیا کرتے تھے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں ان رسائل کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا تھا۔ لوگ مجھے پنج پیری کہتے تھے اور میں

بھی ذہنی طور پر اس لقب کو قبول کر چکا تھا۔ تاہم اس کے باوجود مولانا عبدالہادی کے والد محترم مولانا عبداللہ جان مرحوم کے پاس میں اکثر جایا کرتا تھا۔ بریلویوں کے ساتھ میرے مناظرے ہوتے تو میں مولانا عبداللہ جان مرحوم سے صلاح ومشورہ لیا کرتا تھا۔ بریلوی مولویوں نے جب دیکھا کہ عبدالعزیز ہمارے لیے وبالِ جان بن گیا ہے تو انہوں نے حکومتی ذرائع استعمال کرتے ہوئے مجھے سفید ڈھیری سے نکلوا دیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب مجھے سفید ڈھیری سے نکالا گیا تو میں تھکال میں مولانا عبداللہ جان کے پاس پہنچا۔ جمعہ کا دن تھا' مولانا عبداللہ جان نے تقریر کرتے ہوئے کہا ''سفید ڈھیری مکہ ہے تھکال مدینہ ہے' عبدالعزیز مہاجر ہے اور اس کو نکالنے والا سفید ڈھیری کا چیئرمین ابوجہل ہے۔ یاد رہے کہ میں ابھی اہل حدیث نہیں ہوا تھا۔ مگر اس کے باوجود مولانا عبداللہ جان میرے ساتھ بہت شفقت اور محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ درحقیقت مولانا عبداللہ جان ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کے بارے میں شاعر نے کہا تھا:

جن کی یادوں سے رگِ جان میں دکھن ہونے لگے
ذکر چھڑ جائے تو پتھر کا دل بھی رونے لگے

اس کے ساتھ آپ کو ایک نہایت دلچسپی کی بات بھی بتاتا چلوں وہ یہ کہ سفید ڈھیری سے نکالے جانے کے بعد میں رفع الیدین شروع کر چکا تھا۔ مگر اس شان کے ساتھ کہ دیوبندیوں کی مسجد میں جاتا تو نماز رفع الیدین سے پڑھتا' جب اہل حدیثوں کی مسجد میں جاتا تو بغیر رفع الیدین کے نماز پڑھتا تھا۔ گویا اہل حدیثوں کے ساتھ بھی لڑائی اور دیوبندیوں کے ساتھ بھی مارکٹائی۔

مولانا عبداللہ جان کا ایک بیٹا پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں کام کرتا تھا' ایک دن میں اس کے پاس چلا گیا۔ میز پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ پڑی ہوئی تھی' کتاب کو جب میں نے کھولا تو میری نگاہ

اس عبارت پر پڑی:

«فَإِنْ بَلَغَنَا حَدِيثٌ مِّنَ الرَّسُوْلِ الْمَعْصُومِ الَّذِي فَرَضَ اللهُ عَلَيْنَا طَاعَتَهُ بِسَنَدٍ صَالِحٍ يَدُلُّ عَلَى خِلَافِ مَذْهَبِهِ وَتَرَكْنَا حَدِيثَهُ وَاتَّبَعْنَا ذٰلِكَ التَّخَمُّنَ فَمَنْ أَظْلَمُ مِنَّا وَمَا عُذْرُنَا يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ».

''اگر ایسا ہو کہ ہم تک رسول معصوم ﷺ کی حدیث پہنچے جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے اور سند بھی صحیح ہے جو کہ امام کے مذہب کے خلاف ہو۔ اب اگر ہم اس تخمینی بات کی اطاعت کریں گے اور حدیث رسول ﷺ کو چھوڑ دیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہو گا اور جس وقت لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے اس دن ہمارے پاس کیا عذر ہو گا؟''

یہ عبارت سیدھی میرے دل میں اترتی چلی گئی۔ بس وہیں کھڑے کھڑے میں نے کہہ دیا کہ ''آج سے میں اہل حدیث ہوں۔'' حجۃ اللہ کی یہ عبارت پڑھے ہوئے آج ۲۵' ۳۰ سال کا عرصہ ہو چلا ہے مگر اس عبارت کا اثر اور نقش آج بھی دل پر ثبت ہے۔ اس سے ہٹ کر ایک اور بات بھی گوش گزار کرتا چلوں وہ یہ کہ میرے اہل حدیث ہونے میں علماء احناف کی کٹ حجتی اور حدیث دشمنی کا بھی بڑا دخل ہے۔ جامعہ اشرفیہ میں جب میں دورۂ حدیث کر رہا تھا' دوران تدریس کوئی لڑکا حدیث کی عبارت پڑھتا' اس کے بعد استاد اس حدیث پر الفاظ میں تبصرہ کرتا ''حدیث یہ کہتی ہے اور ہمارے امام کا قول یہ ہے۔'' پھر اس حدیث کی عجیب وغریب تاویلیں کر کے اسے امام کے قول سے تطبیق دی جاتی۔ ہماری کلاس میں ایک نہایت ہی ذہین وفطین طالب علم تھا اس نے ایک دن مولانا حسن الابرار سے پوچھا' مولوی صاحب آخر بات کیا ہے' کیا ہمارے ائمہ وفقہاء

کی ساری زندگیاں حدیثوں کی تاویلیں کرتے' توڑ کرتے اور جواب دیتے ہی گزر گئی ہیں؟ یہ سارے کا سارا ذخیرۂ حدیث ہمارے ائمہ وفقہاء کی آراء کے خلاف ہے' سوال یہ ہے کہ آخر ہمارے مذہب کی حدیثیں کہاں گئیں؟

مولوی صاحب نے بہت زیادہ آئیں بائیں شائیں کرنے کی کوشش کی مگر مطمئن نہ کر سکے۔ تھک ہار کر کہنے لگے کہ اس کا جواب میں کل دوں گا۔ دوسرے دن جب ہم ان کے حلقہ درس میں بیٹھے تو میں نے اس لڑکے کو ٹھوکا دیا کہ وہ کل والا سوال پھر پوچھے۔ لڑکے نے فوراً سوال داغ دیا۔ مولوی صاحب کہنے لگے' میرا خیال تھا کہ تم سوال بھول چکے ہو گے۔'' میں نے عرض کیا کہ ''نہایت اہم سوال ہے کیسے بھول سکتے ہیں۔''

کہنے لگے کہ ''حجاز کے اس طرف شافعی و مالکی زیادہ رہتے تھے' جبکہ حجاز کی دوسری طرف حنفی زیادہ رہتے تھے۔ شوافع و مالکیوں کے مستدلات اس طرف آئے اور احناف کے مستدلات اس طرف گئے تھے تا کہ ایک دوسرے کی تدریب ممکن ہو۔ اب میں نہیں جانتا تھا کہ تدریب کیا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنے ان استاد صاحب کے پاس کہ جن سے میں نے خواب بیان کیا تھا کے پاس چلا گیا اور ان سے سارا ماجرا کہہ سنایا اور کہنے لگے ''بات یہ ہے کہ جب تک حنفی شیخ الحدیث پکا پختہ' اندر باہر' اوپر نیچے سے حنفی نہیں ہوگا اور حنفیت اس میں کوٹ کوٹ کر نہیں بھری ہوگی اس سے جو بھی طالب علم دورہ حدیث کرے گا وہ حنفی نہیں رہ سکتا۔ بلکہ فوراً شافعی ہو جائے گا۔ اس وقت اہل حدیث کا تصور نہ وہ مولوی صاحب جانتا تھا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ اہل حدیث کیا ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ میں فقہ کی کتابوں میں پڑھ چکا تھا کہ ''جو حنفی اپنا مسلک چھوڑ کر دوسرے مسلک کو اختیار کرے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے' میرے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ زنا کرنا گناہ ہے' اس لیے زانی کو کوڑے

لگائے جاتے ہیں۔ بعینہٖ مسلک تبدیل کرنا بھی گناہ ہے' جبھی تو مسلک تبدیل کرنے والے کے لیے کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ ابھی مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ حنفیت چھوڑ کر گناہ کا بار اپنے سر پہ لے لوں۔ مگر دل دماغ کی دنیا میں انقلاب کروٹیں لے رہا تھا۔ جب حجۃ اللہ کی عبارت نظر سے گزری تو حنفیت کا کہنہ جال تارِ عنکبوت کی طرح ٹوٹ کر رہ گیا اور میں مسلک اہل حدیث میں داخل ہو گیا۔ الحمد للہ!

الاخوۃ: شیخ صاحب! آپ کا مسلک اہل حدیث قبول کرنا نہایت مبارک قدم تھا' اگرچہ آپ کو مسلک اہل حدیث قبول کئے کافی عرصہ ہو چکا ہے تاہم نیک کام کی مبارک ہر وقت دی جا سکتی ہے۔ الاخوۃ کے قارئین کی طرف سے آپ کو دلی مبارک قبول ہو۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ اس کے بعد کے حالات پر روشنی ڈالیے۔

مولانا: جب میں نے اہل حدیث مسلک قبول کیا تو ابھی سکول سے استعفیٰ نہیں دیا تھا' بلکہ گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ تب مولانا عبدالعظیم نے مجھے مولانا اسمٰعیل سلفی مرحوم کے نام خط لکھ دیا' میں ان کے پاس گوجرانوالہ چلا گیا تو انہوں نے مجھے جامعہ سلفیہ فیصل آباد بھیج دیا۔ جب جامعہ سلفیہ پہنچا تو وہاں چھٹیاں تھیں۔ تاہم داخلہ مجھے مل گیا تھا۔ میرا بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ مجھے پنجابی نہیں آتی تھی' کچھ اور یہ کہ میرا دل بھی وہاں نہ لگ سکا۔ دو ماہ میں میں نے وہاں استفادہ ضرور کیا۔ ادھر پشاور میں میری سکول کی چھٹیاں ختم ہو رہی تھیں' لہٰذا میں واپس آ گیا۔

الاخوۃ: غرباء اہل حدیث کے ساتھ آپ کا رابطہ کیسے استوار ہوا؟

مولانا: یہ بات میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ جامعہ اشرفیہ سے دورۂ حدیث کرنے کے باوجود اپنی تعلیمی استعداد سے میرا دل مطمئن نہیں تھا۔ چنانچہ

جامعہ سلفیہ سے واپس آنے کے بعد ایک دو ماہ بعد میں نے سکول سے استعفیٰ دے دیا اور کراچی چلا گیا۔ کراچی میں میں سب سے پہلے غرباء اہل حدیث کی محمدی مسجد میں پہنچا۔ وہاں کچھ ہمارے نورستانی طلباء تھے ان سے ملاقات کی۔ اسی مسجد میں ایک دیوبندی استاد بھی پڑھاتے تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ مجھے دیکھ کر سوچنے لگے کہ لڑکا ہوشیار ہے یہاں رہا تو خراب ہو جائے گا اسے یہاں سے نکالنا چاہئے۔ وہ مجھے جامعہ فاروقیہ میں لے گئے۔ اور مجھے وہاں داخل کروا دیا۔ عملاً میں اہل حدیث ہو چکا تھا اور جامعہ سلفیہ میں بھی دو ماہ گزار چکا تھا۔ اس لیے اب حنفیت کا رنگ میرے سامنے پھیکا پڑ چکا تھا۔ چہ جائے کہ دوبارہ مجھ پر حنفیت کا رنگ چڑھ جاتا۔ دو تین دن کے اندر ہی جامعہ فاروقیہ سے میرا دل اکتا گیا۔ جامعہ فاروقیہ سے میرا دل کیا اکتایا کہ کراچی سے ہی دل اچاٹ ہو گیا۔ میرے پاس کل ۱۵ روپے تھے جبکہ کراچی سے پشاور کا کرایہ ۲۵ روپے تھے۔ دیوبندی مولوی صاحب کی وجہ سے محمدی مسجد کا رخ کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ سو کسی دوسری اہل حدیث مسجد یا مدرسے سے ۱۰ روپے لے کر پشاور واپس چلا جاؤں۔ چنانچہ پوچھتے پوچھتے سولجر بازار کے اہل حدیث مدرسہ میں چلا گیا۔ عصر کی نماز ہو چکی تھی، میں اپنی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں مولانا کرم دین خان (اللہ مغفرت کرے) بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے اپنے پاس بلایا، حال احوال پوچھا، میں نے ساری صورتِ حال گوش گزار کر دی ماسوائے اس کے کہ میں کرائے میں سے ۱۰ روپے کم ہیں۔ دراصل حوصلہ ہی نہیں تھا۔ مولانا کرم دین خان مرحوم یہ جان کر بہت خوش ہوئے کہ میں نیا اہل حدیث ہوں انہوں نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ ان کا ایک جملہ مجھے آج تک یاد ہے کہ ''ایک پٹھان اہل حدیث ۱۰۰ پنجابی کے برابر ہوتا ہے۔'' دوسرے دن شیخ الحدیث مولانا حاکم علی صاحب تشریف لائے، ذہنی استعداد اتنی نہیں تھی کہ کسی بڑی جماعت میں داخل ہو

سکتا قد تو شروع ہی سے لمبا تھا' اس لیے چھوٹے بچوں کے ساتھ بیٹھنا بھی معیوب لگ رہا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے داخلہ نہیں مل سکا۔ دوسری طرف کرایہ پاس نہیں تھا کہ واپس پشاور چلا جاؤں' محمدی مسجد میں دیوبندی مولوی سے ڈر لگ رہا تھا۔ کہ وہ کہیں دوبارہ دیوبندیت کی طرف نہ دھکیل دے۔ سولجر بازار کے مدرسہ میں بھی داخل نہ مل سکا۔ اپنی بے بسی و بے چارگی اور بے بضاعتی وکم مائیگی پر بے اختیار دل کے ارمان آنکھ کے راستے آنسو بن کر بہہ پڑے۔

اللہ بھلا کرے شیخ الحدیث صاحب کا انہیں میری بے بسی پر ترس آ گیا اور یوں مجھے تیسری جماعت میں داخل مل گی۔

الاخوۃ: سولجر بازار مدرسہ کا کوئی خاص قابل ذکر واقعہ؟

مولانا: سولجر بازار مدرسہ کے دو واقعات نہایت قابل ذکر ہیں' اس لیے کہ انہی واقعات کی وجہ سے مجھے سولجر بازار کا مدرسہ ساتویں سال میں چھوڑنا پڑا۔

مدرسے میں ابراہیم نامی مسکین اور نہایت شریف النفس باورچی تھا جو کہ صحیح سلفی العقیدہ اہل حدیث تھا۔ وہ صبح کا ناشتہ' دوپہر وشام کی روٹی کے علاوہ اور بھی بہت سے کام کرتا تھا' جبکہ اس کی تنخواہ صرف ستر اسی روپیہ تھی۔ ایک دن اس نے چھاپڑا صاحب سے کہہ دیا کہ ''آپ مہربانی فرما کر میری تنخواہ ۱۰۰ روپیہ کر دیں۔'' چھاپڑ صاحب اپنے موڈ کے آدمی تھے' انہوں نے تنخواہ زیادہ کرنے یا ہمدردی کے دو الفاظ کہنے کی بجائے بیچارے کو کھڑے کھڑے جواب دے دیا اور اس کی جگہ بریلوی ذہن کا باورچی لے آئے' جو کہ اول تو نماز پڑھتا ہی نہیں تھا۔ اگر پڑھتا بھی تو بریلوی مسجد میں جا کر میں اسے نماز پڑھنے کا کہتا تو وہ میری بات کو چٹکیوں میں اڑا دیتا۔ ایک دن میں نے سب طلباء سے کہہ دیا کہ جب تک یہ نماز نہیں پڑھے گا ہم اس کے ہاتھ کی روٹی نہیں کھائیں گے۔ سب طلبہ نے

میری بات پر اتفاق کیا' بے نمازی تو وہ تھا ہی لیکن اس کے علاوہ مجھے اس بات کا دکھ بھی تھا کہ انتظامیہ نے اہل حدیث مسلک کے باورچی کو نکال کر بریلوی کو رکھ لیا تھا۔ اس نے طلبا کے عزم وارادے کو دیکھتے ہوئے نماز پڑھنے کا وعدہ کرلیا۔ مگر وہ صرف چند دن اپنے وعدے پر قائم رہا۔ میں نے اسے وعدہ یاد دلایا تو کہنے لگا کہ مہتمم صاحب نے کہا ہے عبدالعزیز سے کہہ دو کہ وہ اپنے کام سے کام رکھے کوئی نماز پڑھتا ہے یا نہیں پڑھتا عبدالعزیز کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔ بہرکیف میری اور اس کی تو تو میں میں ہوگئی' اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انتظامیہ مجھے شاباش دیتی مگر ہوا یہ کہ میں انتظامیہ کی ہٹ لسٹ پر آ گیا کہ عبدالعزیز مدرسے میں تحریکیں چلاتا ہے اور ہڑتالیں کرواتا ہے۔ حد یہ ہے کہ انتظامیہ نے مجھے اس مسئلہ پر باقاعدہ نوٹس جاری کردیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ مسجد میں غسل کے لیے ایک شیعہ آیا کرتا تھا۔ وہ نہ صرف غسل کرتا بلکہ طلب پر دھونس جماتا اور غسل خانوں میں گند بھی کر جاتا۔ ایک دن یہی عمر فاروق مجھ سے کہنے لگا کہ ''دیکھیں خان صاحب! یہ نہ خود نہاتا ہے اور نہ مجھے نہانے دیتا ہے جب کہ اس نے غسل خانہ بھی گندگی سے آلودہ کر دیا ہے۔'' میں نے اسے ایک ہاتھ سے گردن سے پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے دو تین تھپڑ مار دیئے۔ پھر کیا تھا میری دیکھا دیکھی جو بھی طالب علم آتا وہ اسے ایک دو تھپڑ فی سبیل اللہ جڑ دیتا۔ اس کے بعد میں خود ہی اسے گردن سے پکڑ کر تھانے لے گیا اور ایس ایچ او کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ شیعہ کہنے لگا ''صاحب یہ جھوٹ بولتا ہے ایس ایچ او جو کہ اتفاق سے پٹھان تھا اور پشتو بولتا تھا' شیعہ پر چڑھ دوڑا اور کہنے لگا ''کمبخت' خاموش! کیا مولوی صاحب جھوٹ بولتے ہیں؟ یہ واقعہ بھی انتظامیہ کے نزدیک بڑا ناپسندیدہ عمل تھا۔ اور میں کہ اس واقعہ کی بنا پر معیوب ٹھہرا۔

یہ تھے وہ واقعات جن کی بنا پر مجھے مدرسہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں جماعت غربائے اہل حدیث کے مدرسہ عربیہ میں داخل ہو گیا۔ اور یوں میرا غربائے اہل حدیث سے رابطہ و تعلق استوار ہوا۔

الاخوۃ: شیخ صاحب! یہ فرمائیں کہ آپ مسلک اہل حدیث کی طرف کیسے راغب ہوئے؟

مولانا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے' درود وسلام رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر' لاکھوں کروڑوں رحمتیں وبرکتیں صحابہ تابعین' تبع تابعین' محدثین اور ائمہ کرام پر۔

میرے بھائی! میں سب سے پہلے آپ اور قارئین الاخوہ کا شکر گزار ہوں کہ دین کے ناطے اور اسلامی رشتے کے حوالے سے آپ نے مجھ سے رابطہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا چاہے' اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔'' پس یہ اللہ کا میرے اوپر احسان اور خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے میرا تعلق دین کے ساتھ جوڑ دیا۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے' اس سلسلہ میں کہنا چاہوں گا کہ میں نے ابتدائی تعلیم پشاور میں مختلف دیوبندی مدارس سے حاصل کی تھی' اس لیے عقیدتاً میں حنفی دیوبندی تھا۔ میرے اہل حدیث ہونے میں علماء احناف کی کٹ حجتی اور حدیث دشمنی کا بڑا دخل ہے۔ جامعہ اشرفیہ پشاور میں جب میں دورۂ حدیث کے لیے داخل ہوا تو وہاں میں نے عجیب منظر دیکھا' جب کوئی طالب علم حدیث پڑھتا تو استاد حدیث کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے کہتا ''حدیث یہ کہتی ہے مگر ہمارے امام کا قول یہ ہے۔'' اس کے بعد حدیث کی عجیب وغریب تاویلیں کر کے اسے امام کے قول سے تطبیق دی جاتی۔ ہماری کلاس میں ایک نہایت ہی ذہین طالب علم تھا۔ ایک دن اس نے حدیث کے استاد مولانا حسن الابرار سے پوچھا ''آخر

کیا بات ہے کہ ہمارے ائمہ وفقہاء کی ساری زندگیاں حدیثوں کی تاویلیں کرتے' توڑ کرتے اور جواب دیتے گزر گئی ہیں؟ یہ سارے کا سارا ذخیرہ احادیث ہمارے ائمہ وفقہاء کی آراء کے خلاف ہے' سوال یہ ہے کہ آخر ہمارے مذہب کی حدیثیں کہاں گئیں؟''

حسن الابرار نے بہت زیادہ آئیں بائیں شائیں کرنے کی کوشش کی مگر مطمئن نہ کر سکے' تھک ہار کر کہنے لگے ''اس کا جواب میں کل دوں گا۔''

دوسرے دن جب ہم ان کے حلقہ دس میں بیٹھے تو میں نے اس لڑکے کو ٹھوکا دیا کہ وہ کل والا سوال پوچھے۔ لڑکے نے فوراً سوال داغ دیا۔ مولوی صاحب کہنے لگے ''حجاز کے اس طرف شافعی ومالکی رہتے تھے' جب کہ دوسری طرف حنفی زیادہ تھے۔ شوافع ومالکیوں کی مستدلات اس طرف آئے اور احناف کے مستدلات اس طرف گئے تاکہ ایک دوسرے کی تدریب ممکن ہو۔'' اب میں نہیں جانتا تھا کہ تدریب کیا ہے۔ میرے ایک اور استاد مولانا عبدالصمد جن سے میں نے شرح تہذیب پڑھی تھی' انہوں نے ہی مجھے فقہ ومنطق پڑھنے کی بجائے براہ راست احادیث ڑھنے کا مشورہ دیا تھا اور ان کے مشورہ کے نتیجہ میں ہی میں دورۂ حدیث کے لیے جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوا تھا' ان سے میں نے مولانا احسن الابرارک اسارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگے ''شیخ الحدیث جب تک پکا حنفی نہیں ہوگا اور اس میں حنفیت کوٹ کوٹ کر بھری نہیں ہوگی اس سے جو بھی دورۂ حدیث کرے گا وہ حنفی نہیں رہ سکتا۔ بلکہ فوراً شافعی ہوجائے گا۔''

دوسرا واقعہ جس نے مجھے بالکل ہی بدل کے رکھ دیا' وہ یہ تھا کہ ایک دفعہ میں پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں گیا' وہاں میز پر **حجة الله البالغة** پڑی تھی' میں نے کتاب کھولی تو میری نگاہ سب سے پہلے جس عبارت پر پڑی وہ یہ تی:

«فَإِنْ بَلَغَنَا حَدِيثٌ مِّنَ الرَّسُوْلِ الْمَعْصُومِ الَّذِي فَرَضَ

اللہ علینا طاعتہ بسند صالح یدل. علی خلاف مذھبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا ذلک التخمن فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین».

''اگر ایسا ہو کہ ہم تک رسول معصوم ﷺ کی حدیث پہنچے جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے اور سند بھی صحیح ہے جو کہ امام کے مذہب کے خلاف ہو۔ اب اگر ہم اس تخمینی بات کی اطاعت کریں گے اور حدیث رسول ﷺ کو چھوڑ دیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہو گا اور جس وقت لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے اس دن ہمارے پاس کیا عذر ہو گا۔''

یہ عبارت سیدھی میرے دل میں اترتی چلی گئی۔ بس وہیں کھڑے کھڑے میں نے کہہ دیا کہ ''آج سے میں اہل حدیث ہوں۔''

الاخوۃ: یہ فرمائیں کہ صوبہ سرحد میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت کے لیے آپ کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

مولانا: دین اسلام کی اشاعت کا راستہ کانٹوں بھرا راستہ ہے' جب آدمی صحیح معنوں میں عقیدہ توحید کی بات کرے گا تو اس کی مخالفت اسی طرح ہو گی جس طرح طائف میں رسول اللہ ﷺ کی ہوئی تھی' یا پھر جس طرح مکہ میں بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو پیٹا جاتا تھا۔ دین کی اشاعت کے سلسلہ میں جب ہم منہج نبوی ﷺ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں وعظ و تبلیغ فرما رہے ہیں' کہیں بازاروں میں تبلیغ ہو رہی ہے' کہیں محفلوں اور مجلسوں میں جا کر دین کی بات کی جا رہی ہے اور کہیں طائف کے بازاروں میں آوازہ حق بلند کیا جا رہا ہے۔ پس اسی منہج کو سامنے رکھتے ہوئے میں اور میرے ساتھیوں نے دعوت دین کا کام کرنے کی کوشش کی۔

۱۹۷۷ء میں جامعہ اثریہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جامعہ میں درس و تدریس کے ساتھ ہی قبائلی علاقہ جات سمیت صوبہ سرحد میں دعوتی تبلیغی پروگراموں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں عقیدہ توحید سنت کی اہمیت اور مختلف معاشرتی برائیوں کے متعلق پمفلٹ' اشتہارات اور کتب کی اشاعت و تفہیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے علاوہ صوبہ سرحد میں جہاں کہیں بھی دعوت حقہ کے کسی امتیازی مسئلے کو چیلنج کیا گیا تو ہم الحمد للہ اپنے ساتھیوں سمیت چیلنج کا جواب دینے کے لیے پہنچے۔ ان تمام باتوں کا بدیہی نتیجہ وسیع پیمانے پر مخالفت کی صورت میں نکلنا تھا' سو نکلا۔ مخالفت وعداوت اور دشمنی کے کتنے ہی موڑ آئے۔ الحمد للہ ساتھیوں سمیت ہمارے پائے استقلال میں کبھی بھی لغزش پیدا نہ ہوسکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض اللہ کا خاص فضل وکرم ہے' وگرنہ اس میں میرا یا میرے ساتھیوں کا کوئی کمال نہیں ہے۔ جامعہ اثریہ ۱۹۷۷ء میں قائم ہوا تھا' ۱۹۸۴ء میں ہم گاڑی خریدنے کے قابل ہوئے۔ اس عرصے میں الحمد للہ سائیکلوں پر سفر کر کے تبلیغ کا کام بھی کیا۔ پشاور شہر سے باہر ویگنوں اور بسوں میں سفر کیے' جہاں گاڑی نہیں جاسکتی تھی وہاں بیسیوں میل تک پیدل بھی چلے۔

الاخوۃ: صوبہ سرحد میں حنفی (دیوبندی) کی اکثریت ہے اور تحریک اہل حدیث کی شدید مخالفت پائی جاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا: امام ابوحنیفہؒ کو عباسی دور خلافت میں قاضی کی مسند پیش کی گئی لیکن انہوں نے جیل جانا گوارا کر لیا مسند قضاۃ کو قبول نہیں کیا۔ ان کے بعد ان کے شاگرد قاضی ابویوسف کو مسند قضاۃ پیش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ چنانچہ ہارون الرشید نے امام ابویوسف کو قاضی القضاۃ نامزد کیا۔ قاضی ابویوسف امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے' اس لیے انہوں نے فقہی حنفی کی ترویج کی' اسی کے مطابق فیصلے کیے اور اپنے ہی ہم مسلکوں کو بطور ماتحت قاضی کے نامزد کیا۔

وسطی ایشیا کی بعض ریاستیں' ماوراء النہر کا علاقہ اور افغانستان کے بعض خطے اس فکر سے متاثر ہوئے۔ نتیجتاً ان تمام علاقوں میں فقہ حنفی کو عروج ملا۔ ان علاقوں سے یہ فکر سرحدی علاقوں (موجودہ صوبہ سرحد) تک پہنچی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان علاقوں میں فقہ حنفی کی ترویج تو ہوئی مگر اس کے مقابلے میں حدیث کی اشاعت کا کام نہ ہونے کے برابر تھا۔ خاندان غزنویہ کے جد امجد نے غزنی میں سنتوں کے احیاء کا سلسلہ شروع کیا تو ان کے ساتھ احناف نے جو سلوک کیا وہ تاریخ کا ایک شرمناک باب ہے۔ اس کے بعد شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے دور میں کام ہوا۔ یا پھر ان علاقوں میں کہ جہاں قافلہ شہیدین کے جانثار آباد ہو گئے تھے۔ بعد ازاں جب دیوبند مدرسہ قائم ہوا تو ان علاقوں سے بہت سے لوگ وہاں تعلیم کے لیے پہنچے' انہوں نے بھی واپس آ کر حنفیت (دیوبندیت) کی ترویج کا بہت زیادہ کام کیا۔ اس معاملے کا دوسرا پہلو جو بہت اہم ہے کہ احناف کا سارا زور قرآن وحدیث کی بجائے فقہ کی ترتیب وتدوین اور ترویج پر تھا۔ ہدایہ جیسی کتابوں کو قرآن وحدیث سے بھی اعلیٰ مقام دیا گیا۔ ہدایہ کے فضائل میں یہ شعر لکھے گئے کہ "ہدایہ قرآن کی طرح ہے۔ بے شک اس نے اپنے سے پہلی تصنیف شدہ تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے۔" ائمہ کے اقوال کو احادیث پر ترجیح دی جانے لگی اور کہا گیا "امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرنے والے پر ریت کے ذرات سے بڑھ کر ہمارے رب کی لعنت ہو۔" اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بعد آنے والے اکثر علماء احناف نے اپنے مسلک کی بنیاد ہی حدیث دشمنی پر استوار کی تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس نے بھی فقہ کے مقابلہ میں قرآن وحدیث کی بات کرنے کی کوشش کی' اسے مخالفت ودشمنی کا سامنا کرنا پڑا۔

الاخوۃ: آپ کو کس قسم کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا؟

مولانا: اس سوال کا جواب بہت تفصیل طلب ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ مخالفت کا دور جامعہ اثریہ کے قیام سے لے کر آج تک یعنی مئی ۲۰۰۴ء تک پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں مناظروں کے چیلنج دیئے گئے' جب احناف مناظروں میں بے بس ہو گئے تو تشدد پر اتر آئے۔ ہماری مسجدوں کو شہید کیا گیا' گاؤں جلائے گئے' ہمارے ساتھیوں کو جلاوطن کیا گیا' مسجدوں میں نماز کی ادائیگی سے روکا گیا' مسجدوں کے دروازوں پر یہ عبارت لکھی گئی کہ ''یہاں غیر مقلدین کا داخلہ منع ہے۔'' مجھے اور میرے ساتھیوں کو پس دیوار زنداں ڈالا گیا۔ قرآن پاک شہید کئے گئے اور ہماری مساجد کے محرابوں میں یہ کہہ کر پیشاب کیا گیا کہ ''یہ وہابیوں کی مسجدیں ہیں۔''

الاخوۃ: دربند کے واقعہ کا پس منظر کیا ہے؟

مولانا: دربند علاقہ غیر ہے' جو کہ بہت بڑے رقبے اور تقریباً اڑھائی لاکھ آبادی پر مشتمل ہے' اس علاقہ کے کچھ لوگ اہل حدیث ہو گئے' ان کی دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں یہ روشنی مزید پھیلنے لگی۔ سونہا اور منجا کوٹ یہ آمنے سامنے دو گاؤں ہیں۔ دونوں میں ہمارے احباب کافی تعداد میں موجود تھے۔ منجا کوٹ میں ہماری مسجد بھی تعمیر ہو چکی تھی۔ اس میں دعوت وتبلیغ اور بچوں کا تعلیم کا سلسلہ بھی شروع تھا۔ میں اور جامعہ اثریہ کے اساتذہ وہاں کے تبلیغی پروگراموں میں شریک ہوئے۔ ہماری وہاں کسی کے ساتھ ذاتی دشمنی تھی اور نہ زمینی جھگڑا۔ بات صرف اور صرف قرآن وحدیث کی تھی۔ یہ بات واضح ہے کہ قرآن وحدیث روشنی ہے' حق ہے اور سچ ہے۔ جہاں یہ روشنی آ جائے وہاں تاریکی نہیں رہ سکتی۔ سو کچھ لوگوں کو دین حقہ کی دعوت کی اشاعت کا سلسلہ پسند نہ آیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ہمیں کئی بار مناظرے اور گفتگو کے چیلنج دیئے گئے' ہم الحمدللہ ہر بار پہنچے۔

۱۹۸۴ء میں ہمارا ایک ساتھی دربند سے منجا کوٹ پیدل جا رہا تھا۔ یہ ایک طویل تھکا دینے والا اور پہاڑی سفر تھا' گرمی بھی شدت کی تھی' ہمارے ساتھی نے عذر شرعی کی بنا پر روزہ افطار کر لیا اور پھر جب احناف کو پتلا چلا تو انہوں نے اسے جواز بنا کر مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا۔ کفر کی توپوں کے دھانے کھل گئے' ایک دفعہ پھر مناظرے کے چیلنج دیئے جانے لگے' رمضان کا مہینہ تھا۔ مناظرہ کے لیے ہم منجا کوٹ میں احناف کی مسجد میں پہنچے۔ بجائے مناظرہ کرنے کے احناف نے ہمیں مسلح گھیرے میں لے لیا' تین دن تک ہم مسجد میں محصور رہے۔ تین دن گھیرے میں رکھنے کے بعد احناف کے علماء نے لشکر کشی کا فیصلہ کیا۔ منجا کوٹ میں ہماری تعمیر کردہ مسجد گرا دی گئی اور اس کے محراب میں یہ کہہ کر پیشاب کیا گیا کہ ''گیارہ تراویح والوں کی مسجد ہے۔'' اس کے بعد سونہا پر حملہ کیا گیا۔ ہمارے بھائیوں کو لشکر کشی کے فیصلہ کا علم ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے گھروں سے نکل گئے۔ بعد ازاں ان کے گھر سامان اور مویشیوں سمیت جلا دیئے گئے۔ جلا وطن ہونے والے آٹھ خاندان تھے۔ یہ لوگ پہلے بونیر پہنچے' مگر احناف نے ان کو وہاں بھی نہ ٹکنے دیا۔ چنانچہ ہم نے اپنے بھائیوں کو جامعہ اثریہ آنے کی دعوت دی۔ اڑھائی سال تک یہ خاندان ہمارے پاس جامعہ اثریہ میں رہے۔ ان بھائیوں کی امداد کے لیے پنجاب سے بھی جماعتی احباب نے تعاون کیا۔ جس سے ان خاندانوں کے حوصلہ بلند ہوئے' اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ مصیبت کی گھڑی میں تنہا نہیں ہیں۔ اڑھائی سال کے بعد قبائل سے صلح ہو گئی اور یہ خاندان اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔

الاخوۃ: صلح کیسے ہوئی؟

مولانا: دربند کے احناف جب پشاور میں علاج معالجہ یا کسی اور کام کے سلسلہ میں آتے' ہمارے بھائیوں کو ان کی آمد کی خبر ہوتی تو وہ ان سے

ملاقات کرتے' انہیں جامعہ میں بلایا جاتا' مہمان نوازی کی جاتی' مسائل کے حل کے سلسے میں ممکنہ حد تک ان سے تعاون کیا جاتا' علاوہ ازیں علاقہ کے خوانین کے ساتھ بھی ہم نے رابطہ کیا۔ حسن سلوک' سلسلہ جنبانی' تالیف قلب' محبت وگرم جوشی' عزت وتکریم' مروت ومودت' ان سب باتوں نے آہستہ آہستہ اپنا رنگ دکھایا' جو سخت دل تھے وہ نرم ہونے لگے۔ آخر کار صلح کے راستے کھل گئے۔ جن بھائیوں کے گھر جلائے گئے تے' انہوں نے تاوان کی بات کی۔ میں نے کہا' تاوان کو چھوڑو' اپنے مسلک کی فکر کرو' یہ رہ گیا تو اللہ خود ہی سارے خسارے اور نقصان پورے کردے گ۔ جب یہ بھائی اپنے علاقے کو رخصت ہونے لگے تو جامعہ کی طرف سے انہیں فی کس ۸۰۰۰ روپے دیئے گئے۔

الاخوۃ: اب دربند میں جماعتی صورتحال کیسی ہے؟

مولانا: الحمدللہ وہ علاقہ کہ جہاں سے ہمارے بھائی دین کی خاطر گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے' اب وہاں کھل کر کام ہو رہا ہے۔ منجا کوٹ میں جو مسجد شہید کی گئی تھی وہ بھی بن گئی' اب تو ایک اور مسجد بھی زیر تعمیر ہے۔

الاخوۃ: صوبہ سرحد کے دیگر علاقوں میں کیا صورت حال ہے؟

مولانا: بہت سے علاقوں میں مسجدوں کی تعمیر کا کام ہو رہا ہے۔ مردان میں مسجد کی تعمیر شروع کی تو بعض مقامی لوگوں نے اس کے خلاف سٹے آرڈر لے لیا۔ یہاں تک کہ یہ سٹے آرڈر ۱۰ سال تک لگا رہا۔ دس سال کے بعد اللہ نے ان کے دلوں میں رحم ڈالا تو وہ خود ہی ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ''مسجد تعمیر کرلو!''

الاخوۃ: یہ تبدیلی کیسے آئی؟

مولانا: جن لوگوں نے سٹے آرڈر لیا ہوا تھا' ان کا ایک سرکردہ آدمی بیمار ہوگیا' میں نے مردان کے اپنے بھائیوں سے کہا ''اب اس سے رابطہ رکھو اور اس

کی مسلسل بیمار پرسی کرتے رہو۔"

پس ہمارے بھائیوں کے حسن سلوک اور اللہ کی رحمت نے اس کے دل کو نرم کر دیا' صحت یاب ہونے کے بعد وہ بھائی خود ہی ہمارے پاس آئے اپنے سابقہ رویہ پر معذرت کی اور کہنے لگے۔"آؤ اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع کرو۔"

اسی طرح مردان کے ایک اور گاؤں "یحیٰ کلے" میں ہم نے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا' ابھی آدھی دیواریں ہی کھڑی تھیں کہ پولیس نے گرادیں۔ ضلع صوابی کے "شیوہ کلے" میں تین کنال زمین تین سال پہلے خریدی گئی' یہاں بھی مسجد تعمیر کرنے نہیں دی جا رہی ہے' بعد ازاں خیمہ لگا کر نمازوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تو وہ بھی اکھاڑ دیا گیا۔ اب یہاں نہ مسجد کی تعمیر کی اجازت ہے' نہ خیمہ لگانے کی اور نہ نمازیں ادا کرنے کی۔ رنگ روڈ پشاور میں تین سال پہلے زمین خریدی گئی تھی۔ یہاں بھی تعمیر کا کام رکا ہوا ہے۔ پشاور شہر کے علاقہ شاڈنڈ کی مسجد میں ہمارے بھائی نماز پڑھنے کے لیے جاتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا' بات تھانے کچہری تک جا پہنچی ان کو مسجد سے روکنے کا زبردستی سٹامپ پیپر لکھوایا گیا۔ بعد ازاں مسجد کے دروازے پر لکھا گیا کہ "یہاں غیر مقلدین کا داخلہ منع ہے۔" اب الحمدللہ اس علاقہ میں ہم مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنا رہے ہیں' اس مقصد کی خاطر ۳۰ ہزار جمع کر چکے ہیں۔

پلوسٹی گاؤں پشاور کے قریب ہم مسجد بنانا چاہتے تھے' اجازت نہ دی گئی تو ہم نے احتجاج کیا' پولیس نے لاٹھی چارج کیا جس میں مجھے لاٹھی لگی اور سر سے خون بہنے لگا' جب میرے ساتھیوں نے مجھے خون آلودہ حالت میں دیکھا تو پولیس کو خوب مارا' پولیس نے مجھے اور دیگر ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ تین دن جیل میں رہے' پھر ضمانت ہوگئی۔ اس کے دس پندرہ دن بعد حزب اسلامی والوں نے جلوس نکالا' جلوس کے شرکاء کا شیخ جمیل الرحمٰن رحمہ اللہ کے جامعہ کے طلبہ سے جھگڑا

ہو گیا' اس جھگڑے میں ایک آدمی مارا گیا۔ اب ہوا یہ کہ مجھے زخمی حالت میں دیکھ کر ہمارے بھائیوں نے پولیس کی پٹائی کی تھی' پولیس نے اس مار کا بدلہ لینے کے لیے مجھے ناحق طور پر مقدمہ قتل میں ملوث کر دیا جو کہ چھ سال تک چلتا رہا۔

دس سال پہلے ضلع سوات کے گاؤں بری کوٹ میں احناف اور ہمارے درمیان مناظرہ تھا' ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ احناف کا مقصد شر پسندی کے علاوہ کچھ نہ تھا' ہماری گاڑی کے آگے پتھر رکھ کر راستہ بند کر دیا' ایک شخص نے مجھے مارنے کے لیے پتھر اٹھایا' اب اللہ کا کرنا ایسے ہوا کہ میں عین وقت پر بچ گیا اور پتھر سیدھا ایس ایچ او کو جا لگا' پتھر بھاری تھا ایس ایچ او لہولہان ہو گیا' جب پولیس نے اپنے افسر کو خون میں آلودہ دیکھا تو وہ احناف پر ٹوٹ پڑی۔

الاخوۃ: کچھ عرصہ پہلے سنا گیا تھا کہ آپ کو اغوا کر لیا گیا تھا؟

مولانا: سات سال پہلے اورکزئی قبیلہ (علاقہ غیر) میں مقبول نامی بھائی اہل حدیث ہو گئے۔ یہ دبئی میں رہتے تھے' وہاں اہل حدیث ہوئے کچھ عرصہ پہلے مستقل طور پر واپس آ گئے اور اپنے علاقے میں مسجد بنا کر کام شروع کر دیا۔ احناف کی طرف سے حسب معمول مخالفت کا طوفان اٹھا' حنفی علماء نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور مناظرے کے چیلنج دیئے۔ آخر ۲ اگست ۲۰۰۲ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔ بعد میں یہ تاریخ تبدیل کر کے ۴ اگست کی تاریخ مقرر کی گئی۔ سو مناظرہ کے لیے ہم بھی پوری تیاری کے ساتھ اورکزئی پہنچ گئے۔ ادھر سے احناف نے بھی بیرونی علماء کو بلا لیا۔ ہمارے بھائی مقبول نے احناف سے کہا کہ تمہارے مقامی علماء نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے' نہ فتویٰ لگانے والے چونکہ مقامی ہیں' لہٰذا مناظرہ صرف انہی کے ساتھ ہو گا۔ باہر سے آنے والے کسی حنفی عالم کے ساتھ ہم مناظرہ نہیں کریں گے۔ ہاں گر باہر سے آنے والے علماء کے ساتھ تم ہمارا مناظرہ کروانا ہی چاہتے ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ پہلے تمہارے

مقامی علماء جنہوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے' وہ میرا کفر ثابت کریں۔'' اب ان کے مقامی علماء میں سے کسی میں اتنی اہلیت نہیں تھی۔ انہوں نے جوش جذبات میں کفر کا فتویٰ تو لگایا دیا تھا' لیکن اس فتویٰ کو جرگہ کے سامنے دلیل کی روشنی میں ثابت کرنا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا مناظرہ نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ہم وہاں کچھ دیر ٹھہرے' کھانا کھایا اور ظہر عصر کی نماز اکٹھی ادا کر کے نکل پڑے۔ ہم کل دس آدمی تھے' ہمارے پاس ایک کلاشنکوف اور ایک پستول تھا' ہمارے ایک مقامی ساتھی مولوی عبدالوارث مجھ سے کہنے لگے کہ ''مجھے ان لوگوں کے ارادے خطرناک لگ رہے ہیں۔'' اور کرزئی سے ۴۵ میل کا سفر کر کے ہم دوسرے گاؤں پہنچے تو وہاں بہت سے مسلح لوگ کھڑے تھے' انہوں نے ہمیں روک لیا۔ ہمارے سینے پر کلاشنکوف رکھ کر ساتھیوں سمیت نیچے اتار لیا گیا' اس کے بعد ہمیں ایک گھر میں لے جایا گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اغوا کنندگان کہنے لگے ''عبدالعزیز اور مولوی عبدالوارث کے سوا سب آزاد ہیں۔'' اب چونکہ مقامی قبائلی قانون کے مطابق وہ مجھے اور اور میرے ساتھی مولوی عبدالوارث کو روکنے کے کسی طرح بھی مجاز نہ تھے۔ لہٰذا میرے داماد عبدالماجد نے ان سے پوچھا کہ ''ہمارا قصور کیا ہے؟ کس قانون کے تحت اور کس جرم کی پاداش میں ہمارے دو آدمیوں کو تم روک رہے ہو؟'' کہنے لگے کہ ''عبدالعزیز نے ہمارے دو بچوں کو وہابی بنا لیا ہے' اس جرم کی اب انہیں سزا دی جائے گی۔'' ادھر میرے ساتھی ہمیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے' مگر باہمی مشورہ سے فیصلہ ہوا کہ یہاں رکنے کے بجائے بہتر ہے کہ پشاور کا رخ کیا جائے تاکہ رہائی کے لیے کوششیں کی جا سکیں۔ چنانچہ دیگر سب ساتھی وہاں سے چلے گئے۔ دوسری طرف ہمیں ان بچوں کے گھر میں قید کر دیا گیا۔ دونوں بچے یتیم تھے اور ہمارے حویلیاں کے مدرسہ جامعہ ابی ہریرہ میں زیر تعلیم تھے۔ ایک دن تہجد کے وقت مجھے اٹھایا۔ سب مسلح تھے' مجھے کہا باہر نکلو۔ میں

آگے تھا باقی سب پیچھے تھے۔ میں نے دل میں کلمہ پڑھ لیا اور سمجھ لیا کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے۔ اسی حالت میں بہت دور تک پیدل چلتے رہے' یہاں تک کہ ایک دوسری جگہ پہنچ گئے۔ وہاں مجھے ایک ڈاکٹر کے گھر چھوڑ دیا گیا۔ شام کے وقت اغواکنندگان پھر آ گئے اور مجھے پہلے والی جگہ پر لے گئے۔ چھ دن تک مجھے وہاں رکھا گیا۔ یہ علاقہ پشاور سے ۳۰۰ میل دور ہے۔ پہلے دن جب وہاں نماز پڑھی جانے لگی تو حنفی مولوی صاحب مجھے کہنے لگا: "آج تمہیں حنفی نماز سیکھنی ہوگی اور رفع الیدین بھی نہیں کرو گے۔" میں نے کہا' اگر رفع الیدین نہیں کرنی تو پھر میں تمہارے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھوں گا۔" حنفی مولوی غصے میں تھا اس کی زبان سے نکل گیا نہیں پڑھنا چاہتے تو نہ پڑھو۔ میں نے دل میں شکر ادا کیا' چلو اس مولوی سے جان چھوٹی۔

الاخوۃ: کیا دوران حراست آپ پر جسمانی تشدد بھی کیا گیا؟

مولانا: جسمانی تشدد تو نہیں ہوا' البتہ گالی گلوچ اور ذہنی تشدد میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ وہاں ان کا مولوی مفتی رستم مجھ سے کہتا "اس علاقے میں میرا حکم اور میرا فتویٰ چلتا ہے' بہت سے لوگ میرے فتویٰ کے نتیجہ میں قتل کیے جا چکے ہیں۔ پہلے تو تم نے پاکستان کے لوگوں کو فاسق و مرتد کیا اب ارتداد کا فتنہ یہاں بھی پھیلانا چاہتے ہو' تمہارا علاج صرف یہی ہے کہ تمہیں یہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیا جائے۔" میں اس سے کہتا "تم خود کو علاقے کے مفتی کہتے ہو' دینی علوم پر دسترس کے دعوے دار بھی ہو اگر تمہارے دل میں اللہ کا خوف ہے' دین کی محبت ہے اور اگر اس کے ساتھی فی الحقیقت تم خود کو دین کا عالم بھی سمجھتے ہو تو پھر آؤ ہم دونوں مل کر تنہائی میں بیٹھ کر مسائل پر گفتگو کر لیں۔ یہ نہ مناظرہ ہوگا نہ مجادلہ' بلکہ باہمی افہام و تفہیم کی ایک دوستانہ و برادرانہ مجلس ہوگی۔" مگر میری ہر پیشکش کے جواب میں مولوی رستم مجھے گھر کر رہ جاتا۔

الاخوۃ: جس گھر میں آپ کو قید کیا گیا تھا' ان لوگوں کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا تھا؟

مولانا: جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جس گھر میں مجھے قید کیا گیا تھا' یہ ان بچوں کا گھر تھا کہ جو ہمارے حویلیاں کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے' بچوں کا چچا دیدن گل تھا۔ میں نمازوں کے بعد کثرت سے ذکر واذکار کرتا۔ آزمائش کی گھڑی میں ثابت قدمی کی دعا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعاؤں کو یوں شرف قبولیت بخشا کہ دیدن گل کے دل کو میرے لیے نرم کر دیا' ایک دو دن ہی گزرے تھے کہ دیدن گل میرے لیے ایسے ہو گیا کہ جیسے بہترین دوست ہو۔ یہاں تک کہ وہ میرے کپڑے دھوتا' میری خدمت بجا لاتا۔ اس تبدیلی پر میں اللہ کی تعریف کرتا نہ تھکتا کہ کل تک وہ شخص دشمنوں کے شانہ بشانہ کھڑا تھا' آج اللہ نے اسے میرا محافظ و دوست بنا دیا ہے۔ جب احناف کی بدکلامیاں حد سے بڑھ گئیں تو ایک دن دیدن گل بھڑک اٹھا۔ اس نے مولوی رستم اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا ''تم عالم دین ہونے کے دعویدار ہو مگر تمہارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں' ہمارا دین محبت وشفقت کا سبق دیتا ہے مگر تم دین کے نام پر ایک عالم دین کی توہین کر رہے ہو اور اسے قتل کرنے کے درپے ہو' یاد رکھو! اور عبدالعزیز کو کچھ ہوا تو تمہارے جسم ہوں گے اور میری کلاشنکوف ہو گی۔ تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں رہے گا۔ میں تمہارے ہاتھوں خود مر جاؤں گا یا تم سب کو مار دوں گا۔ میرے جیتے جی تم عبدالعزیز کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اور نہ ہی اب تم اس کے ساتھ توہین آمیز گفتگو کرو گے۔''

دیدن گل کی گفتگو سن کر حنفی مولوی ہکا بکا رہ گئے۔ اس لیے کہ دیدن گل ہی ان کے مقدمے کی بنیاد تھا۔ جب بنیاد ہی نہ رہی تو مقدمہ کیا رہنا تھا۔ تاہم وہ ہمیں اتنی آسانی کے ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ دیدن گل کی گفتگو کا یہ

نتیجہ نکلا کہ اب ان کا رویہ جارحانہ نہیں رہا تھا' دوسری طرف پشاور میں ہمارے بھائی رہائی کے لیے دعاؤں کے ساتھ ساتھ کوشش بھی کر رہے تھے۔ ہمارے بھائیوں نے کور کمانڈر اور بعض اعلیٰ سرکاری افسران سے رابطے کئے' آخر کار اغوا کنندگان کو پوری طرح احساس ہو گیا کہ عبدالعزیز کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا یا مزید حراست میں رکھنا ان کے لیے پریشانی کا باعث ہو سکتا ہے تو وہ رہا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اغوا کنندگان جو چاہتے تھے وہ نہ ہو سکا۔ وہ اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہے تو انہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے مقبول بھائی سمیت ہمارے آٹھ مسلکی خاندانوں کو اورکزئی سے جلاوطن کر دیا۔ یہ لوگ چھ ماہ تک پشاور میں رہے۔ یہاں بھی اللہ نے بعد میں آسانیاں پیدا فرما دیں' جلاوطن کئے خاندان اپنے علاقوں میں دوبارہ واپس آباد ہوئے۔ اب یہ لوگ پہلے سے بھی زیادہ عزت کے ساتھ وہاں رہ رہے ہیں۔ الحمد للہ اورکزئی میں ہماری مسجد پھر آباد ہو چکی ہے اور وہ لوگ جو کبھی ہمارے سخت مخالف تھے' ان کے بچے اسی مسجد میں زیر تعلیم ہیں۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ اس نے پتھر دل لوگوں کو ہمارے لیے نرم کر دیا اور ہماری محبت ان کے دلوں میں ڈال دی۔ بے شک وہی عزت وذلت کا مالک ہے۔ وہی دلوں کے بھید جاننے والا ہے اور وہی دلوں کو پھیر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

الاخوۃ: حکومتوں کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا رہا ہے؟

مولانا: موجودہ حکومت سے پہلے صوبہ سرحد میں جتنی حکومتیں بھی برسر اقتدار آئی ہیں' مجموعی طور پر سب کا رویہ تقریباً ایک جیسا ہی رہا ہے۔ جہاں حکومتی مشینری ملوث نہیں ہوئی وہاں ہم کامیاب رہے ہیں۔ اور جہاں مخالفین کو حکومتی سرپرستی حاصل ہوئی وہاں ہمیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تمام محکموں کے نیچے سے لے کر اعلیٰ عہدیدار تک سب ہی ہمارے جماعتی احباب کی

شرافت کے معترف ہیں۔ کہیں بھی کبھی کسی کو انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا۔ صوبہ سرحد میں جامعہ اثریہ مسلک اہل حدیث کی سب سے بڑی درس گاہ ہے۔ الحمدللہ اس کے تمام مالی معاملات بالکل صاف اور شفاف ہیں' صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت کی طرف سے جو لوگ بھی معائنہ کے لیے آتے رہے ہیں' انہوں نے ہمیشہ اس کے اعلیٰ معیار تعلیم' بہترین رہائشی سہولتوں اور دیگر تمام معاملات پر اطمینان کا اظہار کیا ہے' مگر اس کے باوجود ہماری مساجد گرادی جاتی ہیں' تعمیر پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ جب اس سلسلہ میں ہم حکومتی اور انتظامی ذمہ داران سے رابطہ کرتے ہیں تو وہ جواب میں ہمیں کہتے ہیں' تمہاری شرافت بجا لیکن ہم مجبور ہین۔ یہ مجلس عمل کی حکومت برسراقتدار آئی تو دیگر لوگوں کی طرح ہم بھی خوش تھے کہ اب صوبے میں دین کا کام پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہوگا۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مجلس عمل کی حکومت کے دور میں دینی اداروں کا گلا گھونٹنے اور مساجد کی شہادت کا سلسلہ سرکاری سرپرستی میں جاری ہے۔ جس کی واضح مثال بٹگرام کا واقعہ ہے۔

الاخوۃ: میرا آخری سوال یہ ہے کہ خالفتوں کے طوفان کے نتیجہ میں آپ ک کام پر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

مولانا: ہماری جتنی بھی مخالفت کی گئی' کام میں اتنی ہی تیزی آئی۔ ظلم جتنا بڑھا' ہماری دعوت اتنی ہی زیادہ پھیلی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بٹگرام کا واقعہ اب آخری ظلم ہے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ ہمارے لیے دعوت تبلیغ کے تمام راستے کھل جائیں گے۔

”کیا ہم پگڑیوں والے بزرگ جھوٹے اور یہ کل کا بچہ سچا ہے؟“

دلائل کا ایک معروف لیکن بھونڈا جواب۔

محترم ماسٹر اشرف

ماسٹر اشرف کے اہلحدیث ہونے کا واقعہ

اعجاز نور بٹ کے قلم سے

میرا نام محمد اشرف بن محمد صادق ہے۔ میں ایک گورنمنٹ سکول میں ٹیچر ہوں، میں گوجرانوالہ کی تحصیل وزیر آباد کے گاؤں ''کوٹ جہانگیر'' کا رہنے والا ہوں، آج سے چند برس قبل ہمارے گاؤں میں کوئی اہلحدیث نہیں تھا۔ سارے لوگ حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور پیر پرستی عام تھی۔ ابتدائی تعلیم میں نے اپنے ہی گاؤں سے حاصل کی، آٹھویں کا امتحان گورنمنٹ مڈل سکول کلاسکے سے پاس کیا۔ اس کے بعد مجھے گورنمنٹ ہائی سکول قلعہ دیدار سنگھ میں داخل کرا دیا گیا۔ گاؤں میں ایک ہی مسجد تھی اور بہت کم لوگ نماز پڑھتے تھے اس کے برعکس میلوں میں لوگ بڑے شوق سے جاتے تھے اور درباروں پر چڑھاوے چڑھاتے۔

ہمارے علاقے میں یہ بات مشہور ہے ''جنے لاہور نئیں ویکھیا او جمیا نئیں''، یعنی جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ چنانچہ ہم چند دوستوں نے لاہور جانے کا پروگرام بنایا۔ جاتے ہوئے میرے گھر والوں نے وصیت کی:

''بیٹا داتا دربار ضرور جانا۔''

ہم لوگ جب داتا دربار گئے تو کچھ آدمی کینو تقسیم کر رہے تھے، ہم بھی کینو لینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب رش زیادہ ہو گیا تو کچھ آدمی لوگوں کو

قطاروں میں کھڑا کرنے لگے۔ مجھے ایک آدمی نے آگے سے پیچھے کر دیا۔ میں واپس اپنی جگہ پر جانے لگا تو ایک آدمی نے مجھے بازو سے پکڑا اور کہا پیچھے جا کر قطار میں لگو۔ میں غصے سے دور چلا گیا اور کینو نہ لیے۔

قطار میں لگے ہوئے ایک آدمی نے میرے قریب آ کر مجھ سے کہا: ''تو وہابی ہے تو نے کینو نہیں لیے۔'' اس وقت مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آیا کہ اس نے مجھے وہابی کہا تھا کیوں کہ ہمارے گاؤں میں یہ لفظ گالی کے مترادف سمجھا جاتا تھا' لیکن مجھ سے کوئی جواب نہ دیا گیا میرے دور تقلید کی بات ہے۔ میں نے کبھی نماز تو پڑھی نہیں تھی اور قرآن کے بھی ایک دو پارے پڑھے تھے' البتہ میلوں پر جانے کا مجھے بڑا شوق تھا اور علاقے بھر کے میلوں پر جاتا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو گھر کا ماحول تھا دوسری وجہ جہالت۔

تو میٹرک میں پاس نہیں ہوگا' تم نے ملنگوں کے حصے کے پراٹھے کھائے ہیں:

ہمارے علاقے میں ایک میلہ......عرس لگتا ہے۔ ایک دفعہ میں میلے پر جانے لگا تو میری والدہ نے عقیدت کے ساتھ دربار کے ملنگوں اور مجاوروں کے لیے پراٹھے پکا کر دیے کہ ان میں تقسیم کر دوں اور ان سے اپنے میٹرک کے امتحان میں پاس ہونے کی دعا کراؤں' میں اور میرے دوسرے ساتھی جب بھڑی شاہ رحمٰن پہنچے تو ہمیں کافی بھوک لگ چکی تھی تو ہم نے وہ پراٹھے خود کھا لیئے اور ملنگوں کو ان کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔ میرے گاؤں کے لوگوں کو جب اس بات کا پتہ لگا تو کہنے لگے تو میٹرک میں پاس نہیں ہوگا' تم نے ملنگوں کے حصے کے پراٹھے کھائے ہیں۔ میں یہ سن کر ڈر سا گیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے میں میٹرک میں کامیاب ہوگیا اور مجھے ڈرانے والے حیران رہ گئے کہ یہ پاس کیسے ہوگیا۔ یہ اللہ کی مہربانی تھی کہ اس نے مجھے میری محنت کا صلہ دیا۔

دربار کے پاس ایک کنواں تھا جس کے بارے میں ہمارے پیر صاحب فرماتے تھے کہ حج کے ایام میں آبِ زم زم کا پانی اس کنویں میں آتا ہے:

میٹرک پاس کر لینے کے بعد میرے ماموں بوٹا (مرحوم) مجھے اپنے پیروں کے پاس چھوڑ آئے اور وہاں کے پیر صاحب سے کہا کہ اس کو کسی کام پر لگا دو۔ انہیں دنوں میں وہاں دربار زیرِ تعمیر تھا۔ میں چوں کہ پیر صاحب کے گھر رہتا تھا اس لیے مجھے دربار پر جا کر کام کرنا پڑتا' دربار پر آ کر لوگ سجدے کرتے' منتیں مانتے۔ میں حیران ہوتا کہ یہ لوگ نماز تو پڑھتے نہیں لیکن اللہ کی بنائی ہوئی خوبصورت پیشانی قبر پر آ کر جھکاتے ہیں۔

دربار کے پاس ایک کنواں ہے' جس کے بارے میں پیر صاحب فرماتے تھے کہ حج کے ایام میں آبِ زم زم کا پانی اس کنوئیں میں آتا ہے۔

اس بات کے ثبوت کے لیے ایک مورث اعلیٰ کی کرامت سناتے ہیں' ایک دفعہ (مورث اعلیٰ) حج کے لیے گئے' اس وقت حج کے لیے لوگ اپنے طور پر جاتے تھے۔ کافی عرصہ گزر گیا' لیکن بابا واپس نہ آیا' گھر والے پریشان تھے کہ کہیں پہنچا بھی ہے کہ نہیں' حج کیا بھی ہے کہ نہیں' اتفاق سے کوئی کنوئیں سے پانی نکالنے لگا تو بابا جی کی چھڑی کنوئیں سے نکل آئی۔ جب بابا واپس آیا تو گھر والوں نے کہا کہ آپ کی چھڑی کنوئیں سے نکلی تھی وہ یہاں کیسے پہنچی؟ تو بابا بولا میں نے اسے مکہ میں آبِ زم زم میں رکھا اور وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر یہاں پہنچ گئی۔ اس طرح کی کئی کرامتیں یہ لوگ سناتے ہیں۔

گدی نشینوں کا رویہ:

گدی نشین پیروں کا رویہ میرے ساتھ درست نہیں تھا' ایک دن میں ایک چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ دربار زیرِ تعمیر تھا' گدی نشین آیا اور مجھے کہنے لگا فارغ ہوئے ہو دربار پر جا کر کوئی کام ہی کر لیا کرو۔ میں نے کہا' میری طبیعت ٹھیک

نہیں ہے۔ لیکن بجائے مجھ سے ہمدردی کرنے کے غصے سے کہنے لگا اٹھو! میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگا مجھے بیٹھنا ہے۔ میں نے دوسری چارپائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس پر بیٹھ جاؤ؟ کہنے لگا' میں نے اسی پر بیٹھنا ہے۔ میں اٹھا اور دوسری پر بیٹھ گیا۔ مجھے کہنے لگا' ذرا مجھے دباؤ۔ میں نے کہا' دباؤ کسے کہتے ہیں۔ اس نے سمجھا جیسے میں دباؤ کے معنی پوچھ رہا ہوں' کہنے لگا "کٹنے" کو۔ میں نے کہا تو پھر خدا ہی آپ کو دبائے گا۔ وہ مجھ پر مزید برس پڑا اور مجھے گالیاں دینے لگا۔ میں نے کہا۔ تم اس کے سوا کر بھی کیا سکتے ہو؟

میں نے بجلی کی تار کا جوڑ ملا دیا:

مجھے ان کے پاس رہتے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا' اب تک انہوں نے مجھے کہیں کام پر نہیں لگایا تھا۔ مجھے کپڑے بھی خود دھونے پڑتے تھے۔ اسی دوران سالانہ میلہ آ گیا' میرے ماموں بھی میلے پر آئے۔ پیر صاحب نے ان سے کہا کہ اشرف کوئی کام نہیں کرتا اور نہ میرا کہا مانتا ہے۔ میری بے عزتی بھی کر دیتا ہے۔ یہ باتیں سن کر میرے ماموں مجھ سے خفا ہو گئے اور مجھے برا بھلا کہا۔ مجھے پیر صاحب سے بہت نفرت ہو گئی۔ سارا دن میلا لگا رہا لیکن میں دربار پر نہ گیا۔ شام کو میرا ماموں مجھے گھر سے دربار پر لے گیا۔ اندھیرا کافی چھا گیا تھا۔ کافی لوگ جمع تھے' مجھے پیروں سے بدلہ لینے کی ایک ترکیب سوجھی میں نے بجلی کی (جو کہ مسجد سے آ رہی تھی) تار میں ایک جوڑ لگا ہوا دیکھا' میں نے سوئچ آف کر کے تار کے جوڑ کو ملا دیا' جہاں سے تار ننگی تھی۔ تب بجلی بند ہو گئی' کسی نے آ کر جلدی سے مین سوئچ آن کیا تو تاروں کے ملنے سے آگ لگ گئی۔ تار جل گئی اور پھر ساری رات اندھیرا ہی چھایا رہا۔

اب تک میں درباروں پر جانے کو ہی اسلام سمجھے ہوئے تھا۔ اس رات کے بعد مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ درباروں اور میلوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں' یہ

سب فراڈ بازی ہے لوگوں کو لوٹنے کا بہانہ ہے۔

گدی نشین مجھ سے تنگ آ گئے:

میرا خیال تھا کہ میرے ماموں مجھے واپس ساتھ لے جائیں گے لیکن وہ مجھے نہ لائے جس کا مجھے بہت دکھ ہوا' کیوں کہ میں پیروں کے کردار سے بڑا بدظن ہو گیا تھا اور اب اس جہنم میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ ایک دن میں نے پیرون کے بچوں کو دربار کے گلے سے پیسے نکالتے دیکھا۔ اس دن کے بعد بچوں کے پیسے نکالنے سے پہلے ہی میں پیسے نکال لیتا۔ اس کام کا علم پیروں کو بھی ہو گیا۔ اب وہ مجھ سے تنگ ہو گئے کیوں کہ گلے سے ان کو کچھ نہیں ملتا تھا۔

پھر ایک روز موجودہ گدی نشین مجھے علی پور آ کر بس پر بٹھا گیا۔ اور بس والے کو پکی کر کے گیا کہ اسے کلاسکے سے پہلے نہ اتارنا اور مجھے گاؤں چھوڑنے نہ گیا کہ کہیں میں اس کی بے عزتی نہ کروں۔ کیوں کہ انہوں نے مجھے کام پر نہیں لگایا تھا۔ میں گاؤں گیا لیکن مجھے پیروں اور درباروں سے نفرت ہو چکی تھی۔ کیوں کہ میں پیروں کے حالات اور اخلاق کو جان چکا تھا' مجھ سے گھر والوں نے پیروں کی خیرت پوچھی تو میں نے کہا ٹھیک ہیں۔ گھر والوں نے پوچھا کہ کہیں کام پر لگے ہو کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ وہ فراڈیے مریدوں سے لینا جانتے ہیں' دینا نہیں وہ بھلا مجھے کیوں کر کام پر لگواتے۔ گھر والے میرے خیالات سن کر مجھے ڈانٹنے لگے۔ اسی اثناء میں میرے ماموں بیمار ہو گئے دو سال بیمار رہے کوئی پیر پتہ کرنے نہ آیا جب وہ تندرست ہوئے تو پھر دوبارہ آنا شروع کر دیا۔ میں نے ماموں سے کہا اب تو آپ کو پتہ چل گیا ہے' یہ سب کچھ کھانے کے لیے کرتے ہیں۔ میں نے ماموں کو بھی پیروں سے بدظن کر دیا۔

اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ کے سوا کوئی اطاعت کے قابل نہیں:

اس کے بعد میں محنت مزدوری کے لیے گوجرانوالہ شہر چلا گیا۔ وہاں ایک دن میں نے مرکزی مسجد محمدیہ نیائیں چوک میں نماز پڑھی۔ دہاں لوگوں کو رکوع کرتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا۔ میں حیران ہو گیا کہ یہ لوگ نماز کیسے پڑھتے ہیں۔ میں نے مسجد میں ایک آدمی سے پوچھا کہ آپ رکوع کرتے وقت ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے۔ میں نے کہا' تم محمد ﷺ کو مانتے ہو؟ اس آدمی نے کہا جو محمد ﷺ کو اللہ کا آخری رسول نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ یہ میں نے اس لیے پوچھا تھا کیوں کہ میں نے سنا تھا کہ اہلحدیث رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے۔ اس سے میری یہ غلط فہمی دور ہو گئی اس کے بعد میں نے پوچھا پیروں کو مانتے ہو؟ اس آدمی نے کہا' ''لفظ پیر کا جو مفہوم لیا جاتا ہے اس کی رُو سے صرف حضرت محمد ﷺ کو ہی پیر مانا جا سکتا ہے کیوں کہ پیر اس کو کہا جاتا ہے جس کی پیروی کی جائے۔'' اس آدمی نے جواب دیا کہ اہلحدیث صرف حضرت محمد ﷺ کو ہی پیر مانتے ہیں۔ اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں' اور محمد ﷺ کے سوا کوئی اطاعت کے قابل نہیں' یہی اہلحدیثوں کی دعوت ہے۔

میں اہل حدیث ہو گیا:

میں اس آدمی کی گفتگو سے کافی متاثر ہوا۔ مجھے افسوس ہوا کہ یہ لوگ اتنی سچی دعوت کو پھیلاتے کیوں نہیں؟ اس کے تھوڑے عرصے بعد میری شادی ہو گئی۔ میں سسرال گیا اور میرے سسرال کے گھر سے مجھے حکیم صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی ''صلاۃ الرسول ﷺ'' نامی کتاب ملی۔ میں نے اس کتاب کو پڑھا اور یہی کتاب کو پڑھ کر میں اہلحدیث ہو گیا۔ حالانکہ میرے سسرال والے اب تک بریلوی ہیں۔ مولانا نے اس کتاب کو بڑے پیارے انداز سے لکھا ہے۔ میں یہ

کتاب اپنے گاؤں لے آیا اور اپنے گاؤں کی مسجد میں جا کر رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی اور بلند آواز سے آمین کہنا شروع کر دیا۔ اس سے گاؤں میں شور مچ گیا کہ اشرف وہابی ہو گیا ہے۔ لوگوں نے مجھے طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد میں نے چند نوجوانوں کو دعوت دی تو وہ بھی تحریک اہلحدیث میں شامل ہو گئے ان نوجوانوں میں مستری عبدالحفیظ اور زبیر قابل ذکر ہیں۔ گاؤں کے لوگوں نے میرے والدین سے کہا کہ تم اشرف کو روکو کہ وہ اس کام سے باز آجائے۔ چنانچہ گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ لوگ تمہیں طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں۔ تم مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہ جایا کرو۔ میں نے گھر والوں سے کہا کہ محمد عربی' رسول مکرم ﷺ کی ایک سنت زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ میں تو ضرور مسجد میں نماز پڑھوں گا۔

میرے قتل کے ارادے کیے گئے:

گاؤں کے لوگوں نے میرے مسجد میں داخلے پر پابندی لگانے کی کوشش کی' مجھے قتل کرنے کے ارادے کئے گئے' طرح طرح کی دھمکیاں دی گئیں' کئی باتیں سننا پڑیں' لوگ میرے بارے میں کہتے یہ لامذہب ہو گیا ہے' آباؤ اجداد کا عقیدہ چھوڑ گیا ہے' یہ گستاخ ہے' یہ گمراہ ہو گیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ میرا راستہ نہ روک سکے' کیوں کہ میں نے اللہ ہی کو اپنا مشکل کشا' داتا' دستگیر' حاجت روا' مان لیا تھا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا نبی' اپنا امام' اپنا پیر' اپنا مرشد اور اپنا رہنما مان لیا تھا اور اب ان عقیدوں میں اور پختگی آگئی ہے ایک روز گاؤں کے سارے لوگ اکٹھے کئے گئے اور مجھے بھی بلایا گیا۔ میں وہاں آیا ہی تھا کہ مجھ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ گاؤں کے چوہدری اور نمبردار نے مجھے کافی بے عزت کیا اور طرح طرح کی باتیں کیں لیکن گاؤں کے ایک معزز شخص جناب عنایت اللہ ممبر

نے لوگوں کو خاموش کرایا اور مجھ سے کہا ''اشرف تم رفع الیدین کرتے ہو' آمین بلند آواز سے کہتے ہو' اس کا کوئی ثبوت بھی ہے یا ہمیں ستانے کے لیے ایسا کرتے ہو۔'' مستری برکت علی نے بھی اس بات کی تائید کی۔

میں نے جواب دیا' ممبر صاحب رفع الیدین کرنا اور آمین بالجہر کہنا رسول مکرم ﷺ کی سنت ہے۔ میں نے ''صلاۃ الرسول'' سے آمین بلند آواز سے کہنے کی حدیث سنائی جو کہ ترمذی' ابوداود' ابن ماجہ وغیرہ کے حوالے سے لکھی ہوئی تھی۔ اب ممبر صاحب مسجد کے خطیب و امام حکیم قمر الدین کی طرف متوجہ ہوا اور حکیم صاحب سے پوچھا' کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ حکیم صاحب بولے ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ عنایت اللہ ممبر نے غصے سے حکیم صاحب سے پوچھا مولوی جی تم نے پھر آج تک یہ حدیث کیوں بیان نہیں کی۔ حکیم صاحب بولے' میں نے فتنے کے ڈر سے نہیں سنائی کہ لوگ ہیں آپس میں لڑ نہ پڑیں اور میری وجہ سے لڑائی نہ ہو۔ تو ممبر صاحب نے پھر پوچھا' مولوی صاحب جی فتنے کے ڈر سے بچنے کے لیے آج اس کا انکار کیوں نہیں کیا اور حدیث کو صحیح کیوں کہا ہے؟ تو حکیم صاحب بولے ''صحیح حدیث کا جو انکار کرتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔'' میں حدیث کا انکار کیسے کر سکتا ہوں اور آمین بلند آواز سے کہنا سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم' سنت بزرگان دین رحمہم اللہ ہے۔ بڑے بڑے بزرگ اس سنت پر عمل کرتے رہے ہیں' آج بھی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ آمین سے گونجتی ہیں۔ اس کے بعد میں نے رفع الیدین کی احادیث دکھائیں۔

سب لوگ خاموش تھے' لیکن نمبردار اور کئی دوسرے بوڑھے مجھے برا بھلا کہنے لگے کہ ہم بیوقوف ہیں جو آج تک رفع الیدین اور آمین بالجہر کے بغیر نماز پڑھتے رہے ہیں۔ ہم نے تو یہ باتیں سنی ہی نہیں ''کیا ہم پگڑیوں والے بوڑھے جھوٹے اور یہ کل کا بچہ سچا؟'' یہ لوگ حدیثیں سننے اور تصدیق ہونے کے بعد پھر

بھی مجھے ہی کوس رہے تھے۔ اس موقع پر عنایت اللہ ممبر ایک دفعہ پھر بولا کہ کوئی آدمی ماسٹر اشرف کو برا نہ کہے یہ واقعی سچا ہے اور ہم غلط ہیں۔

چوہدری نے کہا' اشرف وہابی ہو گیا ہے یہ کیسے سچا ہو سکتا ہے؟ تو محترم عنایت اللہ ممبر نے بھی اعلان کر دیا:

''اشرف نے سچی باتیں کہی ہیں اور اگر اشرف حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کرنے سے وہابی ہو گیا ہے تو پھر میں بھی وہابی ہوں۔''

ان لوگوں میں سے عبدالحمید ارائیں' مستری برکت علی اور ماسٹر محمد شفیع وغیرہ نے بھری محفل میں اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس طرح گاؤں کی کافی معتبر شخصیات تحریک اہل حدیث میں شامل ہو گئیں۔ اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے استقامت دی۔

اب میرے گاؤں کی آدھے سے زیادہ آبادی اہل حدیث ہے اور گاؤں کی جامع مسجد میں اہل حدیث امام ہے۔ مسجد کے سابقہ امام وخطیب حکیم قمر الدین بھی بعد میں اہل حدیث ہو گئے۔ (الحمد للہ)

بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اور اجازت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دیں کیا یہ ایمان کا تقاضا ہے؟

مولانا صفدر عثمانی حفظہ اللہ

ممتاز حنفی عالم دین مولانا محمد صفدر عثمانی

نام : محمد صفدر

کنیت : ابوالانعام' چار بیٹوں سے بڑے بیٹے اِنعام الرحمٰن کے نام پر۔

نسبت : عثمانی۔ داماد رسول ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف۔

ولدیت: غلام محمد بھٹہ

ولادت: ۱۹۵۹ء

خاندانی پس منظر:

آبائی گاؤں بلوکی ورکاں' ضلع گوجرانوالہ' والد صاحب کا پیش زمیندارہ تھا' ۱۹۶۱ء میں انہوں نے سیلاب سے متاثر ہوکر گوجرانوالہ میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں کا مذہبی ماحول انتہائی شرکیہ تھا' ہم بھی عقیدتاً پورا خاندان بریلوی ہی تھے' ہم پانچ بھائی ہیں جن میں سے مولانا محمد اسلم یزدانی خطیب علامہ اقبال کالونی فیصل آباد انتقال فرما چکے ہیں' ہماری کم بینی کی وجہ سے والد صاحب زمیندارہ صحیح طرح نہ کر سکے تو انہوں نے پیشہ مزدوری اختیار کر لیا۔ ہمارے گاؤں میں سالانہ میلہ لگا کرتا تھا اور ہم اس میں شرکت کرنے والے پیر منظور شاہ کے قافلہ کے گھوڑوں کو بطور نذرانہ دانے ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان کے ماتھے پر بوس وکنار کرتے اور اس کے نیچے سے گزرتے ہوئے اپنی تمناؤں کے پورہ ہونے کی آرزوئیں بھی کیا کرتے تھے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم چاہ ڈوپٹہ کے امام مولانا خوشی محمد دیوبندی سے حاصل کی اور انہی کی کوشش سے ہم شرکیہ عقائد سے تائب ہوئے اور سید عنائت اللہ شاہ بخاری' گجرات والوں کی بیعت کر لی۔ اس دوران مولانا خوشی محمد کے چھوٹے بھائی شیخ التفسیر حضرت مولانا حافظ علی محمد صاحب حفظہ اللہ تشریف لائے تو راقم ساہووالا نزد خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں بخاری شریف تک پڑھ کر واپس آ گیا۔

دوران تعلیم جب کبھی گھر آنے کا اتفاق ہوتا تو شیخ صاحب سے پوچھتا کہ جمعہ کہاں پڑھا کریں؟ کیونکہ ہمارے گاؤں میں شیعہ ہیں یا بریلوی' تو شیخ صاحب فرماتے کہ کسی اہل حدیث کے پیچھے پڑھ لیا کریں کیونکہ وہ شرک نہیں کرتے۔ چنانچہ ہم چپلکی گاؤں میں اہل حدیث عالم قاری خلیل الرحمٰن کے پیچھے چلے جایا کرتے تھے۔ وہاں اہل حدیث کے امتیازی مسائل بھی بیان ہوتے تھے۔ بعض اوقات قاری صاحب سے تبادلہ خیال بھی ہوا کرتا تھا' اسی اثنا میں ہمیں قاری صاحب نے صلوٰۃ الرسول ﷺ (مولانا صادق سیالکوٹی) کی کتاب دی اور فرمایا کہ آپ اس کا مطالعہ کیا کریں۔ چنانچہ ہم نے اس کا مطالعہ کیا اور استاد محترم حافظ علی محمد صاحب سے بھی بات کی تو فرمانے لگے کہ ہاں یہ بھی حدیثیں آتی ہیں اور صحیح ہیں۔ راقم نے عرض کیا کہ یہ صحیح ہے کہ جب (کان) فعل ماضی کا صیغہ مضارع پر داقع ہو تو ماضی استمراری معنی (ہمیشہ) کے ہوتے ہیں تو فرمانے لگے کہ صحیح ہے تو راقم نے پھر عرض کیا کہ یہاں حدیث رفع الیدین کے اندر بھی کان ماضی کا صیغہ ہے جو (یرفع) مضارع کے صیغہ پر داقع ہوا ہے' لہٰذا عربی قواعد گرائمر کے مطابق رفع الیدین نبی ﷺ کا ہمیشہ کا فعل ہوا۔ جس پر ہمیں بھی عمل کرنا چاہیے۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے امام ابوحنیفہؒ اس کی

اجازت نہیں دیتے۔ راقم نے عرض کیا کہ بات رسول اللہ ﷺ کی ہو اور اجازت ابوحنیفہؒ دیں تو یہ ایمان کا تقاضا نہیں ہے' یہی وجہ ہے ہمارے اہل حدیث ہونے کی چنانچہ ۱۹۷۸ء میں پورے گھر نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔

ہمارا یہ اعلان کرنا تھا کہ تمام برادری نے احتجاجی طور پر یہ فیصلہ کرلیا کہ یہ وہابی ہو گئے ہیں' لہٰذا ان کو کوئی آدمی اپنی لڑکی کا رشتہ نہ دے گا۔ ہمیں جب اس بات کا علم ہوا تو ہم نے بھی والد محترم سے عرض کیا کہ ہمارے لیے برادری سے رشتہ طلب نہ کریں۔ چنانچہ چند دن گزرے تو مولانا یزدانیؒ کے لیے اہل حدیث گھرانے سے رشتہ مل گیا' شادی کے موقع پر تمام بھائی گھر میں ہی تھے اور جماعت بھی گھر میں ہی کرایا کرتے تھے۔ کیونکہ بریلوی تو ہماری دوسری اور علیحدہ جماعت برداشت نہیں کر سکتے تھے' ایک دن گاؤں کے چوہدری حاجی غلام قادر کو پتہ چلا کہ بھائی غلام محمد کے بعض لڑکے مولوی بن گئے ہیں اور وہ جماعت بھی گھر میں ہی کراتے ہیں' انہوں نے پیغام بھیجا کہ صفدر کو کہو کہ وہ تقریر کرے۔ حاجی صاحب بذات خود بہت نیک آدمی تھے' انہیں اہل حدیث اور غیر اہل حدیث کے اختلافات کا علم تک نہیں تھا۔ چنانچہ راقم نے ان کے حکم پر توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کی جو کہ عوام نے بہت پسند کی لیکن حاجی صاحب کے ایک بیٹے مولوی غلام حیدر کو ناگوار گزری۔ اس کے باوجود حاجی صاحب نے دوسرے دن پھر تقریر کا اصرار کر دیا اور راقم نے دوسرے دن شان صحابہ رضی اللہ عنہم کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جو اصحاب رسول ابوبکر' عمر' عثمان رضی اللہ عنہم کو ایماندار اور جنتی نہیں مانتا ہم اس کو مسلمان نہیں مانتے۔ اس سے بھی چوہدری غلام حیدر مشتعل ہو گئے کیونکہ انہوں نے شیعہ حضرات سے رشتے کیے ہوئے تھے وہ کہنے لگے کہ ہمیں ایسی تقریر برداشت نہیں۔ راقم نے کہا کہ ہمیں تم برداشت نہیں جس سے دونوں طرف سے بات طول پکڑ گئی اور ہم نقل مکانی کر کے کوٹ رنجیت سنگھ شیخوپورہ

آ گئے۔ یہاں کی جماعت نے امامت اور خطابت کی ذمہ داری سونپ دی۔ ہمارے درس اور جمعہ کی غیر اہل حدیث حضرات کو بہت تکلیف ہوئی انہوں نے کئی مرتبہ پروگرام بنایا کہ جب بازار سے گزرے تو حملہ کر دو چنانچہ ہم بھی بازار سے مسلح ہو کر گزرا کرتے۔ مجھ پر حملہ تو نہ کر سکے کچھ عرصہ بعد اسی رنجش اور ناکامی کا بدلہ چکانے کی خاطر چھوٹے بھائی شہباز احمد پر قاتلانہ حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا جو کہ میو ہسپتال میں بڑے آپریشن کے کافی عرصہ بعد صحت یاب ہوئے۔ اس وقت ہمیں جماعتی طور پر کوئی پذیرائی حاصل نہ تھی۔ جب جماعت بوجہ نظامت دو دھڑوں میں بٹ گئی تو ہمیں بھی غیر جانبداری کی بنا پر مسجد کی خطابت سے دست بردار ہونا پڑا۔ چونکہ ہم کسی بھی جماعت کے سیاسی منشور سے آگاہ نہ تھے۔

اب چونکہ خطابت کے لیے جگہ درکار تھی اور اہل حدیث میں ہمارا تعارف نہ تھا' چنانچہ راقم کسی کے کہنے پر مولانا محمد یحیٰی شرقپوری کے ہاں گیا کہ وہ مجھے کہیں خطیب لگوا دیں انہوں نے پوچھا کہ آپ کونسے اہل حدیث مدرسہ کے فارغ ہیں تو راقم نے عرض کیا کہ میں کسی اہل حدیث مدرسہ کا فارغ نہیں اور نہ ہی مجھے اہل حدیث علماء اور مدارس کا علم ہے انہوں نے کہا کہ اہل حدیث کا خطیب لگنے کے لیے ان کی سند ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ راقم نے مولانا عطاء اللہ حنیفؒ لاہور شارح نسائی سے رابطہ کیا' تو انہوں نے فرمایا کہ اب میری طبیعت صحیح نہیں' پھر کسی وقت آنا اور مجھے کچھ عبارت سنانا میں آپ کو سند دے دوں گا لیکن دوبارہ ان کو موت نے مہلت نہ دی اور وہ انتقال فرما گئے۔ پھر دارالعلوم رحمانیہ فاروق آباد کے شیخ الحدیث مولانا محمد یحیٰی خلیق صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے انٹرویو کے بعد سند جاری کر دی گویا کہ اب ہم اصولی طور پر علماء اہل حدیث میں شامل ہو گئے۔ تحقیق اور مناظرہ کا شروع ہی سے شوق تھا اس لیے بعض احباب نے مشورہ دیا کہ آپ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ سے بھی رہنمائی

حاصل کر لیں۔ چنانچہ ان سے بھی رہنمائی کے بعد سند حاصل کی۔ دورہ تفسیر القرآن' استاذی المکرّم حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری حفظہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے سن کر سند حاصل کی' اور حدیث کی سند حافظ عبدالمنان صاحب نے اعزازی طور پر عطا کی۔ ۱۹۸۷ء میں طب کا امتحان جامعہ تجدید طب (رجسٹرڈ) لاہور سے پاس کیا۔

دیوبندی اساتذہ:

مولانا خوشی محمد صاحب' شیخ الحدیث والتفسیر حافظ علی محمد صاحب' شیخ الفقہ مولانا خان محمدؒ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبندی خانقاہ ڈوگراں۔

اہل حدیث اساتذہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ خلیق فاروق آباد' مفتی اہل حدیث مولانا محمد صدیق سرگودھا' مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑیؒ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب۔ اس طرح بندہ نے تعلیمی مراحل طے کیے۔

خطابت:

۱۹۸۳ء کو مولانا غلام رسول گرجاکھی کے خط پر جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث پل میانوالی بنگلہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں خطیب مقرر ہوا۔

تھانیدار سے مکالمہ:

وہاں بریلویوں کے خطیب باجوہ صاحب تھے جو ہماری نماز کے وقت سپیکر پر صلاۃ مروجہ پڑھنا شروع کر دیتے' ایک دو مرتبہ ہم نے سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے' آخر ہم نے بھی صبح کا درس لاؤڈ سپیکر میں شروع کر دیا جس کی ان کو بہت تکلیف ہوئی' انہوں نے تھانہ ستراہ میں ہمارے خلاف درخواست دے دی کہ ان کا لاؤڈ سپیکر بند ہونا چاہیے۔ چنانچہ تھانے دار نے دونوں جماعتوں کو بلایا اور کہا کہ میں کسی بھی جماعت کو اذان کے علاوہ لاؤڈ سپیکر کی اجازت نہیں دیتا لہٰذا

آئندہ کوئی بھی فریق سپیکر استعمال نہ کرے۔ یہاں دستخط کر دیں۔ راقم نے دستخط سے قبل کہا کہ یہ اذان سے پہلے مروجہ صلوٰۃ پڑھتا ہے اس پر بھی پابندی لگائیں' باجوہ صاحب کہنے لگے کہ میں ۲ منٹ پڑھتا ہوں۔ تھانے دار نے کہا کہ تم ان کی صلوٰۃ بند کرانا چاہتے ہو؟ راقم نے کہا کہ تم ہمارا قرآن بند کرانا چاہتے ہو؟ بندہ نے تھانیدار سے پوچھا کہ اذان کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے ''اللہ اکبر'' سے۔ راقم نے کہا کہ اللہ اکبر سے پہلے دو منٹ اجازت کس لیے ہے' یا کہ وہ اذان کے علاوہ نہیں ہے۔ اگر باوجود اذان سے پہلے سپیکر لگائے گا اگرچہ دو منٹ ہی کیوں نہ ہوں تو ہم اس کے جواب میں صبح ۱۰ منٹ درس دیا کریں گے۔ کیونکہ ہر اذان کے دو منٹ ۱۰ منٹ بنتے ہیں جس سے تھانے دار کو مجبوراً ان کی صلوٰۃ پر بھی پابندی لگانی پڑی وہاں منکرین حدیث اور جماعت اسلامی مودودی گروپ کے بعض افراد بھی تھے۔ راقم نے حجیت حدیث پر بعض خطبے دیئے جس کی وجہ سے اسمٰعیل لوہار نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان خطبوں کی زیادہ ضرورت نہ تھی جب بعض احباب اہل حدیث بھی ان کے ہم نوا نظر آئے تو راقم نے واپس آنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے مولانا ابراہیم عاجز ترکھانہ والوں نے وہاں جمعہ پڑھا اور مجھے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ جب میں نے بتایا کہ میں کوٹ رنجیت سنگھ کا رہنے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے علاقہ کے قریب گرمولہ ورکاں میں آجائیں چنانچہ وہ مجھے گرمولہ میں لے آئے۔

ایک پادری سے گفتگو:

گرمولہ کے حجام حاجی فقیر اللہ صاحب ہر جمعہ کو میری حجامت بنانے آتے تھے' ایک دن بیٹھک میں حجامت بنا رہے تھے کہ ایک پادری آ گیا' کہتا ہے کہ آپ خطبہ جمعہ میں عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور مائی مریم رضی اللہ عنہا کے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہیں' میں بھی آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ راقم نے

کہا کہ کیا بات کرنا چاہتے ہو۔ پادری نے کہا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جز اور حصہ ہے۔ راقم نے کہا کہ کیا اللہ کھاتا ہے؟ کیا اللہ سوتا ہے؟ کیا اللہ کو کسی نے دیکھا ہے؟ کیا اس کو موت ہے؟ پادری نے جواب دیا' نہیں' راقم نے کہا' پھر عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جز اور حصہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ کھاتے بھی تھے سوتے بھی تھے ان پر موت بھی واقعہ ہو گی جبکہ اللہ ان سب چیزوں سے پاک ہے اگر اللہ کا جز اور حصہ مانتے تو پھر ماننا پڑے گا کہ اللہ بھی بے بس ہے جو کھانے کا محتاج ہے سونے کا محتاج ہے نیز بقول عیسائیوں کے عوام کے ہاتھوں اپنی بے بسی کی وجہ سے سولی پر بھی چڑھ گیا۔ (معاذ اللہ) پادری کہنے لگا کہ میں پھر کسی وقت گفتگو کروں گا لیکن راقم کے دو سال قیام کے عرصہ میں واپس نہ آیا۔

گوجرانوالہ میں آمد:

۱۹۸۶ میں ولی کامل نمونہ سلف حضرت مولانا خالد گرجاکھی نے مولوی نیک محمد صدر جامع مسجد صدیق اکبر ڈھلے کو بھیجا جو مجھے صدیق اکبر مسجد ڈھلے میں لے آئے' اب جماعت کے سیاسی اختلافات اور منشور سے بھی آگاہ ہو چکا تھا' چنانچہ ۱۹۸۷ء میں مرکزی جمعیت کے مرکزی راہنماؤں حکیم محمود احمد سلفی' حکیم عبدالرحمٰن آزاد' مولانا خالد گرجاکھی' و دیگر احباب کے متفقہ فیصلہ سے مرکزی جمعیت کا شہر کا ناظم تبلیغ اور ضلع کی شبان کا امیر مقرر کیا گیا۔ مورخہ ۱۱ اپریل ۲۰۰۴ بمطابق ۲۰ صفر ۱۴۲۵ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث (لکھوی گروپ) شہر گوجرانوالہ کا متفقہ طور پر ناظم اعلیٰ مقرر ہوا۔ بحمد اللہ اب تک اسی عہدے کی ذمہ داری کو نبھا رہا ہوں۔

۱۹۸۷ء میں گوجرانوالہ کے دیوبندی عالم مولانا اسحاق صاحب سے تحریری مناظرہ ہوا' اگر وہ تحریریں شائع کر دی جائیں تو بہت مفید ہوں گی اس لیے کہ ان میں اہل حدیث پر کیے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات اور غیر اہل حدیث کے کتاب وسنت کے خلاف مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ۲۶ اگست

۱۹۸۸ء کو مسلم مسجد نوشہرہ روڈ میں خطبہ جمعہ پڑھایا' جس کے بعد جماعت نے مستقل خطیب مقرر کر لیا۔

راقم جب ۱۹۹۵ء میں حج بیت اللہ کے لیے گیا تو بعد میں جماعت نے مولانا عبدالرحمٰن واصل سے بات کر لی' راقم کو اس بات کا حرم شریف میں ہی پتہ چل گیا تھا۔ چانچہ راقم نے وہاں بیت اللہ میں دعا کی کہ اللہ تیرے گھر آیا ہوں' صرف تجھے ہی حاجت روا مشکل کشا مانتا ہوں۔ یہ در بدر کی ٹھوکریں کب تک کھاتا رہوں گا۔ مجھ پر مہربانی فرما اور مجھے مسجد و مدرسہ اور رہنے کے لیے اپنی جگہ عنائیت فرما دے۔ چنانچہ جب حج سے واپس ہوا تو مجھے مسجد سے جواب سنا دیا گیا۔ ۲ جمعے میں نے نہ پڑھائے' جب لوگوں کو علم ہوا کہ مجھے جواب سنا دیا گیا ہے تو لوگوں نے احتجاج شروع کر دیا کہ اس کا کوئی گناہ اور قصور بتایا جائے' چنانچہ مجھے دوبارہ پھر بحال کر دیا گیا۔ ۱۰ جنوری ۱۹۹۷ء کو راقم نے خود ہی خطبہ جمعہ کے دوران استعفیٰ پیش کر دیا۔

تعمیری کام:

۲۹ جنوری ۱۹۹۷ء کو جامعہ عثمانیہ مسجد عرفات اہل حدیث کے لیے سوا کنال (کل پانچ احاطے) چار لاکھ پینسٹھ ہزار کی خریدی گئی۔ جگہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہؒ ڈاکٹر فضل الٰہی برادر علامہ احسان الٰہی مولانا خالد گرجاکھی مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری' مولانا محمد اعظم شیخ الحدیث مولانا سید محمد اکرم شاہ حافظ محمد الیاس اثری وغیرہ نے بنیاد رکھی جہاں آج اللہ کے فضل سے مسجد سے متصل تین احاطے پر مشتمل ایک مدرسۃ البنات جامعہ عثمانیہ للبنات اپنے تعلیمی فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ جس میں دو اساتذہ کرام مسجد میں قاری صاحب اور ایک عظیم لائبریری جس سے شہر اور بیرونی شہر کے علماء استفادہ کرتے ہیں۔ نیز ادارہ تحقیقات بھی قائم کیا گیا ہے جو کہ تحقیقی مواد فراہم کرتا ہے۔ راقم تحقیقی کام اور

سوالات کے جوابات کی ذمہ داری قبول کیے ہوئے ہے۔

تالیفات:

۱۔ **صداقت مسلک اہل حدیث**...... تاریخ اہل حدیث اور حقانیت اہل حدیث اور اہل حدیث نام پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات۔

۲۔ **أصدق الكلام في إثبات القراءة خلف الإمام**...... یہ کتاب قاضی عصمت اللہ (قلعہ دیدار سنگھ) کے والد گرامی قاضی نور محمد حنفی کے رسالہ (ازالۃ اوہام) کا مدلل جواب ہے۔

۳۔ **فاتحہ کے بغیر نماز نہیں**...... (اشتہار) یہ اشتہار احناف کے مشہور مدرس مناظر یعقوب تبسم حنفی کے اشتہار کا مسکت جواب ہے۔

۴۔ **آمین بالجہر کی تحقیق**...... یہ ۳۲ صفحات پر مشتمل مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو کہ کتاب وسنت کے دلائل سے مزین ہے۔ یہ رسالہ عباس رضی بریلوی کے اشتہار کا جامع جواب ہے۔

۵۔ **معراج جسمانی**...... آنحضرت ﷺ کا جسم سمیت آسمان پر حالت بیداری میں جانا اور اس پر کیے گئے مرزائیوں کے شکوک وشبہات کا علمی وتحقیقی جواب ہے۔

۶۔ **توحید خالص**...... مسلم مسجد نوشہرہ روڈ میں دیئے گئے دروس کا مختصر مجموعہ جس میں بریلویوں کے شرکیہ عقائد اور ان کی گستاخانہ عبارتیں اور ان کے خود ساختہ کفریہ کلمات مثلاً (لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ...... لا الہ الا اللہ محکم دین رسول اللہ) وغیرہ کا قرآن وسنت کے براہین قاطعہ سے رد کیا گیا ہے۔

۷۔ **صلاۃ محمدی**...... جہلم سے حنفیوں کی طرف سے شائع ہونے والا ایک اشتہار "رسول اکرم ﷺ کی نماز" کا تحقیقی جائزہ۔ اور رسول اکرم ﷺ کی صحیح نماز کا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔

۸- رفع الیدین کی تحقیق ...... گوجرانوالہ کے حنفیوں کی طرف سے رفع الیدین کے موضوع پر شائع ہونے والے ایک اشتہار کا بے مثال جواب۔

۹- طلاق ثلاثہ وحلالہ...... ایک تحقیقی جائزہ۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے مسئلہ طلاق ثلاثہ کے بیانات کا قرآن وسنت کے دلائل سے رد۔

۱۰- جرابوں پر مسح (مع حنفی اعتراضات کے جوابات)

۱۱- فرض نمازوں کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کی تحقیق...... نیز اس موضوع پر لکھے گئے مولانا بشیر الرحمٰن سلفی کے رسالہ اور دیگر رسائل کا علمی محاسبہ۔

۱۲- بریلوی شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ...... (حصہ اول ودوئم) اس میں ایک بریلوی مجددی عالم کے پیش کردہ بھونڈے دلائل کا مسکت جواب ہے۔

۱۳- یہ مسائل ثابت نہیں...... (اشتہار) اس میں ایک سو سے زائد مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت نہیں۔

۱۴- نبی انقلاب...... سیرت النبی ﷺ پر ایک عمدہ تصنیف۔

۱۵- حیات مسیح...... عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر ایک جاندار تحقیقی مضمون جو ہفت روزہ اہل حدیث میں دو اقساط میں شائع ہوا۔ حیات مسیح پر کیے گئے مرزائی شکوک وشبہات کا رد۔

۱۶- أحسن الأبحاث بجواب عمدة الأثاث...... موجودہ دور میں احناف کے مشہور عالم اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث مولانا سرفراز صفدر کی مسئلہ طلاق ثلاثہ پر لکھی گئی کتاب ''عمدۃ الأثاث'' جس میں طلاق ثلاثہ پر پیدا کردہ شکوک وشبہات کا تحقیقی اور علمی انداز میں تسلی اور تشفی بخش

جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب اہل علم کے لیے بھی طلاق ثلاثہ جیسے مسئلہ ایک عظیم رہنما ہے جس میں پانچ جید علماء کرام (مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ' شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ' مفتی اللہ بخش ملتانی حفظہ اللہ' مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ اور مولانا یحیٰ گوندلوی حفظہ اللہ) نے تقریظ لکھ کر کتاب کو مزید چار چاند لگا دیے ہیں۔

زیر طبع:

براءت اہل حدیث' براہین اہل حدیث' اسلام اور حنفیت (ایک تقابل)' اسوۂ سید الکونین' خطبات عثمانی' مقالات عثمانی۔

نصیحت:

دین اشاعت کے دو طریقے نہایت مفید معلوم ہوئے ہیں' ایک تحقیقی مواد بصورت کتب و رسائل دوسرا تبلیغ جس کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ نجی مجلسیں قائم کی جائیں جن میں اہل حدیث اور غیر اہل حدیث سب کو دعوت عام دی جائے' مدلل گفتگو کے بعد عوام کو عام سوال کرنے کی اجازت دی جائے اور ہر سوال کا جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جائے۔

اس طرح سائل اور سامعین سمجھے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور انسان اپنے مستقبل کا منصفانہ طور پر فیصلہ کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی نجات کے لیے صرف دو راستے منتخب کیے ہیں' ...... ایک قرآن دوسرا محمد ﷺ کا فرمان۔ ...... اس پر عمل ہے مسلمان کی پہچان۔ ...... اس کے علاوہ ہے راہ شیطان ......اللہ محفوظ رکھے ایمان۔ آمین۔

اسفار:

افغانستان' کشمیر' سعودی عرب

میں دونوں حدیثیں اپنے حنفی علماء کے پاس لے کر گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر دونوں حدیثوں کا انکار کر دیا کہ ''امام ابوحنیفہ نے ان پر عمل نہیں کیا لہٰذا وہ ہمارے لیے دلیل نہیں بن سکتیں' کیونکہ ہم امام اعظم کے مقلد ہیں۔''

مجاور عبدالرحمٰن

نولکھ ہزاری مزار کے مجاور عبدالرحمٰن

کی کہانی' ان کی اپنی زبانی

شاہ کوٹ شہر کے مغربی جانب ایک پرانی آبادی ہے یہ آبادی اب شہر کا حصہ بن چکی ہے۔ اس آبادی کو مجاوروں کی بستی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں بابا شاہ نو لکھ ہزاری کے نام سے ایک مزار ہے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر نولکھ ہزار مرتبہ قرآن پڑھا تھا۔ اس دربار کی آمدنی کے ۴/۱ حصہ کا پتی دار عبدالرحمٰن مجاور کو نہ جانے کیا خیال آیا کہ وہ حج بیت اللہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں جب اس نے اپنے عقائد اور پاکستان کی مذہبی صورت حال کے بالکل برعکس ایک نیا ماحول دیکھا تو وہ حق کی تحقیق میں لگ گیا' پھر رو رو کر راہ ہدایت کی بیت اللہ میں دعائیں مانگنے لگا اور جب وہ پاکستان لوٹا تو وہ عبدالرحمٰن مجاور کی بجائے حاجی عبدالرحمٰن موحد بن چکا تھا۔ پھر شاہ کوٹ کہ جہاں اہل توحید نام کو نہ تھے اور وہ قصبہ جو بابا شاہ کے نام سے شاہ کوٹ تھا اور اس کے پڑوس میں توحید کوٹ کا ڈنکا کیسے بجا اور آج وہاں کیا صورت حال ہے یہ عبدالرحمٰن موحد کی زبانی ہی سنئے۔

نولکھ ہزاری کا مفہوم:

اپنے بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ حضرت ابوالخیر نولکھ ہزاری کو ان کے مرشد نے قرآن کی ایک آیت کا وظیفہ بتلایا اور کہا کہ یہ وظیفہ نولکھ ہزار مرتبہ

پڑھنا ہے۔ ہمارے حضرت کو وہ آیت تو بھول گئی اب سوچا کیا کیا جائے' چنانچہ انہوں نے ایک ٹانگ پر پانی میں کھڑے ہو کر نولکھ ہزار دفعہ پورا قرآن پڑھ ڈالا اور یوں اس کرامت کی بناء پر وہ نولکھ ہزاری کے نام سے معروف ہو گئے۔

یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے ساری عمر نکاح نہیں کیا اور عورت کا چہرہ تک نہیں دیکھا اور حضرت کی بزرگی اور پارسائی ظاہر کرنے کے لیے یہ بات ہم لوگ اپنے مریدوں کو بتلایا کرتے تھے مگر اب جب قرآن وحدیث کی روشنی سے ہمارا سینہ روشن ہوا تو پتہ چلا کہ یہ تو رہبانیت ہے اور ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: «لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ». اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

یہ تو عیسائیوں کا طریقہ ہے کہ ان کے ہاں وہ شخص بہت بڑا ولی اور وہ عورت بہت بڑی ولی ہوتی ہے جو مجرد زندگی گزاریں' جبکہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا:

«اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي».

''نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا میرے سے کوئی تعلق نہیں۔''

اور یہاں ہم تھے کہ اپنے بزرگ کی بے نکاح زندگی کو بزرگی ظاہر کرتے تھے اور حقیقت میں گویا ان کا تعلق اللہ کے رسول ﷺ سے توڑ رہے تھے اور انہیں اسلام اور امت سے خارج کر رہے تھے اور گستاخی کے مرتکب ہو رہے تھے۔

تعارف:

نولکھ ہزاری کا دربار جس کا کبھی میں مجاور ہوا کرتا تھا۔ شاہ کوٹ کی پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ صاحب مزار کی کرامتوں کے چرچے پورے پنجاب میں ہیں یہ دربار اس وقت سے ہے جب یہاں جنگلات ہوا کرتے تھے اور اسی وقت سے جنگلی قوم کے چار قبیلے بھٹی' راٹھور' کھوکھر اور طور قوموں سے

تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی پیری مریدی دریائے راوی اور چناب کے درمیان دور تک پھیلی ہوئی ہے۔

میرا تعلق طور قبیلے سے ہے اور میں دربار پر اپنے قبیلے کا نمائندہ مجاور تھا۔ ہم مجاوروں نے اپنے اپنے مریدوں کے علاقے تقسیم کر رکھے تھے' جہاں سال میں ایک دو دفعہ گشت لگا کر ہم نیازیں وصول کیا کرتے تھے' میرا علاقہ جڑانوالہ سے لے کر سید والے کا تھا۔

ایک دلخراش واقعہ:

ایک دفعہ مریدوں سے سالانہ نیاز وصول کرنے ایک گاؤں میں اپنے ایک مرید کے پاس پہنچے' مرید نے اپنی ہمت سے بڑھ کر خوب مہمان نوازی کی' نذر و نیاز بھی پیش کی ہمارے ایک ساتھی مجاور نے مرید سے کہا کہ ہمیں یہ چند مینڈھے بھی چاہئیں۔ مرید کی بیڑ بکریاں بیماری کی وجہ سے اس سال کافی تعداد میں مر چکی تھیں' چنانچہ اس نے کچھ پس و پیش کی۔ ہمارے ساتھ پیر صاحب کو غصہ آ گیا رات کے وقت وہ اٹھا اور اپنے مرید کی حویلی میں پہنچ گیا جہاں بھیڑ بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ پیر صاحب بڑے مضبوط آدمی تھے انہوں نے دو تین بھیڑوں کی گردن توڑ کر جان سے مار دیا اور واپس آ کر اپنے بستر پر دراز ہو گئے۔ صبح ہوئی' مرید نے اپنی بھیڑیں مری ہوئی دیکھیں تو فوراً آ کر پیر صاحب کے پاؤں پڑ گیا اور کہنے لگا' حضرت مجھ سے غلطی ہو گئی یہ سارا گھر آپ کا ہے۔ جو جی چاہے آپ لے جائیں' چنانچہ پیر کی نیاز پکی ہو گئی اور مرید کا عقیدہ پیر پر اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ آج بھی یہ واقعہ جب میری نگاہوں کے سامنے آتا ہے تو پیری مریدی کے روپ میں تمام ظلم میری نگاہوں کے سامنے آ جاتے ہیں اور دل روتا ہے کہ ''اللہ تیری مخلوق کی اس ظلم سے جان کب چھوٹے گی؟''

نولکھ ہزاری کے حالات زندگی اور چند کرامتی:

ماسوائے سنی سنائی باتوں اور کہاوتوں کے اس بزرگ کے حالات کا کچھ علم نہیں ہو سکا۔ آج تک کسی مصنف اور کسی مورخ نے ان کے نام تک کا ذکر نہیں کیا۔ زمانے کا بھی نہیں پتہ کہ یہ کب ہوئے۔ کہاں سے آئے۔ کون تھے اور ان کا عقیدہ کیا تھا۔ کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں' یہ ہیں ان کے حالات زندگی۔

اب آتے ہیں کرامتوں کی طرف۔ پہلے جنگلی وقت میں جبکہ بارہ بارہ میل تک دوران سفر پینے کا پانی دستیاب نہ ہوتا تھا۔ نلکوں کا وجود تک نہ تھا اور یہیں کنویں ہی ہوا کرتے تھے' اس زمانے میں شاہ کوٹ میں بھی کنویں ہی ہوا کرتے تھے' یہ مغلیہ دور کا زمانہ تھا' شاہ کوٹ کا علاقہ نشیبی تھا' بارش کا پانی یہاں سال بھر جمع رہتا تھا' چنانچہ لوگ اپنے مویشیوں سمیت یہاں آ کر کئی کئی ماہ گزار دیتے تھے۔ اس پانی کے بارے میں ہمارے مجاوروں نے ایک کہانی مشہور کر رکھی تھی۔

اس پانی پر ایک برہمن کا قبضہ تھا' وہ پانی لینے والے سے ایک ٹکہ وصول کیا کرتا تھا۔ پیر صاحب یہاں آئے تو انہوں نے برہمن کو پیسے لینے سے روکا۔ ہندو برہمن نے کہا' اپنی بزرگی دکھایا پھر میری بزرگی دیکھ' پیر نے کہا پہلے تو دکھا۔ چنانچہ برہمن نے لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں جن کو کھڑاؤں کہا جاتا ہے کو حکم دیا کہ آسمان کی طرف چڑھ جاؤ وہ آسمانوں کی طرف اڑ گئیں۔ تب حضرت ہزاری نے اپنے ڈنڈے کو حکم دیا۔ جا ان کھڑاؤں کو اتار لا۔ ڈنڈا گیا۔ کھڑاؤں پر برسنے لگا۔ وہ نیچے گر گئیں۔ یہ جب برہمن نے دیکھا تو وہ یہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور حضرت نولکھ ہزاری کا قبضہ ہو گیا۔

یہی قصہ لاہور کے علی ہجویری صاحب کے بارے بھی مشہور ہے اور اسی پانی پر جھگڑے کا ایک قصہ راولپنڈی کے امام بری کے بارے بھی مشہور ہے۔

غرض ایسی بے سروپا باتیں بنا کر یہ لوگ جاہل عوام کو خوب لوٹ رہے ہیں۔ اسی طرح مزار کے قریب ہی ایک پہاڑی ہے یہاں پر ایک پتھر میں ایک بڑا سا پیالہ بنا ہوا ہے ایک جانب شیر کے دو پنجے ہیں دوسری جانب بکری کے گھٹنے بنے ہوئے ہیں اس کے بارے مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت نے شیر اور بکری کو ایک پیالے میں پانی پلایا تھا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسے نشانات لگانا کیا کوئی مشکل کام ہے لوگوں نے تو پتھروں کے خوبصورت بت تراش لیے کہ جنہیں دور سے دیکھیں تو اصل کا گمان ہو تو ایسے نشانات اور اپنا کاروبار چمکانے کے لیے لگا لیے جائیں تو کونسی بعید بات ہے اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ نشانات مسلمانوں کے لگائے ہوئے ہیں یا کہ مسلمانوں سے بھی قبل ہندو سادھو اور پنڈت یہ کاریگری کر کے اپنے لوگوں کو بے وقوف بناتے رہے ہیں اور یہ بنا بنایا کام مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہو اس بات کو تقویت اس واقعہ سے بھی ملتی ہے کہ سکھ جو کہ حسن ابدال جاتے ہیں اور وہاں ان کا گوردوارہ پنجہ صاحب موجود ہے وہاں انہوں نے اپنے گورو کا یہ قصہ مشہور کر رکھا ہے کہ ایک حضرت اور ان کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا حضرت نے پہاڑ کا ایک بہت بڑا چٹان نما پتھر نیچے لڑھکا دیا تب نیچے کھڑے گورونانک نے اپنے ہاتھ کے پنجے سے چٹان کو وہیں روک دیا۔ چٹان آج بھی لڑھکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ہاتھ کا پنجہ بھی دکھائی دیتا ہے' وہاں گوردوارہ پنجہ صاحب بن گیا' جہاں سکھ اپنے گورو کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

تو حقیقت یہ ہے کہ یہ کاریگریاں' شعبدے اور افسانے ہیں جو ہر مذہب والوں نے اپنے ماننے والوں کو بے وقوف بنا کر مشہور کر رکھے ہیں اور خوب دنیا کما رہے ہیں۔ رہا اسلام تو اس کا نہ صرف یہ کہ ان چیزوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں' بلکہ وہ ان چیزوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے۔ نہ کہ رواج دینے کے لیے۔

نوچندی اور کرامت:

ہر قمری مہینے کی پہلی جمعرات کو نوچندی کہا جاتا ہے اور اس روز دربار پر بہت زیادہ رش ہوتا ہے۔ ایک دفعہ نوچندی کے دن زائرین کے مسافر خانے میں لوگوں نے چند لوگوں کو قابل اعتراض حالت میں دیکھ لیا' تب انہیں گدی نشین کے روبرو پیش کر دیا گیا۔ انہوں نے گدی نشین کی خدمت میں نذرانہ پیش کر دیا دوسرے روز جب مسافروں نے ان دونوں کی پھر وہی حالت دیکھی تو گدی نشین سے جا کر شکایت کی تو انہوں نے جواب دیا۔ رات مجھے بڑے پیر صاحب ملے تھے وہ مجھ سے ناراض ہوئے اور کہنے لگے: ''میرے مہمان' میرے جانور ہیں ان سے مت تعرض کریں۔'' چنانچہ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ بڑے پیر صاحب نے یوں ان کا ذکر کیا ہے تو انہیں بھی بزرگ سمجھ کر لوگ ان کی زیارت کو جمع ہو گئے۔

ایسے ہی لکیر کے فقیر اندھے پیروکاروں کے بارے اللہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾

''یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں' بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔''

اب حضرت نے جانور تو تسلیم کر لیا دیکھئے اگلی منزل جو جانوروں سے بھی بدتر ہے اسے کب تسلیم کرتے ہیں۔

یہاں لوگ اور کیا کیا کرتے ہیں؟

دربار کے قریب ایک چھپڑ ہے' یہاں اس میں پانی کچھ صاف ہوا کرتا تھا اور مرد عورتیں یہاں نہایا کرتے تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ یہاں نہانے سے تمام جلدی بیماریاں خارش وغیرہ ختم ہو جاتی ہیں۔ نوچندی اور میلے کے دنوں میں رش زیادہ

ہوتا اور ارد گرد نو جوان لڑکے اور باقی لوگ کھڑے ہوتے اور یہاں نہانے والوں کا نظارہ کرتے اب اس چھپڑ میں شہر کا گندہ پانی جمع ہوتا ہے مگر اس کے باوجود بعض لوگ اب بھی اس میں نہانے سے باز نہیں آتے۔

اسی طرح بے اولاد لوگ دربار کے صحن کے درختوں کے اڑھائی پتے کھاتے ہیں' یہ یقین کر کے کہ اب انہیں اولاد ملے گی۔ جس کا مرض لا علاج ہو اس کے بارے مشہور ہے کہ وہ حضرت کے لیے جلنے والی آگ کی راکھ کھایا کرے۔

غرض ہم لوگوں نے یہاں یہ مشہور کر رکھا تھا اور اپنے مریدوں کا عقیدہ بنا دیا تھا کہ اللہ کی سلطنت بہت وسیع ہے۔ اس کا تخت آسمانوں سے بھی اوپر ہے۔ اکیلا وہ انتظام چلا نہیں سکتا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بزرگوں کو زمین میں اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ لوگوں کے حالات سے اللہ کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پیر کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے اور یہ جو مصائب آتے ہیں تو یہ بزرگوں کی ناراضگی کی وجہ سے ہی آتے ہیں چنانچہ انہیں راضی رکھنا چاہیے۔

مشرکین مکہ کا عقیدہ:

یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ عقیدہ جو ہم نے اپنے مریدوں میں مشہور کر رکھا ہے مشرکین مکہ سے ملتا جلتا ہے' اللہ تعالیٰ کے فرامین ملاحظہ کیجیے:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''میرے رسول! ان سے پوچھو' کون ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے سننے اور دیکھنے کی قوتیں کس کے اختیار میں

ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ تو بول اٹھیں گے کہ اللہ! کہو، پھر کیا تم (شرک کرنے سے) پرہیز نہیں کرتے۔''

اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ نے مشرکین مکہ کے عقیدے کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ تو کہو! سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہیں مگر ان میں سے اکثر جانتے ہی نہیں ہیں۔''

مشرکین مکہ یہ سب کچھ ماننے کے باوجود اپنی بزرگ پرستی کی دلیل کیا دیتے تھے؟ قرآن کے الفاظ ہیں، وہ بھی ملاحظہ فرمالیں اور آج کے لوگوں کی دلیلوں کو بھی سامنے رکھ لیں اور پھر دیکھیں کہ ان میں کیا فرق ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ کے علاوہ مددگار بنا رکھے ہیں (وہ اپنے اس شرک کی دلیل یوں دیا کرتے ہیں) ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے مگر صرف اس لیے کہ وہ (بزرگ) اللہ تک رسائی کرتے ہوئے ہمیں اس کے قریب کر دیں۔''

یہ تو تھا ان کا کہنا، جبکہ ان کا عمل بھی ہمارے سامنے موجود ہے اور ان کے اس عمل پر اللہ کے رسول ﷺ کا رد عمل بھی موجود ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

جید حنفی عالم محمد طیب بن حکیم محمد صادق

بندہ نے حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب سے وجوہ ترجیح مسلک اہل حدیث سننے کی سعادت حاصل کی، الحمدللہ کافی حد تک شرح نصیب ہوئی، اللہ جل شانہ مفتی صاحب کو علم و عمل میں ترقی نصیب فرمائیں اور بندہ کو ان عقائد صحیحہ پر عمل پیرا ہونے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

آخر میں مدیر ادارہ ہذا سے التماس ہے کہ صاحب علم افراد کی علمی راہنمائی کے لیے ہفتہ وار پروگرام ضرور رکھا جائے اور حضرت مفتی صاحب کو یہ ذمہ داری تفویض کی جائے تاکہ مسلک حقہ کی ترویج میں معاون ہو۔

محمد طیب، ولد حکیم محمد صادق

او ٹی ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول حرم گیٹ۔ ملتان

حنفی عالم مولانا عبدالستار عاصم

من کہ مسمی عبدالستار عاصم ولد محمد رمضان قوم کھوکھر ہوں' آج میں نے مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی سے ملاقات کی اور مسلک اہل حدیث کی ترجیحات پر تفصیلی گفتگو کی بحمد اللہ میں اس گفتگو سے شرح صدر کے ساتھ مسلک اہل حدیث کی حقانیت کا قائل ہو گیا ہوں' اور عہد واقرار کرتا ہوں کہ آئندہ زندگی عمل بالحدیث کے ساتھ گزاروں گا اور تقلید سے مکمل طور پر بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔

عبدالستار عاصم ولد محمد رمضان' قوم کھوکھر
ساکن کوٹ ربنواز' وہاڑی روڈ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' مشرکین کہا کرتے تھے' اللہ تیری خدمت میں حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ یہاں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے' تم پر افسوس ہے' یہی رک جاؤ۔ ٹھہر جاؤ (مگر وہ مشرک اس کے بعد کہتے) مگر وہ شریک جو کہ تیرے ہی ماتحت ہیں۔ اور جس کا تو ہی مالک ہے اور جس چیز کا وہ (بزرگ) مالک ہے اس کا بھی (اے اللہ) تو ہی مالک ہے۔ مشرکین یہ الفاظ کعبے کا طواف کرتے ہوئے کہتے۔ (مسلم)

میں مشرکین مکہ کے عقیدے سے کیسے تائب ہوا؟

ایک روز دربار میں بیٹھا تھا' اچانک دروازے پر لوگوں کی آوازیں سنائی دیں' ایک آواز یوں کان میں پڑی۔ وہابی ہے۔ حضرت کی گستاخیاں کر رہا ہے۔ میں نکل کر دروازے پر گیا' لمبی سی داڑھی والا ایک شخص توحید کا وعظ کر رہا تھا۔ لوگوں کو دربار پر ہونے والے شرک سے باز کر رہا تھا۔ اللہ کی عظمت بیان کر رہا تھا۔ میں نے اسے روکا۔ وہ نہ رکا تو اسے دھکے دے کر ایک طرف کر دیا اور پھر مریدوں نے اسے مزید دھکے دے کر اور مار کر دربار کی حدود سے نکال دیا۔

یہ واقعہ جو رونما ہو چکا تھا۔ یہ بار بار میرے سامنے آنے لگا' پھر یہ میرا چین اڑانے لگا۔ اس مظلوم مبلغ کی آواز ہر روز میرا پیچھا کرنے لی۔ حتیٰ کہ میرا دل چاہنے لگا کہ وہ شخص ایک بار مجھے مل جائے تو اس سے معذرت کروں۔ مگر وہ شخص نہ جانے اللہ کا کون بندہ تھا کہ جو مجھے آج تک نہ مل سکا۔ بہر حال میں نے سوچا۔ کہ یہ تبلیغی جماعت والا ہوگا۔ چنانچہ تبلیغی جماعت میں دلچسپی لینے لگا۔ ان کے افراد سے ملاقاتیں کرنے لگا۔ ان کے حلقوں میں چوری چھپے بیٹھنے لگا مگر تبلیغی جماعت کے لوگوں میں اس کردار کا مجھے کوئی فرد نظر نہ آیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ جسے میں نے دھکے دیے تھے جسے میرے مریدوں نے مارا تھا۔ آخر کار اپنے خیال کے مطابق تبلیغی جماعت والوں سے ایک درجہ اوپر دیوبندیوں سے رابطہ

کرنے لگا کہ شاید وہ مجھے یہاں سے مل جائے کہ جس کی تلاش میں میں سرگرداں ہوں، مگر یہاں بھی مراد پوری نہ ہوسکی اس دوران ہمارے مجاوروں کی قوم سے میرا ایک ہم قوم دوست منظور احمد حج کرنے گیا وہ واپس آیا۔ وہاں کے حالات اس نے مجھ سے بیان کیے تو اہلحدیث حضرات کی تعریفیں کرنے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ شخص اہلحدیث مسلک اختیار کرنے والا ہے۔ میں نے فی الحال اسے ایسا کرنے سے روکا۔ دوسرے سال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں خود حج کے لیے روانہ ہوا' یہ ۱۹۷۴ء کی بات ہے۔ بحری جہاز کا سفر تھا' جہاز میں شاہ کوٹ کے حاجیوں کے ساتھ ہی ڈسکے کے حاجیوں کا قافلہ تھا۔ یہ لوگ سب اہلحدیث تھے۔ ان میں ایک اہلحدیث عالم منیر احمد تھا جو صبح قرآن کا درس اور شام کو حدیث کا درس دیتا۔ میں ان درسوں میں شامل ہونے لگا قرآن وحدیث کا یہ وعظ سن کر مجھے واضح طور پر محسوس ہوا کہ جس شخص نے ہمارے دربار پر وعظ کیا تھا۔ ان کے وعظ اور بیان توحید کا انداز ایک ہی جیسا ہے۔ بہرحال اب واضح طور پر اہلحدیث حضرات سے کچھ انس سا محسوس ہونے لگا۔

تقلید سے تحقیق کی طرف:

۲ ذوالحج کو ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' پہلے ہی طواف کے بعد ہمارے قافلے نے دو نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ طواف بعد از نماز عصر ہوا تھا اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت ہے۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد ہم حنفی لوگ ہر طواف کے بعد نفل چھوڑ دیا کرتے تھے اور اہل حدیث پڑھ لیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے ایک اہل حدیث عالم سے طیش میں آ کر پوچھا' تم لوگ واقعی گستاخ رسول ﷺ ہو۔ حضور ﷺ عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور تم باز ہی نہیں آتے۔ اہل حدیث عالم نے میری یہ باتیں تحمل سے سنیں اور مشکوٰۃ شریف کی دو حدیثیں میرے سامنے رکھ دیں جن میں اللہ کے گھر کو اس ممانعت

سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔

اب میں یہ دونوں حدیثیں اپنے حنفی علماء کے پاس لے کر گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر دونوں حدیثوں کا انکار کر دیا کہ ''امام ابوحنیفہ نے ان پر عمل نہیں کیا' لہٰذا وہ ہمارے لیے دلیل نہیں بن سکتیں' کیونکہ ہم امام اعظم کے مقلد ہیں۔''

یہ بات میرے دل پر پتھر بن کر گری اور میں نے سوچا کہ جن لوگوں کو میں گستاخ کہہ رہا ہوں وہ اپنی ہر بات پر حدیث رسول ﷺ کا حوالہ دیتے ہیں اور جو محب اور عاشق بنے پھرتے ہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو ایک امتی کے عمل کا محتاج بنا رہے ہیں' بھلا اس سے بڑھ کر اور ظلم اور گستاخی کیا ہوگی۔ چنانچہ اس واقعہ نے میرے لیے تحقیق کا دروازہ واضح کر دیا اور پھر میں نے مکہ اور مدینہ میں جو پانچ ماہ قیام کیا تو یہ سارا عرصہ اسی تحقیق میں ہی لگا رہا حتی کہ اس تحقیق نے مجھے اس مقام تک پہنچا دیا کہ اب مجھے اہلحدیث مسلک کے قبول کرنے کا اعلان کر دینا چاہئے اور میں نے اپنے اللہ سے ہدایت کی خصوصی دعا کی اور بیت اللہ کے اندر حطیم میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں' ایک مسجد ہے جو ساری کی ساری شیشے کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے مینار آسمان کو چھو رہے ہیں اور بنیادیں دور تک زمین کی گہرائیوں میں بڑی مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہیں جس کی مثال اللہ نے قرآن میں یوں بیان فرمائی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾

''میرے پیغمبر آپ نے دیکھا نہیں' اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال کیسے بیان کی جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو۔ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔''

میں نے دیکھا' اس مسجد میں لوگ نماز ادا کر رہے ہیں اور رفع الیدین کی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ میں اس مسجد کے گرد پھر رہا ہوں۔ داخل ہونا چاہتا ہوں مگر راستہ نہیں مل رہا' آخر کار میں نے مسجد کے اندر والے ایک نمازی سے پوچھا۔ دروازہ کدھر ہے؟ جواب ملا۔ اس کے دروازے سے مشرک آدمی داخل نہیں ہوسکتا۔

قرآن میں اللہ مومنوں سے خطاب فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾

''اے ایمان والو! بلاشبہ مشرک پلید ہیں' لہٰذا یہ اس سال کے بعد احترام والی مسجد کے قریب بھی نہ جائیں۔''

اس کے بعد میں اچانک مسجد میں داخل ہو گیا' اور وہاں نماز پڑھنے لگا اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں حطیم میں لیٹا تھا۔

شیطان کا جال:

اب میں نے اہلحدیث ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا' بلکہ دل تو موحد بن چکا تھا۔ اس دوران شیطان درباری زندگی کی پر تعیش بہاروں کے چھن جانے کا خوف دلانے لگا' مستقبل کے خطرات سے ڈرانے لگا۔ دربار پر جو خزانہ کھلتا اور اس میں اس خزانے کی دولت کرنسی سکوں اور نوٹوں کو تکڑی سے تولا کرتا تھا وہ منظر میرے سامنے آنے لگا۔ نیازوں اور شیرینیوں کی حلاوت کا مزا مجھے یاد دلانے لگا اور یہ بات بھی یاد آئی کہ ہم نے کس محنت سے ان نیازوں کو رواج دیا' حتیٰ کہ سکھوں سے شیرینی لینے کے لیے ہم لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ سکھوں کے بڑے بابا گورونانک صاحب بھی ہمارے پیر کی دعا سے ہی وجود میں آئے ہیں اور ہماری یہ بات سن کر ہمارے دربار پر حلوے کھیریں اور نیازیں اور زیادہ

کثرت سے آنا شروع ہوگئی تھیں۔ اسی طرح کبھی برادری کا بت' رسم ورواج کا بت اور کبھی وہ جھوٹی عزت کے ختم ہونے کا خوف دلاتا۔ مگر میں نے تعوذ پڑھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد کیا اور اللہ کی توفیق سے عبدالرحمٰن موحد بن کر خلیل اللہ علیہ السلام کے بنائے ہوئے مرکز توحید بیت اللہ سے عقیدہ ابراہیمی علیہ السلام لے کر واپس گھر لوٹا۔ (الحمدللہ)

جب گھر واپس لوٹا:

گھر آیا' لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ اب سب سے میری پہلی بات توحید پر ہوتی' جوں جوں توحید بیان کرتا گیا' توں توں اپنے اور بیگانے سب مجھ سے نفرت کرتے گئے۔ جو کوئی مجھے دیکھتا۔ یا علی مدد کے نعرے بلند کرتا' مجھے دیکھ کر شرکیہ کلمات دہراتا۔ بعض لوگوں نے میری مخالفت میں مجھ پر منشیات' قتل اور ڈاکے کے مقدمات قائم کر دیئے۔ شاہ کوٹ کے تمام مولویوں نے اپنے لاؤڈ اسپیکروں کا رخ میری طرف کر دیا۔ صبح کے وقت درس قرآن کی بجائے مجھے گالیاں دینے سے حضرت صاحب کی تقریر شروع ہوتی۔

میں نے کیا کیا؟

میرا گھر جو کہ دربار کے پڑوس میں مجاوروں کی آبادی میں تھا۔ میں نے اس کے ساتھ اللہ کی توفیق سے اللہ کا گھر تعمیر کر دیا اور اللہ کی توحید کا وعظ کرنے لگا' تب میری مخالفت میں اور زیادہ شدت آ گئی اور پھر تو میرا یہ حال ہو گیا کہ جب کبھی مخالف مجھے گالیاں نہ نکالتے تو مجھے یہ خیال آنے لگتا کہ شاید حق بیانی میں مجھ سے کوتاہی ہو رہی ہے اور یہ سوچ کر کہ یہ تکالیف اللہ کی محبت اور اس کی توحید کو اپنانے اور بیان کرنے کی وجہ سے پیش آ رہی ہیں دل مسرور ہو جاتا۔

مسجد بنانے کے کچھ عرصہ بعد مولانا محمد رفیق مدنپوری مرحوم کو ہم نے مسجد میں خطاب کی دعوت دی' لوگ دور دور سے چل کر آئے کہ شاہ کوٹ کی مسجد میں

اہلحدیث کا پہلا اجتماع ہو رہا ہے۔

اہلحدیث ہونے کے بعد ڈیڑھ سال تک تو میرا کوئی ساتھ نہ تھا' بعد میں جب دعوت کا کام بڑھا تو اللہ نے کئی لوگوں کے دل پھیر دیئے۔

تب کچھ ہی عرصہ بعد اللہ کی توفیق سے چوہدری محمد ارشد ساہی صاحب نے ننکانہ روڈ پر ایک ایکڑ سترہ مرلے کا وسیع وعریض پلاٹ شہر کی انتہائی اہم جگہ پر حاصل کر لیا جہاں آج کل اللہ کی توحید کا ڈنکا بج رہا ہے۔ شہر کے وسط میں بھی نئی اہل حدیث مسجد بن چکی ہے۔ شاہ کوٹ کے مضافات میں بھی دعوت توحید پھیل چکی ہے۔ دھنوآنہ اور چک نمبر ۸ میں اہل حدیث مساجد بن چکی ہیں دو دوسرے دیہات میں مساجد بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ غرض جس علاقے میں اہل توحید کا نام ونشان نہ تھا' آج الحمد للہ وہاں توحید کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔

آخر پر میں ایک کڑوی بات بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شاہ کوٹ کی طرح نہ جانے کہاں کہاں دعوت توحید پھیلنے کی ایسی کئی داستانیں بکھری پڑی ہیں' مگر ہماری اہل حدیث جماعتوں کو اس کا خیال تک نہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دعوت کے میدان کو ہم چھوڑتے چل جا رہے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسلک کے حق ہونے کی نشانی ہے کہ وہ اپنا آپ منوا کر خود ہی پھیلتا چلا جا رہا ہے' جبکہ ہماری جماعتوں کا منظم طریقے سے اس اہم کام میں عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے اور اگر یہ کام منظم طریقے سے جماعتی سطح پر کیا جائے اور باہمی اختلاف ختم کر دیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ﴿يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ کا سماں بندھ جائے۔

ایمانداری کے ساتھ بتائیں کہ
تمہارے مدارس میں بخاری ومسلم
نہیں پڑھائی جاتی؟ کیا ان میں یہ احادیث
نہیں ہیں' یا تم نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ وہ
علیحدہ بات ہے کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یہ
مطلب ہے' وہ مطلب ہے' آگے ہے پیچھے
ہے۔ کم از کم رسول اللہ ﷺ سے ثابت تو
ہے نا۔ انصاف کے ساتھ سوچیئے' کم از کم ان
سنتوں کو برا تو نہ سمجھیں اتنا تو کہہ دو
کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا متبع ہے۔

مولانا عبدالسلام رستمی حفظہ اللہ

مولانا عبدالسلام رستمی

سرحد کے ایک ممتاز سابق حنفی عالم دین سے ایک گفتگو

صوبہ سرحد کی سطح پر ایک انعامی مقابلہ منعقد ہو رہا تھا۔ سوالات جاری تھے۔ جوابات دیئے جا رہے تھے...... کہ اچانک ایک سوال یہ ہوا کہ صوبہ سرحد میں سب سے بڑا عالم دین کون ہے؟ جواب دیا گیا مولانا عبدالسلام آف رستم...... اللہ کی شاہ دیکھئے! آج ۲۹ اپریل ۱۹۹۳ء ہے ''دربند'' سرحد میں اہل حدیث کا جلسہ عام ہے۔ اہل حدیث کے مایہ ناز عالم دین اور سرحد کی سب سے بڑی علمی شخصیت مولانا عبدالعزیز نورستانی اس جلسہ میں موجود ہیں۔ وہ اس جلسہ کے امیر ہیں اور مولانا عبدالسلام آف رستم حفظہ اللہ مہمانِ خصوصی ہیں۔ انہوں نے تفصیلی خطاب فرمایا۔ اپنے اہل حدیث ہونے کا اعلان کیا اور پھر ہم نے جون ۱۹۹۳ء کے مجلّہ الدعوۃ کے کالم ''مدیر کی ڈائری'' میں اس مسرت آمیز خبر کا اعلان کر دیا۔

اس خبر کا شائع ہونا تھا کہ احناف کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی...... یہ ایک فطری امر تھا۔ ایسا ہونا ہی تھا' کیونکہ عام لوگ حنفی مولویوں سے پوچھتے تھے کہ جب مولانا عبدالسلام اہل حدیث ہو گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث مسلک سچا ہے...... اب احناف نے جہاں اور بہت سی چالیں چلیں' وہاں ایک چال یہ چلی کہ حنفیوں کے رسالے ماہنامہ ''العزم'' اگست ۹۳ء کے ظفر الحق

سمیت دو کارندوں کو میرے پاس بھیجا...... مرکز کے دفتر میں وہ آ کر کہنے لگے کہ حمزہ صاحب آپ ہی ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں! فرمایئے! کہنے لگے' آپ نے لکھا ہے کہ مولانا عبدالسلام صاحب اہل حدیث ہو گئے ہیں تو ہم تحقیق کرنے آئے ہیں۔ میں نے کہا' میں نے تو جو لکھا ہے وہ چشم دید اور کانوں سے سنی ہوئی تحقیق ہے۔ کہنے لگے ہم اور زیادہ تحقیق چاہتے ہیں۔ میں نے کہا' پھر مولانا عبدالسلام صاحب کے پاس چلے جایئے ان سے پوچھ لیجئے۔...... اگر ہماری بات سچی نہ ہو تو میں ذمہ دار ہوں...... اس پر وہ چلے گئے اور پھر ڈیڑھ ماہ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ گوجرانوالہ کے گرد ونواح میں میرے خلاف ان لوگوں نے اس ملاقات کو غلط رنگ دے کر میری باتوں کو جھوٹ کہا اور ایک پوسٹر میں طرح طرح کی غلیظ گالیوں سے نوازا...... اور پھر چند ہی دنوں کے بعد میری میز پر ''العزم'' رسالہ پڑھا تھا جس کا اداریہ ہی اس عنوان پر تھا۔ اس میں بھی بڑی بے سرو پا باتیں کی گئیں اور مولانا عبدالسلام حفظہ اللہ کے بارے میں کہا گیا کہ ہم ان کے پاس گئے۔ وہ تو حنفی ہیں اور یہ کہ ''مجلّہ الدعوۃ'' کا مدیر جھوٹا ہے اور ہم نے اس بہتان پر میٹنگ بلائی اور عدالت کی طرف رجوع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ سوات (سرحد) کے قصبے ''پارڑے'' کے احباب نے ایک جلسے کا اہتمام کیا جس کے مقررین میں مولانا عبدالسلام آف رستم' مولانا عبدالعزیز نورستانی اور میرا نام شامل تھا...... یہ جلسہ ۲۵ اگست ۱۹۹۳ء کو منعقد ہوا۔ میں مغرب سے ذرا پہلے پہنچا...... اور پھر نماز کے بعد میں نے مولانا عبدالسلام صاحب سے یہ صورتحال عرض کی۔

مولانا عبدالسلام صاحب سے گفتگو:

مولانا عبدالسلام صاحب میری گفتگو سن کر مسکرائے اور کہا کہ یہ عجیب لوگ ہیں۔ سرحد میں تو انہوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ (مولانا) عبدالسلام پیسے

لے کر اہل حدیث ہو گیا' جب کہ پنجاب میں کہتے پھرتے ہیں کہ وہ ہنوز حنفی ہے اور پھر یہ بات کہ اشاعۃ التوحید والسنۃ (دیوبندی حنفی) کے امیر نے خود ہمیں اپنی جماعت سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ مولانا عبدالسلام اہل حدیث ہو گئے ہیں۔

مولانا نے مزید بتلایا کہ میں نے اب اپنی تنظیم "**اشاعة التوحيد والسنة على منهج السلف الصالحين**" قائم کی ہے اور اب میں سلفی منہج پر توحید وسنت کی اشاعت کا کام کرنے میں مصروف ہوں۔ اس کام کے لیے مولانا اب دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ سرحد میں جگہ جگہ ان کے پروگرام ہوتے ہیں۔ اکثر جلسوں میں مولانا عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کا پروگرام بھی ان کے ہمراہ ہوتا ہے۔ یوں یہ دونوں بزرگ یک جان دو قالب ہو کر توحید وسنت کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

مولانا عبدالسلام کا مدرسہ رستم میں تو ہے ہی وہاں دینی تعلیم کا کام جاری ہے' جبکہ مولانا خود پشاور میں رہتے ہیں اور وہاں امسال رمضان المبارک میں انہوں نے دورۂ تفسیر کرایا تو یہ دورہ کرنے والوں کی تعداد کم وبیش پانچ ہزار تک تھی ان کے شاگرد پورے سرحد میں موجود ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا نے بتلایا کہ جب انہوں نے ترک تقلید کا اعلان کیا تو دو صد کے قریب علماء نے ان کا ساتھ دیا اور ابھی تک حنفی علماء ان سے متواتر رابطے کر رہے ہیں۔

اس سلسلے میں مولانا نے بتلایا کہ انہیں بعض مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا' جن میں سرفہرست مدرسے کے فنڈز میں کمی تھی' مگر یہ تو اللہ کے دین کا کام ہے' وہ اسے خود چلائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ مزید یہ ہوا اور مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دی گئیں۔ حتیٰ کہ ابھی تک قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں...... اس پر میں نے عرض کیا مگر یہ تو وہ اوچھی حرکتیں ہیں کہ بھلا ان سے اہل توحید کو جھکایا جا سکتا ہے؟ اور کیا کبھی ان طریقوں سے جھکایا جا سکا ہے؟ ہرگز نہیں! تو پھر ایسا کیوں ہے...... یقیناً ایسا علامہ اقبال کے الفاظ میں:

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے۔

موجودہ جمہوری الیکشنوں کے حوالے سے میں نے مولانا سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

''کہ میری زندگی کا جو تجربہ ہے وہ تو یہی ہے کہ اس جمہوری انداز سے اللہ کا دین قائم نہیں ہوسکتا...... جبکہ یہ نظام انگریزوں اور عیسائیوں کا نظام ہے...... باقی جہاں تک موجود خلات کے حوالے سے اہل دین کے طرز عمل کا تعلق ہے تو وہ یہی ہے کہ علماء کو اس گندے نظام کا حصہ بن کر امیدواری کے لیے بالکل کھڑے نہیں ہونا چاہیئے باقی جہاں تک ہمدردی کی بات ہے وہ ضرور دیکھنی چاہیئے اور وہ انہی کے ساتھ ہونی چاہیئے جو دین کے اعتبار سے کم نقصان دہ ہوں۔''

پھر اہل حدث کے حوالے سے انہوں نے فرمایا...... کہ میں عنقریب ملک بھر میں ان سے ملوں گا اور کوشش کروں گا کہ وہ ایک ہوکر کتاب وسنت کی ترویج کا کام کریں۔

قارئین کرام! مولانا عبدالسلام حفظہ اللہ سے جو میری گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ میں نے پیش کر دیا ہے۔ جبکہ اب ان کا وہ خطاب ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے ''دربند'' میں کیا تھا اور جس میں اہل حدیث ہونے کا اعلان کیا تھا۔ یہ خطاب پشتو میں تھا...... مولانا مسعود الرحمٰن جانباز جو کہ صوبہ سرحد کے شہر مانسہرہ میں جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب ہیں اور مرکز الدعوۃ والارشاد کے مسئول ہیں، مولانا عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کے دست راست ہیں اور دعوت وجہاد کے مشن میں دن رات مگن ہیں...... انہوں نے اس خطاب کا پشتو سے اردو میں ترجمہ کیا ہے...... اب اس خطاب کے اہم اقتباسات ملاحظہ فرمایئے اور جن کو

ابھی تک شک ہے وہ اپنا شک دور کر لیں۔

عدالت میں جانا چاہتے ہیں تو بے شک جائیں ہائی کورٹ کی بجائے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹائیں...... اور آج جب میں نے ۱۴ ستمبر ۱۹۹۳ء کو یہ مضمون کمپوزنگ کے لیے دیا ہے تو یہ خوبصورت اتفاق ہے کہ مولانا عبدالسلام حفظہ اللہ مرکز الدعوۃ لاہور کے دفتر میں تشریف لائے' وہ اہل حدیث علماء سے ملاقاتیں کر رہے ہیں اور وہ اب اہل حدیث کے اجتماعات سے ان شاء اللہ خطاب بھی فرمائیں گے اور تب یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے...... پھر معلوم ہو گا کہ جھوٹا کون ہے؟ بہر حال ہماری دعا ہے کہ اللہ سب کو تسلیم حق کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا عبدالسلام رستم کا خطاب:

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

''معزز سامعین! مسلمانو! میں تقریر اور تفصیلی خطاب کے لیے نہیں آیا۔ اس کے لیے دوسرے علماء کرام تشریف فرما ہیں۔ ان شاء اللہ آپ ان کے بیانات اور خطابات کل جمعہ کی نماز تک سنیں گے۔ میں تو صرف ایک وعدہ پورا کرنے کے لیے آیا ہوں' کیونکہ ہمارے مخلص بھائیوں کی طرف سے یہ اصرار تھا کہ آپ اس اجتماع میں ضرور حاضر ہوں۔

اگرچہ اس علاقہ کے بعض دوست میرے پاس گئے اور انہوں نے مجھے اس اجتماع میں آنے سے روکا۔ وہ چونکہ میرے عام شاگردوں سے تھے۔ میں نے ان سے کچھ سخت باتیں بھی کیں تو انہوں نے مجھے روکنے کا سبب بتایا کہ یہاں کے اہل حدیث ساتھیوں نے آپ کے خلاف ایک کیسٹ بھری ہے کہ عبدالسلام کو ہم نے خرید لیا اور وہ فروخت ہو گیا۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر وہ کیسٹ آپ میرے پاس لے آئیں تو میں اس کی شکایت شیخ عبدالعزیز کو پہنچاؤں گا۔ اور نہ ہی میں اجتماع میں شریک ہوں گا۔ میں نے ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر تم یہ کیسٹ نہ لائے تو

پھر میں اس وعدہ کا پابند نہیں ہوں گا۔ وہ کیسٹ آج تک میرے پاس کسی نے نہیں پہنچائی جس سے واضح ہو گیا کہ یہ ایک افتراء اور جھوٹ تھا۔

کوئی کہہ رہا ہے کہ مولانا عبدالعزیز صاحب نے عبدالسلام کو ۸۰ لاکھ روپیہ دیا ہے اس بیچارے کے پاس اپنا ذاتی ۸۰ ہزار بھی نہیں ہے۔ اللہ کے بھروسے بیٹھا ہے۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ فلاں نے پیجارو خرید لی۔ خود بتائیں کہ شہادت کو کیوں چھپاتے ہو۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾

آج سے تین سال قبل میرے پاس یہ گاڑیاں بھی تھیں اور یہ مکانات بھی تھے۔

میں جب جیل میں تھا، مولانا عبدالعزیز صاحب نہ میرے پاس آئے نہ میں نے ان کے ساتھ کبھی کوئی بات کی۔ اس وقت بھی میرے پاس دو گاڑیاں تھیں۔ یہ میرے لیے کسی نے خریدی تھیں۔ میں جب جیل میں تھا تو میں نے وہاں ایک کتابچہ عوام کے فائدے کے لیے لکھا تھا۔ جیل والوں نے مجھے کہا تھا کہ ایک کتاب لکھیں تاکہ تبلیغ ہو جائے۔ تو میں نے اس وقت کہا تھا کہ تم لوگ صرف وضو اور نماز کو دین سمجھتے ہو حالانکہ صرف نماز اور وضو ہی دین نہیں۔ میں نے جیل والوں کو کہا، دین میں معاملات بھی آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام طریقے آتے ہیں۔ میں نے اس کتابچے کے آخر میں بھی لکھا تھا کہ میرے نزدیک اس وقت اگر کوئی دین کا کام کر رہا ہے یا دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے ہیں تو ان دین کے کام کرنے والوں میں سے اہل حدیث ہیں۔

کیا اس وقت میں اہل حدیث تھا؟ اب تو میں اہل حدیث ہوں۔ کیا مجھے اس وقت کسی نے لاکھوں روپے دیئے تھے؟ تو شرم وحیا کرو۔ اللہ کے سامنے کیا جواب دو گے۔ ابھی تک بدعتی کہہ رہے ہیں کہ ان کو امریکہ پیسے دے رہا ہے۔

کیا یہ معقول بات ہے کہ توحید وسنت والوں کو امریکہ پیسے دے؟ یہ لوگوں کی پرانی عادت ہے۔

میں عرض یہ کرر ہا ہوں کہ میں صرف اس مقصد کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ آیئے اکٹھے ہو جائیں۔ دین کی خدمت کے لیے موحدین کے ساتھ اتحاد کریں۔ جھوٹ نہ بولیں کہ ۲۵ کروڑ دیں گے۔ تمہارے پاس ایک کروڑ بھی نہیں' مجھے معلوم ہے ایک لاکھ بھی نہیں ہے۔ اس جھوٹ کا صاف مطلب ہے کہ تم مناظرہ نہیں کرنا چاہتے کیونکہ جو شخص انعام دینا چاہے' وہ پیسے پہلے پیش کرتا ہے۔ اللہ کے دین کے ساتھ مذاق نہ کیجئے۔ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ ان پہاڑوں میں کتاب و سنت کی دعوت جہاد کے ساتھ بلند ہو رہی ہے جیسا کہ مجھ سے قبل مولانا صاحب (امیر حمزہ صاحب) نے بیان کیا ہے۔ کتاب وسنت اور جہاد جس کو قتال کہتے ہیں۔ ان تین چیزوں والی کوئی جماعت لائیں تو وہ یہ جماعت ہے جو آج سے ۱۶۸ سال قبل اس دربند میں جو آج نظر نہیں آرہا (تربیلہ ڈیم میں آچکا ہے) شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی ہندوستان سے یہاں آئے اور اس ملک میں اللہ کا دین پھیلا دیا۔ تاریخ میں لکھا ہے' اس پورے علاقے میں چھ مہینے میں پورا دین رائج کر دیا اور وہ دین شرک وبدعات سے پاک تھا۔ بلکہ اس جماعت میں بہت سارے لوگ آمین بالجہر والے تھے' رفع الیدین والے تھے' وہ یہی علاقہ تھا۔ تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں لوگ نہر میں ننگے نہاتے تھے تو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اعلان کیا کہ جو ننگا نہائے گا' آٹھ آنے جرمانہ ادا کرنا ہوا۔ اس وقت کے آٹھ آنے آج کے دوسو روپے سے زیادہ ہیں۔ دیکھئے دین کا کتنا احترام کرتے تھے۔ پردے کا اتنا اہتمام کیا' میرا مطلب یہ ہے کہ آج اس علاقے میں پردے کے اہتمام کی ضرورت بھی ہے ناحق قتل سے رکاوٹ کی بھی ضرورت ہے۔ آج اس علاقہ میں شک وبدعات

کے خاتمے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی بسوں کو لیکر آج یہاں آ رہے تھے تو لوگ کہہ رہے تھے، پیر بابا کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے کہا، یہاں پیر بابا کا کیا کام ہے وہ تو رستم کی طرف ہے، یہ تو قافلہ توحید ہے۔

کیا ہمارا فرض نہیں کہ توحید کو بلند کریں۔ مین ان شاء اللہ وہ توحید وسنت آج بھی بیان کروں گا اور ان شاء اللہ مرتے دم تک بیان کرتا رہوں گا۔ لیکن توحید وسنت کا یہ مطلب نہیں کہ ہم توحید صرف اس کو کہیں کہ قبروں پر نہ جائیں، سنت صرف اس کو کہیں کہ اسقاط، اور دعا کا مسئلہ لے لیں بس اسی سے تم بڑے آدمی بن بیٹھے توحید وسنت کو پہچاننے کی کوشش کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾

اگر اللہ اپنے نبی ﷺ کو کہہ رہے ہیں کہ زیادہ علم مانگیں، اگر اللہ کا نبی ﷺ مزید علم کا محتاج ہے تو کیا میرا علم انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ ہم تو پہلے ہی سے کہتے ہیں کہ بدعتی لوگ بات کو نہیں مانتے کیونکہ ان کے پرانے علماء نہیں مان رہے۔ آج یہ مرض ہم میں آ چکا ہے۔ آج ہم میں لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ بات پہلے کیوں نہیں کی۔ توحید صرف مزاروں سے روکنے کا نام نہیں۔ توحید وسنت کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ توحید کی ایک قسم توحید ربوبیت ہے۔ دوسری قسم توحید الوہیت، تیسری توحید الاسماء والصفات ہے۔ ہم جو تقسیمات کرتے ہیں یہ شرک اعتقادی ہے۔

ہم جب قرآن کی آیات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں تین قسمیں توحید کی نظر آ رہی ہیں۔

توحید ربوبیت: ایک اللہ کو رب سمجھنا

توحید الوھیت: ایک اللہ کو الٰہ ماننا

توحید الاسماء والصفات

① **توحید الاسماء والصفات:**

اللہ کے ناموں اور صفات کو یاد کرنا' ان پر ایمان لانا' اس میں اللہ کا کوئی شریک نہ بنانا' ان اسماء اور صفات میں تحریفات اور تاویلات نہ کرنا' یہ ہے توحید جس کا ذکر اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

اللہ کے خاص پاک نام ہیں' حسنٰی ہیں' اس لیے ان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنے اسماء والصفات میں کسی کا محتاج نہیں۔ اس لیے حسنٰی ہے۔ حسنٰی اس لیے ہیں کہ ان میں کمال یہ ہے کہ کوئی عیب نہیں۔

﴿فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ...... اللہ کی بندگی ان اسماء کے ساتھ کیجئے۔ دعا مانگیں تو اس میں وسیلہ بزرگ' ولی' کسی کے طفیل' بحق فلاں' بجاہ فلاں' یہ سب ناجائز ہیں...... ﴿فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ...... صرف اللہ کے ناموں کے وسیلے سے دعا کریں۔ لوگ آج کہتے ہیں کہ فلاں کا قول ہے' فلاں نے لکھا ہے۔ فلاں کا قول قرآن کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟

کبھی کہتے ہیں' اس میں کوئی بات نہیں۔ یہ دیوبندیوں کا مسلک ہے کہ (بحرمت) لفظ کہے تو جائز ہے' لفظ طفیل کہے جائز ہے۔

کبھی کہتے ہیں کہ فلاں نے کتاب میں لکھا ہے اور قرآن کیا کہتا ہے......

﴿فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ...... احناف جو احناف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ جس امام کی تقلید کا دعویٰ کرتے ہیں وہ امام اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ''دعا میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام وسیلہ میں نہ پیش کریں۔''

«لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَّدْعُوَا اللّٰهَ تَعَالٰى إِلَّا بِهٖ...... أَيْ بِأَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ».

یہ عجیب مخلوق ہے کہ نہ اللہ کی بات مانتے ہیں اور نہ امام ابوحنیفہؒ کی بات مانتے ہیں۔ ایسے ہی مسلمان ہونے کا، کبھی حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں نے دو تین مہینے قبل ریاض میں بھی دوران درس کہا تھا کہ صرف اللہ کے ناموں کا وسیلہ مانگیں اور جو نام قرآن وحدیث میں نہیں ہیں، ان کو چھوڑ دیں۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں ''یا خدایا'' بھی نہ کہا کریں۔ یا اللہ کہا کریں۔ بعض اوقات بے خیالی میں ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں کہ ان کا مفہوم درست نہیں ہوتا۔

لیکن عام لوگ اور مولوی جو توحید کے دعویدار ہیں، ان کے ذہن میں کیا ہے؟ کہ نہیں، یہ مطلب نہیں، یہ مطلب ہے۔ ''ید'' سے مراد ہاتھ نہیں قدرت ہے۔ معنوں میں تاویل کر کے بالکل بدل دیا ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کیا سلف صالحین میں کسی کا یہ مسلک تھا۔ سلف صالحین میں امام ابوحنیفہ بھی شامل ہیں۔ وہ بھی سلفی تھے۔ دیکھئے کیا ان کی بات شرح فقہ اکبر میں موجود نہیں کہ صفات میں تاویل نہ کریں۔

۲ توحید ربوبیت:

ایک تو یہ ہے کہ حاجت روا، مشکل کشا صرف اللہ ہے۔ نبی بھی یہ اختیار نہیں رکھتا۔

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ نَفْعًا وَّلَا رَشَدًا ۝﴾ ...... ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝﴾

''اے نبی ﷺ آپ اعلان کر دیں کہ میں نہ اپنے لیے نہ تمہارے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار رکھتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝

''لوگوں نے اپنے لیے ایسے ایسے معبود بنا لیے جو کچھ نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ نہ کسی کی موت اور زندگی کا اختیار رکھتے ہیں۔''

کیا اس میں کسی کا استثناء ہے؟ کہیں پیر بابا کا اور داتا کا ذکر نہیں' نہ اور لوگوں کا ہے۔ بلکہ سب معبودانہ باطلہ کی تردید فرمائی۔

یہاں سے لوگ بسیں بک کروا کر پیر بابا جاتے ہیں۔ وہاں مرد اور عورت کا کھلا اختلاط ہے اور میلے میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ لوگو...... توحید ربوبیت یہاں بھی ہے۔ اس کا بھی خیال رکھیں۔ ایک اور توحید ربوبیت بھی ہے۔ اس کی طرف بھی توجہ دیں۔

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾ (التوبة)

سورۂ توبہ میں یہاں قتال کا گیارھواں سبب بتایا ہے کہ یہود ونصاریٰ سے جنگ کرو' کیونکہ انہوں نے اپنے مولویوں' اپنے پیروں کو اللہ کے علاوہ رب مانا۔ احبار چھوٹے مولوی پر نہیں بولا جاتا بلکہ بڑے مولوی کو کہا جاتا ہے۔ یہود ونصاریٰ نے بڑے بڑے مولویوں اور پیروں کو حلال اور حرام کا اختیار دے رکھا تھا' اس کو شرک فی الربوبیت کہتے ہیں۔

عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ تو مانا۔ صرف ان کی اطاعت نہ کی۔ مگر مولویوں اور پیروں کو انہوں نے شریعت سازی کا کھلا اختیار دے رکھا تھا۔

اب آپ سچ بتائیں کہ آج تم نے بھی اپنے اماموں کو' اپنے شیخوں کو' اپنے پیروں کو' اپنے استادوں کو' اپنے مولویوں کو' ربوبیت کا مرتبہ دے رکھا ہے یا نہیں۔ رب تو نہیں کہتے لیکن حلال وحرام کا اختیار تو ان کو دے رکھا ہے۔ اور اسی طرح قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے یہ کام کیا۔

یعنی انہوں نے مولویوں اور پیروں کو رب بنایا مگر جب انہیں یہ بات کہی

گئی تو وہ کہنے لگے ہم نے تو رب نہیں بنایا۔ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے پیر بابا مولوی کو رب تو نہیں کہا۔ عیسائیوں نے مولویوں کو رب کیسے مانا؟ جو چیزیں مولوی حرام کر دیتے بغیر دلیل کے' ان کو حرام سمجھ لیتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں تقریباً ۱۶ دفعہ فرماتا ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ......﴾

کبھی فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ......﴾

کبھی فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ......﴾

اور ہر ایک جملہ میں علیحدہ علیحدہ حکمت ہے۔ کبھی فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي......﴾

''لوگو! اگر تم اللہ کے ساتھ محبت چاہتے ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرو۔''

قرآن میں اطاعت اور اتباع کے الفاظ استعمال کیے گئے اور یہ الفاظ کبھی اس کے رسول ﷺ کے علاوہ استعمال نہیں کیے گئے' بلکہ صرف فرمایا: ﴿أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اس کے ساتھ نہ اطیعوا ہے نہ اتبعوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے تحت ہی اولی الامر کی اطاعت کی جا سکتی ہے۔ شرع صرف قرآن اور سنت ہے۔ کیا تقلید کا لفظ قرآن وسنت میں کہیں استعمال ہوا ہے؟ ہاں حرم کو جانے والی قربانی جس کے گلے میں پٹہ ہو اس کا ذکر ہے۔ اس کو قلائد کہتے ہیں۔

لہٰذا تقلید کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہیں؟ سیدھا اطاعت کا لفظ استعمال کریں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا......﴾

وہ لفظ جو قرآن وسنت میں استعمال نہیں ہوا' اس کو کیوں استعمال کرتے ہیں؟ اطاعت کا لفظ عام ہے۔ یعنی کسی کی بات مان لینا۔ اور اتباع کا معنی کسی کے عمل پر چلنا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اسی لیے اللہ نے فرمایا: ﴿فَاتَّبِعُونِي﴾ اور اطاعت کی جگہ فرمایا: ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کریں۔ قرآن اور سنت پر عمل کریں۔

اگر اکیلا قرآن مانا اور سنت نہ مانی' تب بھی کافر۔ اگر صرف سنت کو مانا اور قرآن کو نہ مانا' تب بھی کافر۔

لیکن اتباع' یعنی عمل کس طرح کرنا ہے؟ عمل اللہ کا تو نہیں دیکھا جائے گا۔ عمل صرف رسول اللہ ﷺ کا دیکھا جائے گا۔ ﴿فاتبعونی﴾ اور اسی کو سنت کہتے ہیں۔ سنت کا مطلب صرف صبح اور ظہر کی سنتیں نہیں ہیں۔ بلکہ سنت کا معنی "ما ثبت بالسنة" وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو' اس کو سنت کہتے ہیں۔ لہٰذا حیلہ' اسقاط' مخصوص دنوں کی روٹیاں کھانا' سب کچھ بدعت ہوا' کیونکہ سنت سے ثابت نہیں۔

نوٹ: سرحد میں ایک رسم پائی جاتی ہے جو کہ مردے کا جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کرنے سے پہلے منعقد کی جاتی ہے۔ مولوی صاحب مختلف کپڑے اور کھانے ایک جگہ جمع کر لیتا ہے اور اس پر کچھ پڑھ کر ہمسائیوں کو' دوسرے لوگوں کو تقسیم کرتا ہے کچھ خود لے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ فرائض جو اس مردے کے ذمے تھے اور اس نے ادا نہ کئے تھے تو یہ اب اس حیلے سے ساقط ہو گئے ہیں تو کیا یہ ایسے حیلے اور ایسی خرافات سنت سے ثابت ہیں۔

میں نے پرسوں ایک جگہ اپنے دوستوں کو کہا کہ تم یہ دعویٰ نہ کرو کہ ہم پورے پورے سنت کے پابند ہیں۔ میں نے خود بعض پنج پیریوں (اشاعۃ التوحید

والسنۃ) میں تقریباً ۱۰ بدعات شمار کی ہیں جو موجود ہیں۔ ان کو چھوڑنے کی کوشش کریں اور بھی میں کئی ایک بدعات دکھا سکتا ہوں۔ یہ کسی طعن بازی کی نیت سے نہیں بلکہ اصلاح کی نیت سے ہے۔

لہٰذا سنت اس کو کہتے ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہو۔ پھر اگر کوئی رفع الیدین کرتا ہے یا آمین بالجہر کرتا ہے تو تم ان کے گھروں کو کیوں جلاتے ہو۔ مسجدوں کو گرانے کے درپے ہو جاتے ہو اور ان باتوں کے لیے مناظرے کرتے پھرتے ہو۔ ذرا غور کرو کہ یہ عمل ما ثبت بالسنۃ ہے یا نہیں۔

ایمانداری کے ساتھ بتائیں کہ تمہارے مدارس میں بخاری و مسلم نہیں پڑھائی جاتی؟ کیا ان میں یہ احادیث نہیں ہیں یا تم نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ وہ علیحدہ بات ہے کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یہ مطلب ہے' وہ مطلب ہے' آگے ہے' پیچھے ہے' کم از کم رسول اللہ ﷺ سے ثابت تو ہے نا۔ انصاف کے ساتھ سوچئے ...... کم از کم ان سنتوں کو برا تو نہ سمجھیں...... اتنا تو کہہ دو کہ ...... یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا متبع ہے۔

میری کوشش ہے کہ میرے دوستوں کے ذہن صاف ہو جائیں۔ مسلمانوں کے ذہن سنت نبوی ﷺ کے لیے صاف ہو جائیں کہ رسول اللہ ﷺ سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ توحید و سنت کا مطلب صرف قبروں کی پوجا کا رد نہیں بلکہ:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ ......﴾

کا بھی خیال رکھیں کہ اپنے مولویوں کی ان باتوں سے بچیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ اس کو تقلید کہتے ہیں۔ یہ انصاف نہیں کہ پیغمبر کی صحیح حدیث موجود ہو اور آدمی یہ کہے کہ حدیث تو صحیح ہے لیکن ہمارے امام صاحب کا مذہب یہ نہیں ہے۔ اس کو تو تقلید جامد' تقلید شرکی کہتے ہیں۔ جب نبی ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے' پھر کیوں ادھر ادھر جا رہے ہو۔

حالانکہ امام صاحب سے میزان الکبریٰ للشعرانی میں نقل ہوا ہے: "إذا صح الحديث فهو مذهبي"۔ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔ کم از کم اپنے امام کی بات تو مان لو۔ صحیح حدیث پر عمل کرو۔ امام صاحب کا دور ایسا تھا کہ پوری احادیث ابھی جمع نہیں ہو سکیں نہ باقاعدہ تدوین حدیث پر کام ہوا تھا۔ اس لیے کئی احادیث امام صاحب کو نہیں پہنچ سکیں۔ اسی لیے کہہ دیا إذا صح الحديث فهو مذهبي اور اپنے آپ کو بری الذمہ کر دیا کہ میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔

مولانا عبدالحی حنفیؒ "الفوائد البهية" میں ایک عالم غالباً عصام بن یوسفؒ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ وہ کٹر حنفی تھے لیکن رفع الیدین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ واضح احادیث میں رفع الیدین ثابت ہے۔ اب اس حدیث پر عمل سے وہ حنفیت سے نکلا نہیں۔ صحیح حدیث پر عمل کا یہ مطلب نہیں کہ بے مذہب ہو گیا۔

میں نے توحید و سنت پہلے بھی بیان کی۔ ان شاء اللہ اب بھی بیان کروں گا لیکن اس رنگ میں بیان کروں گا جیسے قرآن اور سنت میں ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً......﴾

"پورے پورے مسلمان ہو جاؤ۔"

یہ نہ ہو کہ بعض مسئلوں پر عمل کروں اور بعض کو وہابیت کا نام دیکر چھوڑ دو۔

اور اللہ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

"اگر اللہ کے ساتھ محبت چاہتے ہو تو ایک ہی طریقہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرو۔"

کتابوں والوں سے غلطی بھی تو ہو سکتی ہے' انسان جو ہیں' میں نے اپنے دروس میں کئی دفعہ کہا ہے کہ پورا عالم وہ ہے جو بندوں کی کتابوں میں غلطیوں کی

نشاندہی کرتا ہے۔

لیکن آج ذہن یہ ہے کہ جو کوئی کہے کہ حسامی شرح وقایہ میں یہ غلطی ہے تو لوگ تعجب سے کہتے ہیں' اوہ! کتاب میں غلطی؟ کیوں؟ انسان کی کتاب نہیں؟ اس میں غلطی کا امکان ہے۔ قرآن تو نہیں ہے۔ یہ تو صرف قرآن کی خصوصیت ہے جو اللہ نے بیان فرمائی ہے:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا﴾

''اگر قرآن کسی اور کی کتاب ہوتی تو اس میں غلطیاں بہت ہوتیں۔''

انسان کی کتاب میں تو خواہ مخواہ غلطی ہو سکتی ہے' اصول کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی تابعداری قول میں واجب ہے اور عمل میں نہیں۔''

میں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے عمل میں تابعداری نہیں تو باقی دین کا رہ کیا گیا؟ ایسے اصول لکھنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے ہی اصول کی کتابیں پڑھ لیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل میں تابعداری ضروری ہے ماسوائے ان اعمال کے جو آپ کے ساتھ خاص ہیں۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ......﴾

یہ نہیں فرمایا کہ فِیْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِیْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بلکہ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی چاہے عمل ہے' قول ہے' بات ہے جو بھی ہے سب پر عمل کریں۔ دین کس طرف سے آیا۔ یہ کسی کارخانے میں تو نہیں بنتا؟ نبی ﷺ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی میں تابعداری کریں' ہر صحیح حدیث پر عمل کریں۔ کم از کم زندگی میں ایک دفعہ تو ہر صحیح حدیث پر عمل کر لیں تاکہ کل اللہ کی

طرف سے یہ حجت نہ ہو کہ میں نے تم میں ایسا نبی بھیجا ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ ''کہ یہ نبی (ﷺ) زبان سے جو بات بھی نکالتا ہے' اللہ کے حکم کے مطابق نکالتا ہے۔''

یعنی خواہش کے مطابق کچھ نہیں کہتا۔ قرآن بھی وحی ہے۔ نبی ﷺ کی سنت بھی وحی ہے۔ میں لمبی تقریر کے لیے نہیں آیا اور ان شاء اللہ مولانا عبدالعزیز صاحب کریں گے' میں صرف وعدہ پورا کرنے آیا ہوں۔ نہ ہی میری طبیعت صحیح ہے۔ میں تو اس لیے آیا ہوں کہ اہل توحید آپس میں متحد ہو کر باطل قوتوں' مشرکین' کفار' شیعہ' قادیانیوں کا مقابلہ کریں۔ اسی طرح سب مل کر جہاد کریں۔ آپس میں اختلاف ہوگا تو جہاد کیسے ہوگا؟

اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ باہمی جھگڑوں سے جہاد نہیں ہوسکتا۔

مسلمانوں پر کتنے ظلم ہو رہے ہیں؟ اخبارات میں بہت کم شائع ہو رہا ہے۔ آنکھوں سے جا کر دیکھیں' انسان حیران ہو جاتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں پر کتنے ظلم ہو رہے ہیں اور ہم ہیں کہ ہمیں اپنے اختلافات سے ہی فرصت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مابین اختلافات کو دور کرے۔ اللہ ہم سب سے وہ کام لے جو رسول اللہ ﷺ کی تابعداری میں ہو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

"میں جانتا ہوں کہ اس وقت دنیا میں مسلمان بے شمار فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں' ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اسلام کا سچا اور حقیقی پیروکار ظاہر کرتا ہے' جبکہ میں نے صرف اہل حدیثوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ طریقے پر پایا ہے۔"

نومسلم عبدالسلام

ایک سابق ہندو نومسلم عبدالسلام

(میگا رام) جن کا موجودہ نام عبدالسلام ہے۔ عمر ۱۸ سال ہے۔ گاؤں ترتالی، تحصیل منڈی یزمان، ضلع بہاولپور کے رہنے والے ہیں۔ چھ عرصہ قبل ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے کے بعد جہاد کی ٹریننگ کے لیے مرکز لاہور آئے تو ان سے درج ذیل ایمان افروز گفتگو ہوئی۔

الدعوۃ: آپ مسلمان کس طرح ہوئے؟

جواب: میں بچپن سے مسلمانوں کے ہاں مزارع کے طور پر کام کرتا رہا ہوں۔ وہ پنجابی لوگ تھے مگر ان میں فہم وفراست نہ تھی کہ مجھے اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرواتے۔ ویسے بھی وہ تعلیم اور اخلاق سے نابلد تھے۔ میرے خاندان کے تمام ہندو مسلمانوں کی مزارعت کرتے تھے۔ میں نے بھی شعور میں قدم رکھتے ہی اس کام کو اپنا لیا۔

چند سال بعد میں اپنے گاؤں کی مزارعت چھوڑ کر ایک دوسرے گاؤں مٹھڑا بنگلہ چولستان چلا گیا۔ جہاں پر پیر چنن شاہ کے چند ماننے والے رہتے تھے۔ ان کے ساتھ گزرے دنوں سے کچھ واقفیت تھی۔ میں ان سے ملنے گیا تو انہوں نے مجھے مزارع رکھ لیا۔ کچھ عرصہ تو وہ میرے لیے کھانے پینے اور سونے کا الگ بندوبست کرتے رہے۔ بالآخر تنگ آ کر کہنے لگے کہ ہم تمہارے لیے کہاں الگ برتن اٹھاتے پھریں۔ تم نے تو ہمیں مصیبت میں ڈالا ہوا ہے۔ کیوں نہیں تم

مسلمان ہو جاتے تا کہ ہماری یہ تنگی اور مشکل تو ختم ہو۔ میں نے چند دن خاموشی اختیار کی۔ بالآخر سوچ کر ایک دن ان کو کہا کہ اگر تم اس طرح خوش ہو تو پھر مجھے کلمہ پڑھاؤ۔ مگر ان کے تو طوطے اڑ گئے کہ کہیں عدالتوں اور تھانوں کے چکر میں نہ پھنس جائیں اور مبادا میرے گھر اور برادری والے کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دیں۔ اس خوف سے انہوں نے تو مجھے کلمہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ میں بڑا پریشان ہوا کیونکہ میں نے تو اسلام قبول کرنے کا پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ اس لیے ان سے مایوس ہو کر میں نے ہیڈ راجگاں کا رخ کیا جہاں پر میں نے ایک اہلحدیث مسلمان کے ہاں ایک سال تک مزارعت کی تھی۔ وہ نیک اور شریف مسلمان تا۔ ان کا نام صدیق باجوہ ہے اور وہ پٹواری ہیں۔ ان سے میں نے بات کی تو وہ تیار ہو گئے۔ دو دن بعد مجھے تھانہ ہیڈ راجکاں لے گئے جہاں پر میرا تحریری بیان لکھوایا گیا کہ میں بغیر کسی دباؤ اور لالچ کے اپنی خوشی سے مسلمان ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد باجوہ صاحب مجھے احمد پور شرقیہ کے ایک عالم دین مولانا عبدالقدوس صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے باقاعدہ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا اور ساتھ ہی ایمان اور دوسری بنیادی ارکان کے متعلق بھی بتایا۔ پھر میں چاندنی چوک منڈی یزمان کے ایک دینی مدرسہ میں ایک ماہ تک نماز اور دوسرے امور کے متعلق تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس کے بعد واپس مٹھڑا چلا گیا۔ اور چنن پیر کے مجاوروں کے ہاں رہائش اختیار کر لی۔ تین سال تک ان کے ہاں مقیم رہا۔

الدعوۃ: آپ کے مسلمان ہونے پر برادری اور گھر والوں کا کیا ردعمل تھا؟

جواب: گھر والوں اور دوسرے رشتہ داروں کو جب پتہ چلا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو انہوں نے مختلف طریقوں سے مجھ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ میں اپنے آبائی دین میں واپس آ جاؤں یا پھر گھر چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤں۔ میں نے دوسرے راستے کو ترجیح دی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر سے آ گیا۔

الدعوۃ: کس چیز سے متاثر ہو کر آپ نے اسلام قبول کیا' اور کن حالات کے تحت آپ مسلمان ہوئے؟

جواب: میں صدیق باجوہ کے پاس کام کرتا تھا۔ وہ مجھے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق بتاتے رہتے تھے۔ ان کی ان ہدایت بھری باتوں نے میرے دل میں اسلام سے ایک لگاؤ سا پیدا کر دیا۔ وہ مجھے جنت اور جہنم کے بارے میں بتاتے۔ اسی طرح ذہنی طور پر مجھے وہ تیار کرتے رہتے تھے۔ میرے دل کو چونکہ ان کی باتیں اچھی لگیں تھیں اس لیے میں مسلمان ہو گیا۔

الدعوۃ: قبول اسلام کے بعد آپ اپنی پہلی زندگی اور نئی زندگی میں کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

جواب: میں نے اسلام قبول کر کے زندگی کے مقصد کو پا لیا ہے۔ اپنے رب کی حقیقت کو پہچان لیا ہے جبکہ ہندو مذہب میں خدا ہی اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ہندو ان کی عجیب وغریب صفات کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسلام صرف ایک اللہ کی بندگی کا حکم دیتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان یہ دین قبول کر کے اصل زندگی کا راز پا لیتا ہے۔ وہ زندگی جو کبھی ختم نہ ہو گی۔

الدعوۃ: اب جبکہ آپ اسلام قبول کر چکے ہیں آپ بتائیے کہ آپ نے اسلام اور خصوصاً اہلحدیثوں کو کیسا پایا ہے؟

جواب: الحمد للہ میں نے کافی سوچ بچار کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور چھان بین کر کے اہلحدیث ہوا۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اہلحدیث اور سلفی ہی اسلام کے اصل علمبردار ہیں' کیونکہ یہ کسی خاص شخصیت' کسی امام اور مخصوص فرقے کی باتیں نہیں کرتے' بلکہ یہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلاتے ہیں۔ انہی کے طریقہ دعوت و جہاد کو مشعل راہ بناتے ہیں۔ حقیقت میں یہ اسی قافلے کے راہی ہیں کہ جو قافلہ وادی غیر ذی زرع سے چلا تھا اور جس نے

دنیا کے تمام ادیان کو منسوخ کر کے صرف ایک دین کی دعوت دی تھی۔

الدعوة: دورِ جاہلیت میں آپ ہندو مذہب کی عبادت کرتے تھے؟

جواب: نہیں۔ صرف ہمارے بڑے ہی شام کو اکٹھے ہو کر عبادت کرتے تھے اور بھجن گاتے اور اشلوک پڑھتے تھے۔ ہم نوجوان نسل نے ان خرافات کو کبھی درخور اعتنا نہیں سمجھا تھا۔

الدعوة: آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں کئی گروہ ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کا سچا پیروکار بتاتے ہیں۔ آپ اہلحدیث کیوں ہوئے جبکہ بریلوی دیوبندی اور طرح طرح کے ناموں سے بنے ہوئے فرقوں کی بھرمار ہے۔ کس چیز سے متاثر ہو کر آپ اہلحدیث ہوئے؟

جواب: میں چونکہ چمن شاہ کے مجاوروں کے ہاں رہتا تھا۔ اس لیے میں ان کی زندگی اور ان کے اسلام سے واقف تھا۔ جہاں تک حنفیت اور بریلویت کا تعلق ہے تو میں نے ان کے مسلک اور اپنے زمانہ جاہلیت میں کوئی خاص فرق نہیں پایا تھا۔ جس طرح وہ زندگی گزارتے تھے اس طرح تو ہم بھی زندگی گزار رہے تھے۔ ان میں اور ہم میں صرف ناموں کا فرق تھا کہ ان کے نام مسلمانوں جیسے تھے اور ہم صرف ہندو ہونے کی وجہ سے ہندووانہ ناموں سے پکارے جاتے تھے۔ باقی کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ جو ان کو ہم سے ممتاز کرتی۔ اسی وجہ سے انہوں نے مجھے مسلمان ہونے کا کہا کہ انہیں میرے برتنوں اور میرے بستر کا الگ انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے انہوں نے مجھے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا مگر پھر میری رضا مندی پر کلمہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔

ان کی اس حرکت نے مجھے ان سے مایوس کر دیا۔ پھر میں نے اصل اسلام ماننے والوں کی تلاش شروع کر دی۔ وہ اسلام مجھے اہلحدیث سے ملا' اس کو

سچا اور حقیقی جان کر میں نے کلمہ پڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ اس وقت دنیا میں مسلمان بے شمار فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اسلام کا سچا اور حقیقی پیروکار ظاہر کرتا ہے۔ جبکہ میں نے صرف اہلحدیثوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عطا کردہ طریقے پر پایا ہے۔ اس لیے میں نے اہلحدیث ہونے کا فیصلہ کیا۔

الدعوۃ: چنن شاہ کے جن مریدوں کے پاس آپ رہتے تھے' کیا ان کو آپ کے اہلحدیث ہونے کا علم تھا؟

جواب: ہاں! انہیں اس بات کا علم تھا۔ مگر ان کے بھی دونو جوان چونکہ اہلحدیث ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے مجھے اتنی دیر تک انہوں نے قبول کیے رکھا۔ ان دونو جوانوں میں سے ایک پنجاب یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اور دوسرا بہاولپور میں رہتا ہے۔

الدعوۃ: اب جبکہ آپ افغانستان جانے کا اردہ رکھتے ہیں تو آپ کے ذہن میں جہاد اور اس کی ٹریننگ حاصل کرنے کا رجحان کس طرح پیدا ہوا؟

جواب: یہاں میں اس بارے میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے اور اس کے دین کو اس دنیا پر غالب کرنے کے لیے جان کی بازی لگانے کا نام جہاد ہے۔

الدعوۃ: اللہ کی راہ میں نکلنے والوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رشتہ داری اور برادری کو چھوڑنا پڑتا ہے تو آپ نے جب یہ راستہ اختیار کیا تو آپ کو کن حالات کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب: جی ہاں ابتدا میں مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ گھر والوں نے مجھ پر واپس ہندو مذہب میں آنے کے لیے مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا۔ میرے پاس آ کر مجھے آبائی دین اختیار کرنے کا مشورہ دیتے۔ مگر تنگ

آ کر ایک دن میں نے انہیں اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ اور انہیں کہہ دیا کہ اب میرے اور تمہارے راستے جدا جدا ہیں۔ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ نہیں۔ دو تین مرتبہ جب میں نے ان کو اس طرح کا جواب دیا تو آہستہ آہستہ وہ بھی مجھے میرے حال پر چھوڑ کر مجھ سے الگ ہو گئے اور مجھے بھلا دیا۔

الدعوۃ: اللہ آپ کو استقامت دے' آپ کے نیک ارادے پورے کرے اور آپ کو دین و دنیا کی بہتریاں عطا کرے۔ آمین!

”قرآن وحدیث کی دعوت قبول کرنے کے جرم میں گھر والوں نے مجھے مار پیٹ کر کمرے میں بند کردیا۔“

مولانا احسن سلفی

مولانا احسن سلفی

مدرس جامعہ الاحسان۔ کراچی

اس وقت جامعہ الاحسان کراچی میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

میرا آبائی مسلک:

میں ۲۳؍ مارچ ۱۹۶۹ء کو ضلع ملتان جلال پور پیروالہ جو مولانا سلطان محمودؒ کا گاؤں ہے اس کے قریب قصبہ خان بیلا میں پیدا ہوا۔ میرا پورا ننھیال اور ددھیال دونوں انتہائی اونچے درجے کے بریلوی تھے۔ مزاروں پر جا کر نذرانے دینا اور بکرے ذبح کرنا ہمارے خاندان میں ایک پسندیدہ عمل تھا۔ تحصیل علی پور میں خیر پور سادات کی طرف جائیں تو راستے میں ایک درگاہ آتی ہے جو محبت پیر کے نام سے مشہور ہے۔ ہمارے سب رشتے دار وہیں جاتے تھے۔ اس لیے میں بھی کم عمری سے ہی متعدد مرتبہ وہاں گیا۔ مذکورہ درگاہ کی خاص بات ایک بڑی کشتی ہے جو درگاہ کے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ اسے عام طور پر بیڑہ کہتے ہیں۔ درگاہ پر حاضری دینے والے تمام سوالی اپنے اپنے مسائل پرچی پر لکھ کر اس کشتی میں ڈالتے ہیں اور اس کشتی کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ہر جمعرات کو عشاء کی نماز کے بعد آسمان کی طرف چلی جاتی ہے اور جمعہ کی صبح واپس آ جاتی ہے اور جب وہ واپس آتی ہے تو تمام سوالیوں کے مسائل کا حل اس میں ہوتا ہے۔ یہ دراصل پیر

صاحب کی کرامت ہے۔ اس مزار پر خود ہمارے رشتے داروں میں سے کتنے سجدے بھی کرتے تھے لیکن یہ اللہ کا خاص کرم ہے کہ میں اس زمانے میں بھی کبھی غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوا۔

اہل حدیثوں کے متعلق جو سنا کرتے تھے:

میرا جماعت اہلحدیث میں شامل ہونے کا واقعہ مختصر ہے' لیکن اہلحدیث ہونے کے بعد مجھے جو مشکلات درپیش آئیں وہ داستان خاصی طویل ہے۔ اہلحدیث میرے لیے بچپن ہی سے غیر مانوس نہیں تھے' کیونکہ ہمارے محلے میں صرف اہلحدیث ہی کی مسجد تھی' بریلویوں کی مسجد قریب میں نہیں تھی' علاوہ ازیں گھر والوں سے بھی وہابیوں کی بڑی برائیاں سنتے رہتے تھے۔

میری خوش قسمتی:

میری خوش قسمتی یہ تھی کہ میرے والد صاحب سے ایک بڑی غلطی ہوگئی' اس غلطی پر آج بھی وہ پشیمان ہیں اور بہت زیادہ پچھتاوے کا اظہار کرتے ہیں' وہ غلطی یہ تھی کہ انہوں نے ایک وہابی مولوی صاحب کے پاس مجھے پڑھنے بٹھا دیا' مولانا عبدالغفار صاحب جو جلال پور پیر والہ میں مولانا سلطان محمود صاحب کے مدرسے میں پڑھاتے تھے۔ انہوں نے چند دنوں میں ہی ہماری ایسی تربیت کی کہ جب میں گھر واپس آیا تو گھر والوں کو مختلف طریقوں سے احساس ہوا کہ یہ تو اہلحدیث ہوگیا ہے۔

مجھ پر جو گزری:

گھر والوں نے جب مجھے رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کیا تم اہلحدیث ہو گئے ہو تو میں نے کہا' مجھے تو نہیں معلوم کہ اہل حدیث کیا ہوتا ہے' میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ قرآن وحدیث میں اللہ کے رسول

ﷺ کی نماز کا یہی طریقہ درج ہے۔ اس وقت چچا نے میرے والد کو خبردار کیا کہ اب یہ بچہ ہاتھ سے نکل گیا ہے اس کا قابو آنا مشکل ہوگا تمہیں سخت اقدامات کرنے ہوں گے۔ اسی دن چچا کے بیٹے نے مجھ سے جب بلند آواز میں سورت فاتحہ سنی اور جب میں نے ''ولا الضآلین'' ''د'' کے تلفظ کے بجائے ''ز'' کے تلفظ سے پڑھا تو اس نے مجھے جوتا اتار کر مارا کہ تو وہابی پلید ہو گیا ہے' اب قرآن مجید بھی غلط پڑھنے لگا ہے۔ والد صاحب بھی مجھ پر شدید غصے ہوئے' کہنے لگے جا آج سے تو میرا بیٹا ہی نہیں جب تک واپس اپنے مذہب پر نہیں آجاتا میں تجھے بیٹا نہیں مانوں گا میں نے کہا' ٹھیک ہے آپ جو بھی کہیں میں حق کو نہیں جھٹلا سکتا۔

بعد ازاں میں مولانا احمد سعید صاحب کی کوششوں سے مولانا سلطان محمود صاحب کے مدرسے میں جلال پور پیروالہ آ گیا۔ مولانا احمد سعید صاحب نے مجھ سے ہر طرح کا تعاون کیا' وہ میرا بہت خیال رکھتے اور مجھے جس چیز کی ضرورت ہوتی مجھے لے کر دے دیتے لیکن اس کے باوجود میں نے بڑی مشکل سے تین سال وہاں گزارے۔ ان تین سالوں میں میں نے کوشش کی کہ گھر کم سے کم جاؤں تاکہ رشتے داروں کی طرف سے کیے جانے والے طنز و استہزاء سے محفوظ رہوں' میں چوروں کی طرح رات گئے گھر جاتا اور صبح سے پہلے لوٹ آتا۔ والد صاحب اور گھر والے دیگر رشتے داروں کی باتوں میں آکر بھڑک جاتے تھے۔ ایک روز والد صاحب مدرسے آئے اور یہ ظاہر کیا کہ جیسے وہ مجھ سے بالکل مطمئن ہیں اور کوئی مسئلہ نہیں ہے مجھے مدرسے سے گھر لے آئے اور وہاں مارا پیٹا اور ایک کمرے میں بند کر دیا۔ پھر جب والد صاحب اور بھائی وغیرہ اپنے اپنے کاموں سے نکل گئے تو میں کمرے کا دروازہ توڑ کر مدرسے بھاگ آیا' ان تین سالوں کے دوران تقریباً تین مرتبہ انہوں نے مجھے کمرے میں بند کیا اور

تینوں دفعہ میں کسی نہ کسی طرح بھاگ آیا۔ اس کے بعد میری حالت یہ ہوگئی تھی کہ جب مجھے پتہ چلتا کہ ہمارے قصبے سے کوئی بندہ جلال پور پیر والہ آیا ہے تو میں فوراً کہیں چھپ جاتا تھا۔

بریلویوں کے مدرسے میں:

تیسرے سال جب میں شعبہ کتاب میں داخل ہوا تو والد صاحب وہاں پہنچے اور کہنے لگے کہ میرے بچے کو واپس کر دو میں تو اسے یہاں نہیں چھوڑ سکتا' مولانا عبدالغفار صاحب نے کہا کہ بھئی آپ کی مرضی ہے آپ کا بیٹا ہے لے جانا چاہتے ہیں لے جائیں۔ لیکن میں وہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ والد صاحب بالجبر مجھے وہاں سے لائے۔ اور بریلویوں کے علاقے میں ممتاز عالم دین مفتی اقبال صاحب کے مدرسے میں پیش کر دیا۔ مفتی اقبال صاحب بریلویوں کے معروف عالم جو انتقال کر گئے ہیں احمد سعید کاظمی کے شاگردِ خاص تھے۔ والد صاحب نے مفتی اقبال سے کہا کہ حضرت جی یہ آ گئے ہیں آپ انہیں پڑھائیں۔ میں نے کہا کہ میں یہاں نہیں پڑھوں گا۔ اسی اثناء میں مدرسے کے طالب علم کہیں سے ختم درود پڑھ کر آئے اور اپنے ساتھ چاول لائے انہوں نے مجھ سے اور میرے والد صاحب سے کہا کہ یہ چاول کھاؤ والد صاحب تو شروع ہو گئے میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں تو نہیں کھاؤں گا' میری اس گستاخی پر والد صاحب نے مجھے تھپڑ مارا اور زبردست ڈانٹ پلائی کہ تجھے شرم نہیں آتی ہے یہ تبرک ہے اور حضرت صاحب کا حکم' پھر بھی تو اسے واپس کر رہا ہے' یہ منظر دیکھ کر مفتی اقبال نے کہا کہ بابا جی اسے واپس لے جاؤ جب تک اس کے پیٹ میں وہابیوں کا کھانا ہے ہماری بات قبول نہیں کرے گا۔ لیکن والد صاحب مفتی کی منت وسماجت کر کے مجھے اسی مدرسے میں داخل کر گئے۔ دوسرے دن ایک پولیس والے سے ایک دھمکی بھی لگوائی' پولیس والے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ ابھی بھی

وہاں ہوتا ہے اس نے مجھے کہا کہ تمہارا داخلہ یہاں ہو چکا ہے تم فارم بھر چکے ہو اگر اب تم یہاں سے نکلے تو پولیس کے ذریعے تمہیں گرفتار کیا جائے گا اور جیل بھیج دیا جائے گا۔ خیر والد صاحب مدرسے میں چھوڑ گئے' وہاں میری کڑی نگرانی کی جاتی نہ میرا کھانے پینے کو دل چاہتا تھا اور نہ مجھے پڑھائی سے دلچسپی تھی۔

تیسرے دن ایک جگہ قرآن خوانی کے لیے لے کر گئے۔ ایک طالب علم جو نیا نیا تھا اس نے کہا کہ مفتی صاحب میں تو قرآن مجید نہیں پڑھا ہوا' مفتی صاحب نے بڑی لاپرواہی سے کہا کہ کوئی بات نہیں چلو تو صحیح وہاں سب کے ہاتھ میں ایک ایک سپارہ پکڑا دیا گیا خواہ اسے پڑھنا آتا تھا یا نہیں' ابھی میں صرف پاؤ سپارہ ہی پڑھ سکا تھا کہ سب سے سپارے لے لیے گئے اور قرآن خوانی ختم ہو گئی۔ صاحب خانہ نے کھانا کھلانے کا کہا تو مفتی صاحب بولے بچے کھانا کھائے ہوئے ہیں۔ آپ پیسے دے دیں' چنانچہ مفتی صاحب نے پیسے لے کر جیب میں رکھے اور مدرسے آ گئے۔

اہل حدیثوں کے مدرسہ میں:

چوتھے دن غالباً شب برات کی چھٹی تھی تمام طالب علم گھر جا رہے تھے' مجھے بھی گھر جانے کی اجازت مل گئی میں خوشی خوشی مدرسے سے نکلا اور گھر جانے کے بجائے سیدھا مولانا احمد سعیدؒ صاحب کے پاس جلال پور پیروالہ آ گیا' دوبارہ وہاں تعلیم کا آغاز کر دیا لیکن جب گھر والوں کی ریشہ دوانیاں زیادہ بڑھ گئیں تو مولانا احمد سعید صاحب نے مشورہ دیا کہ تم کراچی چلے جاؤ۔ انہوں نے مجھے کرائے کے پیسے دیئے اور میں والد صاحب سے چھپ کر کراچی آ گیا' مولانا داؤد شاکر بھی میرے ساتھ ہی کراچی آئے تھے ہم دونوں نے اکٹھے دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لے لیا۔ مولانا عبدالرحمٰن چیمہ بھی ہمارے استادوں میں تھے۔ کراچی آنے کے بعد پھر گھر والے مجھ سے مایوس ہو گئے۔ دارالحدیث رحمانیہ

سے مجھے جو وظیفہ ملتا اسی سے میں کسی نہ کسی طرح گزارہ کرتا اور میرا جذبہ تھا کہ کسی طرح کامیاب ہو جاؤں کیونکہ مشرکوں سے مقابلہ کرنا ہے۔

چچا نے میرے مقابلہ میں اپنے بیٹے کو تعلیم دلوائی:

جب میں کراچی آیا اور گھر والوں اور رشتے داروں کو علم ہوا کہ وہ کراچی حصول تعلیم کے چلا گیا ہے تو پیچھے سے میرے چچا نے اپنے بیٹے سے کام دھندا چھڑوا کر مفتی اقبال صاحب کے مدرسے میں داخل کر دیا۔ اس نیت سے کہ جب احسن وہابی مولوی بن کر آئے گا تو ہمارا دماغ خراب کرے گا اس کے مقابلے کے لیے اپنا بھی ایک بیٹا تیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ ان کا بیٹا مفتی اقبال کا خاص شاگرد بنا' آج کل ملتان میں مولانا عبدالرزاق سعیدی کے نام سے معروف ہے اسے کوئی خاص علم نہیں' لیکن نور و بشر اور رفع الیدین جیسے اختلافی مسائل پر اسے منطقی باتیں طوطے کی طرز پر رٹائی گئی ہیں۔

چچا زاد سے گفتگو:

کراچی آنے کے بعد بھی جب کبھی میں گھر جاتا تو مجھے پریشان کرنے کا سلسلہ جاری رہا' ایک مرتبہ میرا چچا زاد بھائی کہنے لگا کہ شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں تمہارا کیا اعتقاد ہے' میں نے کہ وہ موحد اور مجاہد انسان تھے۔ وہ کہنے لگا ہمارے نزدیک وہ کافر تھے۔ میں نے کہا کہ اتنا سنگین فتویٰ تم کس بنیاد پر لگا رہے ہو؟ کہنے لگا اس کی بڑی ٹھوس وجہ ہے۔ شاہ اسماعیل کہتے ہیں کہ یہ پوری کائنات اس میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ پوری کائنات میں تو انبیاء بھی آتے ہیں اور انبیاء کو ذلیل کہنے والا کافر ہے۔ لہٰذا شاہ اسماعیل کافر ہو گئے۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ انہوں نے اللہ کے مقابلے میں ایسا کہا ہے اور ذلیل کا مطلب کمزور ہے ہر ایک اللہ کے نزدیک کمزور ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ تم اس فتوے کو صحیح کہتے ہو۔ میں

نے کہا بالکل صحیح ہے اللہ کے سامنے تو ہر ایک کمزور اور ذلیل ہے' کہنے لگا تمہارے علماء بھی میں نے کہا' بلا استثناء ہر ایک' کہنے لگا مجھے لکھ کر دو۔ میں نے اسے لکھ کر دیا کہ اللہ کے سامنے پوری کائنات ذلیل ہے خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔ پھر اس نے اپنی بیوی جو میری سگی بہن ہے اس کے ذریعے گھر سے میری تصویر حاصل کی اور پمفلٹ چھپوا دیا یہ لڑکا وہابیوں کے مدرسے کا طالب علم ہے یہ کہتا ہے کہ ''علامہ احسان الٰہی ظہیر' مولانا سلطان محمود (اس نے دیگر جید اہلحدیث علماء کے نام لکھے) یہ سب کے سب ذلیل ہیں۔'' الغرض اس طرح مجھے بدنام کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔

خاندان میں میرا عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ بات بات پر مجھے پر طنز واستہزاء کیا جاتا' ہر طرح سے میری مخالفت کی جاتی۔ والد صاحب نے اپنی وراثت سے بھی کوئی حصہ دینے سے انکار کر دیا کیونکہ انہوں نے کسی بریلوی مولوی سے پوچھا تو اس نے فتویٰ دیا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کوئی کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا جبکہ بریلوی اور اہلحدیث ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں' اس لیے وراثت میں کوئی حصہ بھی نہیں۔

بریلوی مولوی سے مباحثہ:

اہل حدیث ہونے کے بعد میرے بعض مباحثے بھی ہوئے' مثلاً ہمارے علاقے میں بریلویوں کا ایک معروف خطیب علی اکبر ہے وہ ایک جلسے میں آیا اور تقریر میں اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے اپنی نبی ﷺ کو پیدا فرمایا۔ موصوف کی تقریر کے بعد ہم ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ حضرت اگر آپ کی بات صحیح مان لی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نبی ﷺ کو پیدا فرمایا تو پھر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ کی کیا حیثیت ہے' اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ: ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے

اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ لیکن وہ بضد رہا۔ ہم نے کہا کہ ہم نے تو حدیث میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ کہ اولیات کتنی ہیں۔ یعنی وہ منطق کا حربہ استعمال کرنے لگا۔ ہم نے اسے بتائیں کہ اتنی اولیات ہیں۔ اس پر کہنے لگا کہ ابھی جلسہ ختم ہو جائے کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جائیں پھر مجھ سے بات کرنا' ہم نے کہا' ٹھیک ہے جی تسلی سے بات کر لیں گے خیر جلسہ ختم ہوا ہم نے تو کھانا کھانا نہیں تھا' ایک طرف کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے جب سب کھانا کھا چکے تو ہم نے مولوی صاحب کو تلاش کیا تا کہ ان سے جواب طلب کریں لیکن تلاش بسیار کے باوجود وہ نہ مل سکے اور معلوم ہوا کہ وہاں سے جا چکے ہیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب ایک مرتبہ پھر ہمارے قصبے میں ئے تو اتفاق سے میرا آمنا سامنا ہو گیا۔ میں نے موصوف کو یاد کرایا کہ حضرت ہمارے کچھ سوالات آپ پر قرض ہیں۔ اس روز شاید آپ کو جلدی تھی اس لیے آپ چلے گئے تھے اور ہم آپ کے علم سے مستفید نہ ہو سکے تھے آج موقع ہے آپ ہمیں سمجھائیں۔ مولوی صاحب نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیا کہ جاؤ ابھی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میرے سے بحث نہ کرو ویسے بھی تم وہابی ہو چکے ہو میری کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

اب میں مستقل طور پر کراچی میں ہی ہوں' شادی بھی کر لی ہے' اپنے طور پر گھر والوں سے حسن سلوک کی کوشش کرتا ہوں' لیکن دوسری طرف سے کوئی مثبت ردعمل نہیں ہوتا' البتہ دو بھائی تقریباً نیوٹرل ہیں۔ میں نے گھر والوں کے لیے اصلاح عقیدہ کی بھرپور کوشش کی ہے لیکن نتائج حوصلہ افزا نہیں ہیں' تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ خلوص دل کے ساتھ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری کوششوں کو بار آور فرمائے اور میرے گھر والوں کو بھی دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین! (مولانا احسن سلفی)

بہنوئی نے مجھے بتایا کہ رفع الیدین
بخاری شریف سے ثابت ہے' ان کا
یہ دعویٰ سن کر میں حیرت میں مبتلا ہوا کیونکہ
میں بخاری شریف کی اس اہمیت سے واقف
تھا کہ وہ قرآن کے بعد مسلمانوں کی سب
سے معتبر کتاب ہے۔ میں نے صاف انکار
کیا' میں نے کہا ایسا ہو ہی نہیں سکتا' اگر ایسا
ہوتا تو ہمارے علماء کیوں نہ رفع
الیدین کرتے۔

تنویر احمد۔ کراچی

تنویر احمد۔ کراچی

مسلک حقہ قبول کرنے کی پاداش میں مجھے گھر بدر کر دیا گیا:

میرا نام تنویر احمد ہے' بنیادی طور پر ہمارا تعلق کشمیر سے ہے' لیکن قیام پاکستان سے قبل ہمارے دادا جی اپنے خاندان کے ساتھ جہلم آ کر آباد ہو گئے تھے۔ جبکہ والد صاحب اپنی شادی کے بعد مستقل طور پر آج سے تقریباً پینتیس سال قبل کراچی آ گئے۔ میری پیدائش بھی کراچی میں ہی ہوئی۔ میرا گھرانہ ایک دیندار گھرانہ ہے والد صاحب شروع ہی سے صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے' اگرچہ مسلک بریلوی سے تعلق رکھتے تھے' تاہم عقیدہ بہت بہتر تھا' مزاروں پر جاتے ضرور تھے' لیکن ان سے کچھ مانگتے نہیں تھے' بلکہ کہتے تھے اب تو قبر میں موجود بزرگ ہماری دعاؤں کا مستحق ہے۔

والد صاحب کے زیر اثر بچپن سے ہی میرا مسجد سے تعلق مضبوط ہو گیا' ہمارے گھر کے قریب مسجد بریلویوں کی ہے لیکن نام حیرت انگیز طور پر محمدی مسجد ہے' وگرنہ بریلوی مساجد کے نام عموماً غوثیہ' حنفیہ قسم کے ہوتے ہیں' اہل حدیث ہونے کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ مسجد کسی اہل حدیث نے ہی تعمیر کرائی تھی اور نام بھی اسی کا منتخب کردہ تھا' بعد میں مسجد دیوبندیوں کے قبضے میں رہی اور اس کے بعد بریلویوں نے اس پر قبضہ جما لیا۔

والد مرحوم کی شدید خواہش تھی کہ وہ مجھے قرآن کا حافظ بنائیں' وہ مجھ میں

شوق پیدا کرنے کے لیے ہر طرح کا لالچ بھی دیتے تھے' لیکن بدقسمتی سے میں حفظ قرآن کی طرف مائل نہ ہو سکا۔ نعتیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اور اللہ کے فضل وکرم سے آواز اتنی اچھی تھی کہ ہر جگہ مجھے پذیرائی ملتی تھی۔ میری اس صلاحیت کی وجہ سے محلے میں میری کافی عزت اور شہرت تھی۔ بعض محافل میں نعتیں پڑھنے سے مجھے پیسے بھی ملتے تھے۔ جو نعتیں خاص طور پر پڑھا کرتا تھا' ایک تھی ''کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں'' اور دوسری تھی ''آمنہ بی بی کے گلشن میں آئی ہے تازہ بہار'' پورے محلے میں مشہور تھا' بشیر آٹے والے کا لڑکا نعت خوانی کا ماسٹر ہے۔

ہمارے گھر کے نزدیک ایک دیوبندیوں کی مسجد بھی تھی' لیکن ہم نے کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کیا تھا' کیونکہ ہمارے مولوی صاحب نے ہمارا یہ ذہن بنا رکھا تھا کہ دیوبندی کافر ہوتے ہیں' اس لیے ہم ان کی مسجد کو شیطانوں کی مسجد کہا کرتے تھے۔

کیونکہ میں مسجد کے فعال خدمت گزاروں میں سے تھا' اس لیے تمام نمازیوں کی نظر میں رہتا تھا' اور محلے کے جس گھر میں بھی قرآن خوانی ہوتی' ناچیز کو ضرور مدعو کیا جاتا۔ اس کے علاوہ بھی کوئی مذہبی حوالے سے سرگرمی ہوتی تو اس میں ہماری شرکت کو ناگزیر خیال کیا جاتا۔ ایک مرتبہ میرے بڑے بھائی کے دوست مجھے اپنے ساتھ ایک بزرگ کے پاس لے گئے میں انہیں جانتا تھا' وہ تعویذ گنڈے وغیرہ کیا کرتے تھے' ان کے اردگرد دو تین آدمی اور بھی تھے۔ وہ آدمی بھی ہمارے محلے کے ہی تھے اور کسی چوری کا کھوج لگوانے کے لیے پیر صاحب کے آستانے پر حاضر ہوئے تے۔ پیر صاحب نے وضو کرا کے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور عطر لگا کر میرے انگوٹھے پر کاجل لگایا اور پھر میرے ہاتھ میں تعویذ پکڑا دیا اور مجھے حکم فرمایا کہ انگوٹھے کے اندر غور سے دیکھو' میں نے اپنی توجہ کا ارتکاز اپنے انگوٹھے پر کر دیا پھر پیر صاحب نے فرمایا' کہو بھنگی حاضر ہو میں نے

یہ الفاظ دہرائے تو میرے انگوٹھے پر گویا ٹی وی چلنے لگا ہو۔ ایک بھنگی جھاڑو لگاتے بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔ پیر صاحب نے پوچھا بھنگی حاضر ہو گیا' میرے مثبت جواب کے بعد پیر صاحب فرمانے لگے' اب کہو ماشکی حاضر ہو' میں نے الفاظ دہرائے تو ماشکی آیا اور پانی کا چھڑکاؤ کر گیا' اس کے بعد پیر صاحب نے کہا' کہ کہو تخت لگ جائے' میں نے الفاظ دہرائے تو مجھے نظر آیا کہ جس طرح بڑا سا میدان اور اس میں کرسیاں بچھی ہوں' پھر پیر صاحب نے کہا کہ کہو بادشاہ حاضر ہو' جب میں نے الفاظ کی تکرار کی تو ایک بزرگ کی شبیہہ بن گئی جن کی داڑی سفید تھی اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں اسی اثناء میں انگوٹھے پر میری نگاہوں کا ارتکاز قائم نہ رہ سکا' جب پیر صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بادشاہ کا دربار لگ گیا' تو اس وقت انگوٹھے پر آنے والی شبیہہ بالکل غائب ہو چکی تھی' میں نے عرض کیا' پیر صاحب شبیہہ غائب ہو چکی ہے' تو انہوں نے انگوٹھے پر دوبارہ کاجل لگایا' عطر لگایا تعویذ کو الٹا سیدھا کیا' لیکن دوبارہ شبیہہ نہ آ سکی' پیر صاحب فرمانے لگے کہ یہ گھڑی بہت منحوس ہے' اور یہ وقت بڑا برا ہے یہ کہہ کر پیر صاحب نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ ہپناٹزم ہی کی ایک شکل ہے۔

میرے اہل حدیث ہونے کا ایک مرحلہ یہ ہے کہ میرے بہنوئی اہل حدیث ہو گئے' پہلے وہ کٹر قسم کے بریلوی تھے۔ ہر سال شہباز قلندر کے مزار پر چادر چڑھانے جایا کرتے تھے' مجھے بھی ایک آدھ مرتبہ ان کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں شرک اور بے حیائی کے ناقابل بیان مناظر دیکھے' وہاں پر ایک پیر صاحب نے دم کی ہوئی مٹھائی اپنے مریدوں میں تقسیم کی اس کے بعد قوالی شروع ہو گئی' اس دوران کئی عورتوں اور مردوں کو حال پڑنا شروع ہو گیا' وہ اٹھ کر وحشیوں کی طرح ناچنے لگے اور باقی لوگ انہیں رشک آمیز نگاہوں سے دیکھتے رہے کہ گویا انہیں دیکھ لینا بھی بڑی سعادت ہے۔

میرے بہنوئی کو ہدایت نصیب ہونا تھی‘ اسباب کچھ اس طرح پیدا ہوئے کہ انہیں ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب جانا پڑا جہاں انہیں عمرہ کرنے کا موقع بھی ملا وہ بتاتے ہیں کہ بیت اللہ میں عمرے کے دوران ایک مقام پر کھڑے ہوکر دعا کرنی پڑتی ہے میں بھی دعا کر رہا تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ اس وقت میرا چہرہ خانہ کعبہ کی طرف ہے لیکن پیٹھ روضہ رسول ﷺ کی جانب ہے۔ سوچا کہ ہم تو عام پیروں کے بارے میں اس قدر عقیدت رکھتے ہیں کہ ان کی قبروں کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرتے اور یہاں شریعت کے مطابق ایک عمل کرنے سے امام الانبیاء کے روضے کی طرف پیٹھ ہو رہی ہے یوں ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ہمارا عقیدہ درست نہیں ہے‘ بعدازاں انہوں نے مزید تحقیق کی‘ بیت اللہ اور مسجد نبوی ﷺ میں اہل حدیثوں کے طریقے سے نماز ہوتے دیکھی تو وہ اہل حدیث ہو گئے‘ جب آٹھ سال سعودی عرب گزارنے کے بعد واپس آئے تو اہل حدیث ہو چکے تھے۔

سب سے پہلے انہوں نے ہی مجھے مسلک اہل حدیث کی دعوت دی‘ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس وقت میری عمر اکیس سال ہو چکی تھی‘ لیکن میں نے کبھی اہل حدیث کا نام تک نہیں سنا تھا‘ میں سمجھتا تھا‘ تین ہی فرقے ہیں‘ بریلوی‘ دیوبندی اور شیعہ‘ یہ ہماری جماعت کی نااہلی بھی ہے کہ اپنا مسلکی تشخص نہیں منوایا اگرچہ اس وقت اخبارات وغیرہ کے ذریعے مسلک اہل حدیث کا تعارف ہو چکا ہے لیکن اب بھی بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ اہل حدیث بھی کوئی مکتبہ فکر ہے۔ بہنوئی نے مجھے بتایا کہ رفع الیدین بخاری شریف سے ثابت ہے ان کا یہ دعویٰ سن کر میں حیرت میں مبتلا ہوا‘ کیونکہ میں بخاری شریف کی اس اہمیت سے واقف تھا کہ وہ قرآن کے بعد مسلمانوں کی سب سے معتبر کتاب ہے۔ میں نے صاف انکار کیا‘ میں نے کہا‘ ایسا ہو ہی نہیں سکتا‘ اگر ایسا ہوتا تو ہمارے علماء کیوں نہ رفع

الیدین کرتے۔ انہوں نے کہا' کہ ٹھیک ہے میں آپ کو بخاری شریف میں رفع الیدین کی حدیث دکھا دوں گا' لیکن پھر تمہیں ماننا پڑے گا۔ میں نے کہا' ٹھیک ہے' اگر آپ مجھے بخاری میں رفع الیدین کرنے کی احادیث دکھا دیں گے تو میں آج ہی سے رفع الیدین شروع کر دوں گا۔ بہنوئی نے ایک اور دوست کے ذریعے جو دیوبندی سے اہل حدیث ہوئے تھے۔ بخاری شریف منگوائی اور اسی شام مجھے رفع الیدین کی حدیث دکھا دی میں نے بھی وعدے کے مطابق اگلی ہی نماز سے رفع الیدین شروع کر دیا۔ مجھے مطالعہ کا ویسے ہی بہت زیادہ شوق تھا' میں نے بخاری شریف مطالعہ کے لیے لے لی اور سب سے پہلے باب الصلوٰۃ کا مطالعہ کیا' اور آمین بھی تیز آواز سے کرنے کا عزم کرلیا۔ ابتداء میں میں نے ایک نماز گھر میں پڑھی والد صاحب نے رفع الیدین کرتے دیکھا تو کوئی نوٹس نہیں لیا' بلکہ شاید مذاق سمجھ کر ٹال دیا' جب میں نے مسجد میں نماز پڑھی مولوی صاحب نے جو میرے استاد بھی تھے' مجھے رفع الیدین کرتے دیکھا' ہر چند کہ ان کے ماتھے پر بل پڑے لیکن مجھ پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوئی' پھر جب میں نے باجماعت نماز میں تیز آواز کے ساتھ آمین کہا' نماز کے بعد مولوی صاحب مجھ پر غصے ہوئے' کہنے لگے کہ آپ ہماری نماز میں کیوں خلل ڈالتے ہیں' اگر آپ نے آمین کہنا ہے تو اپنی علیحدہ جماعت کروا لیا کریں' جواباً مجھے بھی غصہ آ گیا' میں کیونکہ بخاری شریف میں آمین بالجہر کی حدیث پڑھ چکا تھا اور نبی مکرم ﷺ کی بیان کردہ یہ بات بھی پڑھ چکا تھا کہ آمین بالجہر سے یہودیوں کو چڑ ہوتی ہے۔ میں نے کہا' یہ مولوی بھی رفع الیدین سے اتنا نہیں چڑا جتنا آمین بالجہر سے چڑا ہے' غصے میں آ کر ہم نے بھی یہ عزم کرلیا کہ اب اس مسجد میں نماز نہیں پڑھیں گے' حالانکہ اگر وہیں نماز پڑھتے رہتے تو تبلیغ کے کافی مواقع میسر آ سکتے تھے۔

مولوی صاحب کی خود تو ہمت نہ ہوئی کہ دلائل کے ساتھ مجھے سمجھانے کی

کوشش کرتے' انہوں نے پیچھے سے میرے والد کو میرے خلاف بڑھکانا شروع کر دیا اور ان سے کہا کہ آپ کا بیٹا کافر ہو گیا ہے یہ تو وہ لوگ ہیں کہ مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔ ان کے کہنے میں آ کر والد صاحب نے مجھے ڈانٹ ڈپٹ شروع کی اور دھونس و دھمکیوں کا طریقہ بھی استعمال کیا' لیکن کوئی حربہ کارگر نہ ہوا' میں جتنا زیادہ مطالعہ کرتا گیا' اتنا ہی مضبوط ہو گیا۔

اس دوران مجھ سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی جس کی وجہ سے والد صاحب کی مخالفت بڑھ گئی۔ میں نے علامہ شہیدؒ کی کتاب البریلویہ پڑھنے کے لیے لایا' خود ابھی تھوڑی ہی پڑھی تھی کہ خیال آیا' کیوں نہ یہ کتاب والد صاحب کو پڑھائی جائے تاکہ وہ مسلک بریلوی سے بدظن ہو جائیں' یہ سوچ کر میں نے وہ کتاب والد صاحب کے کمرے میں نمایاں کر کے رکھ دی۔ تاکہ ان کی نظروں میں آئے اور وہ اس کا مطالعہ کریں۔ منصوبہ بندی تو کامیاب ہو گئی' لیکن نتیجہ توقعات کے برعکس نکلا وہ بجائے متنفر ہونے کے' کہنے لگے سب جھوٹ ہے' بکواس ہے اور میرے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی' یہاں تک کہ مجھے مارا پیٹا بھی' مجھے والد صاحب سے زیادہ مسجد کے مولوی پر غصہ آ رہا تھا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ وہی ان کا ذہن میرے خلاف بناتا ہے۔ میں نے والد صاحب سے کہا کہ آپ اس مولوی کو میرے سامنے بٹھائیں لیکن والد صاحب نے میری ایک نہ سنی اور مجھے گالیوں اور تھپڑوں سے نوازتے رہے۔ کہنے لگے' ہمارے باپ دادا یہ کرتے آئے ہیں' ہم نے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری' مولانا شفیع اوکاڑوی اور بڑے بڑے مولویوں کے پیچھے نماز پڑھی لیکن کسی کو رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا' کیا اتنے بڑے بڑے علماء غلط ہیں تو کل کا لڑکا صحیح ہے۔ جب والد صاحب کی مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ مجھے راہ راست سے نہیں ہٹا سکی تو انہوں نے آخری قدم یہ اٹھایا کہ مجھے گھر سے نکل جانے کا حکم صادر کر دیا' کہنے لگے

دکان جس کا سارا انتظام میں سنبھالتا تھا' کا سارا حساب کتاب کلیئر کر کے بھائی کے حوالے کر دو اور واپس گھر نہیں آنا' جہاں دل چاہے رہنا۔ میں بھی جذباتی تھی میں نے دکان کی چابی بھائی کے حوالے کی' حساب کتاب کلیئر کیا۔ بھائی نے مجھے سمجھانے کی کافی کوشش کی' لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی اور نکل آیا' میں صبح گھر سے نکلا تھا' سارا دن گھر سے باہر رہا' نماز پڑھتا رہا اور ادھر ادھر گھومتا رہا۔ میرے بہنوئی کے علم میں جب یہ بات آئی تو انہوں نے میرے والد صاحب کو سمجھایا اور مجھے بھی راضی کر کے گھر چھوڑ گئے' میں صبح کا نکلا ہوا رات گیارہ بجے گھر داخل ہوا۔ خلاف توقع والد صاحب نے نرمی کا رویہ اختیار کیا اور پیار کی مار مارنے کی کوشش کی' کہنے لگے بیٹا میں تو تیری بھلائی چاہتا ہوں' اگر تم نے یہ مسلک نہ چھوڑا تو ساری برادری سے کٹ جاؤ گے کوئی تمہیں رشتہ نہیں دے گا' تمہارا برادری کے ساتھ کھانا پینا' اٹھنا بیٹھنا سب ختم ہو جائے گا۔ ڈانٹ ڈپٹ' مار پیٹ اور گھر بدری کے بعد مسلک حق سے دور کرنے کے لیے والد صاحب کا یہ ایک اور حربہ تھا' لیکن جب حق سمجھ میں آ جائے تو اس طرح کے حربے کہاں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی میں نے والد صاحب کے سامنے استقامت کا مظاہرہ کیا اور ان پر واضح کر دیا کہ میں نے دلائل کی بنیاد پر مسلک اہل حدیث قبول کیا ہے اگر مجھے مسلک اہل حدیث سے منحرف کرنا ہے تو مجھے دلائل کے ذریعے قائل کر لیں۔

دوسرے دن صبح دکان پر مسجد کے مولوی صاحب آئے' شاید والد صاحب نے انہیں بھیجا ہو' اگرچہ ان کے چہرے شریف کی زیارت مجھ پر بڑی گراں گزری تھی' کیونکہ والد صاحب کی سختی کے پس پردہ موصوف کا ہاتھ ہی کارفرما ہوتا تھا' لیکن میں نے اپنے اوپر قابو رکھا۔ مولوی صاحب نے نہایت پیار بھرے انداز میں مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہنے لگے آپ کے پاس ابھی اتنا علم نہیں' یہ

لوگ اپنی گمراہ کن کتابیں پڑھا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے کہا' مولوی صاحب انہوں نے مجھے بخاری شریف پڑھائی ہے جو آپ کے مسلک میں بھی قرآن کے بعد سب سے زیادہ مستند کتاب مانی جاتی ہے اس میں رفع الیدین اور آمین بالجہر کی حدیث ہے۔ مولوی صاحب کہنے لگا' بیٹا یہ احادیث ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتیں میں آپ کو ایک کتاب پڑھنے کے لیے دوں گا اس میں وہابیوں کے تمام مسائل کو دلیل کے ساتھ رد کیا ہے۔ میں نے کہا' ٹھیک ہے اگر آپ دلیل دے دیں گے' قرآن وسنت کی تو میں اسے ضرور مانوں گا۔ بعد میں انہوں نے بریلوی مسلک کی مشہور کتاب ''جاء الحق'' مجھے پڑھنے کے لیے دی' نام کی ''جاء الحق'' تھی جبکہ درحقیقت وہ ''جاء الباطل'' تھی۔ اس کتاب کے کچھ حصے کا مطالعہ کرنے کے بعد بجائے بریلوی مسلک کی جانب رجوع کرنے کے ان سے مزید دور ہو گیا۔ کتاب میں اسقدر بھونڈے اور سطحی سے دلائل دیئے گئے ہیں وہ دلائل کسی عقلمند آدمی کو اپیل نہیں کرتے۔ میں نے وہ کتاب پڑھ کر مولوی صاحب کو واپس کر دی اور ساتھ میں نے اپنا تنقیدی تبصرہ بھی کر دیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب ہماری اصلاح سے بالکل مایوس ہو گئے اور پھر اس قسم کی کوشش نہ کی۔

میرے ایک دوست تھے' وہ بھی نئے نئے اہل حدیث ہوئے تھے ایک روز کہنے لگے پروگرام طے ہوا ہے آج شام نورانی مسجد کے مولوی صاحب سے گفتگو کرنی ہے میں نے پرجوش انداز میں جانے کی حامی بھر لی۔ مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی تو وہ امام ابوحنیفہؒ کی اہمیت اور انکا رتبہ بیان کرنے لگے اور حنفی مسلک کو مسلک حقہ ثابت کرتے رہے۔ میں نے سوال کیا' آپ اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں' کیا امام ابوحنیفہؒ نے کوئی کتاب بھی تصنیف کی ہے کہنے لگے ''ہاں'' میں نے کہا کہ نام بتائیں تو مولوی صاحب ٹپٹا گئے' کہنے لگے اس وقت

تو میرے پاس نہیں ہے' آپ کسی اور وقت آ یئے گا لیکن اس وقت میں ایک اور کتاب دیتا ہوں اس کا مطالعہ کیجئے گا اس کتاب کا نام تھا ''مذاہب عالم'' جو موضوع گفتگو سے بالکل غیر متعلقہ کتاب تھی' میں سمجھ گیا کہ مولوی صاحب ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں' ہم نے سوچا کہ ''بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی صحیح''۔ ہم نے سوال کیا' کہ مولوی صاحب کسی عورت کے ہاں بچہ ہو رہا ہے' کیا ایسی حالت میں بھی اس کے لیے نماز پڑھنا ضروری ہے۔ مولوی صاحب تذبذب میں مبتلا ہو گئے' کبھی کہتے ہاں کبھی کہتے نہیں' بالآخر جھنجھلا کر کہا' آپ خود ہی سوچیں وہ ایسی حالت میں کیسے نماز پڑھے گی' ہم نے کہا' ہم بھی تو یہی کہتے ہیں' لیکن آپ کے بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے ملفوضات میں لکھتے ہیں کہ ایسی حالت میں بھی عورت پر نماز معاف نہیں ہے۔ مولوی صاحب ہماری بات کے جواب میں صرف شرمندہ ہی ہو سکے۔

اس طرح میں نے مزید کتابوں کا مطالعہ کیا اور تحقیق کے بعد پختہ اہلحدیث ہو گیا' میرے والد صاحب مرحوم آخری وقت میں بریلوی عقائد سے کافر متنفر ہو گئے تھے' انہوں نے پنج سورہ میں بریلویوں کی دعا نادعلی کا ترجمہ پڑھا' جس میں حضرت علی کو مخاطب کر کے ان سے مشکلیں آسان کرنے کی التجا کی گئی تھی۔ اسے پڑھنے کے بعد وہ مسلک بریلوی کے بارے میں اچھے تاثرات نہیں رکھتے تھے اور اگرچہ عملی طور پر نہیں' لیکن عقیدے کے اعتبار۔ سے وہ موحد ہو گئے تھے۔ آخر میں' میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ابھی مسلک اہل حدیث کی اس پیمانے پر تبلیغ نہیں ہو رہی جس پر ہونی چاہئے۔ لوگ حق کے پیاسے ہیں وہ دلائل کو سمجھ سکتے ہیں' اگر اہل حدیث قرآن وسنت کی تبلیغ کا فریضہ پوری ذمہ داری سے ادا کریں تو یقیناً بڑی تعداد میں لوگ مسلک اہل حدیث قبول کریں۔

''مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی، یا حنبلی بننے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ سب پر یہ بات لازم کی ہے کہ سنت پر عمل کریں۔ یہی عبارت شاہ ولی اللہ کی بعض کتابوں میں بھی ہے۔''

مولانا صبغت اللہ محمدی

مولانا صبغت اللہ محمدی شیرانی سابق حنفی عالم دین

اور سابق امیر جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ بلوچستان

تقلید کے اندھیروں سے کتاب وسنت کی روشن شاہراہ پر:

الدعوۃ: معلوم ہوا ہے کہ آپ پہلے تقلید مذہب حنفی کے راستہ پر گامزن تھے اور بعد میں تحقیق ودلیل کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کتاب وسنت کا خالص طریقہ اختیار کیا۔ اس کے اسباب کیا تھے؟ کچھ روشنی ڈالیں۔

شیرانی صاحب: اس کا جواب میں بتوفیق الٰہی کچھ ضروری تمہید وتفصیل کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

بے شک میں ابتداء میں مذہب حنفی کا پیروکار تھا کیونکہ ماحول اور متعلقہ حالات سے اثر لینے پر مجبور تھا۔ میرے والدین اور علاقہ کے لوگ تمام کے تمام حنفی تھے اور حنفیت کے سوا کسی دوسرے مسلک سے واقف ہی نہ تھے۔ جن مدارس میں مجھے سبق پڑھنے کا موقع ملا' وہ بھی سب حنفیوں کے تھے' اساتذہ بھی حنفی اور نصاب جو پڑھایا جاتا تھا (فقہ واصول فقہ) وہ بھی حنفی مذہب کا تھا۔ تفسیر وحدیث کی نصوص میں بھی کھینچ تان کر کے حنفی مذہب کی تائید میں فیصلہ جاری ہوتا تھا۔

مثلاً عبادات میں نماز سب سے اہم عبادت ہے' جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي». ''کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

اب رسول اللہ ﷺ والی نماز احادیث صحیحہ میں تلاش کریں تو وہ نماز ایسی ہے کہ جس میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا لازمی ہے چاہے امام کے پیچھے ہوں یا نہ ہوں۔ جس میں رفع الیدین رکوع کو جاتے وقت' رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت کیا جاتا ہے۔ جس میں آمین بالجہر ہے۔ جس میں وقتِ قیام ہاتھ سینہ پر رکھا جاتا ہے۔ جس میں آخری جلسہ استراحت ہے اور آخری نشست میں تورک ہے اور ہر رکن میں اطمینان ہے لیکن ان امور کو تقلیدی مذہب نے قلم کش کر دیا اور کسی کی بھی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ غرض بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں مگر تقلیدی مذہب نے انہیں ترک کر دیا۔

مزید برآں کبھی کبھار یہ ظلم بھی سنتا...... جس کی تردید بعد میں خود حنفی علماء ملا علی قاری وغیرہ کی کتابوں سے...... مولوی عبدالحی حنفیؒ نے مقدمہ تعلیق المجد علی موطا محمد میں لکھا...... کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئیں گے تو مذہب حنفی کی پیروی کریں گے۔ یعنی ایک معصوم نبی' صاحب العزم اور صاحب وحی وشریعت کو ایک غیر معصوم امتی کے پیچھے کھڑا کر دیا گیا۔ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ هٰذَا التَّعَصُّبِ وَالْغُلُوِّ.

تو ان حالات میں مذہب حنفی کی تقلید نہ کرتا تو کیا کرتا' جبکہ علمی تحقیق کی استعداد اور حق کو دلائل کی روشنی میں تلاش کرنے سے بھی ابھی بے بہرہ تھا۔ علمی وسائل (کتابیں) بھی پاس نہ تھے۔ محققین علماء سے استفادہ کرنے کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ البتہ حصول فراغت سے کچھ پہلے دورۂ حدیث کے وقت حنفی مذہب کے بہت سے مسائل میں میرا دل مطمئن نہ ہوا کیونکہ بہت سی احادیث صحیحہ حنفی مذہب کی مخالف تھیں۔ مگر درس کے وقت کبھی ان احادیث کے نسخ کا دعویٰ کیا جاتا تھا اور کبھی تاویلات بعیدہ نادرہ سے ان سے جان چھڑائی جاتی تھی اور کبھی ترجیح کا بہانہ کیا جاتا۔ ذہن سلیم ان بہانوں سے اباء کرتا تھا۔ خصوصاً جب بعض منصف مزاج

اساتذہ سے یہ بھی سننے میں آتا تھا کہ اس مسئلہ میں حنفی مذہب یہ ہے یا حنفی فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے لیکن حق اس میں بجانب امام شافعیؒ ہے یا اس میں امام مالکؒ کا مذہب زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے یا احادیث سے امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب ثابت ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ تو دل میں امید کی ایک کرن پیدا ہو جاتی کہ ابھی کچھ علماء میں انصاف و تحقیق کی رمق موجود ہے۔ بہرحال جن مدارس و اساتذہ کی وجہ سے میں حنفی تھا' انہی سے مجھے کتاب و سنت کی تحقیقی راہ پر چلنے کا راستہ بھی ملا اور یہی پہلا سبب ہے میرا تقلید سے تحقیق اور کتاب و سنت کی طرف پلٹنے کا۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جب میں شہر ژوب مسجد خواجگان میں امام ہوا تو ایک سفید ریش حضرت مسمی حق نواز موچی جو دراصل کلاچی (ڈیرہ اسماعیل خان) کے تھے' مگر ژوب میں موچی کا کام کرتے تھے' میرے مقتدی بنے اور میرے مزاج سے واقف تھے۔ وہ مجھے صحیفہ اہل حدیث کراچی کا دیا کرتے اور میں پڑھتا اور اختلافی مسائل میں حدیث کے دلائل دیکھتا۔ بعد میں انہوں نے کئی رسالوں کا مجموعہ دے دیا اور ساتھ اعلام الموقعین امام ابن القیمؒ کی تصنیف اردو ترجمہ والی بھی دے دی۔ میں ان سب کو پڑھتا اور خصوصاً مقلد اور محقق کے مناظرے کے مقامات غور سے پڑھتا تھا اور ہر جگہ پر مقلد کی شکست اور محقق کی فتح پر خوشیاں مناتا تھا اور مسلک اہل حدیث سے دلچسپی بڑھتی گئی اور حق دل میں جاگزیں ہوتا جاتا تھا۔ بہرحال اس ذہنی تبدیلی کی وجہ سے مجھے اس مسجد کی امامت سے اہل تقلید نے ہٹا دیا۔ تاہم اسی زمانہ میں مجھے شاہ ولی اللہ کی کتابیں "**عقد الجید فی احکام التقلید**"۔ "**الانصاف فی بیان سبب الاختلاف**"۔ اور "**حجۃ اللہ البالغۃ**" وغیرہ کے پڑھنے کا موقع ملا۔ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دربارہ وجوب قراءت فاتحہ خلف الامام (فارسی میں) بھی پڑھے۔ "**صلوٰۃ المتقی**" شاہ اسماعیل شہید بھی پڑھنے کا موقع ملا۔ نیز امام ابوحنیفہؒ کا قول "اذا صح الحدیث فھو

مذہبی" کئی کتابوں میں نظر سے گزرا اور مولوی عبدالحی حنفیؒ کا قول جو انہوں نے مقدمہ...... الوقایہ میں لکھا ہے بھی نظر سے گزرا کہ جب حدیث صحیح مل جائے اور وہ میرے مذہب کے خلاف ہو تو میرا مذہب چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا جائے اور امام صاحب کا مذہب بھی یہی سمجھا جائے اور اس روش سے مذہب حنفی سے بھی باہر نہ سمجھا جائے گا کیونکہ خود امام ابوحنیفہ سے یہ قول صحیح منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہوگا۔ (عمدۃ الرعایۃ ص: ۹) اور ملا علی قاری محقق حنفیؒ کی شرح عین العلم (ص ۱۴۶) میں لکھا ہے:

مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حنفی' مالکی' شافعی یا حنبلی بننے کا حکم نہیں دیا' بلکہ سب پر یہ بات لازم کی ہے کہ سنت پر علم کریں۔ یہی عبارت شاہ ولی اللہ کی بعض کتابوں میں بھی ہے۔ غرض یہ اور اس قسم کی بہت سی چیزیں میری نظر میں گزریں جن سے دل تقلید سے برداشتہ ہو کر تحقیق کی طرف متوجہ ہوا اور شوق جستجو زیادہ ہوا۔

تیسرا سبب یہ ہوا کہ مجھے ۱۴۰۰ھ میں عمرہ کی توفیق میسر ہوئی' چونکہ حج کا زمانہ قریب تھا' اس لیے میں نے بقیہ ماہ مدینہ شریف میں سکونت اختیار کی۔ وہاں حمرہ شرقیہ میں بعض سلفی (اہل حدیث) علماء سے وابستگی ہوئی۔ انہوں نے میری از حد خاطر کی' مہمان بنایا۔ رہائش دی اور دینی کتابوں کے تحائف سے نوازا۔ جن سے حقیقت کا علم ہوا۔ میں جب تک وہاں تھا' ہر بات میں حدیث کے موافق عمل کرتا تھا' کیونکہ فضا سازگار تھی۔

لیکن جب حج سے فارغ ہو کر واپس وطن آیا تو صرف نوافل میں حدیث کے طریقے پر عمل کرنے کو اختیار کیا۔ کیونکہ جہالت اور تعصب کے فتنے کی آگ کے بھڑکنے کا خطرہ تھا اور آہستہ آہستہ عقیدہ توحید و اتباع سنت کی دعوت دیتا رہا اور شرک و بدعت اور تعصب و تقلید پر تنقید کا سلسلہ جاری رکھا اور فضا ہموار کرنے

کی کوشش کرتا رہا' اس امید پر کہ شاید......

"آن روز کہ من خواہم آن آید بیرون"

پھر کیا ہوا کہ وہاں شہر ژوب میں جس مسجد (محلّہ شیرانی) میں امام وخطیب تھا' وہاں کے جاہل اور تقلید زدہ عوام نے بعض متعصب حنفی مولویوں اور جاہ پسند لیڈروں کے اشارہ پر مجھے مسجد کی امامت سے ہٹا دیا۔ واضح ہو کہ جس جاہ پسند لیڈر نے میرے خلاف عوام کو ہنگامہ کرنے پر ابھارا' اس سے قبل وہ سب سے زیادہ میرے نظریات سے قریب تھا' مگر بعد میں ووٹوں کی خاطر عوام کے دل لینے کے لیے میرا سخت مخالف ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عدل کے ساتھ بدلہ دے۔ میں نے اپنا پرانا گھر اس شہر ژوب میں فروخت کر کے دوسری مناسب جگہ پر زمین خرید لی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے گھر کے علاوہ ایک جامع مسجد تیار ہوئی' جامع مسجد الٰہی اور ایک وسیع مدرسہ "**جامعہ انصار التوحید والسنہ**" قائم کیا گیا۔ مسجد میں مسلک حق اہلحدیث پر عمل اور دعوت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس بارے میں کئی پمفلٹ چھپوا کر مسجدوں وغیرہ میں چسپاں کیے گئے ہیں اور ایک کتاب (حقیقت کے نشانات' سلفی جوابات) تصنیف ہو کر زیر طبع ہے۔ عنقریب منظر عام پر آ جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس میں ایک حنفی مولوی کے معاندانہ اعتراضات کے جوابات ہیں۔ یہ مسجد اور مدرسہ اب "**جماعۃ الدعوۃ**" کی زیر نگرانی دیا گیا ہے اور اب الحمد للہ کئی منصف مزاج اور خدا ترس علماء اور عوام اور بعض سرکاری خالی الذہن غیر متعصب اساتذہ اور طالب علموں نے مسلک حق اہل حدیث قبول کر لیا ہے۔ اور کچھ مائل ہو رہے ہیں اور چونکہ حق میں خود جاذبیت کی صفت ہے (بشرطیکہ جدوجہد جاری ہو) اس لیے اب ژوب ونواح میں مسلک حق اہل حدیث کی تحریک کی کامیابی زیادہ متوقع ہے۔

ان شاء اللہ بالخصوص جبکہ آجکل اکثر دنیا بیدار ہو رہی ہے اور تعصب و جمود کی بجائے تحقیق اور جستجو کا شوق بڑھ رہا ہے۔ لوگ اسلام کو قرآن وسنت کے احکام سے سمجھتے ہیں۔ کتب فقہ و مذہب جو قرآن وسنت کی تائید سے خالی ہوں' اس کو اسلام نہیں جانتے۔ یہ بات بہت خوش آئند ہے کہ بعض مقلد مگر حقائق شناس علماء بھی مقلدین کی متعصّبانہ روش کو چھوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر مجھے وہ روایت بھی بیان کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے جو ہم سے ہمارے محترم دوست مولوی علی گل صافی لورالائی والے نے بیان کی کہ ان کے استاد مولوی تقی عثمان صاحب کبھی درس میں بیان کرتے تھے کہ ان کے والد صاحب مفتی شفیع صاحب گاہے بگاہے طلبہ کو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ آپ لوگ اگر حنفی بنتے ہیں تو بالکل حنفی بنو۔ تمہیں حنفیت سے کوئی نہیں منع کرتا لیکن یہ ظلم بھی نہ کرو کہ احادیث پیغمبر علیہ السلام کو خواہ مخواہ حنفی بناؤ۔ بہت سی احادیث صحیحہ دوسرے آئمہ کے مذہب کی موید ہیں۔ ان پر بھی عمل کرنے کو برا مت جانو۔ اب یہ دیکھا گیا ہے کہ عوام بھی جب دینی مسائل پوچھتے ہیں تو یوں نہیں کہتے کہ فقہ حنفی یا فقہ شافعی میں اس کا حکم کیا ہے بلکہ یوں پوچھتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حکم کیا ہے۔ جس سے عوام میں شعور اور فطرت کی بیداری کا پتہ چلتا ہے۔ اللھم زد فزد.

ایک شیطانی وسوسہ اور اس کا ازالہ:

میں یہاں پر اس شیطانی وسوسہ کا ازالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں جو تقلید زدہ لوگ ڈالتے ہیں' کہ تقلید اس لیے ضروری ہے کہ تقلید کے بغیر انسان متبع نفس بنتا ہے۔ اپنے مطلب کی بات کے پیچھے جاتا ہے۔ یہ بات اس لیے غلط ہے کہ تقلید کی بجائے حدیث صحیحہ پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور تعمیل ہے۔ جس نے اپنے کلام میں سینکڑوں آیتوں میں اپنے نبی ﷺ کی متابعت کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ کی پیروی کو شرط ایمان قرار دیا ہے اور مخالفت پر عذاب کی تنبیہ کی ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ......﴾ (النور: ٦٣)

''ان کو ڈرنا چاہئے جو آپ ﷺ کے فرمان کے مخالف جا رہے ہیں کہ ان کو دنیا کی پریشانی یا (آخرت) کا دردناک عذاب ملے گا۔''

نیز قرآن مجید میں تقلید سے منع وارد ہے' مثلاً:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ......﴾ (الاعراف: ٢)

''جو وحی (کتاب وسنت) تمہارے پاس بھیجی گئی ہے' اس کی تابعداری کرو اور اس کے سوا جو تم نے سرپرست' امام (واجب الاطاعت ہستیاں) بنائے ہیں' ان کے پیچھے مت جاؤ۔''

تقلید کے مزید نقصانات:

① تقلید میں اصل' یعنی وحی کو فرع اور فرع' یعنی مجتہد کے قیاس ورائے کو اصل بنایا جاتا ہے۔

② معصوم نبی کے قول وفعل کی بجائے غیر معصوم امتی کے قول وفعل کو ترجیح دی جاتی ہے۔

③ علم' یعنی حدیث کو چھوڑ کر ظن' یعنی فقہ ومذہب پر عمل ہوتا ہے۔

④ تقلید میں ان تمام احادیث پر عمل کرنے سے انسان محروم ہو جاتا ہے جو باعتبار سند صحیح ہیں' مگر تقلیدی مذہب کے خلاف ہیں۔

⑤ ان سب کے علاوہ تقلید سے امت مسلمہ انتشار وافتراق کا شکار ہو کر اعتماد اور قوت سے محروم ہو جاتی ہے اور اغیار' یعنی کفار کی قوت کے لیے وسیلہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ جب سے اس امت میں چوتھی صدی سے یہ تقلید کی

بدعت شروع ہوئی ہے۔ امت محمدیہ اپنی طاقت کھو بیٹھی ہے اور امامت عالمی کے مقام سے ہٹائی گئی ہے۔ جس کی سزا آج مل رہی ہے۔ کاش یہ امت پھر اس ملت کی طرف لوٹ آتی جس حالت پر ان کے نبی ﷺ نے چھوڑا تھا کہ جہاں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے افضل صحابہ کے قول وفعل کو بھی قرآن وسنت کے مقابلے میں قابل التفات نہیں سمجھا جاتا تھا اور وہ خود فرماتے تھے کہ:

«اَطِيْعُوْنِيْ مَا اَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِيْ عَلَيْكُمْ».

''میری اطاعت اس وقت تک کرتے رہو جب میں خود اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں اور جب میں اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کی خلاف ورزی کروں تو میری اطاعت تم پر نہیں ہے۔''

تقلید کے بعض دوسرے نقصانات کو میں نے ایک علیحدہ پمفلٹ میں بعنوان ''حدیث نبوی ا اور فقہ ومذہب کا قتال'' میں بیان کئے ہیں اس لیے مقلدین جامدین کے لیے جو نوشتہ مذہب کو حدیث بخاری ومسلم پر بھی مقدم سمجھتے ہیں اور حدیث کی کتابیں محض تبرک یا دفع جواب عن المذہب کے طور پر پڑھتے اور پڑھاتے ہیں' میرا خیر خواہانہ مشورہ ی ہے کہ:

فاهرب عن التقليد فهو ضلالة

إن المقلد في سبيل الهالك

یعنی ''تقلید کے طریقے سے بھاگو' کیونکہ مقلد آدمی ہلاکت کے راستہ پر گامزن ہے۔''

الدعوۃ: آپ اپنے مطالعہ اور تحقیق کی روشنی میں مذاہب ائمہ اربعہ' یعنی

امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ میں سے کس مذہب کو زیادہ قریب سنت سمجھتے ہیں۔

شیرانی صاحب: میں ابھی تک یقینی طور پر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ چار مذاہب مشہورہ میں سے کون سا مذہب زیادہ قریب حق اور موافق سنت ہے۔ خطا ہر مذہب میں ہو سکتی ہے اور صحیح و خطا کے معلوم کرنے کا ذریعہ اور معیار حدیث صحیح کی موافقت یا مخالفت ہے جو اصول حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ میں اس بارے میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ عمل بالحدیث تمام ائمہ خواہ ائمہ اربعہ ہوں یا دوسرے ائمہ دین' سب کی مشترکہ میراث ہے اور ہر ایک اپنے قیاس کے مقابلے میں حدیث پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے' بلکہ ضروری سمجھتا ہے۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کچھ پہلے بیان ہوئے ہیں اور ان اقوال میں اتباع کتاب وسنت کے بارے میں یہ قول ملاحظہ ہونا چاہیے۔ جب ان سے پوچھا گیا:

«إِذَا قُلْتُ قَولًا وكتابُ اللهِ يُخَالِفُهُ؟» قال: «اُتْرُكُوا قَولِي لِكِتَابِ اللهِ». فقِيلَ: «إِذَا كَانَ خَبرُ الرَّسُولِ يُخَالِفُهُ؟» قال: «اُتْرُكُوا قَولِي لِخَبَرِ الرَّسُولِ». فقيل: «إذا كَانَ قَولُ الصَّحَابَةِ يُخَالِفُهُ؟» قال: «اُتْرُكُوا قَولِي لِقَولِ الصَّحَابَةِ».

امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ اللہ کی کتاب آپ کے قول سے مخالف ہو (تو کیا حکم ہے؟) فرمایا: میرے قول کو چھوڑ دو۔ اللہ کی کتاب پر عمل کرو۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث (قول وفعل) آپ سے مخالف ہوں؟ تو فرمایا' رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے میرا قول چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا' کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول آپ کے قول سے مخالف ہو تو' فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کی وجہ سے میرا قول چھوڑ دو۔

نیز امام مالکؒ کا ارشاد ہے:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِئُ وَأُصِيبُ فَانْظُرُوا فِي رَأْيِي كُلِّهَا. وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوهُ وَكُلَّمَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوهُ».

''میں بشر ہوں' غلط اور درست باتیں دونوں مجھ سے ہو سکتی ہیں۔ میری رائے کو دیکھو؟ جو قرآن وسنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔''

امام شافعیؒ کا فرمان ہے:

«إِذَا وَجَدْتُمْ فِي كِتَابِي خِلَافَ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُولُوا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَدَعُوا مَا قُلْتُ».

''جب تم کو میری کتاب میں ایسی بات مل جائے جو پیغمبر علیہ السلام کی سنت کے خلاف ہو تو سنت کو معمول بناؤ اور میرا قول چھوڑ دو۔''

امام احمد بن حنبلؒ کا قول امام ابوداود نے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ میں امام اوزاعی کی تقلید کروں یا امام مالک کی؟ تو امام احمدؒ نے جواب میں فرمایا:

«لَا تُقَلِّدْ دِينَكَ أَحَدًا مِنْ هٰؤُلَاءِ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ ﷺ فَخُذْ بِهِ».

''یعنی دین میں کسی کی تقلید نہ کرو۔ جو چیز رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو بس اسی پر چلو۔''

یہ تمام اقوال ائمہ امام صالح بن محمد القلائی نے اپنی کتاب "**ایقاظ همم اولي الابصار لمتابعة سيد المهاجرين والانصار**" میں مفصل نقل کیے ہیں۔

غرض کتاب وسنت اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت سب کے نزدیک ضروری اور مقدم ہے۔ دلیل وحی کے مقابلے میں تقلید کرنی سب کے نزدیک حرام اور ممنوع ہے۔ اور یہی ان تمام ائمہ کی فضیلت اور بزرگی کی علامت ہے کہ علم وتقویٰ اور اجتہاد کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے باوجود اپنی رائے اور قیاس سے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم سمجھتے تھے۔

فجزاهم الله خيرا الجزاء. آمين!

میری موجود معلومات کے مطابق امام اہلسنت امام احمد بن حنبل کا مذہب زیادہ قریب حق اور موافق سنت ہے۔ دراصل یہ بات سمجھنے کی ہے۔ شریعت اسلامی کے احکام نبوت کے ۲۳ سال کے دور میں مکمل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم واحکام متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف اوقات میں حاصل کیا اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ممالک اور بلاد میں بغرض دعوت وجہاد منتشر ہو گئے۔ اور علم پھیلانا' یعنی علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ نہ رہا' بلکہ منتشر ہو گیا۔ جس عالم دین کو دین کا جو مسئلہ حدیث میں مل گیا' اس پر عمل کیا اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا اور جہاں حدیث نہ ملی تو بوجہ مجبوری قیاس اور اجتہاد کو کام میں لایا' کیونکہ اجتہاد بوقت ضرورت جائز بلکہ واجب ہے۔ جس طرح پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کی ضرورت ہوتی ہے لیکن پانی ملتے وقت تیمّم حرام ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہ (وفات ۱۵۰ھ) عمر میں سب سے مقدم ہیں۔ اور وہ حصول علم حدیث میں اپنے شہر کوفہ سے باہر بھی نہیں گئے' صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے شاگردوں سے زیادہ ملاقات نہ ہو سکی تو مجبوراً قیاس واجتہاد سے کام لیا۔ اس لیے وہ اہل الرائے مشہور ہوئے۔ اگرچہ ان کا صحیح مذہب یہی ہے کہ حدیث ضعیف ان کی رائے سے مقدم ہے۔ جو ان کے احتیاط اور اتباع حدیث کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے شاگرد امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر وغیرہم ان سے مذاہب کے مسائل میں دو تہائی میں مجموعی طور پر

خلاف ہیں کیونکہ ان کے شاگردوں کو ان کے مقابلے میں حدیث سے زیادہ واسطہ پڑا۔اور امام ابوحنیفہؒ کے بعد امام مالکؒ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی اور ان کے زمانہ میں حدیث کی جمع وتدوین کی بنیاد پڑی اور بہت سے ممالک فتح ہوئے۔لوگوں کے درمیان آمدورفت خوب شروع ہوئی۔حدیث کا ذخیرہ زیادہ ہاتھ آیا تو امام مالکؒ کو اجتہاد کی حاجت بہ نسبت امام ابوحنیفہؒ کم پیش آئی اور امام شافعیؒ کی وفات ۲۰۴ھ میں واقع ہوئی اور احادیث کا مجموعہ امام مالکؒ کے زمانہ سے بھی زیادہ پیدا ہوا اور علماء کی کثرت ملاقات نے ان کو اجتہاد وقیاس سے زیادہ مستغنی کر دیا۔لیکن احتیاطاً اپنی کتابوں میں لکھ دیا کہ جب تم کو میرے اقوال سنت رسول ﷺ کے خلاف ملیں تو میرا قول چھوڑ دو۔سنت پر عمل کرو۔میرا مذہب پر وہی ہوگا جو حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔میں اپنے سابق قول سے بے زار ہوں۔جیسا کہ ان کی کتب ''کتاب الام'' وغیرہ میں ان کے اقوال کے بارے میں بکثرت ملتے ہیں اور ان سب کے بعد امام احمد بن حنبلؒ کا زمانہ ہے جن کی وفات سب کے بعد ۲۴۱ھ میں ہوئی اور انہوں نے تمام عمر خدمت حدیث نبوی ﷺ مع وتدوین اور تحقیق وسند میں گزاری۔شغل حدیث کے سوا انہوں نے دنیا کا اور کوئی کام نہیں کیا' لہٰذا ان کو اجتہاد کی گویا بالکل حاجت نہ ہوئی۔اس لیے ان کا مذہب زیادہ قریب حق اور موافق سنت معلوم ہوتا ہے۔اور شاید اس لیے ان کو امام اہلسنت کے لقب سے نوازا گیا اور مشہور ہوئے۔میری اس تقریر کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ جس کو امام ابن تیمیہؒ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت امام ابو یوسفؒ (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) کی ملاقات مدینہ منورہ میں امام مالکؒ سے ہوئی اور مسئلہ زکوٰۃ خضروات (سبزیوں) کے بارے میں گفتگو ہوئی تو امام مالکؒ نے متعدد احادیث واقوال سے یہ ثابت کیا کہ خضروات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔(جبکہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب وجوب کا ہے)

تو امام یوسفؒ نے متاثر ہو کر فوراً رجوع کیا اور کہا:

«لَوْ سَمِعَ صَاحِبِی مِثْلَ مَا سَمِعْتُ لَرَجَعَ کَمَا رَجَعْتُ».

''یعنی اگر میرے استاد (امام ابو حنیفہؒ) یہ احادیث اور آثار سن لیتے تو اس مسئلہ میں وہ بھی میری طرح رجوع فرما لیتے۔''

امام محمدؒ اپنی کتاب ''کتاب الآثار'' اور موطا محمد وغیرہ میں امام ابو حنیفہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں اور جو خلاف دلیل یا ضعیف نظر آئے تو فوراً تنقید کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اپنے خیال میں قوی قول بیان کرتے ہیں اور اس کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ جس میں جامد مقلدین کے لیے بڑا مقام عبرت ہے۔ کیا یہ لوگ امام ابو یوسفؒ یا امام محمدؒ سے زیادہ امام ابو حنیفہؒ کو جانتے ہیں۔ ہرگز نہیں، مگر حق کا لحاظ شخصیت کی بزرگی پر مقدم ہے اور اس سے بزرگی میں فرق نہیں آتا۔ اس لحاظ سے ائمہ دین کے صحیح پیروکار اہل حدیث حضرات ہیں جو تعصب اور بے ادبی دونوں سے دامن بچا کر اصل ماخذ دین، یعنی کتاب وسنت پر چلنے کے دعویدار ہیں اور تمام ائمہ دین کا احترام وادب کرتے ہوئے دعائے ترحم بھیجتے ہوئے اصل جادہ، یعنی اتباع حدیث بمقابلہ تقلید اپنائے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اس کے ساتھ میں اہل حدیث کو دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ بھی نہیں سمجھتا کہ فرقہ دراصل وہ ہوتا ہے جس کی نسبت شخصیات کی طرف ہو جیسے جعفری، زیدی، جہمی، حنفی، شافعی اور مالکی، حنبلی یا نقشبندی، چشتی، قادری، غوثی، رضوی، سہروردی وغیرہ، یا وہ فرقے جس کی نسبت مقامات کی طرف ہو جیسے بریلوی، دیوبندی، پنج پیری، ازہری وغیرہ، اگرچہ ان میں بھی بعض خیر کے زیادہ قریب ہیں، ایک جیسے نہیں لیکن اہل حدیث بحمد اللہ اس اصلی مرکزی حقیقت کی نسبت رکھنے والے ہیں۔ یعنی محمدی، سلفی یا طائفہ منصورہ محمدیہ جو نہ شخصیت ہے نہ

مقام بلکہ مرکز حق ہے جو سب کے نزدیک مسلم ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

الدعوۃ: کتابیں بھی تصنیف کی ہیں؟ وہ کتنی ہیں اور کون کون سی ہیں؟

شیرانی صاحب: ہاں میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کچھ رسائل اور کتابیں لکھی ہیں جن کے مقاصد ان کے ناموں سے ظاہر ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

(۱) **الشواهد الصادقة فی رد أحكام الجاهلية والزندقة** (عربی، غیر مطبوع)

(۲) **سد باب الفتنة عن دعاة التوحيد والسنة** (عربی ادبی زبان میں مطبوع)

(۳) **السيف القاطع لمحق المحدثات البدائع** (عربی، غیر مطبوع)

اس رسالہ پر امام الحرمین الشیخ محمد بن عبداللہ بن السبیل حفظہ اللہ کی تقریظ بلیغ بھی حاصل کی گئی ہے۔

(۴) **نقد المنهج الدراسي فی المدارس الدينية فی باكستان** (غیر مطبوع) عربی

(۵) **خلاصة السيرة النبوية** (اردو، ضخیم جلد غیر مطبوع)

(۶) ''اصلی حنفی دیوبندی کون؟'' اردو مطبوع جس میں تقی عثمانی کے ایک غلط فتویٰ کا جواب

(۷) فرائض وسنن کے بعد اجتماعی دعا کے بدعت ہونے پر علماء حرمین شریفین کا مدلل فتویٰ (عربی و اردو ترجمہ، مطبوع)

(۸) **دلائل الابتداع على عمل الدعا بصورة الاجتماع** (اردو، غیر مطبوع)

(۹) **دتيرے چراغ** (پشتو، غیر مطبوع)

(۱۰) حقیقت کے نشانات، سلفی جوابات (اردو، زیر طبع)

(۱۱) ان کے علاوہ ایک شعری مجموعہ بھی ہے جو اکثر پشتو کچھ اردو، عربی، فارسی میں ہے۔ (غیر مطبوع)

اور بعض چھوٹے چھوٹے پمفلٹ مطبوع اور غیر مطبوع حالت میں ہیں۔

ان میں سے جو کتابیں مسلک اہل حدیث کے اختیار کرنے سے قبل لکھی گئی ہیں،

وہ بھی مجموعی طور پر مفید ہیں مگر شاید بعض محدود جزوی تحقیقات کے بارے میں محتاج نظر ثانی ہوں۔ والتوفیق من اللہ!

الدعوۃ: آپ کا تعلق مسلک اہل حدیث اختیار کرنے سے قبل احناف کے کس گروپ سے تھا؟

شیرانی صاحب: میرا تعلق مسلک اہل حدیث اختیار کرنے سے قبل حنفی دیوبندی مماتی جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ سے تھا اور میں ان کی طرف سے ۱۴۰۰ھ تا ۱۴۱۰ھ بلوچستان کا امیر رہا ہوں' بعد میں' میں نے ان کی تقلیدی روش سے ناخوش ہو کر استعفیٰ بھیج دیا' مگر ''تاہنوز جواب ندارد'' اس بارے میں میرا معاملہ قریب قریب ہمارے محترم دوست و بزرگ شیخ القرآن والحدیث شیخ عبدالسلام رستمی سابق امیر جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنہ مردان جیسا ہے کہ انہوں نے بھی جب معرفت حق میں پورا کمال حاصل کیا تو حق کا مسلک قبول کیا اور حق کی تائید میں زبان حق بیان کھولدی۔ اگرچہ اس سلسلہ میں ان کو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں گئی اور یار واغیار نے زبان طعن وملامت سے نوازا' مگر اس مرد حق شناس دعالی ہمت نے کسی خطرے کو محسوس کئے بغیر ہمت کا گھوڑا حق ہی کے میدان میں دوڑایا اور کہا:

''ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختم''

بہت سے بگڑ گئے اور بچھڑ گئے مگر کیا ہوا' ان سے بہتر دوست بن گئے اور آ گئے اور مل گئے' شہرت وقبولیت میں مزید ترقی ہو گئی۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ توفیق استقامت علی الحق نصیب فرمائے۔ آمین!

دلچسپ بات یہ تھی کہ میں تحقیق کی غرض سے جس بریلوی عالم سے ملتا اس سے گفتگو کے بعد بریلوی مسلک سے کچھ دور اور مسلک اہل حدیث کے مزید کچھ قریب ہو جاتا۔

میں نے کہا کہ ''مولوی صاحب اگر میں مرتد ہو گیا ہوں تو آپ کی ذمہ داری اور بڑھ گئی ہے۔ آپ مجھے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

مہر علی شاہ

مہر علی شاہ

بہاولپور کے ایک گدی نشین خاندان کا فرزند

توحید وسنت کے چمنستان مسلک اہل حدیث میں کیسے داخل ہوا؟

میرا پیدائشی نام جو میری دادی نے رکھا تھا' مہر علی شاہ ہے۔ اور میں بھاولپور کے ایک گدی نشین خاندان کا فرزند ہوں۔ اہل حدیث ہونے کے بعد شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب تقویۃ الایمان پڑھی تھی اس میں ایک حدیث نظر سے گزری کہ رسول اللہ ﷺ کو دو نام بہت پسند تھے' ایک عبداللہ اور دوسرا عبدالرحمٰن چنانچہ میں نے اپنا نام بدل کر عبداللہ رکھ لیا۔

شرک وبدعات' پیروں کے گھروں سے زیادہ کہاں ہو سکتے تھے۔ میرے والد بھی گدی نشین تھے' میں نے شرک وبدعات کے ماحول میں ہی آنکھ کھولی تھی۔ ہماری گدی دادا کے نام پر پیر سلیمان شاہ کی گدی کہلاتی ہے۔ بھاولپور اربن ایریا کے اندر نو چک کے قریب ہمارا دربار قائم ہے۔ ۱۷' ۱۸' ۱۹ مارچ کو ہر سال وہاں عرس ہوتا ہے' والد صاحب جب حیات تھے تو باقاعدہ میلہ لگا کرتا تھا۔ غالباً میں چھٹی ساتویں میں پڑھا کرتا تھا' مجھے اس وقت کی کافی باتیں یاد ہیں۔ میلے وعرس کے انتظامات کچھ اس طرح کیے جاتے تھے کہ میرے والد اور دربار کا مجاور مختلف علاقوں میں مریدوں کے پاس جاتے اور اچھے خاصے پیسے جمع کر لاتے۔ آس پاس کے بہت سے دیہاتوں میں بڑی

تعداد میں ہمارے مرید تھے۔

پیسے جمع ہونے کے بعد پہلوانوں اور کھیل تماشے والوں اور قوالوں وغیرہ سے رابطے کئے جاتے اور ان کے پروگرام ترتیب دیئے جاتے۔ مجھے یاد ہے مرید مختلف ٹولیوں کی شکل میں عرس پر آتے' انہوں نے ایک چادر تانی ہوتی تھی' ڈھول پیٹتے جاتے اور ناچتے گاتے دربار پر آتے۔ مزار پر دیگیں بھی بڑی تعداد میں چڑھائی جاتی تھیں۔ مریدوں کی جہالت اس درجے پر پہنچی ہوئی تھی کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے لوگوں کو قبر کے سامنے سجدے کرتے دیکھا۔

والد صاحب تین مہینے یا چھ مہینے بعد مریدوں کے ہاں چکر لگا کر نذرانے وصول کیا کرتے تھے۔ اکثر میں بھی والد صاحب کے ساتھ مریدوں کے ہاں جایا کرتا۔ ہم خالی ہاتھ مریدوں کی طرف نکلتے تھے' لیکن جب واپس ہوتے تو ہمارے ساتھ اتنا ساز وسامان ہوتا کہ ہمارے لیے اٹھانا مشکل ہوا کرتا۔ پیسوں یا اناج اور بکروں چھتروں کی شکل میں مرید نذرانے دیا کرتے تھے۔ اگر مرید کے گھر میں اپنے کھانے کے لیے بھی کچھ نہ ہوتب بھی وہ پیر کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔ والد صاحب مریدوں کے گھر جا کر تعویذ وغیرہ بھی لکھتے تھے اور مرید ان تعویذوں کو الہ دین کا چراغ سمجھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیتے کہ جب کوئی پریشانی لاحق ہوگی تعویذ کا جن اسے دور کر دے گا۔

میں اس وقت کم عمر ہی تھا' کوئی خاص شعور نہیں تھا۔ بس جو کچھ اپنے سامنے ہوتا دیکھ رہا تھا اسی کو اسلام سمجھتا تھا۔ جس طرح دوسرے مرید قبر پر منتیں مان کر جاتے اس طرح میں بھی منتیں مانتا تھا' مثلاً اگر میرا یہ کام ہو گیا تو اتنے کی نیاز دوں گا اور اگر میں امتحان میں پاس ہو گیا تو مزار مبارک پر فلاں چیز تقسیم کروں گا۔

اسی طرح وقت گزر رہا تھا کہ قسمت نے عجیب طریقے سے پلٹا کھایا اور

میں شرک وبدعات کی دلدل سے نکل کر توحید وسنت کے چمنستان' یعنی اہل حدیث جماعت میں داخل ہو گیا۔ اہل حدیث ہونے کے اسباب بڑے غیر فطری طریقے سے پیدا ہوئے۔ ہوا کچھ اس طرح کہ مجھے پڑھائی کا بہت شوق تھا۔ جبکہ بڑے بھائی کو گویا پڑھائی سے چڑ تھی۔ وہ نہ صرف خود نہیں پڑھتا تھا بلکہ میری پڑھائی میں بھی رکاوٹ ڈالتا تھا۔ مثلاً جب میں پڑھنے جا رہا ہوتا وہ مجھے زبردستی دیر کرا دیتا۔ کبھی کھیل میں لگا کر روکنے کی کوشش کرتا۔ مجھے بات بات پر مارنا اس کی عادت تھی اور مارتا بھی اس بری طرح تھا کہ ایک مرتبہ مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔ میں بہت حساس تھا' روز روز کی مار پیٹ سے تنگ آ کر میں نے لاہور جانے کا فیصلہ کر لیا' لاہور کے علاقے بیگم کوٹ میں میرا قیام ہوا' وہاں ایک بریلویوں کی مسجد تھی اور اس کے قریب ہی ایک اہل حدیث مسجد بھی تھی۔

اس وقت تک مجھے بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث کے بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا۔ سب مسلمانوں کے عقائد ومسائل ایک ہی سمجھتا تھا۔ ایک روز بیگم کوٹ کی اہل حدیث مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں لوگوں کو ایک نئے طریقے سے نماز پڑھتے دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی میں اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہابیوں کو نماز پڑھتے دیکھ رہا تھا' جیسے یہ کوئی آسمانی مخلوق ہیں۔ اہلحدیث مسجد میں اس وقت قاری بسم اللہ صاحب ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے شاید میری آنکھوں میں حیرت واستعجاب کی تحریریں پڑھ لی تھیں۔ اور حیرت کی وجوہات کا ادراک بھی کر لیا تھا' چنانچہ نماز کے بعد انہوں نے بڑی حکمت کے ساتھ نہایت دوستانہ ماحول میں مجھ سے گفتگو کی۔ ان کی گفتگو کے نتیجے میں وہ ڈر اور اجنبیت ختم ہو گئی جو میں پہلے محسوس کر رہا تھا۔ اصل میں ان سے دوستی میرے اہل حدیث ہونے کی بنیاد بنی۔ بعد میں انہوں نے مختلف مسئلوں پر قرآن کی آیات اور بخاری شریف کی احادیث مجھے دکھائیں۔ ان واضح

آیات واحادیث کو دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مجھ پر تو نئے نئے انکشافات ہو رہے تھے۔ اس وقت تک جو اعمال کئے تھے وہ تو باپ دادا کی پیروی میں ہی کئے تھے۔ ان اعمال کو قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھنے کا خیال بھی نہیں آیا تھا۔ بلکہ اس وقت شعوری طور پر یہ احساس ہی نہیں تھا کہ دین صرف کتاب وسنت کا نام ہے۔

قرآن وحدیث کی بہت ساری باتیں جو میری نظر سے گزاری گئیں وہ میرے عقیدے اور عبادات میں میرے طریقے کے خلاف تھیں۔ اس لیے اس وقت میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا میرے باپ دادا اور میرے مسلک کے بڑے بڑے علماء سب غلطی پر ہیں؟ کیا ان کی نظروں سے یہ آیات واحادیث کبھی نہیں گزریں؟ میں نے سوچا ضرور' کوئی چکر ہے چنانچہ میں نے اپنے علماء سے تحقیق کا فیصلہ کرلیا سب سے پہلے بیگم کوٹ میں اہل حدیث مسجد کے قریب ہی جو بریلویوں کی مسجد تھی اس کے امام کے پاس گیا۔ ان سے گیارہویں' قل اور نذر ونیاز وغیرہ سے متعلق گفتگو ہوئی' میں نے مولوی صاحب سے دلیل مانگی۔ جواباً انہوں نے بزرگوں کے قصے کہانیاں سنانا شروع کردیں اور قرآن وحدیث سے کوئی ایک بھی دلیل نہ دے سکے۔ قاری بسم اللہ صاحب کی صحبت میں بیٹھ کر اتنا تو دینی شعور آ گیا تھا کہ میں سمجھ سکتا تھا کہ کونسی صحیح دلیل ہے اور کونسی غلط۔ اس کے بعد تقریباً پانچ ماہ تک مختلف بریلوی مولویوں سے میں تحقیق کرتا رہا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ میں تحقیق کی غرض سے جس بریلوی عالم سے ملتا اس سے گفتگو کے بعد میں بریلوی مسلک سے کچھ دور اور مسلک اہل حدیث کے مزید کچھ قریب ہو جاتا۔ یہاں تک کہ پانچ ماہ بعد بالآخر میں نے مسلک اہل حدیث قبول کرلیا۔

علم حاصل کرنے کا مجھے پہلے ہی بہت شوق تھا' اہل حدیث ہونے کے

بعد میں دینی علم حاصل کرنے کا مشتاق ہوگیا۔ میں کم از کم اس قدر علمی صلاحیت ضرور حاصل کرنا چاہتا تھا کہ اگر کوئی مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا مدلل جواب دے سکوں۔ بیگم کوٹ میں ہی ایک عبداللہ صاحب تھے' انہوں نے مجھے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا۔ ان کے مشورے سے میں نے محلہ ''دھوپ سڑی'' منڈی کاموکی کے مدرسے میں داخلہ لے لیا۔ مسجد ہی تھی' اس میں چند طلباء پڑھا کرتے تھے۔ ابوالقاسمؒ صاحب وہاں استاد تھے ان سے میں نے ابواب الصرف' نحو میر' سورہ البقرہ کا ترجمہ اور کچھ احادیث پڑھیں۔ میں امتحان میں اول نمبر آیا تھا اور مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہیدؒ نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور ایک پینسل اور کچھ چیزیں انعام بھی دی تھیں۔

کاموکی کے مدرسے میں آٹھ دس مہینے پڑھنے کے بعد میں واپس اپنے گھر بھاولپور آ گیا۔ والد صاحب کو جب میرے اہل حدیث ہونے کا پتہ لگا تو بس وہ تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ والد صاحب ایک پل مجھے چین نہ لینے دیتے' آدھی آدھی رات تک مجھ سے بحث کرتے۔ لیکن قائل نہ کر پاتے۔ بلکہ میرے سوالوں کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں ہوتا۔ جبکہ میں ان کی ہر بات کو دلیل کے زور پر رد کر دیتا۔ ایک سے زائد مرتبہ ایسا ہوا کہ بحث ومباحثہ کرتے کرتے آدھی رات گزر گئی اور والد صاحب کے حق میں کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تو غصے میں آ کر انہوں نے آدھی رات کو ہی مجھے گھر سے نکال دیا اور وہ راتیں مجھے گلیوں اور سڑکوں پر گزارنا پڑتیں۔

ایک روز والد صاحب مجھے بھاولپور کے بڑے بریلوی عالم دین ٹنکی والی مسجد کے خطیب مولانا نور محمد صاحب کے پاس لے کر گئے' مختلف بدعات کے بارے میں ان سے گفتگو ہوئی' بالخصوص ''ختم شریف'' زیر بحث آیا' کیونکہ پیروں کے ہاں یہ بڑا رواج ہے' بات بات پہ ختم کرواتے ہیں۔ مولانا نور محمد

صاحب نے بھی قصے کہانیاں سنانا شروع کر دیں' فلاں بزرگ یہ کرتے تھے' فلاں نے یہ کیا' میں نے کہا' مولوی صاحب چلیں آپ قرآن کو رہنے دیں' حدیث کو رہنے دیں آپ مجھے صرف اس بات کا ثبوت دکھا دیں کہ خلفاء راشدین نے یا فلاں صحابی نے یا فلاں امام نے یہ عمل کیا' اس لیے آپ یہ کرتے ہیں۔ جب میں نے ان کی تمام باتوں کو دلیل کے ساتھ رد کیا اور قائل نہ ہوا تو مولانا صاحب یہ کہہ کر جان چھڑانے لگے کہ یہ مکمل طور پر مرتد ہو گیا ہے اور اب اس کو میرے پاس نہ لانا۔

میں نے کہا' کہ مولوی صاحب اگر میں مرتد ہو گیا ہوں تو آپ کی ذمہ داری اور بڑھ گئی ہے' آپ مجھے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ میں قصے کہانیوں کو نہیں قرآن وحدیث کے دلائل کو مانتا ہوں۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے مجھے قائل کریں۔ میرے ذہن میں جو الجھنیں ہیں' قرآن وحدیث کے دلائل سے انہیں دور کریں۔ میں وہابی ہوا ہوں' تحقیق کر کے ہوا ہوں میں نے خود قرآن کا ترجمہ پڑھا ہے احادیث پڑھی ہیں میں ان کو کیسے جھٹلا سکتا ہوں۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے مجھ سے مزید گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور میرے مرتد ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیا۔

ادھر سے مایوسی کے بعد والد صاحب نے مجھے اپنے راستے پر لانے کی آخری کوشش اور کی اور وہ مجھے اپنے ایک گہرے دوست کے پاس لے گئے جو عالم دین بھی تھے اور حکیم بھی۔ سیٹلائٹ ٹاؤن اے وکیل والی چکی کے قریب رہتے تھے' جب وہ بھی مجھے قائل نہ کر سکے تو تنگ آ کر والد صاحب نے مجھے مکمل طور پر گھر سے نکال دیا۔

گھر سے مکمل طور پر نکالنا میرے لیے بڑی آزمائش تھی' لیکن اس موقع پر درد دل رکھنے والے اہل حدیث صفدر شاہ صاحب نے میرے ساتھ تعاون کیا

انہوں نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ ان کا میڈیکل اسٹور تھا' میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے میڈیکل اسٹور پر بھی بیٹھا کرتا۔

یہاں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ مجھے حافظ عبداللہ بہاولپوریؒ کے درس میں شرکت کا بھی بہت موقع ملا۔ جمعہ تو پڑھتا ہی ان کے پیچھے تھا' اس کے علاوہ حافظ صاحب طالب علموں کو پڑھایا کرتے تھے۔ میٹرک کے بعد اسٹوڈنٹ وہاں آتے تھے اور مسجد میں حافظ صاحب سے پڑھنے کے علاوہ دن میں کالج جایا کرتے تھے' حافظ صاحب طالب علموں کو بذات خود درس دیا کرتے تھے۔ میں بھی اکثر ان کے درس میں بیٹھتا تھا۔ مجھے حافظ صاحب سے بہت زیادہ دلائل ملے وہ بہت کٹر اہل حدیث تھے۔ میں حافظ صاحب کے طالب علموں سے سوالات کیا کرتا اور ان سے جواب صرف سنتا نہیں تھا بلکہ اصل کتابیں میں حوالے دیکھتا تھا' پھر میرے دل کو تسلی ہوتی۔

مجھے گھر سے نکالنے کے کچھ ہی دن بعد میرا بڑا بھائی والد کا گھر چھوڑ کر ملتان چلا گیا۔ میرے والد شاہ صاحب کے پاس آئے' کہنے لگے مہر علی شاہ ہی میرا دوسرا بڑا بیٹا ہے اسے میرے ساتھ جانے دو' یقین دلاتا ہوں کہ اس کے مذہبی معاملات میں مداخلت اور بحث ومباحثہ نہیں کروں گا۔ میں شاہ صاحب کے کہنے پر والد صاحب کے ساتھ گھر آ گیا۔

توقع کے عین مطابق والد صاحب زیادہ دیر تک اپنی بات پر قائم نہ رہ سکے اور جلد ہی بحث ومباحثے شروع کر دیئے۔ میں نے والد صاحب سے کہہ دیا کہ یہ گردن کٹ سکتی ہے لیکن قرآن وحدیث کی دلیل کے بغیر آپ کی بات تسلیم نہیں کر سکتا' یہ میری آخرت کا معاملہ ہے۔ انہی دنوں بحث ومباحثہ ایک روز طول پکڑ گیا۔ یہاں تک کہ جوش میں آ کر والد صاحب نے چیلنج دے دیا' اگر تم سچے ہو تو اپنے بڑوں کو بلا کر لے آؤ' ہمارے بڑے پیر آئے ہوئے ہیں' تم فلاں

جگہ اپنے بڑوں کو لے کر پہنچو۔

میں بھاگا بھاگا حافظ عبداللہ بہاولپوریؒ کی مسجد میں پہنچا وہاں سے ان کے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن صاحب میرے ساتھ ہو لیے۔ ہمارے ایک اہل حدیث ساتھی محمد حسین گجر ہوا کرتے تھے۔ان کے پاس گئے' ٹریکٹر وغیرہ لیے ان پر آدمی بٹھائے اور طے شدہ مقام پر پہنچے۔پہنچنے پر معلوم ہوا کہ تین چار پیر جمع ہوئے تھے' لیکن اب صرف ایک پیر بیٹھے تھے' باقی جا چکے تھے۔البتہ مرید اب بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے پیر صاحب سے بات شروع کرنا چاہی۔ پیر صاحب فرمانے لگے یہاں نہیں' فلاں جگہ چل کر بات ہو سکتی ہے۔ حافظ صاحب نے کہا' یہاں کیا مذائقہ ہے۔آپ کے اتنے مرید بھی یہاں موجود ہیں یہ بھی کچھ استفادہ کر لیں گے۔ حافظ صاحب نے پیر صاحب کو گفتگو کے لیے آمادہ کرنے کی کافی کوشش کی لیکن وہ نہ مانے یہاں تک کہ میرے والد صاحب الٹا پیر صاحب پر برس پڑے اور کہنے لگے کہ اگر سچے ہو تو یہاں سب کے سامنے گفتگو کیوں نہیں کرتے' بات کرتے ہوئے کیوں ڈرتے ہو۔اس کا مطلب ہے تمہاری بات میں کوئی کھوٹ ہے' میرا بچہ سچا ہے اس کا دین صحیح ہے۔ میرے والد کی گفتگو سے بڑے پیر صاحب ناراض ہو کر چلے گئے۔ وہ میرے لیے شاید زندگی کا سب سے خوشی والا دن تھا۔ میرا وہ باپ جو خود بھی گدی نشین تھا میری مخالفت کرتا تھا۔ مجھے اہل حدیث ہونے کی وجہ سے گھر سے نکال دیتا تھا' مجھے مرتد کہتا تھا' آج اگرچہ اس نے مسلک اہل حدیث قبول نہیں کیا' لیکن مسلک اہل حدیث کے سچے ہونے کا اقرار کیا اور اپنے بڑوں کو جھوٹا کیا۔لیکن افسوس میری خوشی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ مختصر یہ کہ دو تین دن بعد ہی ایک بریلوی عالم والد صاحب کو ملا' یہ وہ عالم دین تھا جو ہمارے دربار کے عرس کے موقع پر تقاریر میں ہمارے بزرگوں کی شان بیان کیا

کرتے تھے۔ انہوں نے نہ جانے کیا پٹی پڑھائی کہ والد صاحب نے پھر اپنی پرانی والی روش اختیار کر لی۔ بہر حال میں نے والدین اور بہن بھائیوں کو صراط مستقیم پر لانے کی بھرپور کوشش کی' تا حال یہ کوشش جاری ہے۔ لیکن اس سلسلے میں مجھے کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ والد صاحب ۱۹۸۱ء میں قتل ہو گئے۔ ان کے بعد دربار کا مجاور بھی مر گیا' گزشتہ تین چار سال سے غالباً ہمارے دربار پر عرس بھی بند ہو گیا ہے۔ کیونکہ دربار کے معاملات سنبھالنے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ بڑا بھائی اب بھی مریدوں سے رابطہ رکھتا ہے اور اکثر بکرے چھترے لاتا رہتا ہے۔ ہمارے کافی مرید ہمارے پھوپھی زاد بھائی اللہ دتے شاہ اور خدا بخش شاہ نے سنبھالے ہوئے ہیں' وہ خیر پور امین والی کے دربار پر ہوتے ہیں۔ میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کراچی میں ہی رہتا ہوں' مسلک کی خدمت کے جذبے کے تحت ہی اپنے بیٹوں کو دینی تعلیم دلوانا چاہتا ہوں۔ اس وقت کراچی میں میرے دو بیٹے زیر تعلیم ہیں۔

اب میرے سامنے دو ہی راستے تھے'
ایک راستہ تقلیدی مذہب کا جس کا
مطلب یہ ہے کہ جو مسائل حنفی فقہ کی کتابوں
میں ہیں ان کو دل سے خدائی احکام مان کر ان
کے مطابق عمل کرنے کا عہد کرتا اور دوسرا راستہ
تحقیقی مذہب کا' جس کا مطلب یہ تھا کہ میں
کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ
احکام کو دل سے خداوندی احکام مان کر ان کے
مطابق عمل کرنے کا عہد کرتا۔ تو میں نے
دیانت داری سے دوسرے راستے کو
اختیار کیا اور پہلے راستہ کو رد کر دیا۔

مولانا عبدالرحمٰن فاضل دیوبند

عبدالرحمن فاضل دیوبند (فیصل آباد)

بندہ حنفی دیوبندی مذہب کا پیرو اور دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر عرصہ دراز تک اسی مسلک پر عمل پیرا رہا' پھر غیر جانب دارانہ تحقیق کر کے ۱۹۶۶ء میں مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور اس کا باقاعدہ اخبارات میں اعلان کیا' بہت سے لوگ پوچھتے ہیں' تم نے ایسا کیوں کیا؟

اس کے جواب میں یہ چند سطور تحریر کی ہیں اور اس میں اپنی زندگی کے مختلف ادوار بتائے ہیں جن سے گزر کر یہ عاجز تحقیق کے اس مقام پر پہنچا جس کا اعلان کرنا ضروری سمجھا' نیز یہ بتایا ہے کہ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے اس میں مذہب اہل حدیث ہی صحیح مذہب ہے۔

مذہب اہل حدیث یہی ہے کہ کوئی بات اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے جب تک وہ قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہو۔ اور اگر قرآن وحدیث کے خلاف کسی بڑے سے بڑے عالم کی بات بھی ہو تو وہ بھی قابل قبول نہیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں نہ کسی عالم کو سند اور دلیل مانتے ہیں اور نہ ہی کسی امام کی ذاتی رائے کو شرعی مانتے ہیں۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی وہی ارشادات قابل قبول ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوں۔ یہ ہے میرا مذہب۔

میری زندگی کا پہلا دور:

میں ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوا' جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین اور ماحول سے جس طرح یہ تین عقیدے حاصل کیے کہ ① ہمارا خالق اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں' اور ② ہمارے پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔ اور ہم آپ ﷺ کے امتی ہیں اور ③ مرنے کے بعد دوبارہ اللہ ہم کو زندہ کر کے ہمارے عملوں کا حساب کتاب لے گا اور بہشت یا دوزخ میں بھیج دے گا۔

اسی طرح یہ عقیدہ بھی حاصل کیا کہ ہم حنفی ہیں اور ہمارا مذہب حنفی ہے' یعنی ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں' اس وقت ذہن میں نہ کسی تنقید کی قابلیت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی انسان موروثی عقائد پر تنقید پسند کرتا ہے۔ سو میں بھی اسی طرح ان عقائد کو موروثی طور پر اختیار کرنے کے لیے تیار رہا۔ اور ان سے دلی وابستگی پیدا کر لی اور یہی وہ عقیدے ہیں جن کی بنا پر ایک آدمی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے' کلمہ طیبہ تو ہم لوگ صرف تبرکاً پڑھتے ہیں' الفاظ کا مطلب کچھ نہیں سمجھتے۔ میں نے بھی تبرکاً ہی یہ کلمہ پڑھنا اپنے ماحول سے سیکھ لیا اور معنی ومطلب سے کوئی غرض نہ رکھی۔ اس کے بعد میں اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر سے رخصت ہو گیا اور مختلف اساتذہ سے بے شمار علوم وفنون پڑھتا رہا۔ صرف' نحو' منطق' فلسفہ' فلکیات' فقہ' اصول فقہ وغیرہ اور جب ان علوم کا مقصد اساتذہ سے پوچھا جاتا تو وہ مقصد یہ بتاتے کہ ان علوم کے ذریعہ قرآن وحدیث کو انسان اچھی طرح سمجھ سکتا ہے' گویا ان علوم کی تعلیم قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے حاصل کی جا رہی تھی اس پر مجھے بارہا اپنے اساتذہ سے یہ عرض کرنا پڑا کہ آپ ان علوم کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث بھی پڑھائیں تو جواب یہ ملتا کہ ان سب سے فارغ ہو کر تم آخری سال دورۂ حدیث پڑھو گے تو اس وقت قرآن وحدیث کا علم ہو سکے گا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل کو اس طرز عمل سے ایک دھچکا لگا‘ مگر یہ وقتی حادثہ تھا جو دل میں آیا اور گزر گیا اور میرے اساتذہ کا اس میں کوئی قصور بھی نہ تھا اس لیے کہ سارے معاشرہ میں وہ نصابِ تعلیم پڑھا پڑھایا جاتا تھا جو شاہجہانی دور میں ایک سرکاری عالم ملا نظام الدین نے مرتب کیا تھا اور اسی لیے اس کا نام بھی درس نظامی ہے اور اہل حدیث کے بغیر سب شیعہ‘ سنی‘ بریلوی اور دیوبندی یہی نصاب آج تک پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تو میرے اساتذہ بھی علماء کے اس معاشرہ میں رہتے تھے‘ اس لیے انہوں نے بھی یہی نصاب پڑھانا تھا اور پڑھایا۔ میرے ان اساتذہ میں بعض بلند درجہ اساتذہ تھے ان کے فیض سے رب نے مجھے دولت علم سے نوازا اور میرے دل سے ہمیشہ ان کے لیے دعائیں نکلتی ہیں اور ان علمائے کرام نے ہی میرا یہ ذہن بنایا کہ جو علم تجھے پڑھایا جا رہا ہے یہ اللہ کی امانت ہے ہم تیرے سپرد کیے جا رہے ہیں‘ اب تیرا فرض ہے کہ اس امانت کی حفاظت اس طرح کرو کہ جو علوم حاصل کیے ہیں ان کی لوگوں کو تعلیم دو ان بزرگوں کی اسی تلقین سے متاثر ہو کر میں نے جس طرح زندگی کا ابتدائی دس سالہ دورِ تعلیم حاصل کرنے کے لیے وقف کیا تھا اسی طرح فراغت کے بعد بیس سالہ دورِ تعلیم دینے کے لیے وقف کیے رکھا اور الحمد للہ اس دور میں میں نے خالصۃً رضائے الٰہی کے لیے سلسلۂ درس وتدریس جاری رکھا۔

دُوسرا دَور:

بہر حال جب دَورِ طالب علمی کا وہ آخری سال آیا جب مجھے دورۂ حدیث پڑنا تھا تو میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے ہندوستان گیا اور دیوبندی مسلک کے چوٹی کے علماء سے دورۂ حدیث پڑھا۔ جن میں مولانا بشیر احمد عثمانیؒ بھی شامل ہیں جو مملکت پاکستان میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ ان اساتذہ کرام کا علم بھی ہر شک وشبہ سے بالا ہے اور تقویٰ

ودیانت بھی مسلمہ، مگر طریقہ تعلیم تو وہی تھا جو تمام حنفی علماء میں مروج تھا' چنانچہ دورۂ حدیث کے دوران میرے دل کو دو باتوں سے دھچکا لگا' اول یہ کہ دورۂ حدیث میں حدیث کی چھ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں' یعنی صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ابوداود' جامع ترمذی' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ' ان سب کتابوں کے مصنفوں میں سے کوئی ایک بھی نہ کسی امام کا مقلد ہے اور نہ ہی حنفی تو میرے دل پر یہ بات بہت گراں گزری کہ حدیثیں جمع کرنے والے محدث علماء میں سے کوئی بھی حنفی نہیں' حنفی علماء کی کوئی کتاب حدیث رسول ﷺ کے متعلق ہمارے درس میں نہ تھی۔ کیونکہ ایسی کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ دوسری اس بات سے میرے دل پر زبردست چوٹ لگی کہ ہمارے اساتذہ سال بھر ان حدیثوں کی تاویلوں پر طویل تقریریں کرتے رہے جو حدیثیں حنفی فقہ کے خلاف ہیں' حتی کہ بعض حدیثوں پر تو دس دس دن اور مہینہ مہینہ تقریریں ہوتی رہتیں اور ہم طلبہ یاد بھی کرتے اور لکھتے بھی رہتے مگر ایک ایسے طالب علم کے لیے جس نے سب علوم سمجھ کر پڑھے ہوں ان کے نزدیک ان تقریروں کی حیثیت محض غلط تاویلوں کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی۔ مجھے یاد ہے' ہمارے ساتھ دورۂ حدیث میں جزائر مالا بار کا ایک شافعی طالب علم بھی شریک تھا۔ وہ کہا کرتا تھا' ہمارے اساتذہ اپنے مذہب کے مسائل کو دلائل کی بجائے مکوں کے زور سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ بعض اساتذہ دوران تدریس جوش میں تپائی پر زور زور سے مکے مارا کرتے تھے۔ اس صورت حال سے میرا ذہن متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا مگر اس کے بعد بیس سالہ دور ؓ میں اس اثر کے تحت میں صرف اس قدر فقہ کی تردید کیا کرتا تھا کہ یہ مسائل گروہی اختلافی نہیں ہیں' بلکہ شہنشاہوں اور جاگیرداروں کو خوش کرنے کے لیے لکھے گئے ہیں' میری اس تردید سے حنفی علماء تو ناراض رہا کرتے تھے' مگر انصاف پسند تعلیم یافتہ حضرات

پسند کیا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ میرے ذہنی انقلاب کا یہ دوسرا واقعہ تھا۔

تیسرا دَور:

تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ میں اپنے بیس سالہ دورِ تدریس میں طلبہ کو ترجمۂ قرآن اور حدیث کی ابتدائی کتاب مشکوٰۃ کا درس لازمی دیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں مضمون حنفی نصاب میں داخل نہیں' ابتدائی زمانہ میں طالب علم مخلص ہوتے تھے وہ میرے اس کام کی قدر کرتے تھے' مگر تقسیم ملک کے بعد طالب علم میرے ان جبری درسوں کو بے کار سمجھنے لگے اور ملک کے طول وعرض میں مجھے اس کام پر مطعون کیا جانے لگا کہ وہ سخت طبیعت ہے اور طالب علموں سے جبراً بگار لیتا ہے ان کو جبراً ترجمہ قرآن بھی پڑھاتا ہے اور مشکوٰۃ شریف بھی۔ جب میں نے اپنے خلاف اس قسم کے طعنے اور الزامات سنے تو میری طبیعت میں طالب علموں کو علم پڑھانے سے ہی یک گونا بیزاری پیدا ہوگئی کہ انسانوں کے لکھے ہوئے علوم کو تو شوق سے پڑھتے ہیں' مگر اللہ اور رسول ﷺ کے عطا کردہ علوم کو پڑھنا ایک بگار سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پڑھا کر عالم بنانے سے مجھے اللہ کے ہاں کیا ملے گا؟ کیونکہ میں دنیا کے مال ومتاع کے لیے تو نہیں پڑھا رہا تھا' صرف رضائے الٰہی مقصود تھی تو جب اللہ کی کتاب اور پیغمبر علیہ السلام کی حدیث کے ساتھ ان عالم بننے والے لوگوں کا یہ برتاؤ ہو تو ان کو پڑھانے سے نہ پڑھانا بہتر ہے۔

چوتھا دَور:

چوتھا واقعہ یہ پیش آیا کہ عام مدارس کو دوکان داری بنا لیا گیا اور پڑھنے پڑھانے والوں نے بھی اپنا مقصد حصول دنیا قرار دے لیا۔ اسی سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ۱۹۶۳ء میں لائل پور (فیصل آباد) شہر میں نماز تراویح کا اختلافی مسئلہ چھڑ گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ منٹگمری بازار اہل حدیث کی مسجد میں ایک جلسہ عام امام المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی

نے یہ چیلنج کر دیا کہ بیس رکعت تراویح کوئی حنفی عالم ثابت کر کے دکھانا چاہے تو ہم مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ میرے مدرسہ کے دو طالب علموں نے رقعہ لکھا کہ ہم تیار ہیں' انہوں نے واپس آ کر مجھ سے مناظرہ کے لیے کہا تو میں نے کہا کہ مناظروں سے مسائل ثابت نہیں ہوا کرتے۔ میں جلدی ہی نماز تراویح پر ایک رسالہ لکھنے والا ہوں' پھر میں نے رسالہ لکھنے کا عزم کیا تو چونکہ میں دوسرے حنفی مدرس علماء کی طرح باقی علوم وفنون کا ماہر تھا۔ مگر حدیث چونکہ کوئی پڑھتا ہی نہ تھا اس لیے حدیث میں مجھے کوئی مہارت نہ تھی۔ چنانچہ میں رسالہ کا مواد حاصل کرنے کے لیے مولانا سرفراز خان صاحب کے پاس گکھڑ گیا' کیونکہ وہ اہل حدیث کے مقابلہ میں اختلافی مسائل پر کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے بیس رکعت تراویح کی دو دلیلیں پیش کیں' ایک موطا امام مالک کی روایت جس میں راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ رمضان کی راتوں کو بیس رکعت کا قیام کیا کرتے تھے اور چونکہ یہ موطا کی روایت ہے اس لیے یہ مستند ہے۔ دوسری یہ دلیل پیش کی کہ سنن بیہقی میں یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن باجماعت جو نماز تراویح پڑھائی تھی وہ بیس رکعت تھیں۔

مولانا سرفراز خان صاحب نے خود یہ فرمایا کہ اس روایت میں ابوشیبہ نامی ایک راوی ہے اور اہل حدیث اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں' مگر اسماء رجال کی کتاب میزان الاعتدال میں یہ ذکر ہے کہ امام بخاری نے اس راوی کو ضعیف قرار نہیں دیا۔ اور پھر مجھے میزان الاعتدال کی یہ عبارت نکال کر دکھائی اور لکھوائی۔ عبارت یہ ہے کہ ابوشیبہ کا ذکر کرتے ہوئے مصنف کہتا ہے کہ "سکت عنه البخاری" یعنی "اس راوی سے امام بخاری رحمہ اللہ نے سکوت فرمایا ہے۔" مولانا صاحب نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس راوی پر کوئی تنقید نہیں کی اور جب امام بخاری رحمہ اللہ تنقید نہیں کرتے تو دوسرے

محدثین کو تنقید کا کیا کام رہ جاتا ہے' میں نے واپس آ کر رسالہ لکھ کر چھپوا دیا اور شائع کر دیا۔ اور یہ عبارت بھی لکھ دی اس پر ایک اہل حدیث عالم کی طرف سے یہ اشتہار شائع ہوا کہ اگر میزان الاعتدال سے مولانا عبدالرحمٰن صاحب یہ ثابت کر دیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کو ضعیف نہیں قرار دیا تو میں مولانا کو ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

مجھے یہ اشتہار پہنچا تو بڑی حیرت ہوئی کہ میزان الاعتدال میں یہ عبارت میں نے خود دیکھی ہے تو پھر یہ چیلنج کیسا؟ میں نے یہ سمجھا کہ شاید جو جملہ میں نے نقل کیا ہے اس کے سیاق وسباق میں کوئی اور عبارت ہو اور میں نے نہ دیکھی ہو۔ چنانچہ میں نے بحالت روزہ ہی لاہور کا سفر کیا اور کتاب میزان الاعتدال دو سو روپیہ میں خریدی مگر کتاب کا جب مطالعہ کیا تو عبارت بالکل درست تھی اور سیاق وسباق میں کوئی ایسا لفظ نہ تھا جس میں اس جملہ کی نفی ہو۔ میری حیرت اور بڑھ گئی اور واپس لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔ یہاں آ کر میزان الاعتدال کا مقدمہ پڑھا تو وہاں یہ قاعدہ لکھا ہوا تھا کہ جب اسنادِ حدیث کی بحث میں یہ جملہ آ جائے کہ "سکت عنه البخاری" تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ یا محدثین نے اس راوی کو حد سے زیادہ ضعیف قرار دیا ہے اور اس کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ اس کے متعلق کوئی بحث کی جائے' یا تنقید کی جائے۔ یعنی وہ ناقابل اعتماد ہے' یعنی کسی محدث کے سامنے کسی ایسے راوی کا ذکر آ جاتا کہ وہ حدیثوں میں سرے سے قابل اعتبار ہی نہ ہوتا تو محدث اس کے متعلق کہہ دیتا۔ چھوڑو اس راوی کو یہ بھی کوئی محدث ہے؟ کہ اس پر کوئی بات کی جائے۔ یعنی سرے سے اس قابل ہی نہیں کہ اس کا محدثوں میں نام لیا جائے تو "سکت عنه البخاری" کا مطلب بھی اس قاعدہ کے مطابق یہ ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے متعلق مکمل سکوت فرمایا ہے۔ یعنی اس کے

متعلق کوئی بات کرنا گوارا ہی نہیں کیا۔ جب یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہوئی تو میں نے مولانا سرفراز خان صاحب کو لکھا کہ مذہبی تعصب میں آ کر دیانت کو چھوڑ دینا ایک عالم کے شایان شان نہیں ہے۔ تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی تو زبانی فرمایا کہ مولوی صاحب ایسے اختلافی مسائل میں حقیقت یہ ہے کہ احادیث حنفیوں کے خلاف ہیں اور ایسے ضعیف سہاروں سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔ اس سے میرے ذہن پر زبردست چوٹ لگی اور افسوس ہوا کہ دین کے معاملہ میں یہ طرز عمل' یہ تو خالصۃً یہودی علماء کا طرز عمل ہے۔ چنانچہ ان وجوہ کی بنا پر میں نے ایک طرف مدرسہ چلانے سے دست برداری اختیار کر لی اور دوسری طرف تقلیدی ذہن کو بالکل ترک کر دیا اور غیر جانب دار ہو کر عالمی مذاہب کا مطالعہ بھی کیا اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مسالک کا مطالعہ بھی غیر جانبداری سے کیا اس کے ساتھ ہی عالمی تاریخ بالعموم اور اسلامی تاریخ بالخصوص زیر مطالعہ رکھی اور اپنے لیے قرآن وحدث کے غیر جانبدارانہ سمجھنے کو نصب العین بنا لیا۔ چنانچہ چند سالوں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسلمانوں کے اختلافی مسائل میں برحق مذہب یہ ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث میں ملے اس کو قبول کر لیا جائے اور اس کے سوا سب انسانوں کی باتوں کو قرآن وحدیث کے ساتھ تطبیق دی جائے جو بات قرآن وحدیث کے خلاف ہو اس کو رد کر دیا جائے' کیونکہ پیغمبر علیہ السلام کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں تو پھر ہم غیر معصوم انسانوں کی تقلید کیوں کریں؟ ترک تقلید کو نہ صرف یہ کہ میں نے اپنا مسلک بنایا' بلکہ میرے نزدیک کسی بھی عالم کے لیے تقلید جائز نہیں اور عوام غریب تو علماء کے تابع ہوتے ہیں وہ معذور ہیں' مگر علماء کے لیے تقلید کرنا قطعاً حرام ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان جب یہ کلمہ پڑھ لیتا ہے کہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ تو اس کلمہ کے پہلے جز کا مطلب

یہ ہے کہ انسان دل سے یہ عہد کر لے کہ میں نے اپنا مالک و حاکم صرف اللہ کو بنانا ہے اور اسی کے حکموں پر چلنا ہے اور دوسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ یہ دور ہے محمد ﷺ کی نبوت کا۔ لہٰذا اللہ کا وہی حکم میں نے ماننا ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ذریعہ مجھ تک پہنچا ہے' ہر مسلمان جب دل سے صرف دو ذاتوں کا حکم مان لینے اور اس پر چلنے کا عہد کرتا ہے' ایک ذاتِ خداوندی جس کا حکم قرآن میں ہے اور دوسری ذات محمدی جن کا پیش کردہ طریقِ زندگی حدیث میں ہے تو پھر کسی مسلمان کے لیے بھی یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے سوا کسی دوسرے کی تقلید کرے اور گروہی تعصب میں آ کر آنکھیں بند کر لے کیونکہ جس طرح اللہ کے سوا کسی دوسرے کا حکم مان لینا الوہیت میں شرک ہے۔ ایسے ہی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سوا کسی دوسرے کا حکم مان لینا یہ شرک فی الرسالت ہے اور جو مسلمان کسی کی بھی تقلید کرتا ہے یا وہ اس کو حکم صادر کرنے کا اختیار دیتا ہے تو یہ الوہیت میں شرک ہے۔ اور اگر اس کو حکم خداوندی کے ترجمان کا منصب دیتا ہے تو یہ رسالت میں شرک ہے اس لیے تقلید تو عوام کے لیے بھی حرام ہے اور علماء کے لیے بھی حرام' مگر علماء اس جرم میں عوام کی طرف سے بھی ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ عوام کو وہ گروہ بندی میں لا کر تقلید کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ حالانکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے شخص کی بات بھی ہو اس کو ٹھکرا دینا لازمی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ تاریخ اسلامی میں مذکور ہے کہ حج کے موقع پر کسی شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے تو سائل نے کہا کہ آپ کے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے خلاف بیان کیا کرتے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غصے میں آ گئے اور فرمایا: ''یعنی کیا محمد رسول اللہ ﷺ تابعداری کیے جانے کے زیادہ حق دار ہیں؟ یا عمر رضی اللہ عنہ؟'' (احکام الاحکام ج ۲' بحث

ردتقلید) یہ تھا صحیح ایمان کہ اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف خواہ کسی جلیل القدر صحابی کی بات بھی ہو اس کو بھی رد کر دیا جائے۔

بالآخر میں اہل حدیث ہو گیا:

اب میرے سامنے دو ہی راستے تھے' ایک راستہ تقلیدی مذہب کا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسائل حنفی فقہ کی کتابوں میں ہیں' میں ان کو دل سے خدائی احکام مان کر ان کے مطابق عمل کرنے کا عہد کرتا اور دوسرا راستہ تحقیقی مذہب کا جس کا مطلب یہ ہے کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ احکام کو دل سے خداوندی احکام مان کر ان کے مطابق عمل کرنے کا عہد کرتا۔ تو میں نے دیانت داری سے دوسرے راستہ کو اختیار کیا اور پہلے راستہ کو رد کر دیا۔ یہی دوسرا راستہ مذہب اہل حدیث ہے اس لیے کہ مذہب اہل حدیث کا مطلب کسی خاص طبقہ علماء کی تقلید کرنا نہیں' بلکہ قرآن وحدیث پر ایمان لا کر صرف قرآن وحدیث کے پیش کردہ احکام کو دل سے خدائی احکام مان کر ان کے مطابق عمل کرنا ہے۔ لہٰذا میں نے مذکورہ بالا مختلف ادوار سے گزرنے کے بعد مذہب اہل حدیث اختیار کیا اور اس کا اعلان بھی کر دیا۔ اس کے بعد نماز تراویح' فاتحہ خلف الامام' نماز جنازہ وغیرہ مسائل پر چھوٹے چھوٹے رسائل بھی تصنیف کر کے شائع کرا چکا ہوں تاکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی خداوند قدوس ہدایت عطا فرمائے اور وہ تقلید ترک کر کے سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہو کر اپنی عاقبت سنواریں۔ اس مختصر رسالہ کی اشاعت کی غرض بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کو اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

مجددی صاحب کی تقریر کے اختتام پر
مجددی صاحب کا لکھا ہوا ۲۵ صفحات
پر مشتمل پمفلٹ بعنوان ''عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی
حیثیت'' فروخت ہوا۔ پمفلٹ میں زبردست تضاد تھا۔
ابتداء میں لکھتے ہیں۔ میلاد اللہ نے منایا اور اولیاء نے
منایا' میں نے سوچا کہ پھر اس سے بڑا فرض ہمارے لیے
کوئی نہ ہوا۔ آخر میں مجددی صاحب نے اپنی ساری
محنت پر یوں پانی پھیر دیا کہ ہم میلاد النبی ﷺ کو نہ فرض
کہتے ہیں نہ سنت' زیادہ سے زیادہ مستحب
سمجھتے ہیں یا واجب۔'' میں بات سمجھ گیا۔

حکیم عبدالرحمٰن عثمانی

حکیم عبدالرحمٰن عثمانی

چاندنی چوک۔ گوجرانوالہ

میں بریلویوں کی محفل سے اہل حدیث بن کر نکلا:

میں اپنی زندگی کے اس دور کو دور جاہلیت سے تعبیر کرتا ہوں، جب میں توحید وسنت کی روشنی سے ناآشنا تھا۔ اس دور کے جو اعمال ہیں، حقیقتاً ہیں بھی جاہلانہ لیکن اس کا پتہ تو اب چلا ہے۔ وگرنہ پہلے تو ان اعمال کی علمی توضیحات کیا کرتے تھے۔

دور جاہلیت کی بات ہے کہ گوجرانوالہ کے قریب کوٹلی نام کا ایک گاؤں ہے جہاں بابے جموں والی سرکار کا سالانہ میلہ (عرس) لگتا ہے۔ مجھے بھی دو مرتبہ میلے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس قسم کے پروگراموں میں ویسے تو ہر قسم کی خرافات ہوتی ہیں مگر آج تک مجھے جس شرکیہ عمل میں ملوث ہونے کا زیادہ دکھ ہے وہ ''سرکار'' کی قبر کا طواف ہے، جو کہ میں نے لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے ہاتھ باندھ کر آنکھیں بند کر کے قبر کے گرد سات چکر لگا کر کیا اور ایک بزرگ کی زبان سے یہ سن کر اور بھی زیادہ خوشی ہوئی کہ جو خانہ کعبہ جانے کی طاقت نہیں رکھتا اللہ نے اولیاء کی قبروں پر ان کے لیے یہ اجر وثواب رکھ دیا ہے۔ اس وقت تقلیدی ذہن تھا بزرگوں کی کہی ہوئی بات پر نہ تو دلیل مانگ سکتے تھے اور نہ اس کا شعور تھا۔

ہمارے گھر کے قریب ہی ایک مسجد میں مسجد کے سابق خطیب کی قبر ہے اور ہر سال مسجد میں ہی بڑی شان وشوکت سے عرس بھی منعقد ہوتا ہے اور مسجد کا تقدس' خوب پامال ہوتا ہے۔ میں اس مسجد میں نماز پڑھتا تھا اور نعتیں ''گاتا'' تھا اور کبھی کبھی نعت (پڑھنے) ''گانے'' پر سامعین کی طرف سے ''سرکار'' کے نام کا انعام بھی ملتا تھا۔

ایک دن مسجد کے اس وقت کے خطیب ریاض احمد سیالوی سے میں نے کہا' مولوی صاحب لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو ان کی کمر قبر ''مبارک'' کی طرف ہوتی ہے لہٰذا آپ پابندی لگا دیں کہ مسجد کے فلاں حصے میں نماز نہ پڑھیں۔ مگر افسوس مولوی صاحب کچھ سچے ''عاشق قبول'' ثابت نہ ہوئے۔ مجھے کہنے لگے بیٹا تم خود ہی کہہ دو۔

پرائمری کے بعد والد صاحب نے والدہ کے شدید احتجاج اور میرے انکار کے باوجود مجھے گھر کے قریب جامع مسجد اہل حدیث میں واقع جامعہ ہائی سکول میں داخل کروادیا تاکہ مسجد کے ماحول میں رہ کر اخلاقی تربیت ہوسکے۔ جب کہ والدہ ''وہابیوں'' کے اسکول میں داخلے پر رضامند نہیں تھیں...... دراصل پورے گھر میں صرف والد صاحب عثمانیہ مسجد کے خطیب مولانا بشیر الرحمٰن سلفی صاحب کے کافی معتقد ہیں۔

ظہر کی نماز اسکول میں ہی پڑھا کرتے تھے۔ میں ہاتھ زیر ناف باندھا کرتا تھا اور وہابیوں کو جلانے کی خاطر اور زیادہ نیچے باندھتا تھا۔

ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا' میرے ایک کلاس فیلو نے میرے ہاتھ نیچے سے اٹھا کر اوپر سینے پر رکھ دیئے' میں نے غصے بھرے انداز میں جھٹکے سے نیچے کر دیئے' دو تین مرتبہ اسی طرح تکرار ہوئی تو میں نے بالآخر غصے سے نماز توڑ کر کہا کہ میں اللہ کے حضور گستاخوں کی طرح ہاتھ نہیں باندھتا...... اس اللہ کے بندے

نے اس کی شکایت مولانا بشیر الرحمٰن سلفی صاحب سے اس انداز میں کی کہ عبدالرحمٰن نے کہا ہے کہ "میں حرام زادوں کی طرح ہاتھ نہیں باندھتا۔" اور پھر میری خوب.............. ہوئی۔

اس واقعہ کے بعد وہابیوں سے میری نفرت مزید بڑھ گئی۔ مگر اسکول میں ہی مجھے کچھ کچھ دینی مسائل کی سمجھ آنے لگی اور آہستہ آہستہ نفرت کم ہوتی چلی گئی' اسکول کے نصاب میں شامل ترجمہ قرآن' نخبۃ الاحادیث اور بلوغ المرام کے مطالعے سے آنکھیں کھلتی گئیں' تاہم میں ہر مسئلے کو اولاً بریلویت کی کسوٹی پر دیکھا کرتا تھا۔ مثلاً ایک روز نماز میں جلسہ کی دعا سکھائی گئی تو میں نے گھر آ کر اپنے بڑے بھائی (جو کہ پیر حمید الدین سیالوی کے مرید ہیں) سے پوچھا تو انہوں نے نہ صرف مجھے پڑھنے سے منع کر دیا بلکہ سرے سے اس دعا کو من گھڑت قرار دیا۔

ایک روز سیالکوٹ میں شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کا جلسہ تھا۔ اسکول کی طرف سے جلسہ میں شرکت کے لیے ایک بس جا رہی تھی۔ میں بھی محض سیر سپاٹے کی غرض سے ساتھ چل دیا۔ بس میں سمجھتا ہوں اسی دن سے میں نے اپنے دل میں وہابیوں کے لیے کوئی جگہ محسوس کی۔ میں علامہ شہیدؒ کی تقریر سے بہت متاثر ہوا۔

علامہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ "دلائل اور تحقیق ہی اہل حدیث کا طرۂ امتیاز ہیں۔"

جلسہ سے واپسی پر میں نے بڑے بھائی جان سے کہا' احسان الٰہی تو بڑا ہٹا کٹا ہے' ایک کلاشن کوف والا بھی ساتھ تھا۔ وہ کہنے لگے' ہاں جو برے کام کرتا ہے اسے اپنی جان کا خطرہ تو ہوتا ہے۔ میں حیران تھا کہ وہ تو اللہ اور رسول ﷺ کی باتیں کرتا تھا' برا کام کون سا ہے جس سے جان کو خطرہ ہے۔ اس وقت تو مجھے اس سوال کا جواب نہیں ملا تاہم اب سمجھ گیا ہوں کہ جو بھی خوش نصیب علامہ شہیدؒ

کے نقش قدم پر چل کر پاکستان سے ظلم و جبر اور استحصالی نظام کو ختم کرنے کا ''جرم'' کرے گا اسے اپنی حفاظت کے لیے کلاشن کوف بردار بھی رکھنا پڑے گا اور علامہ شہیدؒ کی طرح موت کا منتظر بھی رہنا ہوگا...... اس جلسہ کے بعد ہی میرے اندر تحقیق کی حس بیدار ہوگئی۔

میٹرک کے پیپرز دینے کے بعد میں نے مولانا بشیر الرحمٰن سلفی صاحب سے باقاعدہ بڑے شوق سے تحقیق کی غرض سے بلوغ المرام کی دہرائی شروع کی۔ لیکن اس وقت تک بھی میں بریلوی ہی تھا۔ تحقیق کی غرض سے ایک طرف تو میں اہل حدیث علماء سے تعلیم حاصل کرتا رہا اور دوسری طرف گوجرانوالہ میں ہی مولانا غلام فرید ہزاروی (جنہوں نے حال ہی میں علامہ شہیدؒ کی کتاب ''البریلویہ'' کا جواب لکھنے کی ناکام کوشش کی ہے) کے مدرسہ جامعہ فاروقیہ حنفی بریلوی میں داخلہ لیا۔ اس وقت تک چونکہ مجھ پر وہابیوں کا کچھ کچھ رنگ چڑھ چکا تھا اس لیے بریلوی مدرسے کے رنگ ڈھنگ انتہائی معیوب لگے۔ مثلاً غلام فرید صاحب جب لڑکوں میں تشریف لاتے تو سب لڑکے کھڑے ہو جاتے ''حضرت'' صاحب کا ہاتھ آگے بڑھتا اور سب لڑکے باری باری بوسہ لیتے اس کے علاوہ تعلیمی نظام انتہائی ناقص تھا۔ طلباء بے لگام تھے۔ حضرت صاحب پان خوری اور تمباکو نوشی کے مرتکب پائے گئے۔ بس چند ہی دن بعد میں نے مدرسہ چھوڑ دیا۔

غالباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے ۱۲/ ربیع الاول المعروف بارہ وفات کے روز عثمانیہ مسجد کے قریب چاندنی چوک میں گوجرانوالہ کے بریلوی مولوی اور اپنے حلقے کے معروف پیر سعید احمد مجددی صاحب حسب روایت تشریف لائے اور قرآن کی آیت ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾ (الآیہ) سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مروجہ عید میلاد النبی ﷺ منانا جائز ہے اور تقریر کے اختتام پر

مجددی صاحب کا لکھا ہوا ۲۰' ۲۵ صفحات پر مشتمل پمفلٹ بعنوان ''عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت'' فروخت ہوا' میں مجددی صاحب کا اچھا خاصہ معتقد تھا' وہ پمفلٹ خرید کر پڑھا' پمفلٹ میں زبردست تضاد تھا' ابتداء میں لکھتے ہیں۔ میلاد اللہ نے منایا' ائمہ اور اولیاء نے منایا' میں نے سوچا کہ پھر اس سے بڑا فرض ہمارے لیے کوئی نہ ہوا۔ مگر مجددی صاحب نے بڑے بڑے دلائل کے ساتھ اپنی بات کو خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہوئے آخر میں جا کر اپنی ساری محنت پر یوں پانی پھیر دیا کہ ہم میلاد النبی ﷺ کو نہ فرض کہتے ہیں نہ سنت' زیادہ سے زیادہ مستحب سمجھتے ہیں یا واجب۔ میں انتہائی پریشان ہوا اور اپنے استاد مولانا بشیر الرحمٰن سلفی صاحب سے بات کی اور اسی دن سلفی صاحب سے دلائل حاصل کر کے مجددی صاحب کی مسجد میں گیا۔

مجددی صاحب سے ملاقات ہوئی' انہوں نے چائے پلائی' پھر ان کے استفسار پر میں نے عرض کیا' حضرت صاحب آپ نے چاندنی چوک میں جو تقریر کی تھی وہابی اس کے متعلق اعتراضات کر رہے ہیں' میں ان کی وضاحت چاہتا ہوں' تاکہ وہابیوں کو جواب دیا جا سکے' حضرت صاحب کے خیال میں' اب تک میں ان کا معتقد ہی تھا۔

میں نے کہا' آپ نے قرآن کی آیت ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾ کی جو تفسیر کی ہے یہی تفسیر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ دینؒ کی سمجھ میں کیوں نہ آئی؟

جواب ملا' قرآن کسی خاص دور کے لیے تھوڑی ہی اترا ہے۔ ہر دور کے حالات کے مطابق اس کی آیات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ (قارئین! غور فرمائیں اسلام کے نام پر کس انداز سے بدعات کا دروازہ کھلتا ہے)

میں نے ایک اور سوال کر دیا' حضرت صاحب آپ کی تفسیر سے قرون

اولیٰ کے مسلمانوں کا ایمان مشکوک ہو جاتا ہے' کیا نعوذ باللہ انہیں نبی ﷺ سے محبت نہ تھی جو وہ میلاد نہ منا سکے۔

جواب ملا' آپ کو کس نے کہا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے میلاد نہیں منایا۔ انہوں نے تو میلاد منایا' بلکہ نبی ﷺ نے خود ہر پیر کو روزہ رکھ کر اپنا میلاد منایا' اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منایا۔

میں نے کہا' اگر یہ مان بھی لیں تو جلوس پھر بھی ثابت نہیں ہوتا' جلسے اور محافل بھی ثابت نہیں ہوتیں' کہنے لگے رسول اللہ ﷺ کے دور میں جلوس ثابت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے تو ایک بہت بڑا جلوس نکلا تھا۔

میں نے کہا' حضرت کہاں کی بات کہاں لے جا رہے ہیں' وہ لوگ تو اپنے قائد' اپنے محبوب پیغمبر علیہ السلام کے دیدار کے لیے استقبال کے لیے اکٹھے ہوئے تھے' اور اگر جلوس مان بھی لیں تو وہ جلوس کب میلاد النبی ﷺ کا جلوس تھا؟

کہنے لگا' میلاد النبی ﷺ کا نہ سہی جلوس تو ثابت ہو گیا۔ (قارئین! غور فرمائیں' جہالت کی انتہاء یہ بات بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی بتوں کو سجدہ کرے اور دلیل دے کہ نبی ﷺ سے سجدہ کرنا ثابت ہے' بتوں کو نہ سہی نماز میں تو سجدہ کرتے تھے)

میں نے ایک اور سوال داغ دیا' اچھا حضرت صاحب یہ جلوس نبی ﷺ کی زندگی میں دوبارہ کیوں نہ نکلا' جب کہ ہم ہر سال نکالتے ہیں؟

جواب میں فرمانے لگے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی مصروفیات کی بنا پر وقت ہی نہ ملا۔ ورنہ ضرور نکالتے۔

میں نے کہا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شادی کے لیے' کفن دفن کے لیے اور دیگر ضروریات زندگی کے لیے تو وقت نکال لیتے تھے' اگر وقت نہیں نکلتا تھا تو صرف نبی ﷺ کے لیے نہیں نکلتا تھا۔

گھنٹہ بھر سے اوپر وقت ہو چکا تھا' حضرت صاحب خفا ہو رہے تھے' لہجے میں تلخی سی آ رہی تھی اور مریدین بھی غصے سے بھرے بیٹھے تھے' آخر ایک بول ہی اٹھا تم بے کار میں وقت ضائع کر رہے ہو' بات سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔

اگرچہ مجھے مریدین کے ماتھے پر شکنوں کی کوئی پرواہ نہ تھی' لیکن نشست کافی طویل ہو چکی تھی اور مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ مجددی صاحب اپنے موقف پر کوئی ایک بھی قرآن وحدیث سے مؤثر دلیل نہ دے سکے تھے۔

میں نے کچھ ہی عرصہ قبل سعید مجددی صاحب کی ایک تقریر سنی تھی اس کے متعلق بھی اسی نشست میں ایک دو سوال کیے۔

وہابی ایک حدیث پڑھتے ہیں «لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا». میری قبر کو بت نہ سمجھنا'۔

وہابی اس کا بہت غلط مفہوم لیتے ہیں' کیونکہ یہ گستاخ ہیں' حدیث کو سمجھنے کے لیے عشق چاہیے آیئے اس حدیث کا صحیح مفہوم سمجھاؤں' اللہ کے حبیب نے فرمایا: ''میری قبر کو بت نہ سمجھنا'' دیکھیں بت کسے کہتے ہیں' قرآن سے پوچھیں:

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ......﴾

''جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے تم بتوں کو نہ پوجو' یہ نہ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں نہ مدد کر سکتے ہیں۔''

معلوم ہوا بت وہ ہے جو نہ سن سکے' نہ بول سکے نہ مدد کر سکے۔ آقا نے فرمایا میں سن بھی سکتا ہوں بول بھی سکتا ہوں مدد بھی کر سکتا ہوں میری قبر کو بت نہ سمجھنا۔

میں نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا حدیث یوں ہے:

«اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ».

''اے اللہ میرے قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت ہونے لگے۔''

میں نے یہ اقتباس سنا کر عرض کی' حضرت صاحب یہ حدیث ایک وہابی کے سامنے پڑھی تھی وہ اس کی دلیل مانگتا تھا۔

کہنے لگے' وہابیوں کے پاس زیادہ نہ بیٹھا کرو۔ دماغ خراب کر دیتے ہیں۔(میں نے دل میں کہا' حضرت میرا تو دماغ خراب آج ہو چکا ہے)

مجددی صاحب نے ایک اردو کی کتاب میرے سامنے رکھی' ایک صفحہ کھول کر حدیث دکھائی میں نے پڑھی تو جیسے مجددی صاحب نے بیان کی تھی ویسے ہی لکھی تھی۔ میں نے ایک صفحہ شاید آگے یا پیچھے کیا تو پوری حدیث لکھی ہوئی نظر آئی۔ میں نے وہ پڑھ کر وضاحت طلب کی تو حضرت صاحب فرمانے لگے' ہاں یہ بھی ٹھیک ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ اسی طرز کی دو چار باتیں کر کے حضرت نے بات گول کر دی۔

اس نشست سے مسلک اہل حدیث کی حقانیت روز روشن کی طرح مجھ پر واضح ہو چکی تھی۔

میں نے سوچا ہمارے اتنے بڑے علامہ صاحب' پیر صاحب جب مجھ جیسے طالب علم کو قائل نہ کر سکے تو کسی اہل حدیث عالم دین سے یہ کیا مناظرہ یا بحث کریں گے۔ میں نے گفتگو ختم کرنا ہی غنیمت جانا اور اٹھتے ہوئے اجازت چاہی تو حضرت صاحب نے پوچھا' بیٹا تسلی ہو گئی؟ کوئی مسئلہ اور تو نہیں؟

میں نے طنزیہ سے انداز میں کہا:''ہاں جی مولانا صاحب خوب تسلی ہوئی' (دل میں کہا' بریلوی مسلک نہیں اہل حدیث مسلک پر)۔''

اس طرح میں بریلویوں کے علامہ' مایہ ناز خطیب کی محفل سے اہل حدیث بن کر نکلا۔

قرآن وحدیث میں یہ تاثیر دیکھی
کہ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

چوہدری حیدر گجر۔ گجرات

چوہدری حیدر گجر۔ گجرات

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود:

میں ضلع گجرات کے قصبے مکریاں میں پیدا ہوا۔ یہیں بچپن اور جوانی کی بہاریں دیکھیں' پہلے میں کٹر متعصب بریلوی تھا۔ آج الحمدللہ مجھے اہل حدیث ہوئے پورا ایک سال ہو چکا ہے اور آج میں جب اپنی گذشتہ زندگی پر نظریں ڈالتا ہوں جو کہ بریلویت میں گزری تو یوں لگتا ہے جیسے شاعر نے میرے ہی متعلق کہا تھا:

وضع میں تم ہو نصاریٰ اور تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

وہ اگرچہ چرچ میں مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھ کر پوجتے ہیں تو میں بھی مقبروں اور مزاروں کو اولیاء کی مقدس درگاہ اور آستانہ سمجھ کر پوجا کرتا تھا اور مزاروں' درباروں' عرسوں اور میلوں پر جانا میرا پسندیدہ مشغلہ تھا' اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں انتہائی عبادت اور باعث نجات وقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر جایا کرتا تھا۔ میں جب میلوں اور عرسوں میں جاتا تو مرغوں اور کتوں کی لڑائی وغیرہ بڑے شوق واہتمام سے دیکھا کرتا تھا' جبکہ آج یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ میلوں' عرسوں پر اس طرح کے پروگرام صرف اور صرف عوام کی کشش کے لیے منعقد کیے جاتے ہیں' اسلام نے واضح طور پر ان خرافات سے منع کیا ہے۔

جو اہتمام ہم ختم اور گیارہویں وغیرہ کا کرتے تھے' کبھی نماز اور روزے کا بھی نہیں کرتے تھے۔ نماز کے تو خیر ہم قریب بھی نہیں جاتے تھے۔ البتہ کبھی توفیق مل جاتی تھی تو پڑھ لیتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ بریلوی عقائد رکھنے کے ساتھ پڑھی گئی نمازیں شاید ہمارے کندھوں سے اوپر بھی نہیں جاتی ہوں گی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے پیر اور علماء ہمیں نماز روزے کی اتنی تاکید اور فضیلت نہیں بتاتے تھے جتنی کہ گیارہویں' قل اور چالیسویں وغیرہ کی بتاتے تھے۔ نماز کی فضیلت واہمیت اور ترک نماز کی وعید قرآن وحدیث میں جس تواتر سے ملتی ہے شاید ہی کسی دوسری عبادت کی ہو؟

میرا ایک بھائی تبلیغی جماعت رائے ونڈ سے متاثر ہو کر ان میں شامل ہو گیا اور دیوبندی ہو گیا۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں گاؤں سے باہر ہی رہتا تھا۔ اتفاق ایسا کہ وہ جب بھی گھر آتا ہم نے کسی نہ کسی سلسلے میں ختم شریف کا اہتمام کیا ہوتا۔ وہ ہمارے ساتھ جھگڑتا' ہم اس کی کوئی بات نہ مانتے وہ کہتا غیر اللہ سے مدد مانگنا' غیر اللہ کی نذر ونیاز شرک ہے اور شرک ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کی کوئی معافی نہیں' وہ ہمیں اس سلسلے میں قرآن کی دلیلیں بھی سناتا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو مت پکارو' بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ میرے حبیب! فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے' یعنی اپنے آپ کے بھی نفع نقصان کا مختار' مالک نہیں ہوں۔ لوگوں کی مدد کیا کر سکتا ہوں۔ افسوس اس وقت ہم سمجھنے کی بجائے تعصب کی وجہ سے الٹا جھگڑتے تھے اور اسے گستاخ ومرتد کہتے تھے۔ ایک دفعہ جھگڑے کی نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اس نے میری بیوی کو طیش میں آ کر مارا تو پھر ہم نے اسے گستاخ اور مرتد سمجھتے ہوئے گھر سے نکال دیا۔ میرا ایک بھائی حق باہو کا مرید ہے' جبکہ بڑا بھائی فوج میں ملازم ہے۔ میں ۲۰ سال سے کاروبار کے سلسلے

میں لاہور میں مقیم ہوں۔ ایک پرائیویٹ فرم میں ملازم ہوں۔

میرا چھوٹا بھائی غلام قادر جسے گھر سے نکال دیا گیا تھا' کچھ عرصے بعد جب اس سے تعلقات بحال ہوئے تو وہ اکثر مجھے دینی باتیں سمجھایا کرتا تھا۔ اس کی آہستہ آہستہ تبلیغ اور محنت سے میں اس کے ساتھ ان کے پروگرام میں شریک ہوا۔ چند ایک بار پھر مجھے شرکت کا موقعہ ملا۔ میں اتنا متاثر ہوا کہ چند ہی دنوں میں دیوبندی ہو گیا۔ پھر دیگر اہل خانہ میرے بھی مخالف ہو گئے۔ میں اب تک چار مرتبہ رائے ونڈ کی سالانہ اجتماع میں بھی شریک ہو چکا ہوں۔

میں لاہور جس جگہ رہتا ہوں' یہاں میرے گھر کے قریب دیوبندیوں کی مسجد کوئی نہیں ہے۔ میں چونکہ الحمد للہ اب پابند صوم وصلوٰۃ ہو چکا تھا' لہٰذا مجھے نماز پڑھنے کے لیے بادل نخواستہ بریلویوں کی مسجد میں جانا پڑتا تھا۔ اور میری شدید خواہش تھی کہ قریب کوئی دیوبندیوں کی مسجد ہو۔

ایک دن میں مہتاب روڈ سے گزر رہا تھا کہ میری نظر ایک زیر تعمیر مسجد پر پڑی مجھے انتہا درجے کی خوشی ہوئی۔ مجھے توقع تھی کہ یہ دیوبندیوں کی مسجد ہو گی لیکن جب پتہ چلا کہ یہ دیوبندیوں کی مسجد نہیں بلکہ اہل حدیثوں کی ہے تو سب خوشی جاتی رہی اور خواہش کی تکمیل کا احساس کافور ہوتا چلا گیا۔

یہ مسجد میرے گھر سے بالکل قریب تھی میں نے یہاں کبھی نماز نہ پڑھی۔ اور غصے سے اس مسجد کے لوگوں کی طرف دیکھتا' اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ مجھے بہت جلدی تھی میں نے انتہائی مجبوری سے بادل نخواستہ اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ مولانا صاحب کی تقریر مجھے بہت پسند آئی جبکہ میں نے سن رکھا تھا کہ وہابی رسول اللہ ﷺ کے گستاخ بے ادب ہیں۔ قرآن کا احترام نہیں کرتے۔ آج میں حیران تھا کہ یہ مولانا صاحب قرآن وحدیث کیسے خوبصورت پیرائے میں بیان کر رہے ہیں۔

اس کے بعد اکثر جمعہ کے روز مولانا صاحب کی تقریر میں اپنے گھر کی چھت پر سنا کرتا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر سے آواز بآسانی سمجھ میں آتی تھی لیکن کافی عرصے تک میں مسجد میں دوبارہ نہ گیا۔ ایک دفعہ پھر جلدی تھی اور میں اہل حدیث مسجد میں جمعہ پڑھنے چلا گیا۔ مولانا صاحب جوان تھے وعظ بہت اچھا تھا' خالصتاً قرآن وسنت کی باتیں تھیں اور یہ باتیں میرے دل میں اترتی چلی گئیں۔

قرآن وحدیث میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی لاکھوں کی تقدیر دیکھی

اب میرے دل میں اہل حدیثوں کے لیے ایک نرم گوشہ پیدا ہو چکا تھا۔ ایک دن میں اس مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ میں نے دیکھا مسجد میں ٹوپیاں نہیں ہیں اور یہ غریب لوگ ہیں تو میں فوراً رنگ محل گیا اور مسجد میں رکھنے کے لیے ٹوپیاں خرید لایا لیکن یہاں کے امام مسجد جو حکیم بھی ہیں انہوں نے مجھے ٹوپیاں رکھنے سے منع کیا اور مجھے ڈانٹا بھی تو میں متنفر ہو گیا' پھر میں کافی دنوں تک اس مسجد میں نہ گیا اور ایک دن حکیم صاحب (امام مسجد) سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں اصل مسئلہ سمجھایا کہ انہوں نے ٹوپیاں رکھنے سے کیوں منع کیا تھا۔ قرآن وحدیث کی بات دل کو لگی اور میں اصل مسئلہ جان گیا۔

اب میں یہاں باقاعدگی سے نماز ادا کرنے لگا' پھر ان لوگوں میں رہ کر تحقیق کا شعور پیدا ہوا۔ جب مختلف مسائل پر تحقیق کی تو بہت سے مسائل کی حقیقت اور ان کی اصل روح سے واقف ہوا۔ اور رفع الیدین' فاتحہ خلف الامام' آمین بالجہر اور سینے پر ہاتھ باندھنا وغیرہ مسائل پر بالترتیب تحقیق کے بعد عملی زندگی میں اپنایا۔ مزیداری کی بات یہ ہے کہ جب میں بریلوی یا دیوبندی تھا تو کسی مولوی نے کسی مسئلے پر تحقیق کی طرف توجہ نہیں دلائی' بلکہ صرف اپنے ہی

مولویوں کی کہی ہوئی باتوں کو قصوں کہانیوں کو دلیل و برہان اور حتمی سمجھا جاتا تھا۔ جبکہ یہاں تحقیق کا شعور پیدا کیا جاتا ہے اور پھر مجھے جتنے بھی مسئلہ سمجھائے گئے کوئی مسئلہ بغیر دلیل کے نہیں بتایا گیا' سب مسائل پر قرآن وحدیث سے دلائل دیئے گئے۔

جب میں نے کئی روایتوں میں دیکھا کہ نبی ﷺ (ہمیشہ تا دم آخر) قبل از رکوع' بعد از رکوع باقاعدہ رفع الیدین کیا کرتے تھے' تو الحمد للہ میں نے بھی کرنا شروع کر دیا' کیونکہ قصداً سنت کی خلاف ورزی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا مجرم ہے۔ اسی طرح جب میرے سامنے یہ حدیث آئی کہ «فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ». نبی مکرم ﷺ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھا کرتے تھے۔ تو میں نے الحمد للہ اس سنت کو اپنانے میں بھی تاخیر نہ کی۔ اسی طرح جب میں نے دیگر مسائل میں قوی دلائل دیکھے تو حق اور باطل کو پہچان گیا اور مجھے مسلک اہل حدیث برحق معلوم ہوا اور میں نے الحمد للہ یہ مسلک قبول کر لیا۔

میں نے جب مسلک اہل حدیث قبول کیا تو میرے سارے گھر والے میرے شدید مخالف بن گئے۔ مجھے کافر' مرتد' گستاخ' پاگل کہا گیا۔ میرے ساتھ جھگڑے کیے۔ مگر میں نے الحمد للہ استقامت کا مظاہرہ کیا۔ وہ مجھے گالیاں دیتے تھے میں قرآن وحدیث سناتا تھا۔ کل تک میرا بھائی مجھے دیوبندیت کے دعوت دینے لگا۔ الحمد للہ میری استقامت اور قرآن وحدیث کے دلائل کی بنا پر میرا چھوٹا بھائی بھی بہت جلد اہل حدیث ہو گیا۔ پہلے میں اکیلا اہل حدیث تھا اب..........

”اگر اہل حدیث نہ ہوتے تو میں مسلمان بھی نہ ہوتا‘ کیونکہ باقی مسلمانوں کے فرقے ہندو پنڈتوں کی طرح اپنے باپ دادا اور بزرگوں کی تقلید کرتے ہیں۔“

نومسلم محمد اسلم

نومسلم محمد اسلم

الدعوۃ: سب سے پہلے ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو قبول کرنے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ آپ سے میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ایک ایسے دور میں جب اکثر مسلمان اپنے دین سے دور ہیں اور ان کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے' آپ نے کیسے اسلام قبول کیا؟

محمد اسلم: میں صرف آج کے مسلمانوں کو دیکھ کر مسلمان نہیں ہوا' بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت کو پڑھ کر ایمان لایا ہوں' میں نے ان کو قرآن اور حدیث میں دیکھا اور قرآن وحدیث کے ذریعے اپنے رب کو پہچانا' اس زمین پر قرآن وحدیث کے سوا کوئی کتاب نہیں جس کے متعلق کہا جائے کہ اس میں جو کچھ ہے سب حق ہے۔ جو شخص ان کتابوں کی صداقت معلوم کرنے کی کوشش کرے گا' وہ ضرور حق پائے گا اور اگر اس کی نیت صحیح ہوگی تو وہ اسلام کے سوا کسی اور چیز میں بھلائی نہ پائے گا۔ اس دین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان پریشان ہوئے ہیں۔ اگر ایک فرد بھی پوری طرح اللہ کے دین اسلام کو اپنائے گا تو وہ جہاں بھی ہوگا' راحت پائے گا۔ مسجد ہو یا گھر' دوکان ہو یا میدان جہاد' ہر جگہ اپنے رب کی رحمت سے لطف اندوز ہوگا۔

الدعوۃ: آپ نے اسلام کے بارے میں کب سوچنا شروع کیا؟

محمد اسلم: بچپن سے ہی مجھے بتوں سے نفرت تھی۔ لوگ بتوں کی پوجا

کرتے تو ان کی عقل پر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزیں کیا دے سکتی ہیں' کوئی مصیبت آتی تو سب اکیلے اللہ کو پکارتے تھے۔ کبھی لاشعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی بیان کرتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تو کوئی زبردست چیز ہو گی یہ گھٹیا چیز خدا نہیں ہو سکتی۔ بت' درخت اور مرے ہوئے لوگ تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس طرح تلاش حق نے میرے اندر جنم لیا۔ اسکولوں میں بھی چند باتیں توحید کی سنیں' لیکن نصاب میں کوئی بھی ایسی کتاب نہ تھی جو توحید وسنت کا واضح درس دیتی ہو۔ بلکہ شرکیہ نظمیں اور قبروں کی مجاوری کی دعوت تھی۔ اور آج بھی موجود ہیں' اس کے باوجود جب کوئی آیت یا حدیث سنتا تو اس کو فطرت کے مطابق پاتا تھا۔

الدعوۃ: مسلمان ہونے کا شوق آپ کے دل میں کس طرح پیدا ہوا؟

محمد اسلم: انیس سو نواسی میں جب میں ہائی سکول مٹھی میں آٹھویں جماعت میں داخل ہوا تو پہلے ہی دن ایک مسلمان استاد کے آنے پر میں بطور احترام کھڑا ہو گیا۔ کلاس کا دوسرا کوئی لڑکا کھڑا نہ ہوا۔ استاد صاحب نے سختی سے کہا کہ آپ نے غلطی کیوں کی؟ میں نے کہا معاف کرنا آئندہ ایسا نہ ہو گا۔ اسی دن استاد صاحب نے سمجھا دیا کہ قیام' رکوع اور سجدہ صرف اکیلے رب کے سامنے کرنا چاہیے۔ انہوں نے ہی سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ انہوں نے کلاس کے تمام ہندوؤں کو کہا مسلمان ہو جاؤ اس میں ہی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ ورنہ مرتے دم ہی آگ میں داخل ہو جاؤ گے۔ میں نے اور چند دوسرے لڑکوں نے کہا' ہم ضرور اسلام قبول کریں گے۔ اس بات کو تو میں نے یاد نہ رکھا لیکن اسلامی کتابیں دیکھنے کا شوق ضرور پیدا ہو گیا۔ ایک مرتبہ علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ صاحب امیر جمعیت اہل حدیث سندھ کا توحید وسنت پر خطاب بھی مٹھی شہر میں سنا اور مسجد

سے خطبہ جمعہ بھی سنتا تھا۔ ایک بار سیرت النبی ﷺ کا ہائی سکول میں جلسہ ہوا۔ اس میں بھی اسلام اور دوسرے مذاہب کے متعلق تقریریں سنیں۔ جس سے اندازہ ہوا کہ اسلام ہی سچا دین ہے۔ اس طرح سوچ میں تغیر آتا گیا۔ دو سال بعد جب میں دسویں جماعت میں داخل ہوا تو عربی استاد محترم مولانا اللہ رکھیو کی کتابیں دیکھنے اور گفتگو کرنے کی سعادت ملی۔ میں ایک ایک کر کے چھپ چھپ کر کتابیں پڑھنے لگا۔ میں استاد محترم سے مختلف سوالات کرتا تھا تو بڑی شفقت سے جواب دیتے تھے۔ بہت زیادہ سوالات کرنے پر بھی ناراض نہ ہوتے تھے۔ وہ کئی مرتبہ مجھے مطمئن بھی نہ کر سکے۔ زیادہ تر میں خود مطالعہ کرتا تو وہ اعتراف فرما لیتے کہ مجھے ان کا پتہ نہ تھا۔ اس طرح اچھا مطالعہ کر لیا۔

الدعوۃ: آپ نے کون کون سی کتابیں پڑھیں' سب سے پہلے اور آخر میں کون سی کتاب پڑھی؟

محمد اسلم: میں نے سب سے پہلے ریاض الصالحین پڑھی۔ اس کے بعد اسلامی خطبات کی جلد اول' اس طرح میں نے مسلم شریف کے سوا باقی صحاح ستہ کی پانچ کتابیں (ترجمہ) پڑھیں۔ سنن نسائی تقریباً پوری پڑھی' باقی ہر کتاب سے توحید' آخرت' جہاد اور ایمان کے بارے میں ابواب پڑھے۔ موطا امام مالک بھی پڑھتا تھا' لیکن اس میں امام صاحب کے اقوال سمجھ نہ آتے تھے' مجھے اقوال سے احادیث آسان نظر آئیں۔ تفسیر بھی پڑھی' لیکن سب سے زیادہ پر اثر سید بدیع الدین شاہ کی تفسیر بدیع التفاسیر سندھی کو پایا۔ جس میں غیر مسلموں کے ہر اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اور اسلام اور دوسرے مذاہب میں فرق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ سیرت کے متعلق جب کتاب ''الرحیق المختوم'' پڑھی تو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو میدان جہاد میں پایا' دل نے چاہا کہ ابھی مسلمان ہو کر بوسنیا میں جہاد کرنے چلا جاؤں' میں نے آخر میں خاص طور پر ہدایۃ

المستفید کا مطالعہ کیا۔ جس نے اسلام کے سوا ہر چیز کی محبت کو میرے دل میں سے نکال دیا۔ جب کوئی پریشانی ہوتی میں اس کتاب کا مطالعہ کرتا اور مجھے سکون مل جاتا۔ اس طرح میں نے اس کتاب کی دونوں جلدیں بار بار پڑھیں۔

الدعوۃ: آپ اخبارات اور رسائل وغیرہ بھی پڑھتے تھے' یا نہیں؟

محمد اسلم: روزانہ تھوڑے ہی وقت میں اخبارات دیکھ لیتا تھا۔ اور رسالے بہت کم پڑھتا تھا' اس لیے کہ ان میں مضمون تو طویل ہوتے تھے لیکن مطلب کی باتیں بہت کم ہوتیں مگر جب چار ماہ قبل مجلّہ الدعوۃ ملا تو پورا پڑھ ڈالا۔ پھر ہر ماہ اس کے آنے کا انتظار رہتا' اس مجلّہ کو دیکھ کر یقین ہوا کہ اہل حدیث منظّم ہیں۔

الدعوۃ: جس وقت آپ کالج میں پڑھ رہے تھے تو وہاں آپ کو کوئی رہنمائی ملی؟

محمد اسلم: کوئی رہنمائی نہیں ملی۔ کالج میں آزادی تھی' پیریڈ بہت کم ہوتے تھے۔ میں اخبارات دیکھ کر واپس چلا جاتا تھا اور واپس جا کر اسلامی کتابیں پڑھتا تھا۔ دو ماہ قبل حدیث پڑھنے کا اتنا شوق ہو گیا کہ کھانا بھی کھانا بھول جاتا تھا۔ چھوٹا بھائی زبردستی کھلا دیتا تو کھاتا۔ ورنہ وہیں رہ جاتا۔ کالج بھی لازمی پیریڈ کے لیے جاتا ورنہ نہیں جاتا تھا۔ پورا دن مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ حدیث شریف کے مطالعہ نے مجھ پر واضح کر دیا کہ اللہ کا سچا دین صرف اسلام ہے۔ اگر اس پر موت نہ ہوئی' قبر اور جہنم کا عذاب ضرور ہو گا۔ جو دردناک عذاب ہے۔

الدعوۃ: اسلام قبول کرنے کا فیصلہ آپ نے کب کیا؟

محمد اسلم: ایک ماہ قبل میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیا کہ اب بغیر کسی تاخیر کے مسلمان ہونا ہے۔ میں نے اپنے استاد محترم مولانا اللہ رکھیو صاحب سے بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ دنیا کا تمام لالچ

چھوڑنا پڑے گا اور ہر تکلیف کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا پڑے گا۔ شاید میرا امتحان لینا چاہتے تھے کہ میں کتنا پکا ہوں۔ اس طرح وقت گزرتا گیا میں رات کو سوتا تو اللہ سے دعا مانگ کر سوتا تھا کہ یا اللہ مجھے مسلمان بنا دے۔ ایک روز میرے بھائی نے سپنا دیکھا۔ سپنے کا احوال بھائی سے سنا تو میرے دل کی دھڑکن مزید تیز ہوگئی۔ بھائی نے سپنے میں دیکھا کہ مشرق میں ستاروں سے لکھا ہوا اللہ اکبر' اس کے بعد اختیار' اور اس کے بعد اعجاز لکھا ہوا تھا۔ اور پھر مغرب کی طرف آسمان میں ہی دیکھا کہ ایک خوبصورت مسجد' ستاروں سے بنی ہوئی نظر آرہی ہے۔ میرے بھائی نے سپنا صبح کو مجھے سنا دیا میں نے اس سپنے کی تعبیر کی کوئی کوشش نہ کی۔ لیکن اس کو اپنے لیے ایک اچھا شگون سمجھا۔ کچھ دن پہلے میں نے مرکز الدعوۃ والارشاد لاہور کو خط لکھا۔ اس کا جواب بھی مجھے ملا جس میں لکھا تھا کہ آپ لاہور مرکز میں آئیں۔ وہاں ہم آپ کو مسلمان بنا دیں گے اور آنے جانے کا کرایہ بھی ہم دیں گے۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ مولانا اللہ رکھیو صاحب اور امیر جمعیت اہل حدیث ضلع تھر جناب حافظ محمد صاحب نے پروگرام بنا دیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

الدعوۃ: مسلمان کہلانے والے کئی فرقے ہیں' لیکن آپ نے اہل حدیث کو کیوں پسند کیا؟

محمد اسلم: اگر اہل حدیث نہ ہوتے تو میں مسلمان بھی نہ ہوتا۔ کیوں کہ اہل حدیث کے سوا کوئی بھی گروہ قرآن وسنت پر مکمل طور پر عمل کرتا نظر نہیں آتا۔ میں نے دیکھا اہل حدیث کے سوا سب تقلید کرتے ہیں اور ہندو بھی پنڈتوں اور اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں۔ کئی فرقوں والے قبروں کی پوجا کرتے ہیں اور کئی انسانوں کی پوجا کرتے ہیں' ہندو بھی اسی طرح قبروں' انسانوں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ انسانوں کا وسیلہ لیتے ہیں تو

ہندو بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہاں کے صوفی مقلدوں کا خدا ہر جگہ حاضر ہے اور ہندوؤں کا خدا بھی ہر چیز میں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سچا خدا تو ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر مستوی ہے۔ مطالعہ کے بعد میرے لیے صرف ایک مسئلہ تھا کہ قرآن وحدیث پر عمل آج کے دور میں ہوسکتا ہے یا نہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ اہل حدیث عمل کر رہے ہیں تو یقین ہو گیا' جہاد اسلام کی روح ہے۔ اس میں بھی اہل حدیث کو سب سے آگے پایا۔ قرآن تحقیق کی دعوت دیتا ہے اور تحقیق صرف اہل حدیث کرتے ہیں۔ جس طرح ہندو مذہب میں تحقیق کرنا جرم ہے۔ اسی طرح دوسرے فرقوں کے نزدیک تحقیق کرنا جرم ہے اور تقلید فرض ہے۔ میں اپنے والدین سے کسی مذہبی کام کے متعلق دلیل طلب کرتا تھا تو کہتے تھے تو وہابی ہو گیا ہے۔ اصل میں تو میں ان کے مذہب پر ہی تھا۔ اب بات سمجھ میں آئی ہے کہ وہابی' اہل حدیث کو اس لیے کہتے ہیں کہ بغیر دلیل کے کوئی بات قبول نہیں کرتے۔

الدعوۃ: اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ آپ نے کیا تھا' یا نہیں؟

محمد اسلم: میں نے عیسائیوں اور قادیانیوں کے مذاہب کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے کافی کتابیں مفت میں مجھے دیں جو میرے پاس موجود ہیں۔ ان کی بھی حالت مجھے وہی نظر آئی جو میرے باپ دادا کے مذہب کی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں بھائی قادیانی اور عیسائی اس علاقے میں زور وشور سے اپنے باطل مذاہب کی تبلیغ کر رہے ہیں لیکن ان کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

الدعوۃ: ہندو مذہب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

محمد اسلم: اس مذہب کا صرف نام باقی رہ گیا ہے' ہندوؤں کا جو جی چاہے وہ کرتے ہیں۔ روکنے والا کوئی نہیں۔ اس مذہب کی اصل کتابیں لاپتہ

ہیں۔ اور اگر مل بھی جائیں تو ان کو کوئی نہیں پڑھ سکے گا۔ کیونکہ وہ سنسکرت زبان ہی ختم ہوگئی ہے جس میں وید لکھے ہوئے تھے۔ اگر کوئی پڑھ بھی لے تو اس میں تحریف کے امکان کو کسی طرح بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔

الدعوۃ: اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

محمد اسلم: مسلمان ہوتے ہی اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں اور میرے درمیان ایک دیوار تھی جو ختم ہوگئی ہے۔

الدعوۃ: اب آپ کی تمنا کیا ہے؟

محمد اسلم: میری تمنا یہ ہے کہ دین کا علم حاصل کروں اور پھر میں تبلیغ کروں۔ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمادے اور مجھے اپنی جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

محمد اسلم نے مزید یہ بھی بتایا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سیرت کا بھی مجھ پر اثر ہوا۔ انہوں نے ایک ایسی زندگی کو ترک کر دیا جو کسی شہزادے کی طرح تھی۔ صرف حق کی تلاش میں نکلے۔ عیسائی مذہب کا مطالعہ کیا۔ آخر میں نبی ﷺ کے پاس آئے۔ جب توریت اور انجیل کی تمام پیشین گوئیاں ثابت ہوئیں تو مسلمان ہوگئے۔

ادارہ مجلہ الدعوۃ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ نومسلم محمد اسلم کو ایمان اور استقامت کی دولت سے سرفراز رکھے اور ان کی وجہ سے دیگر غیر مسلموں کو ہدایت کی روشنی دکھائے۔ (آمین)

کوئی چاہے کتنا ہی بڑا عابد یا عالم ہو' خطاء سے پاک نہیں ہوسکتا۔ یہ شرف صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کا ہے۔ کہ اللہ انہیں خطا سے بچا دیتا ہے اس لیے اگر اہل حدیث اکابر میں سے بھی کوئی بات غلط لکھ جائے تو ہم دوسروں کی طرح ایسے علماء کی باتوں کا مختلف حیلوں بہانوں اورتاویلوں سے لازمی دفاع نہیں کریں گے نہ یہ ہمارا مسلک ہے۔

حبیب الرحمٰن سعیدی

حبیب الرحمٰن سعیدی

سابقہ صدر تنظیم سپاہ مصطفیٰ

میرے اہل حدیث ہونے پر میرے قتل کے منصوبے بنائے گئے:

الدعوۃ: آپ کا تعارف؟

سعیدی صاحب: میرا نام حبیب الرحمٰن سعیدی ہے۔ زمیندار گھرانے سے تعلق ہے۔ میرے والدین آبائی طور پر حنفی بریلوی ہیں۔ اس وجہ سے میرے والد نے مجھے بھی جلال پور پیر والے میں بریلویوں کے ایک مدرسہ محمدیہ دار القرآن میں داخل کرا دیا۔ ابتدائی تعلیم میں نے اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ یہاں میں نے اپنے بہنوئی مولانا محمد اقبال سعیدی قدوسی کے پاس فارسی کی دو کتابیں پڑھیں۔ اور بعد میں سکندر نامہ مدرسہ کے صدر مدرس مفتی محمد اقبال سعیدی سے پڑھا۔ کچھ عرصہ بعد اساتذہ نے مدرسہ چھوڑ دیا۔ مفتی محمد اقبال سعیدی مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ اور مفتی عبدالمجید سعیدی غوثیہ سعیدیہ نصر العلوم رحیم یار خان میں بطور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ چنانچہ میں بھی رحیم یار خان چلا گیا۔ ارو مفتی عبدالمجید سعیدی سے صرف ونحو، منطق، فلسفہ، ادب، فقہ واصول فقہ اور تفسیر واصول تفسیر کی کتب پڑھیں۔

الدعوۃ: اہل حدیث مسلک کی طرف آپ کا رجحان کب ہوا؟

سعیدی: اہل حدیث تو گو میں کافی عرصے بعد گزشتہ ماہ ہوا ہوں، البتہ

معمولی سی خلش کی ابتدا اس وقت ہوئی جب ایک دفعہ تعلیم کے دوران میں نے اپنے ایک حنفی بریلوی استاد سے سوال کر دیا کہ جناب یہ اس قدر مختلف علوم کی کتب پڑھنے کا ہمیں کیا فائدہ ہے۔ آپ ہمیں براہ راست حدیث کیوں نہیں پڑھاتے۔ تو اس وقت مجھے استاد نے یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ ان علوم کے پڑھے بغیر ہمیں حدیث سمجھ نہیں آ سکتی۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں مشکوٰۃ المصابیح پڑھائی اور صحاح ستہ جیسی کتب حدیث کا دورہ انہوں نے آخری سال میں بڑا سرسری اور مختصر سا کرا کر گویا شاگردوں کو مطمئن کر دیا کہ انہیں حدیث بھی پڑھائی گئی ہے۔ یہیں سے میرا ذہن کچھ غیر مطمئن ہوا۔ تاہم مصروفیات اور آبائی مسلک ہونے کی وجہ سے ان باتوں پر زیادہ توجہ نہ کی۔ دورۂ حدیث میں پڑھنے کے لیے میں نے ملتان میں بریلویوں کے مشہور مدرسے انوار العلوم کچہری روڈ میں داخلہ لیا۔ تین ماہ بعد مدرسہ کے سہ ماہی امتحان سے پہلے ہمیں بتایا گیا کہ حالات مصنفین بھی پرچہ میں آ سکتے ہیں۔

دورۂ حدیث میں صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداود) کے علاوہ موطا امام مالک، موطا امام محمد اور معانی الآثار بھی شامل تھیں۔ جب ان نو کتب احادیث کے مصنفین کے حالات کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ ان میں سے کوئی بھی مقلد نہیں۔ سب محدثین کا مسلک کسی ایک امام کی اندھی تقلید کی بجائے تحقیق پر تھا۔ احادیث کی تحقیق اور قرآن کی رو سے انہیں جو بھی مسئلہ ملتا، وہ اسے بلا چون و چرا اختیار کر لیتے۔ جبکہ بریلوی اور دیوبندی یعنی حنفی مسلک یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ہر بات کو بلا تحقیق بلا دلیل اپنا لو۔ چاہے وہ حدیث کے خلاف ہو یا حدیث کے مطابق۔ حالانکہ خود امام ابوحنیفہؒ کا یہ مسلک نہیں تھا۔ وہ تو خود کہتے تھے کہ «اذا صح الحدیث فھو مذھبی»، کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ (درمختار: ۱/۵۰)

لیکن حنفی (بریلوی اور دیو بندی) یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی ہر بات کی تقلید کرو' چاہے وہ حدیث کے مخالف بھی ہو۔ چنانچہ ایک طرف کتب احادیث کے مصنفین' محدثین اور ائمہ کرامؒ کا غیر مقلدانہ طریق دیکھتا تھا اور دوسری طرف اپنے حنفی بھائیوں کا اندھی تقلید اور تعصب پر مبنی یہ مسلک دیکھتا تھا تو ذہن پر ایک بوجھ سا محسوس ہوتا تھا۔ بہر کیف دورۂ حدیث میں منتخب ابواب پڑھائے گئے۔ اور فراغت کے بعد مدرسہ جامعہ رضویہ مظہر العلوم میں دو سال تعلیم حاصل کرتا رہا۔

الدعوۃ: لیکن یہ آپ بریلویوں کی تنظیم سپاہ مصطفیٰ کے ڈویژنل سطح تک کے صدر کیسے بن گئے؟

سعیدی: دراصل جب میں مدرسہ مظہر العلوم میں تھا تو یہیں مدرسہ کی طرف سے مجھے ملتان کے علاقہ سمیجہ آباد نمبر ا جامع مسجد بہار مدینہ میں خطیب مقرر کیا گیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ دوران تعلیم دوسرے اسباق کی طرح ایک پیریڈ ہمارا صرف اسی موضوع پر ہوتا تھا کہ اہل حدیث وہابی' دیو بندی گستاخ رسول ہیں۔ ان سے ملنا جلنا' اٹھنا بیٹھنا' ان کے ساتھ کھانا پینا اور ان سے بولنا' سلام کرنا حرام ہے۔ ہمیں ان کے اکابرین کی کتابوں کی خاص عبارات یاد کرائی جاتی تھیں۔ مسجد مدینہ کے سامنے ہی اتفاقاً سپاہ صحابہ کا دفتر تھا۔ میں نے ان کے مقابلے میں سپاہ مصطفیٰ کا یونٹ بنا دیا اور سپاہ صحابہ کے خلاف کام کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ان کے کئی کاموں میں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا جس پر ان کی طرف سے بھی مجھے دھمکیاں ملتیں لیکن میں نے دھمکیوں کی پرواہ نہ کی اور کام کرتا رہا۔ میرا ذہن اس وقت اہل حدیثوں اور دیو بندیوں سے سخت تعصب کی لپیٹ میں تھا۔ اس سلسلے میں ان کے حق میں کسی کی بات سننے کا روادار نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے ذہن میں یہ اچھی طرح نقش کر دیا گیا تھا کہ رسول اللہ

ﷺ سے عشق کرنے والے صرف ہم ہی ہیں۔ اور اس کی واضح دلیل ہمارے لیے یہ ہوتی تھی کہ بریلوی یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے لگاتے ہیں جبکہ وہابی یہ نعرہ نہیں لگاتے۔

اسی بناء پر ہم انہیں گستاخ رسول ﷺ سمجھتے اور کہتے تھے۔ چنانچہ میں اپنے مسلک کے فروغ کے لیے سپاہ مصطفیٰ میں بھرپور کردار ادا کرنے لگا۔ یونٹ سمیجہ آباد کو منظم اور فعال بنانے اور اس کے عہدے داروں کے انتخاب کے لیے میں چمن شاہ ضلع لیہ میں سپاہ مصطفیٰ کے سرپرست اعلیٰ مولنا اللہ بخش نیر خطیب مرکزی پرانی عیدگاہ جھنگ صدر کے گھر گیا اور ان سے جلسہ کی تاریخ لے کر آیا۔

۲۹۔ مئی ۱۹۹۱ء کو عظمت مصطفیٰ کے نام سے کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں سپاہ صحابہ کے خلاف ہم نے بہت زہر اگلا۔ جلسے کے بعد یونٹ سمیجہ آباد کے انتخابات ہوئے اور سرپرست اعلیٰ نے حلف وفاداری لیا۔ لیکن میں نے اس میں کوئی عہدہ نہ لیا۔ کیونکہ مجھے عہدے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ صرف اپنے مسلک کے لیے کام کرنے کا جذبہ تھا اور وہ میں کر رہا تھا۔ تاہم سرپرست اعلیٰ نے مجھے از خود ہی تحصیل ملتان کا کنوینر مقرر کر دیا۔ دو تین ماہ بعد میں نے ضلع ملتان کے انتخاب کرائے تو سپاہ مصطفیٰ پنجاب کے صدر صوفی محمد سالم حامدی کی طرف سے صوبائی جنرل سیکریٹری نے مجھے ملتان ڈیوژن کا صدر منتخب کرا دیا۔ ابھی ڈویژنل صدر بنے دو تین ماہ گزرے تھے کہ صوبائی جنرل سیکرٹری کو تنظیم نے ڈسپلن کی خلاف ورزی پر خارج کر دیا اور مجھے صوبائی جنرل سیکرٹری بننے کی پیش کش ہوئی، جسے میں نے بعض ذاتی مصروفیات کی وجہ سے قبول نہ کیا۔

الدعوۃ: مسلک اہل حدیث اختیار کرنے میں آپ کو کیا خاص وجوہات وواقعات پیش آئے۔

سعیدی: مسجد بہار مدینہ میں خطابت کے ساتھ ساتھ چونکہ بچوں کو تعلیم

دینے کا کام بھی جاری تھا۔

مسجد کے ساتھ ہی محمد عبدالرحیم گجر ڈویژنل کنویز تنظیم طلبہ سلفیہ ملتان کے والد محمد عبداللہ گجر کا مکان تھا۔ چونکہ ہماری مسجد ان کے مکان کے قریب ہی تھی' اس لیے انہوں نے بچوں کی آسانی کے لیے مجھے کہا کہ میں ان کے بچوں کو بھی پڑھاؤں۔ دوسری طرف میں نے اس نیت سے انہیں پڑھانا شروع کیا کہ میں اپنی تعلیم سے ان بچوں کو بریلوی کرلوں گا۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ میں بچوں کو بریلوی تو نہ کرسکا لیکن خود اہل حدیث ہوگیا۔

گزشتہ عید الاضحیٰ سے ان سے میری مسلک پر بحث شروع ہوئی۔ گجر صاحب نے بحث سے قبل مجھے کہا کہ اگر آپ کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو تعصب کو ذرا دور رکھ کر مجھ سے بات کرنا ہوگی تب ہی ہماری بحث کا کوئی فائدہ ہوگا۔ وگرنہ بحث برائے بحث کا میں قائل نہیں۔ جو بات دلیل سے ہو اور کتاب وسنت کے مطابق ہو' اسے مجھے بھی اور آپ کو بھی اختیار کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں نے ان سے تعصب سے ہٹ کر بات کرنے کا وعدہ کرلیا۔ ہماری سب سے پہلے بحث تقلید پر شروع ہوئی۔ انہوں نے اس سلسلے میں دلائل سے بتایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین' تبع تابعین میں سے کوئی بھی تقلید کا قائل نہ تھا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے فرمایا:

«اِعْلَمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى التَّقْلِيدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَّاحِدٍ».

''یعنی جان لینا چاہئے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ ایک مذہب کی خالص تقلید پر جمع نہ تھے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ: ص ۱۵۷)

یعنی چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی امام کے مقلد نہ تھے' نہ حنفی تھے' نہ شافعی تھے' نہ مالکی تھے اور تقلید پر یہ سلف صالحین جمع بھی کیسے ہوسکتے تھے' کیونکہ

تقلید کی تو تعریف ہی یہ ہے کہ کسی شخص کی بات کو بغیر دلیل کے مان لیا جائے۔ جتنے بھی تقلیدی مذاہب ہیں، حنفی ہیں، شافعی ہیں، مالکی ہیں، یا حنبلی اور جعفری ہیں، وہ کسی مسئلے میں یہ دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے کہ اس میں قرآن وحدیث کی کیا دلیل ہے بلکہ صرف اتنا ہی دیکھ لینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان کے امام نے اس بارے میں کیا کہا ہے۔ جبکہ اہل حدیث کا اس سلسلے میں موقف یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں اپنے بعد کسی ایک امام کی تقلید کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف اپنی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کسی ایک امام کی تقلید لازمی پکڑنی تھی، صرف اس وجہ سے کہ ہم کسی امام کی تقلید کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ کا دین نہیں پا سکتے تو پھر ان اماموں کو بھی گزرے ہوئے ایک ہزار سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اب ان کی بات کو بھی سمجھنے کے لیے ہر دور میں کوئی ایک امام ہونا چاہئے۔ لیکن اس سلسلے میں حنفی بھائی ایسا نہیں کرتے۔ جس کی وجہ ظاہر ہے کہ محض ایک تعصب اور ضد ہے۔ کوئی ان کے پاس ٹھوس دلیل اور برہان نہیں۔ بے جان اور غیر منطقی دلائل کی کمزور بنیادوں پر بس اپنے تقلیدی مسلک کو سہارا دینے کی ایک کوشش ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں۔

گجر بھائی نے مجھے مختلف بحثوں کے دوران بریلویوں کے ایک عالم کی ایسی عبارت بھی دکھائی جس سے ان کے تقلیدی تعصب اور ضد کی ایسی جھلک نظر آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھنے والا شخص چونک اٹھتا ہے۔ یہ عبارت بریلویوں کے ترجمان ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کے ایک مضمون کی تھی جسے مولوی عطاء محمد بندیالوی نے تحریر کیا تھا۔

مضمون بعنوان ''ائمہ اربعہ میں امام اعظم کا مقام'' کے تحت انہوں نے لکھا کہ جب آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے تو وہ بھی امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق حکم کریں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿وَإِذْ

اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ...... الخ﴾ کے تحت انبیاء سے وعدہ لیا ہے کہ اگر نبی آخر الزمان ﷺ ان کے زمانے میں تشریف لائیں تو بھی سب ان ہی کی اطاعت اور مدد کریں گے۔ اسی طرح احادیث میں یہ واقعہ بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے تورات پڑھنا شروع کی تو آپ ﷺ کا چہرہ شدید متغیر ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا' عمر تجھے گم کریں' گم کرنے والیاں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے تورات کو پڑھنا چھوڑ دیا اور کہا ''میں راضی ہوا اللہ کے رب ہونے پر' محمد ﷺ کے نبی ہونے پر' اور دین اسلام پر۔'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اسی زمانے میں ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی میری ہی اتباع کرتے۔''

چنانچہ قرآن وحدیث کے اس قدر بین اور روشن دلائل کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ دین محمدی کی اتباع کی بجائے امام ابوحنیفہ کے مسلک کی اتباع کریں گے۔ یہ کھلم کھلا گستاخی رسول ﷺ نہیں تو کیا ہے لیکن بریلوی حضرات الزام اہل حدیثوں پر لگاتے ہیں کہ اہل حدیث گستاخ رسول ہیں۔ چنانچہ میں نے جب یہ سب باتیں ان اہل حدیث بھائیوں سے سنیں تو تحقیق کے لیے میرا ذہن کافی کھل گیا۔ اب میری آنکھوں سے اندھی تقلید اور تعصب کی پٹیاں آہستہ آہستہ اترنے لگیں اور حق کی راہ روشن ہوتی جا رہی تھی۔

گجر صاحب سے میں نے تمام اختلافی امور پر بحث مکمل کر لی۔ آخر میں مجھے اہل حدیث اکابر کی دو عبارتوں کے متعلق کافی الجھن تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں بھی اہل حدیث کے کئی علماء سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے یہاں مجھے مسلک اہل حدیث کے ایک اور ایسے اصول سے روشناس کرا دیا کہ ایسا دیانتدارانہ اور منصفانہ اصول کسی اور مسلک میں موجود نہیں۔

مرکز الدعوۃ والارشاد ملتان کے ایک ذمہ دار ساتھی اور عالم دین مولانا عبدالرحمٰن شاہین نے اس مسئلے پر مجھے بتایا کہ مسلک اہل حدیث کے ہاں یہ کوئی اصول نہیں کہ ہم اپنے اکابرین کی ہر عبارت یا تحریر یا کسی قول وفعل کا لازمی دفاع کریں۔ ہمارے ہاں تو سیدھا سادھا اصول ہے کہ اگر اہل حدیث اکابر بھی کوئی بات کتاب وسنت کے خلاف لکھ جائیں تو ہم ان کی بات بھی قبول نہیں کریں گے اور تحقیق کے نتیجے میں جو بات صحیح سامنے آئے گی' بس وہی قبول کی جائے گی۔ کیونکہ ہر انسان خطا کا پتلا ہے۔ کوئی چاہے کتنا بھی بڑا عابد یا عالم ہو' خطا سے پاک نہیں ہوسکتا۔ یہ شرف صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کا ہے کہ اللہ انہیں ہر خطا سے بچا دیتا ہے۔ اس لیے اگر اہل حدیث اکابر میں سے بھی کوئی بات غلط لکھ جائے تو ہم دوسروں کی طرح اپنے علماء کی باتوں کا مختلف حیلوں' بہانوں اور تاویلوں سے لازمی دفاع نہیں کریں گے نہ یہ ہمارا مسلک ہے۔

چنانچہ یہ اصول ذہن نشین کرانے کے بعد جب انہوں نے ان عبارتوں پر بحث کی تو میرے ذہن سے مسلک اہل حدیث کے بارے میں ہر شک وشبہ اور ہر اعتراض دور ہو گیا۔ میں جس حق کی تلاش میں تھا' وہ مجھے مل چکا تھا' اسے میں نے پا لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ دین حق صرف کتاب وسنت کی پیروی کا نام ہے۔ اور باقی جو کچھ ہے' انسانوں کی اپنی بنائی ہوئی باتیں' اٹکل پچو اور وہم وگمان ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ محض غلامی رسول ﷺ اور عشق رسول کے دعوے کر لینا کافی نہیں' بلکہ اس کا صحیح اظہار عملی طور پر اطاعت رسول ﷺ سے ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ کی ایک ایک حدیث پر عمل کرنے سے ہونا چاہئے۔ اور اہل حدیث کا تو مسلک ہی یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے مقابل میں چاہے کسی بڑے سے بڑے بزرگ یا امام کی بات ہو' قبول نہیں کی جائے گی۔ ایسا کھرا موقف رکھنے والوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے کون ہو

سکتے ہیں۔

باقی اس بناء پر اہل حدیثوں کو گستاخ سمجھنا کہ یہ یا رسول اللہ کے نعرے نہیں لگاتے' یا آپ ﷺ کو جسمانی طور پر نور نہیں سمجھتے تو اول تو یہ نعرہ لگانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ سے ثابت نہیں۔ شان رسالت کا اہل حدیث سے زیادہ کوئی قائل نہیں۔ لیکن آپ ﷺ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا ایک شرکیہ انداز ہے۔ جو قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ:

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا......﴾ (الجن:۲۰)

''ایک اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''

دوسرے یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے میں آپ ﷺ کے ہمیشہ زندہ ہونے اور حاضر ناظر کا عقیدہ ہے۔ حالانکہ حی وقیوم کی صفت صرف اللہ کی ہے۔ قرآن کا فیصلہ ہے...... ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر نفس (نبی' ولی' بادشاہ' گداگر' وغیرہ) کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ ہدایت کا نور تو ہیں' لیکن آپ ﷺ کو بشر نا کہنا قرآن کی واضح نصوص کے خلاف ہے...... ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾. ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں' (البتہ) مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔(الکھف:۱۱۰)

گویا اہل حدیث کا مسلک قرآن اور حدیث کے دلائل سے اس قدر روشن' چمکدار اور بین ومستحکم ہے کہ اس کو پا کر کسی دوسری طرف دیکھنا ممکن ہی نہیں۔ خصوصاً ان حالات میں جبکہ بریلوی حضرات قبروں پر چڑھاوے چڑھائیں۔ غیر اللہ کے نام کی گیارہویں اور دیگر نذر ونیاز دیں' قبروں کو پختہ کریں اور انہیں منوں عرق گلاب سے غسل دیں اور وہاں وہ سارے شرکیہ امور کریں جن کی تمام صحیح احادیث میں مکمل ممانعت موجود ہو تو قرآن اور حدیث کو

بغیر تعصب کے تھوڑا سا بھی جان لینے والا شخص ایسے ماحول میں پھر نہیں رہ سکتا۔ اہل حدیث کو میں نے ہر لحاظ سے دیکھا' پرکھا' ان کا عقیدہ توحید وسنت پر مبنی' تقلید سے آزاد لیکن الحاد اور انکار حدیث کے مکمل خلاف' ختم نبوت پر ایمان اور شرک وبدعت سے مبرا پایا۔ اسے سچا' کھرا' شخصیت پرستی اور افراط وتفریط سے پاک مسلک پایا۔

چنانچہ جب ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء جامعہ رحمانیہ اہل حدیث ملتان کا سالانہ جلسہ ہوا تو میں نے باقاعدہ طور پر مسلک حق اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

الدعوۃ: آپ کے اس اعلان کا آپ کے سابقہ تنظیمی ساتھیوں اور آپ کے گھر والوں پر کیا اثر ہوا۔ سنا ہے آپ کی راہ میں کافی رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔

سعیدی: جی ہاں! جب سے میری تنظیمی ساتھیوں کو میرے اہل حدیث ہونے کا علم ہوا ہے' وہ میری زبردست مخالفت کر رہے ہیں۔ میرے مرتد ہونے کے اعلان کیئے گئے ہیں۔ اور مجھے گستاخ رسول قرار دے کر میرے قتل کے فتوے بھی دیئے گئے ہیں۔ میں یہاں ایک بات آپ کو بتاتا چلو کہ سپاہ مصطفیٰ میں ایک خفیہ شعبہ قائم ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جو بھی بریلوی مسلک چھوڑ جائے یا بریلوی مسلک کے خلاف سرگرم ہو' اسے گولی سے اڑا دیا جائے۔ میں خود اس شعبے کا رکن رہا ہوں۔ اب سپاہ مصطفیٰ کے ایک عہدیدار جس کا نام میں ذکر نہیں کرنا چاہتا' مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ منصوبہ اب میرے لیے بھی تیار ہو چکا ہے۔ جب بھی میں کسی اہل حدیث کانفرنس میں شریک ہونے جاتا ہوں تو مجھے جان سے مارنے کی دھمکیاں ملتی ہیں۔ اور میری راہ میں بہت رکاوٹیں اور مخالفتیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ تاہم مجھے اپنے اللہ پر بہت بھروسہ ہے۔ اہل حدیث نوجوانوں اور ساتھیوں کا میرے ساتھ بہت حوصلہ اور تعاون ہے۔ اور ان

کے عزائم مسلک حقہ سے عداوت رکھنے والے اور کتاب وسنت کے دلائل سے خوفزدہ لوگوں سے بہت زیادہ بلند ہیں۔ ویسے بھی میں نے اہل حدیث کی تاریخ جہاد اور قربانیوں سے پُر دیکھی ہے۔

اس وقت میرے گھر والے بھی میری مکمل مخالفت اور مقاطعہ کیے ہوئے ہیں۔ تاہم مجھے امید ہے کہ جب میرے یہ سب مخالف بھائی ٹھنڈے دل کے ساتھ حق اور انصاف کے ساتھ میری طرح بغیر کسی تعصب کے بریلوی اور اہل حدیث مسلک کا مطالعہ کریں گے اور سمجھیں گے تو وہ بھی ضرور اعتراف کریں گے کہ کتاب وسنت پر مبنی اصولی اور ٹھوس مسلک صرف اہل حدیث مسلک ہے۔ جس میں نہ تقلید ہے، نہ کسی کی شخصیت پرستی، نہ یہاں کسی کے لیے بے جا غلو اور تعریف کی گنجائش ہے نہ کسی کی عیب جوئی اور تنقیص اور نہ ہی الزام تراشی ان کا شیوہ ہے۔ اہل حدیث مسلک بس وہی کچھ ہے جو کچھ قرآن وحدیث میں ہے نہ اس سے کم ہے نہ زیادہ۔ سیدھا، سادھا، سچا اور کھرا، شرک اور بدعت سے پاک اہل حدیث مسلک ہی ہم سب کی نجات کا باعث ہے۔

الدعوۃ...... ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت بخشے اور آپ کی وجہ سے دیگر بھائیوں کو بھی حق سمجھنے اور اسے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

”جب نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی نمازوں میں جلسہ کی دعا مانگتے تھے تو آج ان لوگوں کو ایسا کرنے میں کیا تکلیف ہے جو سنت پر عمل پیرا نہیں۔“

ایاز احمد صاحب

ایاز احمد صاحب

__اور میں بالآخر توحید پرستوں کے گروہ میں شامل ہو گیا:__

ایک وہ دور بھی تھا جب کہا جاتا تھا کہ ''جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔'' مگر آج کے دور میں لوگ اس قدر اعتماد اور فخر سے جھوٹ بولتے ہیں کہ سچ کا گمان ہوتا ہے۔ ہمارے گردوپیش کا معاشرہ اس تلخ حقیقت کا گواہ ہے کہ انسانی زندگی کے ہر ہر شعبہ میں اس کی جڑیں اس قدر پختہ ہو چکی ہیں' جن کی بیخ کنی انتہائی دشوار اور جاں گسل معلوم ہوتی ہے۔ سیاست' معیشت' عدلیہ' معاشرت حتیٰ کہ مذہب جیسی مقدس چیز بھی اس لعنت سے محفوظ نہیں۔ بعض نام نہاد' مفاد پرست اور عاقبت نااندیش قسم کے مذہبی علماء سادہ لوح اور کم فہم قسم کے ذہنوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ محض اپنی دکانداری چمکانے کے لیے دین میں کمی بیشی اور ردوبدل کر کے اس کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ اختلافی مسائل وامور میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنے کی بجائے تقلید کی روش پر کاربند ہیں اور یہی روش لوگوں کے ذہنوں میں منتقل کر رہے ہیں اور اسے پختہ کر رہے ہیں۔

میرا تعلق کسی مذہبی گھرانے سے نہیں ہے۔ مسلک اہل حدیث قبول کرنے سے پیشتر میں بھی عام لوگوں کی طرح دین کو نماز وروزہ تک محدود سمجھتا تھا اور پنجگانہ نماز ادا کرنے پر اکتفا کرتا تھا' گویا میں نے دین کے لیے بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہو۔ ہماری گلی سے متصل گلی میں بریلویوں کی جامع مسجد

ہے۔ وہاں مجھے اہل حدیث (وہابیوں) کے متعلق چند حیرت انگیز اور قابل نفرت باتیں سننے کا موقع ملا۔ کہ یہ گستاخ رسول ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس مسجد میں کسی شخص کا وہابیوں کے طریقہ سے نماز ادا کرنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا اور اسے قہر آلود نظروں سے گھورا جاتا تھا' مسجد ہذا میں گیارہویں شریف کا ختم' اور مسجد کے مرحوم خطیب کا سالانہ عرس شریف اور مختلف قسم کے ماہانہ ختم بڑے اہتمام سے منائے جاتے تھے۔ میں نے اس قسم کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں کو شروع ہی سے لائق اعتناء نہ سمجھا تھا اور انہیں نظر انداز کر کے اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔

مسجد ہذا کے موجودہ خطیب کوئی زیادہ عالم فاضل اور قابل قسم کی شخصیت نہ تھے' بلکہ اولیائے کرام کے قصے کہانیاں واقعات' چند رٹے رٹائے قسم کے مسائل اور نعتیہ اشعار سے کام چلایا کرتے تھے۔ مجھے ان کا خطبہ سن کر دینی ذوق اور شعور بیدار ہونے کی بجائے کوفت ہوتی کہ دنیا کہاں' سے کہاں پہنچ گئی اور انہیں ابھی تک قصے کہانیوں سے ہی فرصت نہیں۔ میں چاہتا تھا کہ آج مسلمان جس ذلت وپستی کا شکار ہیں اس کے اسباب وتدارک کے لیے قرآن حکیم کی روشنی میں بحث کی جائے۔ انہیں عہد جدید کی تبدیلیوں وتقاضوں سے ہم آہنگ ہونے اور سامان زیست پیدا کرنے کا درس دیا جائے وگرنہ......

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

مگر مجھے اپنے خیالات مولوی صاحب کے سامنے پیش کرنے کا موقع ہی نہ ملا یا شاید میں نے کوشش ہی نہ کی۔

یہ ماہ رمضان کا واقعہ ہے جب مولوی صاحب نے جمعہ کی دعا قدرے طویل کر دی وہ چند ایک باتوں کو بار بار دہرائے جا رہے تھے۔ میں نے خود ہی

دعا ختم کی اور سنتوں کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہو گیا۔ دریں اثنا ایک اور بزرگ نے بھی سنتوں کے لیے نیت باندھ لی۔ مسجد کے پورے ہال میں ہم دو ہی ایسے شخص تھے جو سنتیں ادا کر رہے تھے۔ باقی تمام افراد مولوی صاحب کے ساتھ دعا میں مصروف تھے۔ اتنے میں مجھے مولوی صاحب کی آواز سنائی دی کہ خدا اس بوڑھے پر عذاب کرے جسے بڑھاپے میں جوان بننے کا شوق ہے اور اس نوجوان کو ہدایت دے جو دین سے بیزار ہے۔ یہ سن کر مجھے بڑا غصہ آیا کہ اگر میں نے ان کے ساتھ دعا مکمل نہیں کی تو کونسا ایسا گناہ عظیم کر دیا جس پر میرے لیے دین سے بیزار ہونے کے احکامات جاری کر دیے گئے۔ بہر حال جمعہ کے دوران مجھے اس مسئلے پر مولوی صاحب سے بات کرنے کا مناسب موقع نہ ملا اور میں گھر واپس آ گیا۔

اس کے بعد میں نے اپنے دو دوستوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا ان میں سے ایک نے مجھے مشورہ دیا کہ مولوی صاحب کی علمیت کا پتہ لگانے کے لیے ان سے کچھ دینی مسائل پوچھے جائیں تا کہ اندازہ ہو کہ آیا انہوں نے علم کی بنیاد پر دعا کے وقت سنتیں پڑھنے پر اعتراض کیا یا اپنا رعب جمانے کے لیے ایسا کیا۔ چنانچہ نماز مغرب کے بعد ہم مولوی صاحب کے پاس گئے اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ خطبہ جمعہ کے دوران آپ نے حاضرین سے کہا تھا کہ مسجد کے ذمہ کچھ واجب الادا قرض ہے اور ان سے سوال کیا تھا کہ آپ ہی بتائیے بھلا ایسی مسجد میں نماز ہو جاتی ہے جس کے ذمہ واجب الادا قرض ہو اس پر حاضرین کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایسی صورت میں نماز نہیں ہوتی تو آپ پر لازم تھا کہ پہلے قرض کی ادائیگی کا انتظام کرواتے اور اگر ایسی صورت میں مسجد میں نماز کی ادائیگی وصحت پر کوئی حرف نہیں آتا تو منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر آپ کا

نمازیوں سے ایسا بے مقصد سوال کرنے کا کیا مطلب۔ اب آپ بتائیے کہ ہماری نماز جمعہ ہوئی یا نہ ہوئی۔ مولوی صاحب اس غیر متوقع سوال پر بوکھلا گئے اور کہا کہ چھوڑو تم تو بال کی کھال اتارنے پر تل گئے ہو کوئی اور بات کرو۔ مگر میں اپنے سوال پر مصر رہا۔ مولوی صاحب چند لمحے خاموش رہے پھر بولے کہ مسجد کے ذمہ جو قرض تھا اب سے کچھ دیر پہلے اس کی ادائیگی کا بندوبست ہو گیا ہے' لہٰذا آپ اپنی نماز جمعہ ادا ہی سمجھیں۔

اتنے میں میرے ایک ساتھی نے نماز جمعہ کے وقت کا مسئلہ چھیڑ دیا کہ جس وقت ہم (حنفی بریلوی) جمعہ سے فارغ ہوتے ہیں تو عین اس وقت وہابیوں کی نماز عصر شروع ہو جاتی ہے یہ کیسا تضاد ہے کہ دو نمازوں کا ایک ہی وقت۔ اس پر مولوی صاحب سمجھنے لگے کہ شاید ہمارا تعلق اہل حدیث مکتبہ فکر سے ہے اور مجھ سے کہا کہ تمہارے پاس کیا گارنٹی ہے کہ وہابی صحیح ہیں اور ہم (حنفی بریلوی) غلط ہیں۔ اس پر میں نے جواب دیا مولانا صاحب ہمارے پاس تو اس بات کی گارنٹی نہیں کہ ہمارا مسلک (حنفی بریلوی) صحیح ہے اور وہابی غلط ہیں' یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ میرے اس جواب پر مولوی صاحب میرا منہ تکنے لگے۔

علاوہ ازیں ہم نے اسپیکر کے ناجائز اور غلط استعمال' لیلۃ القدر کی فضیلت واہمیت اور جہاد کشمیر کے موضوع پر بات چیت کی۔ مولوی صاحب نے حسب عادت اور حسب روایت ان مسائل پر بھی ہماری تشفی وتسلی نہ فرمائی اور اپنے علم وحکمت کے انمول ونایاب اور بیکراں خزانے سے چند موتی سمیٹنے کی سعادت سے محروم رکھا۔ یا شاید وہ خود ہی اس خزانے سے محروم تھے۔ گفتگو کے بعد ہمیں تو یہی اندازہ ہوا۔

اگلی صبح ایک دوست نے مجھے انتہائی تعجب خیز اطلاع دی کہ محلے میں یہ

خبر گشت کر رہی ہے کہ چند لڑکے مولوی صاحب کو دھمکیاں دے کر آئے ہیں اور یہ الزام ہم تینوں پر لگایا گیا ہے۔ مجھے مولوی صاحب کی غلط بیانی پر سخت غصہ آیا۔ مسجد کی انتظامیہ کے ارکان نے ہمارے خلاف ہمارے والدین کے کان بھر دیے جنھوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم مولوی صاحب کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے ناقابل تلافی گناہوں کی معافی مانگیں۔ چنانچہ ہم نماز عصر کے وقت مسجد میں مولوی صاحب کے پاس گئے اور کل کے واقعہ پر معذرت کی۔ میں نے مصالحتی ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ آئندہ آپ خطبہ جمعہ میں تفسیر قرآن بیان کیا کریں۔ مولوی صاحب بہ رضا ورغبت آمادہ ہو گئے' بلکہ یہاں تک کہا کہ آئندہ آپ مجھے جو موضوع دیں گے میں اسی پر تقریر کروں گا۔ میں نے سوچا مولوی صاحب بلاوجہ اتنے مہربان نہیں ہو رہے ضرور چور کی داڑھی میں تنکے والا معاملہ ہے' بہرحال میں نے یہ بات ذہن میں رکھی اور ہم رخصت ہو گئے۔

اسی شام مسجد کی انتظامیہ کے ایک معزز رکن نے میرے دوست سے کہا کہ برائے مہربانی اب آپ اس کی تشہیر مت کیجئے گا اور گلی محلے میں اسے موضوع بحث نہ بنایئے گا مزید یہ کہ خطیب صاحب کاغذی قسم کے مولوی ہیں اور ان کے پاس زیادہ علم نہیں۔ مسجد کا کام چل رہا ہے چلنے دیجئے اور آئندہ ان کے پاس کوئی پیچیدہ قسم کا دینی مسئلہ لے کر جانے سے احتراز کریں۔

چند دنوں بعد عید کا تہوار آ گیا۔ نماز عید سے فارغ ہو کر سب نمازی مولوی صاحب سے بغل گیر ہونے لگے۔ میں بھی اسی ارادے سے آگے بڑھا۔ مولوی صاحب نے مجھے دیکھ لیا اور دوسروں کو نظر انداز کر کے مجھ سے ملنے کے لیے خود آگے آئے۔ دیگر خواہش مند حضرات حیرت واستعجاب سے مجھے دیکھنے لگے کہ مجھ پر ایسا کون سا سرخاب کا پر لگا ہے جو مجھے اتنی اہمیت دی گئی۔

بعد ازاں میں نے اس معاملے پر غور کیا تو مجھے اس حقیقت کا ادراک ہو گیا جس کی وجہ سے مجھے دوسروں پر فوقیت و ترجیح دی گئی تھی' وجہ صرف یہ تھی کہ میں مولوی صاحب کی کمزوری سے آگاہ ہو چکا تھا اور ان کے علم و حکمت کا پول میرے سامنے کھل چکا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اگر میں ان کا دست راست بن جاؤں تو مسجد میں میری چودراہٹ اور مقبولیت کا سورج طلوع ہو گا اور ہر طرف میری واہ واہ ہو گی' مگر میرے ضمیر نے ایسا گوارا نہ کیا اور میں نے مذہبی معاملات میں سودے بازی کی بجائے اختلافی مسائل میں تحقیق کا فیصلہ کیا۔

اتفاق سے انہی دنوں میری نظر سے یہ حدیث گزری:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: ''سب سے بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سب امور سے بدترین امر دین میں ایجاد کردہ چیزیں ہیں ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے کی موجب ہے۔''

میں نے اس حدیث کی روشنی میں ان تمام مذہبی افعال و سرگرمیوں کا جائزہ لیا جن کی ادائیگی میں حنفی و بریلوی حضرات کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ مجھے ان کے اکثر و بیشتر افعال پر اس حدیث کا اطلاق ہوتا محسوس ہوا۔ یہ گیارہویں شریف اور میلاد شریف کی محفلیں' اذان سے قبل اور جمعہ کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا' مردوں کے ایصال ثواب کے لیے ختم شریف' مزاروں پر جا کر منتیں مانگنا' قبروں کو سجدے کرنا' غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا' پیروں کے توسط سے بخشش کے لیے سفارش کروانا' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں تو یہ سب کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے یہ بدعت ہی تو ہے جو گمراہی ہے اور جہنم میں لے جانے کی موجب ہے۔ اس حدیث نے میرے خیالات میں زبردست

انقلاب برپا کیا اور میرے دل میں ان لوگوں کے مسلک سے کنارہ کش ہونے کے جذبے نے جنم لیا جو اپنی طرف سے دین میں اضافے کرتے ہیں اور حصول ثواب کے لیے قرآن وسنت کی تعلیمات سے ہٹ کر نت نئے طریقے ایجاد کرتے ہیں۔

چند دن بعد میری ملاقات ایک دوست اسرار احمد سے ہوئی جو شعوری طور پر مسلک اہل حدیث قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ ان کے توسط سے یہ بات میرے علم میں آئی کہ اہل حدیث ہر قسم کے مسائل و معاملات کے لیے صرف اور صرف قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بات کو اپنے لیے ازبس لازم سمجھتے ہیں نہ کہ اپنے اپنے اماموں، پیروں اور علماء کا رونا روتے ہیں۔ جب مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ رفع الیدین سے متعلق ۴۰۰ سے زائد صحیح احادیث ہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری نماز رفع الیدین کے ساتھ پڑھی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ میں تو اب تک رفع الیدین کے بغیر ہی نماز پڑھتا رہا۔ اسرار احمد نے مجھ سے جلسہ (دو سجدوں کا درمیان وقفہ) کی دعا کے بارے میں پوچھا تو میں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ جب نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی نمازوں میں جلسہ کی دعا مانگتے تھے تو آج ان لوگوں کو ایسا کرنے میں کیا تکلیف ہے جو اس سنت پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بات بالکل واضح ہے جو شخص کسی معاملے میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم معلوم ہو جانے کے باوجود اپنے امام کی بات کو اس پر ترجیح دے تو اس کی نظر میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ایسے لوگ مرکزیت (کتاب وسنت) سے ناطہ توڑ کر اپنے اپنے اماموں کی تقلید میں زندگی گزارتے ہیں اور فرقہ واریت جیسے ناسور کی نشوونما میں آلہ کار ثابت ہوتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد وہابیوں کے لیے میری نفرت کافور ہوگئی اور ان لوگوں پر سخت غصہ آیا جو حقیقت معلوم ہو جانے کے باوجود اس کی غلط تصویر کشی کرتے ہیں اور دوسروں کے خلاف گمراہ کن اور بے بنیاد پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

ایک اور اہل حدیث ساتھی ساجد الرؤف سے میری ملاقات میرے لیے بریلویت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔ ان کے ذریعے مجھے حافظ اعجاز الامین اعجازی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا' جنہوں نے مجھے تحقیق کی غرض سے ایک کتاب دی جس کا عنوان تھا ''متنازعہ مسائل کے خدائی فیصلہ'' مذکورہ کتاب میں متنازعہ مسئلہ کا نام اور اس کے سامنے اس سورہ مبارکہ اور آیت نمبر کا ذکر تھا جس میں اس مسئلہ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی کتاب میں کر دیا تھا۔ علم غیب' غیر اللہ کی پرستش' نور و بشر کا مسئلہ اور نذر و نیاز جیسے اختلافی مسائل سے متعلق قرآن کے واضح اور دوٹوک فیصلے پڑھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی کہ اتنے واضح دلائل کے باوجود اختلاف کیوں ہے؟

مثلاً رسول اللہ ﷺ غیب کا علم نہیں جانتے تھے' کتنے دوٹوک الفاظ میں بتا دیا گیا:

> ''اے پیغمبر! کہہ دو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور (یہ بھی) کہہ دو میں غیب نہیں جانتا اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی پر چلتا ہوں جو مجھے حکم ہوتا ہے۔'' (الانعام:۵۰)

اسی طرح غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کی بھی سخت ممانعت کی گئی:

> ''اس نے تو تم پر کچھ حرام نہیں کیا' مگر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ چیز جو غیر اللہ کے نام سے مشہور کی جائے۔'' (النحل:۱۱۵)

ایک آیت میں فرمایا گیا کہ مردے نہیں سنتے:

''تحقیق تو مردوں کو نہیں سنا سکتا' (اپنی آواز) نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چل دیں۔'' (النمل:۸۰)

اس قدر واضح اور شک وشبہ سے بالاتر احکام معلوم ہو جانے کے بعد میرے دل میں مسلک اہل حدیث کی حقانیت راسخ ہوگئی' علاوہ ازیں مولانا بشیر الرحمٰن سلفی کے حسن اخلاق اور ہمہ گیر شخصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا اور میں شرک وبدعات میں ملوث ٹولے کو ٹھکرا کر توحید پرستوں کے گروہ میں شامل ہوگیا' اور یوں میں شعوری طور پر اہل حدیث ہوا۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

مسلک اہل حدیث قبول کرنے میں بخاری شریف اور مسلم شریف نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

مسلک اہل حدیث اور مسلک دیوبندیت میں کافی فرق محسوس کیا' مسلک اہل حدیث خالصتاً کتاب وسنت پر مبنی ہے جبکہ مسلک دیوبندیت فقہ حنفی پر مبنی ہے' اور فقہ حنفی کے اکثر مسائل قرآن وحدیث کے مخالف ہیں۔ اس امر کا اعتراف مولانا محمد سرفراز آف گکھڑوی کی کتاب مقام ابوحنیفہ میں موجود ہے۔

ایم حسن محمد

ایم حسن محمد

تعارف:

ایم حسن محمد بن ایم اللہ دین، قوم رائے، ساکن نوکھر تحصیل نوشہرہ ورکاں، ضلع گوجرانوالہ۔

ابتدائی حالات:

اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے مجھے نیک والدین کے گھر ولادت کی سعادت نصیب فرمائی۔ اللہ پاک کا ہزار بار شکر ہے۔ میرے والدین مرحومین اپنے وقت کے مشہور دیوبندی عالم، قاضی نور محمد آف قلعہ دیدار سنگھ کے ارادت مند تھے۔ والد محترم رحمہ اللہ اکثر جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے لیے قاضی صاحب رحمہ اللہ کے پاس ہی جایا کرتے تھے۔

جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے بھی والد گرامی اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے۔ تا زندگی والد مرحوم دیوبندی مسلک پر ہی رہے۔ اللہ میرے والدین پر ہمیشہ رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

حصول تعلیم:

پرائمری تعلیم کی تکمیل چاہل کلاں سے ہوئی۔ مزید تعلیم کے لیے ڈی بی ہائی سکول قلعہ دیداسنگھ میں میرا داخلہ ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ سائنس گروپ میں ۱۹۵۸ میں امتحان میٹرک پاس کیا۔ مزید تعلیم کے لیے بوجہ عسرت مال کالج کا داخلہ نہ

لے سکا۔ بعد ازیں طب کی تعلیم کے لیے جناب حافظ عبدالعزیز مخدوم مرحوم کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اور ساتھ ہی کتابت' یعنی فن خوشنویسی کے لیے جناب مولوی ظہور احمد مرحوم آف کاموں ملہی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے لگا۔ دونوں اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا۔ دونوں بزرگوں نے کمال شفقت سے ناچیز کی تربیت فرمائی۔ جزاہم اللہ خیرا۔ تقریباً اڑھائی سال کا عرصہ فن خوش نویسی اور فن طبابت میں گزر گیا۔

بتقاضائے حالات مجھے ۱۹۶۲ء میں نارمل سکول نارووال سے جے وی کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں نصیب ہوا۔ ۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ کی ملازمت مل گئی۔ اللہ کے فضل سے میں نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ ۱۹۶۴ء میں فاضل فارسی کا امتحان پاس کر لیا۔ اس کے بعد ایف اے عربی مضمون کے ساتھ ۱۹۶۸ء میں پاس کیا۔ ۱۹۷۰ء میں بی اے کا امتحان عربی کتب جواہر الجور اور ازہار الادب کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں اللہ کے فضل سے بی ایڈ کا ایگزام بھی ہو گیا۔ ۱۹۸۰ء میں ایم اے اسلامیات کا اعزاز ملا۔

۱۹۸۴ء میں ایس ایس ٹی کا گریڈ مل گیا۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ ذاتی تعلیم کے علاوہ جامع مسجد محمدی اہل حدیث نوکھر میں امامت وخطابت اور صبح وشام طلبۂ مسجد کا تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

کسی دینی مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم کے لیے مجھے نہ وقت مل سکا۔ اور نہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کیونکہ مدارس دینیہ میں جو جملہ کتب پڑھائی جاتی ہیں وہ ۱۹۸۰ء تک اللہ کے فضل سے میرے مطالعہ میں آچکی تھیں۔ بلکہ مزید دینی کتب جن کا تعلق احادیث' تواریخ وتفاسیر سے ہے زیر مطالعہ رہنے لگیں۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ارشاد بالکل حق اور سچ ہے:

«مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ».

میری اکثر ملاقات مولانا چراغ دین (نور اللہ مرقدہ) آف نور پور سے ہوتی رہی۔ ان کے پیار' شفقت اور حسن سلوک نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ نیز تقریباً ۱۹۷۳ء میں حافظ عبدالسلام بھٹوی مدظلہ حیاتہ کے ساتھ مسئلہ تراویح پر گفتگو ہوئی۔ حافظ صاحب نے موطا امام محمد سے قیام رمضان کے باب سے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پیش کی تو میں نے ۸ رکعت تراویح تسلیم کر لی۔

بعد ازاں حافظ عبدالسلام بھٹوی۔ حافظ عبدالمنان شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ۔ مولانا بشیر الرحمٰن مرحوم آف کرشنا نگر گوجرانوالہ۔ حکیم عبدالرشید آف رڑیالہ ارو مولانا محمد اشرف سلیم آف قلعہ دیدار سنگھ بسلسلہ مسئلہ رفع الیدین تشریف لائے۔ تحریری مناظرہ طے پایا۔ علماء اہل حدیث کی طرف سے مولانا محمد اشرف سلیم صاحب نے تحریری مناظرہ کی ذمہ داری اٹھائی' تیرہ ماہ تک مناظرہ چلتا رہا۔ مولانا ممدوح کا رقعہ آتا' میں جواب بھیج دیتا۔ بار بار تیرہ مہینے تک سلسلہ جاری رہا۔ آخر علماء اہل حدیث میدان چھوڑ گئے۔

اللہ پاک کا کرنا ایسا ہوا کہ میں نے دوبارہ کتب احادیث خالی ذہن ہو کر مخلصانہ مطالعہ شروع کیا' جوں جوں مطالعہ کرتا رہا۔ ذہن میں مقدس انقلاب آتا گیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ ۱۹۷۶ء کا واقعہ ہے۔

مسلک اہل حدیث قبول کرنے میں بخاری شریف اور مسلم شریف نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

مسلک اہل حدیث قبول کرنے سے سینکڑوں لوگ متاثر ہوئے اور آج تک اہل حدیث ہو رہے ہیں' اعزاء و اقرباء نے اللہ کے فضل سے کوئی ردعمل نہ کیا' بلکہ اکثر اہل حدیث بن گئے۔

۱۹۷۸ء میں اللہ پاک نے حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کا

شرف عطاء فرمایا' مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا انعام عطاء فرمایا۔ مسلک اہل حدیث اور مسلک دیوبندیت میں کافی فرق محسوس کیا۔ مسلک اہل حدیث خالصتاً کتاب وسنت پر مبنی ہے جبکہ مسلک دیوبندیت فقہ حنفی پر مبنی ہے۔ اور فقہ حنفی کے اکثر مسائل قرآن وحدیث کے مخالف ہیں۔ اس امر کا اعتراف مولانا محمد سرفراز آف گکھڑوی کی کتاب مقام ابوحنیفہؒ میں موجود ہے۔

مسلک اہل حدیث کا ایک امتیازی مقام ہے' کیونکہ یہ قرآن وحدیث پر مبنی ہے۔ دورِ اول میں صرف اور صرف قرآن وحدیث تھے' تیسری نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ «ترکت فیکم امرین» کا یہی مطلب ہے۔ اسی لیے مسلک اہل حدیث میں یہ پختہ عقیدہ ہے کہ دین اسلام رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں بفرمان الٰہی ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کامل' مکمل کر دیا گیا ہے۔

اسی بنا پر مسلک اہل حدیث تقلید کا رد کرتا ہے' اتباع قرآن وحدیث کا درس دیتا ہے۔ قرآن وحدیث میں مکمل رہنمائی موجود ہے' تقلید سے فرقہ بازی نے جنم لیا ہے۔ تقلید نے اہل اسلام میں انتشار وافتراق پیدا کر کے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ رعب اور ہیبت ختم ہو گئی۔ ہر طرف ضعف اور بزدلی نے ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ یہود اور ہنود کو گٹھ جوڑ کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ دن رات اہل اسلام کے خلاف سازشیں زوروں پر ہیں۔ ظلم وستم کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔

مسلک اہل حدیث ہر قسم کے راگ رنگ کا مخالف ہے۔ سادگی کا علمبردار ہے۔ آلات مزامیر سے بچنے کی دعوت دیتا ہے۔ جبکہ دیگر مسالک میں آلات مزامیر کو مجلس سماع میں مرکزی رکن سمجھتے ہوئے باعث اجر وثواب مانا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریڈیو سٹیشنوں اور ٹی وی سنٹروں میں ہر قسم کا گند جمع ہو گیا ہے۔

مسلک اہل حدیث ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل کی دعوت دیتا ہے جو

کہ ہر قسم کے شرک، کفر اور بدعات سے مجتنب ہو۔ تا کہ ہر طرف امن وسکون پیدا ہو سکے، مسلک اہل حدیث قرآن وسنت کی دعوت دیتا ہے تا کہ ہر طرف اللہ پاک کی توحید کا علم لہراتا رہے۔ اور خالق حقیقی کی عبادت ہر سمت نظر آتی رہے۔ مسلک اہل حدیث ہر قسم کے جہاد (تقریری، تحریری، مالی وجانی) کا داعی ہے۔

مسلک اہل حدیث چونکہ قرآن وحدیث کا نام ہے، لہٰذا کسی نئے نبی، امام، پیشوا اور ہادی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ تا قیامت صرف اور صرف نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کافی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلک اہل حدیث میں ختم نبوت کا پختہ عقیدہ ہے۔ دیگر مسالک میں طرح طرح کے فیض کی کھڑکیاں کھلی ہیں، لہٰذا ان میں فیض یافتہ دعویٰ کرتے کرتے دعویٰ نبوت پر پہنچ کر دم لیتے ہیں۔ لیکن مسلک اہل حیدث میں قرآن وحدیث کی مضبوط قیود کی وجہ سے ہر قسم کے غلط دعاوی سے پاک وصاف ہے۔ مسلک اہل حدیث ایک فلاحی ریاست کی ضرورت پر زور دیتا ہے جو کہ قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم ہو۔ تا کہ سچی اور حقیقی سیاست سے ریاست مضبوط ہو۔ غرضیکہ مسلک اہل حدیث زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن وسنت کی پابندی چاہتا ہے۔

پس مسلک اہل حدیث کی اشاعت کے لیے درج ذیل ذرائع مفید ثابت ہوں گے۔

① دینی مدارس کی تعداد میں توسیع۔

② مساجد کی تعداد میں توسیع۔

③ تمام اہل حدیث تنظیموں میں اتفاق واتحاد قائم کر کے ایک جماعت کا ہونا، یعنی مرکزی جمعیت اہل حدیث، متحدہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کا جماعت اہل حدیث، جماعت غرباء اہل حدیث اور لشکر طیبہ کا یکجا ہونا اور صرف ایک ہی امیر کی امارت کے تحت کام کرنا۔

④ سرکردہ علماء کرام اور سرمایہ دار عظام کا انانیت کو چھوڑ کر اپنے آپ کو مسلک اہل حدیث کا خادم بن جانا۔ اور ضد ہٹ دھرمی ترک کر کے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا پر عمل کرنا۔

⑤ ملک کا اندرونی اور بیرونی مالی تعاون کا ایک ہی بیت المال ہونا۔

⑥ مسلکی کتب کا عوام تک پہنچانا۔

⑦ تمام کتب حدیث کے حواشی مسلک اہل حدیث کے مطابق منظر عام پر لانا۔

⑧ مبلغین علماء کے لیے موزوں سواریوں کا انتظام ہونا۔ اور دیگر اخراجات کا حصول۔

⑨ مدرسین' شیوخ کے لیے معقول مشاہرات اور رہائشی انتظامات۔

⑩ دینی مدارس کے علاوہ دنیاوی سکول قائم کرنا۔

⑪ مدارس سے فارغ ہونے والے علماء سے مسلکی کام لینا۔

⑫ ذہین علماء کی مناظرانہ تربیت کا بندوبست کرنا۔

⑬ ہر ضلع میں لائبریریوں کا قائم کرنا۔

حاملین مسلک اہل حیدث عمومی رویہ کے تناظر میں مختلف ہیں' عمومی رویہ کے تین درجات ہیں: ① بہتر درجہ' ② زیادہ بہتر درجہ' ③ بہترین درجہ۔

ہمارے اس وطن عزیز میں بہتر رویہ کے مالک تعداد میں کافی ہیں۔ ان سے کم تعداد میں زیادہ بہتر رویہ کے مالک بھی ہیں لیکن تعداد میں کم ہیں۔ اور جو بہترین رویہ کے حامل ہیں وہ چند گنتی کے ہیں۔ مگر افسوس حاملین مسلک اہل حدیث کے اکثر علماء اور اکثر سرمایہ دار اچھے رویہ سے خالی ہیں۔ کچھ علم کے نشہ میں مخمور بداخلاق اور کچھ سرمایہ کی شراب میں مست۔ کبر و نخوت' غرور و گھمنڈ' فخر و تکبر سے ملبوس اور تقویٰ کے نور سے متنفر نظر آتے ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے ایک

مقدس جماعت کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے۔ جو کہ مسلک اہل حدیث کی ترقی وترفع میں ایک کوہ ہمالیہ جیسی رکاوٹ بن گئی ہے۔

اس سلسلہ میں چند گزارشات پیش خدمت ہیں:

① علماء کرام اور سرمایہ داران کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے' اور اپنے اندر عاجزی وانکساری پیدا کرنا چاہیے ہر فرد جماعت کا احترام کرنا چاہیے۔

② ہر عالم اور ہر سرمایہ دار اپنے آپ کو مسلک اہل حدیث کا خادم بنائے۔ خدمت مسلک کو اپنا شعار بنائے۔ جماعت کے کسی فرد سے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے' جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہونے کے باوجود جناب بلال رضی اللہ عنہ کو سیدنا بلال کہا کرتے ہیں۔

③ علماء کرام اور سرمایہ داران اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنائیں' اور اپنے اخلاق میں تبدیلی پیدا کریں۔ فخر وغرور بالکل ختم کردیں۔

④ سرمایہ دار اپنی کوٹھیوں پر بے تحاشا روپیہ خرچ کرنے کی بجائے مسلک اہل حدیث پر خرچ کرنا اپنا مشن بنالیں۔ اس طرح موجود مدارس کے علاوہ مزید مدارس کا سلسلہ قائم ہوسکتا ہے۔ موجودہ مساجد کے علاوہ مزید مساجد کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔

⑤ شہروں میں تعمیر شدہ مساجد کی توڑ پھوڑ بند کی جائے اور بیجا روپیہ خرچ کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ میں نے شہروں میں کئی خوبصورت مساجد کو دیکھا ہے ان کے خوبصورت فرش کو توڑ کر نیا فرش لگایا جاتا ہے' خوبصورت قیمتی دروازے توڑ کر نئے بے حد قیمتی دروازے بنائے جاتے ہیں۔ قیمتی سے قیمتی قالین ڈالے جاتے ہیں۔ دولت کا بے دریغ ضیاع کیا جاتا ہے۔

حالانکہ ایسے فضول اخراجات سے دیہات اور غریب محلوں میں کئی مساجد بن سکتی ہیں۔

۶ سرمایہ داروں کو چاہیے جماعت کے غریب افراد کی ممکن خدمت کرتے رہیں، تاکہ حشر کے میدان میں غریب اہل حدیث لوگ ان سرمایہ داروں کے گریبان نہ پکڑ سکیں۔ حشر کے میدان میں سرمایہ داروں کا بڑا سخت احتساب ہوگا اور احتساب کرنے والا خود اللہ پاک ہوگا۔

۷ علماء کرام بھی اپنے دل و دماغ میں یوم حساب کے احتساب کا یقین رکھیں اور دنیا میں قدم پھونک پھونک کر رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ پاک فرمائیں، کَذَبْتَ۔

۸ علماء کرام اور سرمایہ داروں کے علاوہ دیگر اہل جماعت کو قوت بازو سے اپنے مسلک کی خدمت کرنی چاہیے۔ غرضیکہ جماعت کا ہر فرد اپنے اپنے فرض پہچانے اور فرض کی ادائیگی ہر حال میں کرے۔ اللہ پاک توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

اب میں ان کی بات سمجھ چکا تھا کہ اگر اہل حدیث انگریز کی پیداوار ہیں تو پھر سن چھ سو ہجری میں شیخ عبدالقادر جیلانی نے اہل حدیث کا تذکرہ کیسے کر دیا اس کا مطلب ہے کہ اہل حدیث اس دور میں بھی موجود تھے۔

بات اچھی طرح میری سمجھ میں آ چکی تھی۔

انہوں نے مجھے مزید بتایا کہ ان سے پوچھوں کہ دیوبند کے جس مدرسے سے تمہارا مسلک چلا وہ کس سن میں قائم ہوا تھا' وہ دراصل انگریز کے دور میں قائم ہوا تھا۔

محمد صابر بٹ

محمد صابر بٹ صاحب

چونترہ۔ ضلع راولپنڈی

کرامتوں سے متاثر ہو کر میں مزارات پر بھی جاتا تھا:

میرا نام محمد صابر بٹ ہے اور والد صاحب کا نام محمد اشرف بٹ تھا۔ میں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ مذہبی اعتبار سے عام گھرانوں سے مختلف گھرانہ تھا۔ اصل میں میری والدہ اہل تشیع میں سے تھیں اور والد صاحب حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ بچے پر سب سے زیادہ اثرات ماں کے ہوتے ہیں اور ماں کی گود ہی بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے' لہٰذا مذہبی لحاظ سے بھی مجھ پر ماں کے مسلک کے اثرات نمایاں تھے۔ ماں نے یہ جملے ہمیں رٹا دیئے تھے کہ حُبِّ علیؑ رحمت اللہ اور بُغضِ علی لعنت اللہ اور بچپن میں اکثر و بیشتر یہ الفاظ میری زبان پر جاری رہتے تھے۔ بالکل اس طرح جیسے یہ کوئی اہم وظیفہ ہو جس کے پڑھنے سے بہت سا ثواب اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

والدہ صاحبہ مجھے والد صاحب کے اثرات سے محفوظ رکھ کر شیعہ بنانے کے لیے بڑی حریص تھیں' چنانچہ اہل تشیع کی تعلیم کے لیے انہوں نے مجھے نانا کے گاؤں بھجوا دیا جہاں میں ماموں کی تربیت میں رہا' انہوں نے مجھے اہل تشیع کے طریقے سے نماز پڑھنا سکھائی اور دیگر عبادات و عقائد سے روشناس کرانا چاہا میں نے تقریباً چودہ پندرہ سال کی عمر تک اپنے ماموں کے ہاں اہل تشیع کی طرح

ہی نماز پڑھی۔ گاؤں میں نویں اور دسویں محرم کے دن جلوس اور مجلس ہوا کرتی تھی اور لوگ ان کاموں میں اس قدر منہمک ہوتے تھے کہ نمازوں سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔ جب ایک مرتبہ نویں' دسویں محرم کو تمام نمازیں رہ گئیں تو میں نے دسویں کی شام ماموں سے ان دونوں میں رہ جانے والی نمازوں کا تذکرہ کیا تو انہوں نے مجھے ڈانٹنے والے انداز میں کہا کہ یہ دو دن خاص غم کے دن ہیں' ان دنوں میں ہم نواسہ رسول ﷺ اور ان کے خاندان پر ہونے والے یزیدی مظالم کا سوگ منا رہے ہیں' ماتم کر رہے ہیں ان دنوں میں یہی اہم کام ہے تمہیں کیوں نماز کی پڑی ہوئی ہے؟

ماموں کی زبانی ان خیالات کو سن کر مجھے کافی تشویش لاحق ہوئی' میں نے سوچا کہ نماز تو بیماری کی حالت میں بھی فرض ہے اور نواسہ رسول ﷺ جن کا آج سوگ منایا جا رہا ہے ان کی تو گردن ہی دوران نماز کٹی' انہوں نے میدان جنگ میں بھی نماز ترک نہ کی تو ہم کون ہوتے ہیں۔ دیگر کاموں کو نماز پر ترجیح دینے والے' اس روز سے مجھے ماموں کی یہ بات کافی کھٹکی۔

جب میں چودہ پندرہ سال کی عمر میں واپس اپنے گھر آیا تو والد صاحب نے مجھے اپنی مسجد کے مولوی صاحب کے پاس دین کی باتیں سیکھنے کے لیے بٹھا دیا' دراصل ان کا مقصد بھی یہ تھا کہ میں اپنے ماموں کے گھر سے اہل تشیع کے جو اثرات لے کر آیا ہوں وہ کسی قدر بے اثر ہو جائیں۔ مولانا غلام محمد صاحب کے پاس میں نے ناظرہ قرآن مجید بھی پڑھا اور سنیوں کے طریقے سے نماز بھی سیکھ لی' اس کے علاوہ مولانا صاحب مجھے دیگر عقائد و مسائل بھی سمجھاتے' انہوں نے بڑی حکمت کے ساتھ مجھے ذہنی طور پر سنی بنا دیا تھا' اب میں شیعوں کو غلط سمجھنے لگا۔

اگرچہ میں حالات کے دباؤ پر کبھی شیعہ اور کبھی سنی اعمال کرتا تھا' لیکن اس وقت بھی میرے دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی دعا یہ ہوتی تھی کہ یا اللہ مجھے

سیدھی راہ پر چلا دے اور ان لوگوں کا راستہ دکھا دے جن پر تیری خاص نظر رحمت ہوتی ہے' جو دنیا میں بھی باعزت زندگی بسر کرتے ہیں اور آخرت میں بھی تیرے حضور سرخرو ہونے والے ہیں۔ اس دعا کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ میں سنی اور شیعہ دونوں مسالک سے پوری طرح مطمئن نہیں تھا' دونوں کے بعض مسائل جو دل میں کھٹکتے تھے وہ یہ احساس بھی دل میں پیدا کرتے تھے کہ اگر یہ غلط ہیں تو پھر صحیح کیا ہے؟

اس دوران مجھے توحید سے آشنائی اپنے گاؤں میں مشہور ومعروف دیوبندی عالم دین مولانا غلام اللہ خان صاحب کی تقریر سن کر ہوگئی تھی' تاہم اس وقت میرا ذہن بالکل ناپختہ سا تھا' میں کسی بھی بات کے تمام پہلوؤں پر غور نہیں کر سکتا تھا' مولانا غلام اللہ خان صاحب کا خطاب میرے لیے بس ایک اچھوتا خطاب تھا جس میں دوسروں سے مختلف باتیں کی گئی تھیں۔

بیس سال کی عمر میں مجھے حصول روزگار کے لیے کراچی جانا ہوا' کراچی میں لالوکھیت کی ندی کے ساتھ میری رہائش ہوئی' اس وقت بھی میرے عقیدے کی اصلاح نہیں ہوئی تھی' ذہن تضادات کا شکار تھا' ایک طرف مولانا غلام اللہ خان صاحب اور دیگر دیوبندی علماء کی تقاریر سنی ہوئی تھیں' جن سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا تھا کہ صرف اللہ ہی سب کا حاجت روا مشکل کشا ہے' وہی مصیبت کے وقت مدد کرتا' وہی بیٹا بیٹی دیتا' روزی رزق دینا بھی بس اسی کا اختیار ہے' اللہ کے علاوہ جو بھی ہو خواہ وہ ہاتھ سے تراشے ہوئے بت ہوں یا حقیقی اولیاء اللہ کی قبریں' کہیں سے کسی کو کوئی مدد نہیں مل سکتی' بلکہ اولیاء اللہ اور انبیاء تو اپنی زندگی میں بھی صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے' اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے' اللہ کی منشاء کے سامنے تو وہ بھی بے بس تھے' امام الانبیاء محمد الرسول ﷺ بھی جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔

قرآن میں نبی ﷺ سے لوگوں کو کہنے کے لیے کہا گیا کہ اے نبی ﷺ ان سے کہہ دو کہ میں تو خود اپنے بھی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں' اگر ایسا ہوتا تو میں اپنے لیے بہت سی بھلائیاں جمع کرتا اور مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ ایک طرف یہ نظریات تھے اور دوسری طرف اولیاء اللہ کی کرامتوں کے قصے تھے جو ہمیں اپنے ماحول میں جگہ جگہ سننے کو ملتے تھے۔ اس وقت قرآن وحدیث کی حجیت کا تو معلوم نہیں تھا کہ ہم نے فیصلہ ماننا ہے تو صرف قرآن وحدیث کا قرآن وحدیث کی بات ہی شریعت میں حجت ہے۔

بزرگوں کی کرامتوں کے قصوں سے متاثر ہو کر میں متعدد مرتبہ مزارات پر بھی گیا اور وہاں دعائیں وغیرہ کیں' بالخصوص راولپنڈی کے قریب بری امام کے مزار پر جانا ہوا ان کے عرس کے موقع پر بھی جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں ان روایتی غیر شرعی حرکتوں میں بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ شریک ہوئے جن میں ساز وآواز کی محفلیں' قوالیاں اور کنجریوں کے مجرے طرح طرح کے کھیل تماشے شامل تھے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ اس وقت کس طرح کی ذہنیت ہو چکی تھی کہ اس بات کا بھی احساس نہیں تھا کہ اگر بزرگ واقعی اللہ کے ولی ہیں اور مدد کرنے کا اختیار بھی رکھتے ہیں تو کیا یہ بزرگ اس قسم کے غیر شرعی کاموں سے خوش ہوں گے' اللہ کے نبی ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ میں آلات موسیقی توڑنے آیا ہوں' آپ ﷺ نے ناچ گانے کی مذمت کی تھی اور آج بزرگوں کو خوش کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے' اگر بزرگ واقعی ان چیزوں سے خوش ہوتے ہیں تو پھر وہ ولی اللہ کیسے ہو گئے؟ پھر میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ تمہارے باپ فوت ہو گئے ہیں اس کے ایصال ثواب کے لیے اس کی قبر پر ناچ گانے کی محفل منعقد کرو تو وہ غصے ہو جائے گا اور کہے گا کہ یہ تو گناہ کے کام ہیں' اس کا ثواب کیسے پہنچ سکتا ہے؟ لیکن اپنے پیرومرشد کی قبر پر یہ سب کچھ

کرتے کسی کو خیال نہیں آتا۔

کراچی میں ۱۹۷۷ء کی بات ہے جس ندی کے قریب ہم رہتے تھے' ادھر زبردست سیلاب آیا جس سے سینکڑوں لوگوں کے گھر بہہ گئے' سیلاب سے متاثرین کو نیو کراچی میں پلاٹ دیئے گئے اور پھر ہم وہاں منتقل ہو گئے' یہ تبدیلی میرے لیے باعث رحمت ہوگئی' نئے علاقے میں پہنچ کر اور لوگوں کے ساتھ مل کر ہم نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی' وہاں جو پہلا امام وخطیب رکھا گیا' وہ مولانا غلام اللہ صاحب کے شاگردوں میں سے تھا' چنانچہ توحید کے عقیدے کی اصلاح کے آثار پیدا ہوئے' لیکن میری اصل خوش قسمتی یہ رہی کہ وہاں ایک اہل حدیث صاحب منصب علی سے دوستی ہوگئی' وہ بھی ملی مسجد میں ہی نماز پڑھنے آیا کرتے تھے اور دینی معاملات میں تحقیق کا اس قدر ذوق رکھتے تھے کہ اس مقصد کے لیے اپنی معمولی تنخواہ میں سے بچت کر کے حدیث کی مہنگی کتابیں لے آئے' ان کے اور مولوی صاحب کے درمیان مختلف موضوعات پر اکثر اختلافی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ منصب علی صاحب جس طرح کے دلائل دیتے اور قرآنی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے حوالے دیتے اس سے ہم کافی متاثر ہوتے' ایک دن مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور منصب صاحب کے ساتھ ان کی رفع الیدین کے مسئلے پر بات ہو رہی تھی' مولوی صاحب نے رفع الیدین کی رد میں نسائی شریف کے حاشیے کا حوالہ پیش کیا' جس میں انہوں نے لکھا کہ نبی مکرم ﷺ نے رفع الیدین کرنے کو شریر گھوڑے کی دم ہلانے کے مشابہہ قرار دیا ہے' جبکہ منصب صاحب نے بخاری ومسلم کی واضح حدیثیں پیش کیں کہ نبی مکرم ﷺ جب رکوع میں جاتے' تب رفع الیدین کرتے' رکوع سے سر اٹھاتے' تب رفع الیدین کرتے' لیکن سجدوں میں ایسا نہ کرتے۔ میرا جھکاؤ پہلے ہی منصب صاحب کے مسلک کی طرف ہو

رہا تھا' اس بحث کے بعد اور زیادہ ہو گیا۔ مولوی صاحب رفع الیدین کی رد میں کوئی اطمینان بخش دلیل نہ دے سکے تھے۔ منصب صاحب جو میری مزید تسلی کرانے کے خواہشمند تھے کہنے لگے چلو کسی دیوبندی مدرسے میں چل کر رفع الیدین کی مزید تحقیق کرتے ہیں۔ بنوری ٹاؤن کے مدرسے میں گئے تو وہ بھی اس مسئلے پر مطمئن نہ کر سکے' البتہ وہ مجھے منصب بھائی سے الگ کر کے ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے کہ اہل حدیث شروع سے نہیں ہیں' یہ تو اب انگریز کے دور کی پیداوار ہیں' تم کہاں ان کے چکروں میں پڑ گئے ہو۔

میں نے باہر آ کر منصب بھائی کو یہ بات بتائی تو وہ واپسی پر مجھے گھر لے گئے اور وہاں مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتاب غنیۃ الطالبین نکال کر دکھائی جس کے ابتدائی صفحات میں اہل حدیث کو ناجی فرقہ' یعنی آخرت میں نجات پانے والا قرار دیا اور لکھا کہ صرف اہل حدیث ہی نبی علیہ السلام کی صحیح سنت پر گامزن ہیں' یہ اقتباس پڑھانے کے بعد انہوں نے کتاب کے آغاز میں لکھا ہوا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا سن پیدائش دکھایا جو چھ سو ہجری کے قریب تھا اور پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ اس وقت ہجری کی کونسی صدی چل رہی ہے۔ میں نے کہا پندرہویں' پھر کہنے لگے کہ انگریز برصغیر میں کب آیا' میں نے کہا' دو سو سال پہلے آیا ہوگا۔ اب میں ان کی بات سمجھ چکا تھا کہ اگر اہل حدیث انگریز کی پیداوار ہیں تو پھر سن چھ سو ہجری میں شیخ عبدالقادر جیلانی نے اہل حدیث کا تذکرہ کیسے کر دیا اس کا مطلب ہے کہ اہل حدیث اس دور میں بھی موجود تھے۔ بات اچھی طرح میری سمجھ میں آ چکی تھی۔

انہوں نے مجھے مزید بتایا کہ ان سے پوچھوں کہ دیوبند کے جس مدرسے سے تمہارا مسلک چلا وہ کس سن میں قائم ہوا تھا' وہ دراصل انگریز کے دور میں قائم ہوا تھا۔ مستقل منصب بھائی کی صحبت میں بیٹھنے سے مجھ پر مسلک اہل حدیث کی

حقانیت واضح ہوگئی اور میں نے پوری جرأت کے ساتھ مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا' اب کراچی سے دوبارہ راولپنڈی منتقل ہوگیا ہوں' مسلک اہل حدیث پر پوری طرح کاربند ہوں اور دوسروں کو بھی اس مسلک حقہ کی دعوت دیتا ہوں' میری اولاد کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کا رجحان دین کی طرف کردے اور وہ انہیں آخرت سنوارنے کی فکر عطا فرمائے۔ (آمین!)

لیکن جب شعور وبصیرت پر پردے پڑے ہوں تو آسان سی مثالیں بھی کہاں سمجھ میں آتی ہیں اور ویسے بھی کوئی قرآن کھول کر دیکھے تب ہی تو یہ مثالیں سامنے آئیں۔ لاتعداد لوگوں کی پوری پوری زندگیاں گزر جاتی ہیں لیکن انہوں نے قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھا ہوتا۔

سید مسعود ناصر صاحب

سید مسعود ناصر صاحب

سید مسعود ناصر

انہوں نے وقف لڑکے لڑکیوں کو مزار پر باندھ رکھا تھا:

میرے والد کا تعلق علیگڑھ اور والدہ کا تعلق دہلی سے ہے۔ ہمارا خاندان اچھا خاصہ علمی خاندان تھا' بعض شعراء بھی ہمارے خاندان میں گزرے' جنہوں نے اپنے وقت میں کافی نام پیدا کیا۔ ہمارا گھرانہ اس قدر مذہبی ضرور تھا کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا اپنے والد صاحب کو پانچ وقت کی نماز پڑھتے اور صبح بلاناغہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے پایا۔ ہمارا گھرانہ دیوبندی تھا' لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ہم دیوبندی ہیں۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اکثر دیوبندی اپنے مسلک کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتے۔ اسی لیے ان پر بریلوی اور دیگر مسالک کے کافی اثرات پڑ جاتے ہیں۔ ہمارا گھرانہ بھی کچھ اسی طرح کا بگڑا ہوا' دیوبندی تھا۔

ان دنوں ہماری رہائش لیاقت آباد میں تھی' جب مجھے اور میرے چھوٹے بھائی کو قرآن مجید ناظرہ پڑھانے کے لیے قریبی بریلویوں کی ایک مسجد میں بٹھایا گیا۔ قرآن مجید پڑھانے کے ساتھ ساتھ وہاں ہمیں اور بھی بہت کچھ سکھایا جاتا' بالخصوص سلام پڑھنا' میں اکثر مسجد کے لاؤڈ اسپیکر میں یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک پڑھا کرتا اور پھر گھر آ کر والدہؒ صاحب سے پوچھتا کہ کیا میرے

سلام پڑھنے کی آواز آ رہی تھی اور جب والدہ صاحب کہتیں کہ ہاں آ رہی تھی تو خوشی سے میرا سیروں خون بڑھ جاتا۔ ۱۹۶۷ء اور اس کے آس پاس کے دور کی بات ہے جب رمضان بھی سخت سردیوں میں آیا کرتے تھے۔ میں یخ بستہ سردی کے باوجود لاؤڈ اسپیکر پر نعت پڑھنے کے شوق میں مسجد جایا کرتا تھا۔ نعتوں میں بڑے شرکیہ اشعار بھی ہوتے' جس کا پہلے احساس ہی نہیں تھا۔ اب سوچتا ہوں تو بے ساختہ منہ سے توبہ نکلتی ہے کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر غیر اللہ کو اللہ کا درجہ دے دیا کرتے تھے۔ گھر والے بھی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے میری زبان سے شرکیہ نعتیں اور سلام سنا کرتے تھے' لیکن دیوبندی مسلک سے متعلق زیادہ معلومات نہ ہونے کی وجہ سے کبھی مجھے سمجھاتے نہیں تھے۔

میٹرک پاس کرنے کے بعد کچھ شعور حاصل ہوا۔ دین سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے شوق میں پہلی مرتبہ مذہبی کتب کے مطالعے کی طرف متوجہ ہوا۔ ہمارے گھر میں قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیر پر مشتمل تفہیم القرآن' صحیح البخاری اور موطا امام مالک رحمہ اللہ موجود تھیں۔ سب سے پہلے میں نے قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیر کا مطالعہ شروع کیا۔ قرآن کے مطالعے سے احساس ہوا کہ ہمارا طرزِ عمل قرآنی تعلیمات سے بہت مختلف ہے۔ پورا قرآن توحید سے بھرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل انتہائی عام فہم الفاظ اور عام فہم مثالوں کے ذریعے بیان فرمائے ہیں' لیکن اس کے باوجود مجھے اپنے اردگرد کے ماحول میں حتیٰ کہ اللہ کے گھروں میں شرکیہ افعال کی بھرمار نظر آئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مشرکین کے جو عقائد بیان فرمائے ہیں آج ہمارے بعض مسلمان بھائیوں کے عقائد ان جیسے بلکہ ان سے بھی زیادہ پراگندہ ہیں۔ قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیر کے مطالعے سے میرے دینی شعور میں اضافہ ہوا اور میرے کافی عقائد کی اصلاح ہوئی' تاہم صحیح معنوں میں عقائد میں

پختگی اور اصلاح کے لیے ماحول کی ضرورت باقی رہی۔

میری نانی اماں اگرچہ اہل حدیث نہیں تھیں‘ لیکن وہ رفع الیدین کیا کرتی تھیں‘ ان کے اس عمل کا کیا پس منظر تھا‘ مجھے معلوم نہیں۔ پوچھنے پر صرف اتنا بتایا کہ رفع الیدین کرنا سنت ہے۔ اس سے متعلق مزید معلومات کا شاید انہیں بھی علم نہیں تھا۔ جب میں نے بخاری شریف کا مطالعہ شروع کیا اور نماز کے احکام ومسائل پڑھے تو یہ جان کر بڑی حیرانگی ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز اور ہماری نماز میں فرق ہے۔ میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ آخر ہم اور ہمارے علماء نماز میں رفع الیدین کیوں نہیں کرتے‘ جبکہ بخاری شریف جیسی مستند کتاب میں اس سے متعلق واضح احادیث موجود ہیں۔ بخاری شریف میں رفع الیدین سے متعلق احادیث پڑھ کر نانی اماں کی بات کی تصدیق ہوگئی۔ مختلف خدشات کے باوجود میں نے اسی روز سے رفع الیدین شروع کر دیا‘ کیونکہ میں اپنی آنکھوں سے حدیث پڑھ چکا تھا‘ میرا ایمان اس سنت کی خلاف ورزی پر آمادہ نہیں تھا۔ تاہم اس وقت بھی میں دیوبندیوں کی مسجد میں ہی نماز پڑھتا رہا۔

اگرچہ تحقیق کی حس میرے اندر شروع سے ہی موجود تھی‘ ان دنوں مزید بیدار ہوگئی۔ جب میں نے رفع الیدین سے متعلق اپنی مسجد کے مولوی صاحب سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ اصل میں رسول اللہ ﷺ ابتدائی دور میں رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اس میں حکمت یہ تھی کہ بہت سے منافقین اپنی بغلوں میں بت رکھ کر لایا کرتے تھے‘ لیکن جب رفع الیدین کرتے تو وہ بت نیچے گر پڑتے‘ لیکن جب مسلمانوں کے عقیدے پختہ ہو گئے اور بغلوں میں بت رکھ کر لانے کا امکان باقی نہ رہا تو پھر رفع الیدین منسوخ ہوگیا۔ میں نے یہ سوال کیا کہ مولوی صاحب اگر رفع الیدین منسوخ ہو گیا تو احادیث میں کیوں موجود ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر رفع الیدین واقعی منسوخ ہوگیا

تھا تو اس کی منسوخی کا تذکرہ لازماً کسی حدیث میں ہوگا' آپ مجھے منسوخ کی حدیث دکھائیں۔ مولوی صاحب کے پاس میرے ان سوالات کا کوئی مؤثر جواب نہیں تھا' وہ مجھے منسوخ کی کوئی حدیث نہ دکھا سکے' چنانچہ میں نے رفع الیدین جاری رکھا۔

تراویح کے بارے میں مجھے علم ہوا کہ وہابی آٹھ تراویح پڑھتے ہیں' جب کہ ہم بیس پڑھتے تھے۔ اس بارے میں جب میں نے مولوی صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ آٹھ تراویح کے لیے سنت مؤکدہ کی نیت باندھا کرو اور باقی بارہ نوافل کی نیت کیا کرو' کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ہی پڑھی تھیں۔ اس دن کے بعد سے میں نے تراویح بھی آٹھ رکعتیں پڑھنا شروع کر دیں آٹھ تراویح کے بعد وتر پڑھ کر میں گھر آ جاتا۔ یوں بتدریج اہل حدیث ہو رہا تھا' لیکن اس وقت تک مجھے اہل حدیث ماحول دستیاب نہیں ہوا تھا۔ میرا ذہنی شعور خام حالت میں تھا۔

ان ہی دنوں کی بات ہے' ہمارے خاندان کے بعض گھرانے ملکر تفریح کے لیے ٹھٹھہ گئے۔ آج کل تو اتنی دور تفریح کا سوچ ہی نہیں سکتے' لیکن اس وقت کراچی کے حالات ٹھیک تھے۔ ٹھٹھہ میں مکلی کا مشہور قبرستان ہے' جہاں بڑی پرانی پرانی تاریخی قبریں ہیں' ادھر ایک بڑا مزار بھی ہے جہاں دور دور سے لوگ منتیں ماننے آتے ہیں۔ میں اس بات کا مشاہدہ کرنے کے لیے مزار پر کیا ہوتا ہے اندر چلا گیا۔ اندر کے مناظر دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جس اسلام نے انسانوں کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد کر دیا تھا اسی اسلام کے نام پر اشرف المخلوقات انسانوں کو باندھا ہوا ہے۔ پیر کے نام پر اولاد کو وقف کر دینے کی روایت تو کافی عرصے سے چلی آ رہی تھی لیکن وہاں ان وقف ہو جانے والے لڑکے لڑکیوں کو باندھ رکھا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا ایک لڑکا پندرہ سال سے وہاں

بندھا ہوا ہے۔ حقوق انسانی کے تحفظ کے دعویدار نہ جانے کہاں تھے' اور وہاں انسانیت سسک رہی تھی۔ اسلام کے نام پر یہ درندگی میرا دل ہل کر رہ گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ مزار پر اب بھی اسی طرح لڑکے لڑکیاں بندھے ہوئے ہیں یا نہیں' آج بھی جب مجھے ان کا خیال آتا ہے تو میں افسردہ ہو جاتا ہوں' کڑھنے کے علاوہ میں ان کے لیے کچھ کر بھی نہیں سکتا۔

مزار میں ایک اور خوفزدہ کر دینے والا منظر میری نظروں کے سامنے آیا' میں نے دیکھا کہ ایک شخص قبر کی جالیوں سے لپٹا ہوا ہے اس کے ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی اگر بتی تھی' روتا جاتا اور کہتا جاتا ہے کہ ''اے بابا! تو ہی زندہ کرتا ہے اور تو ہی مارتا ہے۔ اے بابا! تو ہی زندہ کرتا ہے اور تو ہی مارتا ہے۔'' یہ کہتے کہتے وہ ایک دم گر جاتا ہے' گویا مر گیا ہو۔ پھر تھوڑی دیر بعد اٹھتا ہے اور وہی کہنا شروع کر دیتا ہے کہ ''اے بابا! تو ہی زندہ کرتا ہے تو ہی مارتا ہے۔'' یہ کہتے کہتے پھر گر پڑتا ہے۔ وہ دراصل سادہ لوح عوام کو اس بات کی یقین دہانی کرا رہا تھا کہ بابا جی اتنے بااختیار ہیں کہ موت و زندگی دینے کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔ بابا جی ہی مجھے مارتے ہیں اور پھر وہی مجھے زندہ کر دیتے ہیں۔ میں بڑی گہری نظر سے اس شخص کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ بے سدھ ہو کر گرا تو اگر بتی جو اس کے ہاتھ میں تھی بالکل ختم ہو رہی تھی' یہاں تک کہ اگر بتی جلتی جلتی اس جگہ تک پہنچ گئی جہاں سے اس شخص نے اسے پکڑ رکھا تھا' آگ کی جلن ہوئی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا' اور پھر شرمندہ شرمندہ نظروں سے اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کسی نے میری یہ حرکت نوٹ تو نہیں کی' اطمینان کر لینے کے بعد موصوف نے وہی عمل پھر شروع کر دیا لیکن اتنی احتیاط کی کہ اب اگر بتی ہاتھ میں نہیں رکھی۔

یہ صورت حال دیکھ کر میں کچھ خوفزدہ سا ہوا' مجھے خیال آیا کہ اللہ کی زمین پر اس کی ذات و صفات میں اتنا بدترین شرک ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کس قدر

جلال آتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں کتنی آسان سی مثال دے کر یہ مسئلہ سمجھا دیا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتی' زندگی اور موت دینے کا اختیار تو دور کی بات ہے کوئی مکھی کا ایک پر نہیں بنا سکتا:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهُ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو' بے شک جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے' اگرچہ اس کام کے لیے وہ سب جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس چیز کو اس مکھی سے چھڑا نہیں سکتے۔ مانگنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی کمزور ہے۔''

لیکن جب شعور و بصیرت پر پردے پڑے ہوں تو آسان سی مثالیں بھی کہاں سمجھ میں آتی ہیں اور ویسے بھی کوئی قرآن کھول کر دیکھے تب ہی تو یہ مثالیں سامنے آئیں۔ لاتعداد لوگوں کی پوری پوری زندگیاں گزر جاتی ہیں لیکن انہوں نے قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھا ہوتا۔

اس واقعہ کے بعد میں اور زیادہ بے چین ہو گیا......................

میں نے کہا' مولانا میں نے آپ سے دو تین باتیں پوچھنی ہیں' آپ اجازت دیں تو میں عرض کروں۔ انہوں نے فرمایا' کہو۔ میں نے عرض کیا' حضرت میں نے تین "لا" سنے ہیں' ایک "لا الہ الا اللہ" والا لا اور آپ سے بہت دفعہ اسکے متعلق سنا ہے کہ اس "لا" کا معنی ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی حاجت روا ہے' یعنی "لا" نے ہر طرح کے معبود کی اور ہر طرح کی عبادت کی نفی کر دی ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں ہے۔ دوسرا لا "لا نبی بعدی" کا اس کے متعلق بھی یہی سنا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ عرض ہے "لا صلاۃ لمن لم یقرأ" میں "لا" کیسا ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا' یہ "لا" بھی اسی طرح کا ہے' میں نے کہا کہ پھر ہمیں فاتحہ آپ کے پیچھے پڑھ لینی چاہیے؟ آپ نے کہا' پڑھ لیا کرو' لیکن لوگوں میں پروپیگنڈہ نہ کرنا۔

مولانا بہادر بیگ صاحب

مولانا بہادر بیگ صاحب

شاگرد مولانا غلام اللہ صاحب۔ راولپنڈی

مجھے تبلیغ کا جذبہ شروع سے ہی تھا' ایک دفعہ مولانا صاحب اپنے استاد واجب الاحترام سے میں نے عرض کیا' مولانا مسلمان کہلانے والے فرقے بریلوی' شیعہ وغیرہ آپ ان کے خلاف کچھ نہ کچھ کہتے ہیں' حتی کہ قادیانیوں کو بھی آپ معاف نہیں کرتے' لیکن اہل حدیث جن کو لوگ وہابی کہتے ہیں ان کے خلاف آپ کچھ نہیں کہتے آپ ان کے خلاف بھی کچھ کہا کریں کیونکہ یہ لوگ بڑھتے جا رہے ہیں۔ نیز مجھے کوئی ایسی کتاب فرمائیں جو صرف رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی ہوتا کہ کچھ مطالعہ کر کے ان کے خلاف بھی تیاری کی جائے' کیونکہ یہ ہمارے خلاف بھی کہتے ہیں کہ ان کی نماز نہیں' کبھی کہتے ہیں کہ سنت کے منکر ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ بخاری شریف حضور ﷺ کے ارشادات کی کتاب بالکل صحیح ہے۔

چنانچہ میں نے اردو بازار سے مولوی صدر الدین صاحب دوکان دار کتب فروش سے جا کر کہا کہ بھائی میں بخاری شریف خریدنا چاہتا ہوں' انہوں نے مجھے بخاری دے دی۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اس میں امام صاحب نے باب باندھا ہوا تھا "باب وجوب القرائة علی الإمام والمأموم......الخ". کہ قراءت امام مقتدی' منفرد' فرض' نفل سب نمازیوں پر واجب ہے۔ آگے

آمین کا مسئلہ رفع الیدین' سب دیکھے تو میں کتاب واپس کرنے کے لیے لیے مولوی صدر دین صاحب کی دوکان پر آیا کہ بھائی یہ کتاب مجھے نہیں چاہیے' یہ تو وہابیوں کی کتاب ہے۔ مجھے تو حنفیوں والی بخاری چاہیے۔ وہ واپس نہ کرے' میں شور مچاؤں کہ تم نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے وہابیوں والی بخاری مجھے دے دی ہے۔ مجھے تو اپنے مذہب والی بخاری چاہیے۔ تب اس نے کہا کہ اچھا کتاب مجھے دے جاؤ اور کسی مولوی سے لکھا لاؤ جو بخاری وہ کہیں گے وہ تمہیں لا دوں گا۔ پھر میں مولانا اسمٰعیل صاحب ذبیح کے پاس گیا تو انہیں کہا کہ بخاریاں کتنی ہیں' انہوں نے کہا' بخاری ایک ہی ہے۔ چنانچہ میں نے واپس آ کر پھر وہی بخاری خرید لی۔ پڑھنے کے بعد میں نے مولانا صاحب حضرت الاستاذ سے کہا' حضرت جی یہ جو باتیں اس میں لکھی ہیں وہ تو تمام وہی ہیں جو اہل حدیث کرتے ہیں۔ ہمارے مذہب کی کوئی کتاب بتائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا موطا امام محمدؒ لے لو۔ میں نے وہ بھی لے لیا۔ جب فاتحہ کے مسئلہ پر آیا تو مولانا عبدالحی لکھنویؒ صاحب نے اس کے حاشیہ پر فرمایا تھا کہ فاتحہ خلف الامام کی حدیث صحیح ہے اور اس کی وضاحت ابوداود وغیرہ میں آتی ہے کہ یہ واقعہ اونچی قراءت والی نماز کا ہے۔ اور وہ بھی صحیح ہے۔ چنانچہ میں بخاری' موطأ کے بعد ابوداود بھی خریدی۔ پھر مولانا صاحب سے گزارش کی کہ مولانا اس کا جواب کیا ہے۔ اگر یہ باتیں ٹھیک ہیں تو پھر ہمیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے فرصت نہیں ہے' تم مولانا عبدالستار صاحب کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری تسلی کر دیں گے۔''

چنانچہ میں ان کے پاس گیا' انہوں نے کہا' اگلے ہفتہ آنا ابھی مجھے فرصت نہیں۔ میں اگلے ہفتہ چلا گیا' پھر انہوں نے ٹال دیا کہ پھر آنا' چنانچہ جب میں تیسری دفعہ گیا تو میرے ساتھ جناب محمد امین صاحب ہماری مسجد کے نمازی اور حاجی عبدالعزیز صاحب مدرسہ دارالعلوم (مولانا غلام اللہ صاحب

والا) کے رکن بھی تھے' میں ان دونوں کی معیت میں گیا تو انہوں نے بڑے گرم لہجہ میں کہا ''تم پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔'' میں نے کہا' حضرت صاحب مسئلہ تو پوچھنا چاہئے۔ انہوں نے کہا تو تو بڑا شیطان ہے میں نے کہا' مولانا بڑا شیطان تو نہیں ہوں۔ آپ بڑے ہیں میں تو چھوٹا ہوں۔ اس پر انہیں اور غصہ آیا اور انہوں نے کہا تو تو بڑا احرامی ہے' میں نے کہا یہ مقام بھی میرا نہیں ہے' بڑے آپ ہی ہیں' میں تو چھوٹا ہوں۔

چنانچہ غصہ میں آ کر انہوں نے بانس پکڑ کر مجھے مارنے کو آئے' میرے دونوں ساتھیوں نے آگے بڑھ کر ان سے بانس چھین لیا اور کہا' ہم سمجھ گئے ہیں کہ آپ لوگ جھوٹے ہیں۔ یہ بداخلاقی دیکھ کر وہ دونوں اہل حدیث ہو گئے۔

ایک دن پھر میں اپنے مدرسہ کی انجمن کے چند ارکان کے ساتھ مولانا غلام اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا' میرے ساتھ اس دن حاجی ہدایت اللہ صاحب' جناب خان محمد صاحب' صوفی رمضان صاحب' پنڈی بوٹ والے اور ملک سرفراز صاحب گوالمنڈی والے تھے۔ میں نے کہا' مولانا میں نے آپ سے دو تین باتیں پوچھنی ہیں' آپ اجازت دیں تو میں عرض کروں۔ انہوں نے فرمایا' کہو۔ میں نے عرض کیا' حضرت میں نے تین ''لا'' سنے ہیں' ایک ''لا اله الا الله'' والا لا اور آپ سے بہت دفعہ اس کے متعلق سنا ہے کہ اس ''لا'' کا معنی ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی حاجت روا ہے' یعنی ''لا'' نے ہر طرح کے معبود کی اور ہر طرح کی عبادت کی نفی کر دی ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں ہے۔ دوسرا لا ''لا نبی بعدی'' کا اس کے متعلق بھی یہی سنا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ عرض ہے کہ ''لا صلاة لمن لم يقرأ'' میں ''لا'' کیسا ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا' یہ ''لا'' بھی اسی طرح کا ہے' میں نے کہا کہ پھر ہمیں فاتحہ آپ کے پیچھے پڑھ لینی چاہئے؟ آپ نے کہا' پڑھ لیا کرو' لیکن

لوگوں میں پروپیگنڈہ نہ کرنا۔

چنانچہ میں وہاں سے نکلا اور بہت پریشانی کی حالت میں تھا کہ مولانا صاحب نے فرمادیا ہے کہ میں پڑھ لیا کروں' تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ واقعی سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو ساری زندگی کی نمازوں کا کیا ہوگا میں اسی پریشانی میں جا رہا تھا کہ حاجی مہر دین صاحب مجاہد مل والے کے پاس سے گزرا' لیکن پریشانی کی وجہ سے مجھے سلام کہنا بھی بھول گئی' حاجی صاحب نے آواز دی' مولوی بہادر بیگ کیا بات ہے۔ آج پاس سے گزرے جا رہے ہو سلام بھی بھول گئے' چہرہ بھی اترا ہوا ہے' کیا پریشانی ہے؟

حاجی مہر بخش صاحب وہ بزرگ ہیں جو روزانہ ایک سو روپیہ مدرسہ میں دیا کرتے تھے' میں نے کہا' حاجی صاحب آج مولانا صاحب نے کہا ہے کہ واقعی سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور انہوں نے کہا ہے پڑھ لیا کرو اور ہم پانچوں نے تو سورۂ فاتحہ شروع کر دی ہے۔ لیکن اب پریشان ہوں زندگی کی نمازوں کا کیا بنے گا۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فرمایا' تو ہم ہی ان کے دشمن ہیں' اسی وقت ٹیلیفون کیا اور مولانا صاحب کو بلا لیا۔ آتے ہی سو روپیہ کا نوٹ نکال کر گلے پر رکھا اور بات شروع کر دی۔ مولانا آپ نے اسے فاتحہ خلف الامام کی اجازت دے دی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی' یہ حدیث صحیح ہے' مولانا صاحب کہنے لگے ''جھوٹ بولتا ہے۔'' میں نے کہا' مولانا ابھی اس کے چار گواہ میرے ساتھ تھے۔ پس پھر کیا تھا' مولانا صاحب کو غصہ آیا اور چہرہ سرخ ہو گیا' اور مجھے پورے زور سے تین چپت رسید کر دیے۔

حاجی مہر دین صاحب نے سو روپیہ تو گلے میں ڈال دیا اور کہا: ''مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ جھوٹے ہیں ورنہ اتنی تیزی کی کونسی بات تھی؟''

اس کے بعد میں نے سوچا کہ باقی انجمن کے ارکان جو ہیں ان پر بھی

بات واضح ہونی چاہیے' اگر مسئلہ ٹھیک ہے تو پھر اس پر سب عمل کریں۔ چنانچہ ایک اہل حدیث ذکاء اللہ صاحب سے میں نے بات کی اس نے کہا کہ سب ارکان مدرسہ کو دعوت دے دو' انہوں نے دیگ پکائی اور جو باقی گیارہ ارکان مدرسہ تھے ان کو بھی دعوت دے دی۔ ان کے مدرسہ میں دو مولوی جو حدیث پڑھانے کے لیے مولوی غلام اللہ صاحب نے رکھے تھے۔ مولوی عبدالمنان صاحب اور مولوی عبدالحنان صاحب وہ بھی بلا لیے' کل تیرہ آدمی تھے۔ وہاں پر کھانا کھانے کے بعد ہم نے مسئلہ شروع کر دیا' میں نے کہا اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر حلفیہ ہم کو بتائیں کہ حق مسئلہ کیا ہے؟ پہلے تو ان دونوں مولویوں نے عربی میں آپس میں کچھ باتیں کیں پھر کہہ دیا کہ بھائی واقعی یہ حدیث صحیح ہے اور اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا وہ تیرہ آدمی بھی اہل حدیث ہو گئے اور پھر انہی ارکان نے جو مولانا غلام اللہ صاحب کا مدرسہ چلاتے تھے' اہل حدیث ہو گئے بعد میں انہوں نے اہل حدیث کی ترقی کے لیے سوچا اور انہوں نے کہا بھائی اب روپیہ اکٹھا کرو اور زمین خرید کر قرآن وحدیث پڑھانے کے لیے مدرسہ قائم کرو۔ چنانچہ اسی جگہ چار لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ اکٹھا ہو گیا اور پشاور روڈ پر ایک زمین کا قطعہ خرید لیا' پھر اجلاس ہوا تو انہوں نے کہا' یہ جگہ آٹھ کنال تھوڑی ہے چنانچہ پھر آٹھ لاکھ روپیہ ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں چالیس کنال کا پلاٹ اسلام آباد میں دے دیا ہے۔ گویا کہ میں اکیلا ہی نہیں ساتھ پوری ایک جماعت لے کر اہل حدیث ہوا ہوں۔ اور اب مدرسہ جو مولانا یعقوب صاحب کی زیر نگرانی چل رہا ہے اور اسلام آباد مدرسہ کی تعمیر کے منصوبے بن رہے ہیں۔

ایک اور واقعہ اسی طرح کا ہے کہ ایک دن میں نے موچی بازار میں اعلان کیا ''ٹوٹی پھوٹی نماز ٹھیک کرا لو۔'' اتنے میں ایک حاجی یٰسین جو ساٹھ

سال کی عمر کے تھے' اور ایک ہزار روپیہ ماہوار مولانا غلام اللہ خاں صاحب کو چندہ دیا کرتے تھے' انہوں نے کہا نماز بھی ٹوٹتی ہے؟ میں نے کہا' قرآن میں لکھا ہے کہ پہلے لوگوں نے نماز ضائع کر دی تھی اور بعد میں لوگ نماز خراب کر دیں گے وہ مجھے اپنے گھر لے گئے کہ میری نماز ٹھیک کر دے میں نے صلوٰۃ الرسول سامنے رکھ لی تو نماز ساری غلط تھی۔ میں نے انہیں نماز سکھلانی شروع کر دی۔ پھر ایک دن میں موچی بازار میں آیا تو مولانا چراغ شاہ صاحب اپنی مسجد کے لیے چندہ لینے آئے' مولانا صاحب کو حاجی یٰسین ملا' ایک لاکھ روپیہ سے تعاون کرایا' وہاں پر شاہ صاحب مجھے دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے اور گالیاں دینا شروع کر دیں اور کہا کہ یہ ہمیں گالیاں دیا کرتا ہے۔ حاجی صاحب کے استفسار پر میں نے کہا' حاجی صاحب میں نے کبھی کوئی گالی نہیں دی بلکہ ایک مسئلہ بیان کرتا ہوں اور خوش ہوں کہ ایک ایسا مسئلہ مل گیا ہے جس کو قرآن وحدیث نے بیان نہ کیا اور کمی پوری کر دی۔ حاجی صاحب کہنے لگے وہ مسئلہ کیا ہے؟ میں نے کہا' وہ یہ ہے کہ اگر کتے کو بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لیا جائے تو اس کا گوشت بھی پاک ہو جاتا ہے اور اس کی کھال کا مصلیٰ بناؤ' چراغ شاہ صاحب کہنے لگے یہ غلط ہے۔ میں نے کہا' میں غریب آدمی ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری میرے پاس نہیں' ابھی لاؤ میں دکھاتا ہوں۔ چنانچہ حاجی صاحب اسی وقت گئے اور سو روپیہ خرچ کر فتاویٰ لے آئے' میں نے نکال کر دکھایا۔ میری اس کوشش سے حاجی صاحب بھی اہل حدیث ہو گئے۔

ایک تیسرا واقعہ ہے کہ حاجی اللہ رکھا صاحب رانا فوت ہو گئے جنازے پر میں بھی گیا۔ میں نے کہا' جھوٹی گاڑی جھوٹا گارڈ فاتحہ کے بغیر نماز جنازہ نرا فراڈ ہے۔ میں نے کہا' تو ان کے بھتیجے نے دھکا دیا کہ جاؤ یہاں سے نکل جاؤ' پہلے کہتے تھے' بیس تراویح فراڈ ہے اب جنازہ بھی فراڈ کہہ دیا۔

لوگوں نے کہا' اس کی بات تو سنو کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا' کہ یہ جنازہ میں فاتحہ نہیں پڑھتے "نہ درود نہ فاتحہ تے مردہ گیا گواتا۔" انہوں نے کہا' آپ کا جنازہ پڑھانے کے لیے چراغ شاہ آئے ہیں اور ہمارے بھی شاہ صاحب حبیب الرحمٰن ہیں' ان کو بلا کر دونوں سیدوں سے فیصلہ کروالو۔ چنانچہ انہیں بھی بلایا گیا۔ انہوں نے بھی کہا کہ یہ جنازہ میں فاتحہ نہیں پڑھتے۔ حاجی صاحب مرحوم کے صاحبزادوں نے کہا' مولانا چراغ شاہ صاحب آپ اللہ کو حاضر ناظر جان کر یہ بتائیں' آپ جنازہ میں فاتحہ پڑھتے ہیں' انہوں نے کہا' جی تمہارے فقہ حنفی میں فاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔ چنانچہ انہوں نے شاہ صاحب کو مصلّٰی سے الگ کر دیا اور حبیب الرحمٰن شاہ کو جنازے کے لیے کہہ دیا' شاہ صاحب نے جنازہ بلند آواز سے پڑھا۔ فاتحہ بھی پڑھی' درود بھی اور دعائیں بھی بہت کیں' مقتدی دعائیں سن کر زار و قطار رو رہے تھے' اور آمین کہہ رہے تھے۔ جنازہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا' بھائی جنازہ تو یہ ہے اور رانا خاندان سارا اہل حدیث ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذلك.

ایک روز مجھے گاؤں کی مسجد میں پرانا پنجابی اشعار کا ورق ملا جس پر یہ شعر تھے......

ککھ نہ چھوڑے جتھے ڈگے طبق زمین اڈاوے
اینویں آمین منافق دا سارا بدن جلاوے
ایڈا جوش کدے نہ آوے جے سو شرک کماوے
بھانویں اس دی عورت یارو ظاہرا برا کماوے
پر آمین آکھن والے تائیں ہر کوئی مارن آوے
کھوتے چارن والا بھی اس نوں برا مناوے
کنجراں وانگوں جنھے یارو ساری عمر گزاری
اوہ بھی فاتحہ خلف الاماموں کردا گریہ زاری
گریہ زاری تھیں اوہ یارو لگ گئی اس بیماری
مرن تک اس نوں آرام نہ آوے جد تک ہوئے نہ عاری

صوفی احمد دین صاحب

صوفی احمد دین صاحب

دیونہ، گجرات۔حال گوجرانوالہ ناظم تبلیغ ضلع گوجرانوالہ

بندہ کی پیدائش دیونہ گاؤں جو ضلع گجرات میں اہل حدیث کا پہلا گاؤں ہے ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔مرکزی مسجد اہل حدیث میں خطابت وامامت مولانا حافظ محمد عالم صاحب ؒ کرواتے تھے، جو مولانا حافظ عبدالمنان ؒ محدث وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔اور طلبہ کو درسِ نظامی تک پڑھاتے تھے۔

چند گھر احناف تھے، مگر جمعہ وہ استاذی المکرّم کے پیچھے ہی ادا کرتے تھے بندہ کا پورا خاندان بریلوی تھا، وہابیوں سے سخت نفرت تھی اس لیے مسجد میں نہیں بھیجتے تھے۔

گاؤں میں پرائمری کی چار جماعتیں پاس کر کے پانچویں جماعت میں گجرات زمیندارہ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔سوائے چند اساتذہ کے تمام اساتذہ بمعہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے اہل حدیث تھے۔صبح خود ہیڈ ماسٹر سید ناظر حسین قدوسی ترجمہ قرآن کریم تمام طلبہ کو پڑھاتے تھے اور نماز ظہر بھی باجماعت ہوتی، حجامت اور لباس اسلامی ہوتا جو اس کی خلاف ورزی کرتا، جسمانی سزا خود ہیڈ ماسٹر صاحب دیتے۔ بندہ گھر کے ماحول کی وجہ سے سکول سے چھٹی کے بعد چوک پاکستان مفتی احمد یار گجراتی مرحوم کی مسجد میں چلا جاتا، وہاں نماز ظہر اور عصر ان کی اقتداء میں پڑھتا اور عصر کے بعد اپنے گاؤں پیدل جاتا اور پیدل ہی

آتا۔ میٹرک تک صرف تین غیر حاضریاں ہوئیں۔

ایک پٹھان جو ماموں جان کا فوجی دوست تھا' اس سے نماز سیکھی اور پٹھان نماز بریلوی مساجد میں پڑھتا' تمام بڑے بڑے درباروں' مزاروں پر جاتا تھا۔

ایک روز مجھے گاؤں کی مسجد میں پرانا پنجابی اشعار کا ورق ملا جس پر یہ شعر تھے......

لکھ نہ چھوڑے جتھے ڈگے طبق زمین اڈاوے
اینویں آمین منافق دا سارا بدن جلاوے
ایڈا جوش کدے نہ آوے جے سو شرک کماوے
بھانویں اس دی عورت یارو ظاہرا برا کماوے
پر آمین آکھن والے تائیں ہر کوئی مارن آوے
کھوتے چارن والا بھی اس نوں برا مناوے
کنجراں وانگوں جنھے یارو ساری عمر گزاری
اوہ بھی فاتحہ خلف الاماموں کردا گریہ زاری
گریہ زاری تھیں اوہ یارو لگ گئی اس بیماری
مرن تک اس نوں آرام نہ آوے جد تک ہوئے نہ عاری

یہ اشعار پڑھنے کے بعد مولوی محمد اسمٰعیل جو مولانا محمد عالم صاحب کے شاگرد تھے' پوچھا آپ اونچی آمین کیوں کہتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ بہرہ ہے؟ انہوں نے کہا' اونچی آمین کہنی نبی ﷺ کی سنت ہے اور صحیح بخاری میں حدیث آتی ہے۔ بندہ نے ظہر کی نماز مفتی احمد یار صاحب گجراتی کے پیچھے پڑھ کر سوال کیا کہ اُونچی آمین کہنی حدیث میں آتی ہے؟ انہوں نے فرمایا' کوئی نہیں آتی۔ گھر آ کر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے بخاری شریف کی آمین والی حدیثیں'

پھر باب آمین اصل عربی میں لکھائی اور دوسرے کاغذ پر اس کا ترجمہ لکھا اور صفحہ بھی لکھالیا۔

سکول تفریح کے بعد مولانا محمد عالم صاحب جو ہمارے اسلامیات اور عربی کے استاد تھے' اس کو عربی عبارت پڑھائی اور پوچھا' یہ کیا ہے' انہوں نے فرمایا' یہ بخاری شریف کی صحیح حدیث ہے۔ میں نے ان سے ترجمہ لکھوایا تو جو مولوی اسمٰعیل صاحب نے ترجمہ لکھا تھا' مل گیا۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا' کیا آپ بھی اونچی آمین کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں' میں نے کہا' کیوں؟ وہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ وہ حنفی تھے۔ رات کو گھر آ کر مولوی اسمٰعیل صاحب سے صحیح بخاری لے لی۔ اور نماز ظہر کے بعد مفتی احمد یار گجراتی صاحب کو کہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اونچی آمین والی کوئی حدیث نہیں اور کسی حدیث میں نہیں آیا۔ بندہ نے صحیح بخاری کی حدیث نکال کر کتاب ان کے آگے رکھ دی اور حدیث کی عبارت پر انگلی رکھ کر کہا پڑھو۔

انہوں نے کتاب کو بند کر دیا اور مجھے قریب کر کے فرمایا' آپ بہت ذہین' نمازی اور اچھے بچے ہیں' ایک وقت ایک ہی کام ہوتا ہے۔ آپ پورا وقت سکول کی تعلیم پر لگائیے' سکول کی تعلیم مکمل ہو جائے گی پھر دین کا علم سیکھنا پڑھنا' یہ سب انہوں نے اونچی آواز سے فرمایا جو تمام نمازیوں نے سنا' پھر مجھے اپنے قریب کر کے میرے کان میں آہستہ سے فرمایا کہ کتاب وہابیوں کی ہے بندہ خاموش ہو گیا۔ اس وقت سکول میں اتوار کو چھٹی ہوتی تھی' اتوار کو لاہور چلا گیا۔ کشمیری بازار میں جلال دین' چراغ دین اور دیگر کتب فروشوں سے بخاری نکال کر دیکھی جو مولوی اہل حدیث نے حدیث لکھ کر دی تھی' لکھی تھی میں نے کہا' یہ وہابیوں کی بنی ہوئی کتاب ہے' تاجر کتب نے کہا' یہ نبی ﷺ کی صحیح بخاری شریف حدیث کی قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ اس لیے اس

کے ساتھ صحیح بخاری لکھا ہے۔ میں نے کہا' ہمارے مفتی احمد یار صاحب کہتے ہیں کہ وہابیوں کی کتاب ہے' کتب فروش نے کہا' یہ ان کی بات غلط ہے۔

سوموار سکول سے فارغ ہو کر ظہر کی نماز مفتی احمد یار صاحب گجراتی کے پیچھے پڑھی اور عرض کیا' جناب میں آپ کو صحیح بخاری شریف کی کتاب سے آمین بالجہر کی حدیثیں دکھائیں اور جناب نے کتاب بند کر کے فرمایا' یہ وہابیوں کی کتاب ہے۔

اب برائے مہربانی مجھے سنیوں کی حدیث کی کتاب دکھایئے' میں نے یہ یہ مسئلہ پڑھنا ہے۔

وہ فرماتے کہ آپ کو کسی وہابی مولوی نے گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

اب اس کے بعد بندہ نے مسجد اہل حدیث میں نمازیں پڑھنی شروع کر دیں اور مولوی محمد عالم سے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کر دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے مسلک حقہ اہل حدیث نصیب ہو گیا۔ تقریباً ۱۴ سال پہلے مولانا حافظ محمد عالم صاحب اور کچھ سید میر شاہ رحمہ اللہ سے سات سال میں کتاب وسنت کا علم پڑھا۔

صبح درس میں قرآن مجید استادِ مکرم کی موجودگی میں ختم کیا' اب تک اللہ تعالیٰ اپنے دین حقہ کی خدمت لے رہا ہے۔ اللہ آخری دم تک اسی مسلک حقہ اہل حدیث کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور اسی پر خاتمہ بالایمان کرے۔

خطیب پاکستان نے مسئلہ توحید کو بیان کرتے
ہوئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر
خاتم الانبیاء علیہ السلام تک قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی
بارش کر دی اور ثابت کیا کہ تمام انبیاء ومرسلین اسی عرش
والے دستگیر وغوث اعظم' مختار کل' عالم الغیب' فریاد رس' لج
پال' غریب نواز' اور اصل مشکل کشا کے سامنے دست بستہ
کھڑے اور رو رو کر اپنی ہر مصیبت پر اسی کو پکار رہے ہیں
اور میرے دل نے بالآخر تسلیم کر لیا کہ حضرت شیخوپوری کی
تقریر میں آبشاروں کا ترنم' شبنم کی پاکیزگی' پھولوں کی شگفتگی
اور بہاروں کی دلکشی پائی جاتی ہے۔ گاہے گاہے فارسی' عربی'
اردو اور پنجابی کے برموقع اشعار نے تو سونے پر سوہاگہ کا
کام کیا' اسی وقت میری زبان پر فی البدیہی یہ شعر آ گیا۔

آج سے مرید ہوں میں محمد حسین کا
یہ سچا غلام ہے سید الکونین کا

مولانا اشرف سلیم صاحب

از قلم ابوالکلیم محمد اشرف سلیم رحمہ اللہ

فاضل علوم اسلامیہ ومصنف کتب کثیرہ واشتہارات کبیرہ

اس دن سے مرید ہوں محمد حسین کا
واقعی وہ عاشق ہے سید الکونین کا

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی.

آج سے تقریباً چالیس سال پہلے ۱۹۶۱ء کی بات ہے، راقم الحروف اس وقت جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں مشکوۃ شریف ودیگر کتابیں پڑھتا تھا۔ او مجھے میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ میں پیکر اخلاص حضرت مولانا چراغ دین نور پوری رحمہ اللہ نے داخل کروایا تھا۔ ان دنوں مولانا محمد اسحاق چیمہ (مرحوم) ناظم جامعہ تھے۔ اور صحیح بخاری محدث زماں حافظ محمد گوندلویؒ پڑھایا کرتے تھے۔ میرے والد گرامی چوہدری رانا محمد اسماعیل خان پٹیالوی ہندوستان سے پکے بریلوی تھے۔ اور ہر ماہ باقاعدگی سے شیخ بغداد کی گیارہویں کا ختم بھی دلوایا کرتے تھے اور دیگر مروجہ رسومات کے بھی سخت پابند تھے۔ ۱۹۴۷ء تقسیم انڈیا کے بعد قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ آ کر رہائش پذیر ہو گئے۔ ادھر پاکستان میں بھی شرکیات اور بدعات کے گھر گھر جال بچھے ہوئے تھے۔ اور سارا علاقہ ہندوستانی رسومات وفضولیات میں غرق تھا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہاں دیوبند کے فاضل عالم دین مولانا قاضی نور محمد تشریف لے آئے اور قصبہ کی مرکزی مسجد میں آہستہ آہستہ

مثبت انداز سے اپنے خطابات اور دروس میں توحید رب العالمین کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اور وہ ہر سال سالانہ توحید وسنت کانفرنس کروایا کرتے جو تین روزہ ہوتیں جس میں پاکستان بھر کے چیدہ اور نامور دیوبندی علماء کرام آتے تھے۔ چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری آف گجرات' مولانا غلام اللہ خاں آف راولپنڈی' سید نور الحسن شاہ بخاری' مولانا احتشام الحق تھانوی' علامہ دوست محمد قریشی' مولانا محمد امیر سرگودھا' علامہ خالد محمود صاحب' مولانا محمد سرفراز صفدر گکھڑوی' قاضی احسان احمد شجاع آبادی' مولانا عبدالستار تونسوی' مولانا محمد ضیاء القاسمی' فیصل آبادی وغیرہ۔

ان کی تقاریر ومواعظ سے گرد ونواح کا پورا علاقہ دیوبندیت کے رنگ میں رنگا گیا اور ہم بھی حنفی دیوبندی ہو گئے اور ہر زبان پر ہر وقت علماء دیوبند کا چرچا ہوتا تھا۔ ہمارا گاؤں موسیٰ دوگل جو کہ دو میل کے فاصلہ پر قلعہ دیدار سنگھ سے واقع ہے سوائے چند گھروں کے وہ سارا گاؤں بھی دیوبندی ہو گیا۔ میرے والد صاحب گاؤں کے دوسرے چودھریوں کے ہمراہ جمعہ پڑھنے کے لیے مرکزی جامع مسجد حنفی دیوبند میں ہی آتے اور پھر گھر واپس جا کر دینی مسائل کا سلسلہ چھیڑا کرتے ارو ہر وقت علماء دیوبند اور فرقہ دیوبند کے گیت گاتے رہتے۔ راقم الحروف اس وقت چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا اور جمعۃ المبارک اکثر وبیشتر اسی مسجد میں پڑھتا تھا۔

اور سالانہ کانفرنس میں بڑے ذوق وشوق سے جاتا تھا' نتیجہ میرے قلب وجگر میں بھی دیوبندیت واضح ہو گئی۔ چنانچہ ہائی سکول کو آتے جاتے وقت تمام لڑکوں سے مذہبی مسائل پر جھگڑتا رہتا اور خوب بحث ومباحثہ ہوتا رہتا۔ دیوبندی مسلک اور دیوبندی علماء کے دفاع میں میرا سارا وقت گزرتا تھا۔ کیونکہ دل وجان سے میں حنفی دیوبندی ہو چکا تھا۔ دیگر باطل فرقوں نے پورے قصبہ کو اپنے

قبضے میں لے رکھا تھا' اہل حدیث علماء میں دو بزرگ ایک مولانا معراج الدین صاحب دوسرے مولانا چراغ دین نور پوری صاحب ہی مشہور تھے۔ مین بازر میں ان دونوں کی ہارڈ ویئر (لوہے کی) مشترکہ دکان تھی' ان دنوں متنازعہ مسائل کے بحث ومباحثہ کے لیے دکان مشہور تھی۔ سکول سے فارغ ٹائم میں کبھی کبھی میں بھی وہاں شامل ہو جاتا تھا۔ سارا دن لوگ یہاں جمع رہتے' عام طور پر اس دکان سے سودا کم لیتے اور بحث ومباحثہ زیادہ کرتے' میٹرک پاس کرنے کے بعد مولانا چراغ دین نور پوری نے بڑے اصرار اور کوشش بسیار کے ساتھ جامعہ سلفیہ میں داخل کرا دیا تھا۔ تین سال تک میں نے جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اپنی نماز میں ایک دفعہ بھی رفع الیدین نہ کی اور نہ ہی آمین بالجہر کہی۔ اساتذہ اور طالبعلموں کے ساتھ ان اختلافی مسائل پر ہر وقت تکرار ہوتا رہتا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ درجہ علیا میں حافظ محمد گوندلویؒ سے اسباق پڑھنے والے چند میرے دوست طلبہ جن میں مولانا بشیر احمد (رحیم یار خان) مولانا محمد داود (سندھ) مولانا مسرت جاوید (سرگودھا) مولانا فاروق احمد (گوجرانوالہ) وغیرہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم ہر وقت مسلک اہل حدیث اور علماء اہل حدیث کو کوستے رہتے ہو۔ اور جھگڑتے رہتے ہو اور شب وروز دیوبندی مقلد مولویوں کی تعریفوں کے پل باندھتے رہتے ہو اور بحث ومباحثہ میں بہت تیز وطراز ہو۔ یہاں قریب ہی ایک مشہور موضع منڈا پنڈ واقع ہے۔ ہر سال وہاں عظیم الشان کانفرنس ہوتی ہے۔ اس دفعہ بھی وہ کل سے شروع ہو رہی ہے اور پاکستان کے بڑے بڑے جید علماء کرام تشریف لا رہے ہیں' اشتہارات شائع ہو چکے ہیں' آپ کو بھی ہمارے ساتھ کل ضرور چلنا ہوگا۔ اس سے پہلے سینکڑوں دفعہ تم نے دیوبندی علماء کو سنا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے ساتھ علماء اہل حدیث کو بھی تعصب کو دور کر کے سنیں امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے تقلیدی

غلاف پھاڑ دے گا۔ خالص توحید اور خالص سنت کے نور سے تیرا دل منور ہو جائے گا اور یہ بھی خاص نکتہ یاد رکھیں کہ دیوبندیوں کی توحید میں شرک کی ملاوٹ ہے اور سنت میں بدعت کی ملاوٹ ہے' کیونکہ تقلید شخصی بھی شرک ہے اور دیوبندیوں کے اکابرین اور اصاغرین علماء بھی تقلید جامد کے شرک میں گرفتار ہیں توحید وسنت کا خالص چشمہ صافی صرف اور صرف علماء اہل حدیث کے پاس ہے' دیگر علماء کرام کے علاوہ سلطان المقررین خطیب پاکستان' مولانا محمد حسین شیخوپوری اور سلطان المناظرین علامہ حافظ عبدالقادر روپڑی آف لاہور بھی تشریف لا رہے ہیں۔ ان کی تقریر دلپذیر اور بیان عالیشان تو قریب بیٹھ کر پوری توجہ سے سنیں ان شاء اللہ رب کریم آپ کو صراط مستقیم کی جرنیلی سڑک پر گامزن کر دے گا۔

بالآخر ان تمام ساتھیوں کے ساتھ میں بھی وہاں چلا گیا۔ راستہ میں میں ان کو بار بار کہتا رہا کہ آپ کے علماء اہل حدیث کی تقریروں میں کم علمی بے ادبی اور خشکی زیادہ ہوتی ہے اور بداخلاقی کے سوا کچھ نہیں ملتا' دیکھیں آج کیا ملتا ہے؟ ویسے دیوبندی مولویوں کے خطابات میں علم وعمل' نرم' رقت انگیزی اور پرسوز آواز بہت ہوتی ہے جس سے وہ اپنی تقریر کو دل گداز اور دلفریب بنا لیتے ہیں۔ بہرحال خدا خدا کر کے ہم منڈا پنڈ ضلع فیصل آباد میں پہنچ گئے' مغرب کی نماز حضرت مولانا سید عبدالغنی شاہ کاموں کے کے ساتھ پڑھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی طبیعت اس دن ناساز تھی' انہوں نے نماز بیٹھ کر میرے ساتھ پڑھی' بعد میں ان کی زیارت کی اور مصافحہ بھی کیا۔ وہ کانفرنس پورے علاقہ میں انفرادی اور مثالی تھی۔ اور وہ سالہا سال باقاعدگی سے ہوتی تھی۔ علاقہ میں معروف علمی شخصیت شیخ الحدیث مولانا عبداللہ شاہ صاحب (مرحوم) کی امارت میں ہوا کرتی تھی۔ کانفرنس میں دور دراز شہروں' قصبوں' دیہاتوں سے لوگ جوق در جوق آنا

شروع ہو گئے اور شام کی نماز تک مسجد کا چوک لوگوں سے بھر چکا تھا۔ رات گئے تک عوام بسوں' ٹرالیوں' ویگنوں' کاروں' سکوٹروں' سائیکلوں اور تانگوں پر آتے رہے' مرکزی مسجد اہل حدیث کے مین دروازہ کے چوک سے لے کر جہاں اسٹیج لگا ہوا تھا چاروں طرف عوام کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور پھر لوگ شدت سے سلطان المناظرین روپڑی صاحب اور سلطان الواعظین حضرت شیخوپوری صاحب' دونوں کا انتظار کر رہے تھے' مگر دونوں راہنما ابھی عشاء تک نہیں پہنچے تھے۔ نماز عشاء کے کچھ دیر بعد کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن سے ہو گیا۔ اور اس کے بعد شاعر اسلام مولانا محمد سعید الفت (مرحوم) اپنا شاعرانہ کلام اپنے مخصوص انداز میں پیش کر رہے تھے کہ یکایک سامعین میں ہل چل مچ گئی۔ سارا مجمع ایک طرف کو دوڑ دوڑ کر جانے لگا اور مصافحہ کرنے لگا اور لوگوں نے بے ساختہ نعرہ تکبیر اللہ اکبر' خطیب پاکستان شیخ القرآن زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ہم نے بھی حضرت شیخوپوری صاحب کی زیارت کی اور مصافحہ کیا' بڑی مشکل سے ہم بے شمار لوگوں کے ہجوم سے بچتے بچاتے' پھر جلسہ گاہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ دو تین مقررین کے بعد آپ کا اعلان ہوا' گرمیوں کی راتیں تھیں رات کے بارہ بج چکے تھے اور لوگ بڑی بے چینی سے خطیب پاکستان کا انتظار کر رہے تھے۔ بالآخر نماز ادا کر کے اور کھانا کھا کر اسٹیج پر آپ جلوہ افراز ہوئے آپ نے اس دن سفید طرہ دار پگڑی باندھی ہوئی تھی' سفید قمیض اور نیلے رنگ کا تہہ بند اور کندھوں پر ململ کا سفید رومال تھا اور ہاتھ میں کھونٹی تھی اور کھڑے ہو کر خطبہ مسنونہ پڑھنا شروع کر دیا۔ میں اس رات اس وقت اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ سیدھا سادھا دیہاتی لباس والا اور دیسی مولوی کچھ بھی نہیں کرے گا۔ عوام کالانعام ہوتے ہیں' جذبات میں آ کر ویسے ہی نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔ اچھا اب تقریر شروع ہو ہی گئی ہے' تھوڑی دیر میں دودھ کا

دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ساتھ ساتھ میرا دل تذبذب کا شکار ہو جاتا کہ یہ دیہاتی مولوی علماء بریلویت اور علماء دیو بند جو کہ علم وعمل کا پہاڑ ہیں ان سے تو نہیں بڑھ سکتا' حضرت شیخو پوری نے خطبہ مسنونہ کے بعد درودی ابراہیمی اور پھر توحید رب العالمین کے موضوع پر ترنم اور شیریں آواز سے.....

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾

پڑھی' لوگوں نے وجد میں آ کر بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ جلسہ گاہ کے ارد گرد دور دور تک رنگا رنگ کی ٹیوبیں اور بلب لگے ہوئے تھے' مولانا کی تقریر شروع ہوتے ہیں پہلی کرامت یہ دیکھی' سخت گرمی کے موسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی جو ساری رات چلتی رہی چودھویں کا چاند اپنی کرنیں پھیلا رہا تھا' بجلی کی لائیٹیں اپنا رنگ پیش کر رہی تھیں' نصف رات کا وقت ہو چکا تھا مولانا پر بھی اس وقت جوانی کا عالم تھا' داڑھی بالکل سیاہ تھی' کندھوں سے ململ کا رومال پنکھوں کی ہوا سے اڑ اڑ کر عجیب انداز پیدا کر رہا تھا اور سفید طرہ دار پگڑی کا شملہ سائباں سے ٹکرا ٹکرا کر انوکھا سماں پیدا کر رہا تھا' خطیب پاکستان نے مسئلہ توحید کو بیان کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء علیہ السلام تک قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی بارش کر دی اور ثابت کیا کہ تمام انبیاء ومرسلین اسی عرش والے دستگیر وغوث اعظم' مختار کل' عالم الغیب' فریاد درس' لج پال' غریب نواز' اور اصل مشکل کشا کے سامنے دست بستہ کھڑے اور رو رو کر اپنی ہر مصیبت پر اسی کو پکار رہے ہیں اور میرے دل نے بالآخر تسلیم کر لیا کہ حضرت شیخو پوری کی تقریر میں آبشاروں کا ترنم' شبنم کی پاکیزگی' پھولوں کی شگفتگی اور بہاروں کی دلکشی پائی جاتی ہے۔ گاہے گاہے فارسی' عربی' اردو اور پنجابی کے برموقع اشعار نے تو سونے پر سہاگہ کا کام کیا' اسی وقت میری زبان پر فی البدیہی یہ شعر آ گیا۔

آج سے مرید ہوں میں محمد حسین کا
یہ سچا غلام ہے سید الکونین کا

اللہ کے فضل وکرم سے حضرت شیخ القرآن جب اپنے مخصوص انداز میں قرآن کریم کی آیات پڑھتے تو لوگوں کا پورا مجمع عش عش کر اٹھتا اور بے ساختہ اپنی زبانوں سے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتا۔ یہ تقریر کا سلسلہ تقریباً اڑھائی گھنٹے تک جاری رہا' بس پھر کیا تھا' خطیب پاکستان کی اس ایک پہلی تاریخی تقریر نے میرے دل کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ اور میں نے اس وقت دل وجان سے مسلک اہل حدیث کو قبول کر لیا۔ تقریر کے بعد حضرت سے مصافحہ بھی کیا اور خوشی سے معانقہ بھی کیا اور دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ وہ تاریخ ساز شخصیت ہے کہ جس کا منفرد انداز جس کا چہرہ نورانی' خندہ پیشانی' ادائیں نرالی' آنکھوں میں رعب' لباس میں سادگی' دوستوں سے نبھاؤ' اکابر سے محبت' اصاغر سے شفقت اور اغیار سے ایسی مروت کہ دشمنوں کو بھی اعتراف ہے کہ صدیوں میں ایسی شخصیات پیدا ہوتی ہیں سچ ہے

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

اس کے بعد تو پھر میں مولانا موصوف کا دلی طور پر دیوانہ اور فرزانہ بن گیا۔ جہاں بھی سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ یا سلطان الواعظین مولانا محمد حسین شیخوپوری مدظلہ العالی کا دور یا نزدیک تقریر کا اعلان سنتا' کوئی اشتہار پڑھتا' فوراً اس پروگرام میں پہنچتا اور سنتا اور اپنے قلب وجگر کو توحید وسنت کی روحانی غذا سے محظوظ کرتا۔ حضرت شیخوپوری کی تقریر کے ختم ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے امام المناظرین روپڑی صاحب بھی تشریف لے آئے اور لوگوں نے والہانہ استقبال کیا اور پورے زور وشو سے فضا آسمانی میں نعرہ ہائے تکبیر بلند

کئے اور ہر موحد کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' ان دنوں میں اکثر جگہ دونوں بزرگوں کے تبلیغی پروگرام اکٹھے ہوتے تھے' جہاں بھی ان دونوں کا جلسہ یا کانفرنس میں اعلان ہوا تو وہاں ہزاروں کا مجمع ہو جاتا تھا اور حد نظر تک سامعین ہی سامعین دکھائی دیتے تھے اور وہ جلسہ یا پروگرام حاضری اور بیان کے لحاظ سے تاریخی اور فقید المثال بن جاتا تھا' اسی رات سلطان المناظرین روپڑیؒ صاحب نے صداقت مسلک اہل حدیث پر خطاب کیا' انہوں نے اپنے مخصوص عالمانہ' فاضلانہ' مناظرانہ' محققانہ انداز میں مسلک اہل حدیث کی حقانیت کی لوگوں کے قلوب واذہان پر دھاک بٹھا دی اور تقلیدی فرقوں کے بطلان کی دھجیاں دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے فضا آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں۔ مسلک اہل حدیث کے امتیازی مسائل مدلل' مفصل اور مکمل بیان کئے اور اس کے ساتھ ساتھ مخالفین کے اعتراضات وشبہات کے مسکت ودندان شکن جوابات دیئے۔ سلطان المناظرین نے تقریر کے آخر میں پوری دنیا کے مقلدین کو پوری علمی جرأت اور مناظرانہ للکار کے ساتھ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔ حافظ صاحب کے بیان عالیشان نے میرے دل کی تقلیدی زنگ اتار دیا اور اسی رات نماز فجر میں میں نے رفع الیدین اور آمین بالجہر کی سنت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ آخر ہر طرف سے مجبور ہو کر پکا اہل حدیث ہونے کا واضح اعلان کر دیا اور دل نے یہ بھی فیصلہ دیدیا کہ میدان مناظرہ کے امام روپڑی صاحب اور میدان خطابت کے امام حضرت شیخوپوری صاحب ہیں۔

مولانا صاحب: ہاں آپ سوال کریں، ہم علماء کس لیے ہوتے ہیں۔

سیف: میرا سوال یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ یہود ونصاریٰ کے ۷۲ فرقے بنے ہیں، میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے اور جنت میں صرف ایک فرقہ ہی جائے گا، کیا یہ حدیث ٹھیک ہے؟

مولانا صاحب: ہاں ہاں یہ حدیث پاک ٹھیک ہے۔

سیف: تو پھر آپ فرمائیں جنت میں مقلد جائیں گے یا غیر مقلد؟

مولانا: مقلد۔ ...... سیف: مقلدوں میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کون سے مقلد جنت میں جائیں گے۔...... مولانا: حنفی مقلد۔

سیف: حنفی مقلدوں میں سے بریلوی یا دیوبندی۔

مولانا: حنفی مقلد دیوبندی۔ سیف: دیوبندیوں سے حیاتی یا مماتی؟

مولانا: دیکھوں میں کوئی پروفیسر ہوں کہ آپ کہہ رہے تھے کہ میں ان پڑھ جاہل ہوں، آپ تو ٹھیک ٹھاک کسی کے چانڈے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ کوئی بات ہے۔

حاجی سیف اللہ

حاجی سیف اللہ توحیدی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ...... اَمَّا بَعْدُ:

میں اپنے اہل حدیث ہونے کے متعلق ایمانداری سے تحریر کروں گا کیونکہ بحیثیت مسلمان جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔

میرا پورا نام ڈاکٹر وحاجی سیف اللہ توحیدی ولد چوہدری نور محمد بھٹی، جٹ برادری سے میرا تعلق ہے، میں سکنہ بگا ضلع گوجرانوالہ میں ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوا اور میرے خاندان میں نہ تو کوئی عالم دین گزرا ہے نہ ہی کوئی اچھی پوسٹ پر کوئی ملازم ہے، ہمارا پیشہ شروع سے زمینداری تھا۔

میں جب پیدا ہوا تو دو سال کی عمر میں تھا کہ میری والدہ محترمہ وفات پا گئیں، میرے والد محترم اس وقت گاؤں میں چوہدری ٹائپ کے آدمی تھے۔ والدہ کے فوت ہوتے ہی ہمارے دن بدل گئے، نہایت ہی غریبی کی چکی میں پسنے لگے تو اس لیے کسی خاص استاد سے تعلیم حاصل نہ کر سکتا تھا۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن مجید اپنے ہی گاؤں کے چیدہ چیدہ استادوں سے پڑھتا رہا، سکول کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آرمی میں ملازم ہو گیا۔

میں مسلک اہل حدیث سے اس طرح متعارف ہوا کہ میری اہل حدیث لوگوں سے دوستی اور تعلقات کافی تھے جو کہ کبھی کبھی مناظرے کی شکل میں ہم ایک دوسرے سے بحث وغیرہ بھی کرتے۔ ۱۹۸۹ء کو میں اور ایک ساتھی کوٹ

سجانہ گئے جو کہ ضلع گوجرانوالہ کا ایک گاؤں ہے تو ہم نے نماز ظہر اہل حدیث مسجد میں ادا کی تو مسجد میں ایک چیلنج کا پوسٹر لگا ہوا میں نے پڑھا جس پر مبلغ ۵۰,۰۰۰ ہزار لکھے ہوئے تھے جو آدمی عدم رفع الیدین کی ایک حدیث دکھا دے اس کو ۵۰,۰۰۰ پچاس ہزار نقد انعام دیا جائے گا' یہ پوسٹر مناظر اسلام محقق عالم دین مولانا محمد اشرف سلیم قلعہ دیدار سنگھ والے کی طرف سے تھا' اشتہار پڑھنے کے بعد میرا دل ڈھل گیا اور اس دن سے سوچوں میں ڈوب گیا' کیونکہ یہ میرا زندگی کا پہلا چانس تھا' بہرحال میں حافظ آباد شہر گیا اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید ملت کی فکر آخرت کی تقریر جو گوجرانوالہ شہر کی لے آیا اور سنتا رہا' جب میں نے دیکھا کہ اہل حدیث اللہ تعالیٰ کے محترم نبی ﷺ کی اتنی عزت کرتے ہیں تو پھر میں نے سوچا اب کوئی فیصلہ کرنا ہوگا لیکن ایک بات مجھے اہل حدیث ہونے سے مانع تھی کہ حضرت مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی والے اور حضرت مولانا سید عنائت اللہ شاہ بخاری گجرات والے دونوں عالموں سے میں بے پناہ محبت رکھتا تھا میرے دل میں یہ وسوسے پیدا ہوتے کہ اہل حدیث مسلک حق پر ہے تو اتنے بڑے عالموں نے کیوں نہ قبول کیا۔

خیر بات لمبی نہ ہو جائے' جلہن میں ہمارے پیارے مہربان اور میرے دل و جان سے پیارے ساتھی مناظر اسلام بلکہ رئیس المناظرین فاتح حنفیت مولانا عبدالرشید ارشد جو کہ اپنی مسجد اہل حدیث میں خطبہ جمعہ دیتے ہیں ان کے پیچھے کچھ جمعے پڑھے تو میں متزلزل سا ہونے لگا تو پھر وہی خیال آتا کہ میرے دونوں کتنے بڑے عالم دین تھے اور ہیں۔ اس فقرے کی وضاحت ضروری ہے۔ مولانا غلام اللہ خاں تو ۱۹۸۰ میں وفات پا چکے تھے۔ مگر میری ان سے توحید کی نسبت سے والہانہ محبت تھی جب کہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا' تو شاہ صاحب زندہ تھے' ان کا میں مرید بھی تھا۔

میں نے اپنا مسلک اس لیے ترک کیا کہ ہم سے جب اہل حدیثوں کی بحث ہوتی تو ہم اپنے امام ابوحنیفہ کی فقہ سے دلائل دیتے اور اہل حدیث حدیث سے جواب دیتے' بحث کے بعد ہم سوچتے کہ یہ لوگ حدیث کے علاوہ بات نہیں کرتے جو کہ اصل دین ہے' اور ہم امام کی بات کرتے رہیں' یہ چکر بازی کیا ہے۔

یوں تو میں مسلک اہل حدیث کے علماء کی عزت کرتا تھا اور ابھی تو انشاء اللہ دل و جان سے ہم میں علماء پرستی بہت پائی جاتی تھی۔ دیوبندیوں میں تو اس لحاظ سے ہر عالم کا تابعدار تھا' لیکن جن شخصیت سے میں متاثر ہوا ان میں علامہ احسان الٰہی ظہیر اور علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی اور مناظرے اسلام سلطان المناظرین ولی کامل حضرت مولانا عبدالقادر روپڑی صاحب اور حضرت مولانا محمد اشرف سلیم مرحوم اور حضرت مولانا پیارے ساتھی مناظر اسلام قاضی عبدالرشید ارشد آف جلہن' ضلع گوجرانوالہ والوں کی شخصیت سے میں بے حد متاثر ہوا' کیونکہ ہم اہل حدیثوں میں کوئی عالم سمجھتے ہی نہیں تھے' بس جو کچھ ہے دیوبند میں ہے' کتاب میں نے اہل حدیثوں کی کوئی نہیں پڑھی البتہ جب یہ لوگ حدیث کی بات کرتے تو بخاری و مسلم سے بڑی کتاب کونسی ہے۔

تبدیلی مسلک کے بعد میرے گاؤں میں دوستوں یاروں میں رشتے داروں میں بہت اثر ہوا' میرے تقریباً تمام رشتے دار میری وجہ سے اہل حدیث ہو گئے ہیں اور گاؤں میں بھی ہم اس وقت تقریباً دس کے قریب اہل حدیث ہو گئے تھے' مضمون لمبا نہ ہو جائے' میری وجہ سے تقریباً الحمد للہ بستی کے قریب قریب سب لوگ اہل حدیث ہو چکے ہیں یہ میرے رب کا فضل ہے' میری کوئی کارکردگی نہیں۔

نئے ماحول میں آ کر جو تبدیلیاں میں نے محسوس کیں ہیں وہ میں لکھ نہیں سکتا' بس یہ سمجھ لیں کہ اہل حدیثوں سے دیوبندیوں میں زمین و آسمان کا فرق

ہے' اہل حدیث کے دو اصول (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) ہیں۔ جب کہ دیوبندی مقلد ہیں' بات بات پر اپنے اکابر کی باتیں کرتے ہیں' جب کہ اہل حدیث کے سینے میں محبت رسول ﷺ ہے وہ دنیا کے کسی مذہب' گروہ' ٹولے میں نہیں پائی جاتی' ہم جب بھی دیوبندیوں کے جلسے میں جاتے تو خطبے کے بعد اکابرین کی باتیں ہوتیں' اور اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں اہل حدیثوں کے اسٹیج پر ہم نے جو محبت رسول دیکھی ہے بیان سے باہر ہے۔

میرے نزدیک ایک ہی بات ہے کہ سابقہ مسلک میں فقہ حنفی کو خوب اچھالا جاتا ہے تا کہ پوری دنیا پر فقہ حنفی ہو جائے جو کہ سراسر باطل پر مبنی ہے' بنیادی فرق یہ ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے علماء کی بہت تعریف کرتے ہیں جب کہ اہل حدیث اپنے علماء کی تعریف اور عزت وتوقیر کے ساتھ ساتھ بات صرف اور صرف اللہ کے نبی ﷺ کی مانتے ہیں' کیونکہ ان کے نزدیک حجت بات پیارے نبی ﷺ کی ہے جو ہمیں اپنی جان سے بھی پیارے ہیں۔

میرے نزدیک مسلک اہل حدیث کی تبلیغ کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو صرف اور صرف قرآن وسنت سے متعارف کروایا جائے' اور صبر وتحمل سے کام لیا جائے اور داعی حضرات دعوت دیتے وقت صبر کا مکمل مظاہرہ کریں' لوگوں کو فقہ حنفی کے مسائل سے متعاف کروائیں اور خطیب حضرات دلائل کی روشنی میں بات کیا کریں اور اپنی مسجدوں کو دعوت کے لیے بہترین طریقے سے مقام کا درجہ دیں اور دعوت دیتے ہوئے قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی بات نہ کریں' مگر حسب ضرورت تو انشاء اللہ یہ دعوت کامیاب رہے گی۔

پیدائشی اور نسلی حاملین مسلک اہل حدیث کے نام پیغام اور آخری بات میرے خیال میں اور تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ پیدائشی اہل حدیث ہیں وہ صرف نام کے اہل حدیث ہیں تمام رسم ورواج میں حصہ لیتے ہیں' داڑھی کو خوب

چیٹ کرواتے ہیں اور نماز تک نہیں پڑھتے' ہم جب چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے تو ہم سنتے تھے کہ اہل حدیث نماز نہیں چھوڑتے' بڑے پکے نمازی ہوتے ہیں' مگر اب افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ وہ اہل حدیث ہی نہیں جو نماز نہ پڑھے۔

اپنے بچوں کو مقامی مدرسوں میں داخل کروائیں تاکہ گھر میں دینی ماحول بن جائے۔ اور آپ جو نسلی طور پہ اہل حدیث ہیں آپ میں لوگوں سے نمایاں فرق ہونا چاہئے۔ کیونکہ آپ اہل حدیث ہیں۔ جو علماء کرام تعویذ دھاگہ کرتے ہیں ان کے نام پیغام ہے کہ آپ اللہ سے ڈریں' جب قرآن وسنت میں نص موجود نہیں تو آپ کیوں یہ کام کرتے ہیں۔ میرے سامنے چار ساتھیوں نے ایک عالم دین کو تعویذ کے حوالے سے لاجواب کر دیا اور مولوی صاحب ایک عورت کو چھری سے دم کر رہے تھے تو میں اور میرے ساتھی نے پوچھا تو کہنے لگے دلیل تو کوئی نہیں مگر اگر۔ تو بات یہ ہے یہ باتیں ہمیں نہیں کرنی چاہئیں جو دوسرے مسلک میں خلافِ شرع پائی جاتی ہوں۔ اگر کوئی غلط بیانی ہوگئی ہو اللہ معاف کرے۔ اللہ حافظ۔

علماء دیوبندی سے بحث ومباحثہ:

میں ڈاکٹر سیف اللہ توحیدی جو ۱۹۹۵ء کو اہل حدیث ہوا اس کی وجہ آپ اوپر والے صفحات پر پڑھ چکے ہیں ابھی میں آپ کو وہ باتیں بتاؤں گا جو میری علماء دیوبند سے بحث اور سوالوں کی شکل میں ہوئی۔

تقریباً ۱۹۹۰ء کا واقعہ ہے ہم چونکہ دیوبندی تھے تو ظاہر ہے کہ ہم نمازیں بھی اُدھر ہی پڑھتی تھیں' میں جامع مسجد توحید یہ دیوبندی کا خزانچی بھی تھا اور جب مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا تو پھر بھی خزانچی کے طور پر کام کرتا رہا' ہم سب

ساتھیوں نے مل کر پروگرام بنایا کہ حضرت مولانا شہاب الدین خالد صاحب کا پروگرام کروایا جائے جو کہ نوشہرہ ورکاں میں دیوبندیوں کی شاخ مماتی کے عالم دین ہیں اور ابھی حیات ہیں۔ تو ہم نے پروگرام کی تاریخ طے کی اور کھانے کا انتظام بھائی محمد یونس انصاری کے گھر میں ہوا جو کہ اہل حدیث ہیں میں نے اپنے سسرال سے کچھ آدمیوں کو دعوت دی اور ونی جو کہ ایک گاؤں ہے وہاں سے بھی لوگ آئے یہ دونوں گاؤں والے اہل حدیث تھے تو مسجد میں کافی رونق ہوگئی، جلسہ کامیاب ہوگیا مگر ہمارے لیے نقصان دہ ہوا، لیکن بعد میں فائدہ مند ثابت ہوگیا۔

جب حضرت صاحب نے بیان شروع کیا تو کچھ مسائل بیان کرنے کے بعد انہوں نے اہل حدیثوں کو کوسنا شروع کر دیا، تقریباً آدھ گھنٹہ انہوں نے مسلک اہل حدیث پر کافی کیچڑ اچھالا، جلسہ ختم ہوتے ہی اہل حدیث ساتھی جو کہ ساتھ والے گاؤں سے تشریف لائے تھے، انہوں نے بہت ناراضگی کا اظہار کیا اور کچھ ساتھی اصرار کرنے لگے کہ مولانا سے مسئلہ پوچھنا چاہیے تو میں نے عرض کی آؤ پوچھ لیتے ہیں۔ یہ کونسی بات ہے۔ تو زیادہ ساتھی ناراض ہوکر چلے گئے تو کچھ ساتھی رہ گئے، مولانا حجرے کے برآمدے میں چلے گئے ان کے ساتھ قاری محمد عباس دیوبندی بھی تھے، یاد رہے مسجد ہذا کے خطیب جو بڑے بھائی مولانا لیاقت علی صاحب تھے، جنہوں نے مولانا محمد اشریف سلیم کی تبلیغ سے متاثر ہوکر ضلع گجرات کنجاہ گاؤں میں خطبہ جمعہ پر اہل حدیث ہونے کا اعلان کیا تھا، مگر دیوبندیوں نے میرے بھائی کو مجبور کر کے دوبارہ حنفی بنا لیا، ابھی آپ کے دل میں ایک سوال پیدا ہوگا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرے خاندان میں کوئی عالم نہیں ہے تو بات یہ ہے کہ میرے بھائی جان جو کہ میرے بڑے بھائی ہیں وہ بھی میری طرح ہی تھے، باقاعدہ مدرسے سے فارغ نہیں تھے۔

تو ہم ساتھی مسئلہ پوچھنے کے لیے علامہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے' اور جو سوال و جواب ان سے ہوئے ان میں کسی قسم کی کوئی غلط بیانی نہیں وہ بھی زندہ ہیں' ہم بھی انشاءاللہ' ہم اب بھی بات کرنے کو تیار ہیں۔

ڈاکٹر سیف: محترم علامہ صاحب میں ایک ان پڑھ اور جاہل آدمی ہوں' کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں آپ سے آپ محسوس تو نہ کریں گے۔ اگر کوئی غلطی ہو گئی تو پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔

مولانا صاحب: ہاں آپ سوال کریں' ہم علماء کس لیے ہوتے ہیں۔

سیف: میرا سوال یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ۷۲ فرقے بنے ہیں' میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے اور جنت میں صرف ایک فرقہ ہی جائے گا' کیا یہ حدیث ٹھیک ہے؟

مولانا صاحب: ہاں ہاں یہ حدیث پاک ٹھیک ہے۔

سیف: تو پھر آپ فرمائیں جنت میں مقلد جائیں گے یا غیر مقلد؟

مولانا: مقلد۔

سیف: مقلدوں میں حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی کون سے مقلد جنت میں جائیں گے۔

مولانا: حنفی مقلد۔

سیف: حنفی مقلدوں میں سے بریلوی یا دیوبندی۔

مولانا: حنفی مقلد دیوبندی۔

سیف: دیوبندیوں سے حیاتی یا مماتی؟

مولانا: دیکھوں میں کوئی پروفیسر ہوں کہ آپ کہہ رہے تھے کہ میں ان پڑھ جاہل ہوں' آپ تو ٹھیک ٹھاک کسی کے چانڈے ہوئے نظر آتے ہیں' یہ کوئی بات ہے۔

سیف: محترم میں نے کونسی بات پوچھی ہے آپ گرم ہونے لگے ہیں' آپ پر یہ بات لازم ہے کہ آپ حدیث نبوی ﷺ سے دکھائیں کہ جنت میں حنفی مقلد دیوبندی جائے گا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتانا ہوگا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مقلد تھے یا غیر مقلد۔

مولانا: صحابہ رضی اللہ عنہم مقلد تھے۔

سیف: کس کے مقلد۔

مولانا: ایک دوسرے کے۔

سیف: تو پھر فقہ صدیقی' فقہ فاروقی' فقہ عثمانی' فقہ حیدری کیوں نہ چل سکیں وہ فقہ حنفی سے کمزور تھیں کیا؟

مولانا: آپ نماز میں سورت فاتحہ امام کے پیچھے کیوں پڑھتے ہیں؟

سیف: آپ پہلے میرے سوالوں کا جواب دیں' پھر سورت فاتحہ پر بحث ہوگی۔

قاری عباس: ڈاکٹر صاحب آپ حضرت صاحب کو کیوں تنگ کر رہے ہیں' بحث کو ختم کریں اور گھر جائیں۔

سیف: قاری صاحب آپ ہمارے مہمان گرامی قدر ہیں' گرم نہ ہوں مسئلہ پوچھنے میں مولانا پسینہ صاف کر رہے ہیں۔

مولانا: لاؤ قرآن یہ سورت فاتحہ پڑھتے ہیں۔

سیف: دیکھو قرآن مجید الحمد للہ' لاؤ' ہم قرآن کو انشاء اللہ سننے آئیں ہیں' مگر میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دے رہے۔

اتنے میں ایک آدمی قرآن مجید لے کر آ گیا۔

مولانا: دیکھو یہ قرآن کی آیت ہے ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ جو کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے روک

رہی ہے' اہل حدیث امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھتے ہیں ان کے پاس کوئی جواب نہیں' فاتحہ قرآن نہیں۔

سیف: محترم جناب مولانا صاحب میرے سوالوں کا جواب آپ نے بیان نہیں فرمایا' اور چل نکلے اگلے مسئلے کی طرف تو چلو پہلے یہ مسئلہ حل کر لیتے ہیں' آپ نے جو قرآن کی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ہے اس کے آگے والی آیت پڑھ کر سنائیں۔ مولانا صاحب' آگے والے آیت کیا کہتی ہے اس کا مطلب اور ہے۔

مولانا: سیف اللہ صاحب محترم آپ آیت تلاوت تو کریں میں اس کا مطلب بیان کروں گا۔

سیف: مولانا صاحب آپ وہ آیت نہیں پڑھتے تو میں پڑھ دیتا ہوں' ﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ ...... الخ﴾.

مولانا: کیا یہ آیت کہتی ہے کہ امام کے پیچھے پڑھو؟

سیف: ہاں یہ آیت کہہ رہی ہے' غافلوں میں نہ ہو جاؤ اپنے دل میں عاجزی سے یاد کرو۔ اگر یہ آیت کہہ رہی ہے پڑھو' پچھلی کہتی ہے چپ رہو۔ جناب مولانا صاحب آپ کا کس پر عمل ہوگا۔ نہ پچھلی سورت فاتحہ سے روکتی ہے نہ اگلی پڑھنے کا حکم دیتی ہے۔ اس کا شان نزول اس آیت کا جواب ہے جو حم سجدہ کی آیت نمبر ۲۵ ہے۔ ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا ...... الخ﴾ تو محترم کافروں کے لیے جواب ہے' جب دونوں سورتیں مکی ہیں ان کا تعلق فاتحہ سے نہیں ہے۔

مولانا: توبہ توبہ' اللہ کافروں کو کہہ رہے ہیں' قرآن سنو اور خاموش رہو۔ ڈاکٹر صاحب توبہ کریں' آپ نے بہت غلطی کی ہے۔

سیف: محترم میں نے غلطی نہیں کی' میں نے تو آیت کا شان نزول بتایا

ہے جب سورت فاتحہ مدینہ میں فرض ہوئی ہے یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث پاک ہے: "لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب". (بخاری) اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔

مولانا: اس حدیث پاک میں مقتدی کا لفظ نہیں۔ اور ڈاکٹر کہتا تھا کہ میں ان پڑھ ہوں' دیکھو یہ ان پڑھ ہے یہ کسی استاد کا سکھایا پڑھایا ہوا ہے۔

سیف: مولانا صاحب اگر حدیث پاک میں مقتدی کا لفظ نہیں تو امام کا لفظ بھی تو نہیں "من" عام خطاب ہے وہ کونسا لفظ ہے جو حدیث کو خاص کرتا ہے آپ بتائیں "لا نبی بعدی" میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ لانفی کا صیغہ ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث پاک بخاری شریف کی ہے۔ چاہیے تو تھا کہ میرے سوالوں کا جواب دیتے مگر آپ مناظرے پر اتر آئے ہیں۔

مولانا: بھائی مناظرے کی باتیں تو آپ نے کی ہیں' ہم تو تقریر کے لیے آئے تھے۔

سیف: آپ اگر تقریر کے لیے آئے تھے تو تقریر کی حد تک رہتے' آپ نے بے اصول بات کی ہے۔

یہاں پر مولانا لیاقت علی بول پڑے کہ آپ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حجت نہیں مانتے۔

سیف: آپ دیوبندی مانتے ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعتیں رمضان میں پڑھائی ہیں' آپ لوگ کیوں بیس رکعت اور تین وتر پڑھتے ہیں' جب کہ آپ کے علماء نے بھی اقرار کیا ہے گیارہ رکعت کا۔

اس جگہ پر ایک آدمی نے باہر سے آواز لگا دی کہ ڈاکٹر صاحب مریض بہت تنگ ہے' برائے مہربانی جلدی کریں۔ تو بات ختم ہوگئی۔ تقریباً ڈیڑھ بجے رات کو ہم چلے گئے۔

قارئین کرام! آپ خود سوچیں اس مضمون سے مولانا شہادب الدین خلادی کے علم کو داد دیں ان کے پاس کیا ہے۔ ہم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں' ان کے پاس کچھ نہیں' سوائے وڈیائی اور ریاکاری' بڑائی' تکبر اس فرقے میں عام پایا جاتا ہے۔ اللہ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری بحث:

ہماری بحث مسئلہ تراویح پر چھڑ گئی' دو ساتھی دیوبندی تھے اور میں ڈاکٹر سیف اللہ اکیلا۔ تو انہوں نے بریلوی مولوی صاحب کی امداد چاہی جو پاس ہی سے گزر رہے تھے' یہ واقعہ بھی تقریبا ۹۲-۱۹۹۱ء کا ہے۔

تو یہ بریلوی مولوی رحمت اللہ کیلانی نے مناظرے کا چیلنج کر دیا' بندہ ناچیز نے قبول کرتے ہوئے جمعہ کا ٹائم رکھ لیا' فیصلہ یہ ہوا کہ ڈاکٹر کی دکان پر بحث ہو گی۔ مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بریلوی مولوی صاحب جمعہ کے بعد اپنی مسجد میں اکڑ کر بیٹھا رہا' ہم چند ساتھی بریلوی مسجد گلزار مدینہ غوثیہ رضویہ میں چلے گئے۔

آناً فاناً تقریباً ۱۰۰ کے لگ بھگ آدمی جمع ہو گئے۔ مولوی صاحب موطا امام مالک' آگے رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے' بندہ ناچیز کے پاس بخاری شریف' موطأ امام مالک اور ابن خزیمہ شریف تین کتابیں تھیں جب گفتگو کا آغاز ہوا تو سنیے۔

سیف: ہاں جی مولانا صاحب بیس تراویح کی حدیث دکھائیں۔

مولانا رحمت اللہ: دیکھو جی یہ موطا امام مالک ہے اس میں حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائی۔

سیف: محترم مولوی صاحب یہ حدیث یزید بن رومان سے ہے' جبکہ یزید بن رومانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا نہیں' سترہ سال بعد میں پیدا ہوئے ہیں' لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ مرسل قابل حجت نہیں اور کوئی صحیح حدیث دکھائیں۔

مولانا: حدیث دکھائی تو ہے۔؟

سیف: مرسل ہے کوئی اور دکھائیں۔

ایک آدمی: مولانا صاحب کوئی اور دکھا دیں کیا حرج ہے۔

مولانا: دیکھو میں نے حدیث دکھائی ہے یہ مانتا نہیں ہے' آپ لوگ نہ بولیے ورنہ میں گرمی میں آ جاؤں گا۔

سیف: میں نے مولوی رحمت اللہ کو بازو سے پکڑ کر کھینچا اور پوچھا' دکھایئے بیس تراویح مولانا صاحب ابھی کیا ہوگا اس وقت تک بازو نہیں چھوڑوں گا جب تک بیس تراویح نہ دکھائیں گے۔

لوگ کہنے لگے' آپ بازو چھوڑ دیں اور آپ ہمیں گیارہ رکعت والی حدیث دکھا دیں۔

تو میں نے الحمد للہ بخاری شریف والی حدیث' موطا امام مالک والی سائب بن یزید والی اور ابن خزیمہ والی تین حدیثیں دکھائیں اور کہا کوئی مائی کا لال ان حدیثوں کو چیلنج کرے تو مولوی صاحب پسینے سے شرابور ہو گئے۔ میں نے کہا' ختم کھانا سیکھا ہے دلائل سے بات کیا کرو گے۔ تو لوگوں نے بھی مولوی رحمت اللہ صاحب کی کافی بے عزتی کی اور پھر وہ یوں ووں کرتا رہا۔ اور ہم چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم سے نوازہ۔

تیسری بحث:

یہ واقعہ ۱۹۹۳ کا ہے' میری دیوبندی دوستوں سے مسئلہ تراویح پر بحث شروع ہوگئی تو بات مختصر' ہمارا دونوں فریقوں کا اس بات پر اتفاق ہوگیا' حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب قلعہ دیدار سنگھ والے جلسے کے لیے تشریف لا رہے ہیں' اگر وہ فرما دیں کہ یزید بن رومان والی حدیث صحیح ہے تو میں مان جاؤں گا۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت قاضی عصمت اللہ جلسے پر تشریف لائے اور

مسجد میں کافی تعداد میں آدمی جمع ہو گئے۔

جلسے کے اختتام پر ایک دیوبندی نے سوال کر دیا کہ جو کہ ابھی بھی زندہ موجود ہیں کہ حضرت صاحب مسئلہ تراویح میں یزید بن رومان والی حدیث کے بارے میں ارشاد فرمائیں اس کا کیا مقام ہے؟

حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب نے فرمایا: وہ حدیث مرسل' منقطع ہے۔ تو اللہ کی قسم میرے مسئلے کو چار چاند لگ گئے اور میں فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور تمام دیوبندیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ''ٹھنڈ پے گئی جے'' تو قاضی صاحب مسئلے کی نوعیت کو سمجھ گئے' فوراً مجھے کہنے لگے' مولوی غلام رسول نے بیس تراویح اپنی کتاب میں لکھی ہیں' مصنف ابن عبدالرزاق میں حدیث ہے۔ تو میں نے کہا' قاضی صاحب ہم نے مولوی غلام رسول کا کلمہ نہیں پڑھا ہوا۔ حدیث صحیح دکھا دیں ہم مان جائیں گے۔

تو پھر قاضی صاحب سے یہ سوال میں نے کیا کہ رفع الیدین سنت ہے یا بدعت' حرام کیا ہے ہمیں بتایا جائے۔ تو قاضی صاحب ابھی جواب کی تیاری کر رہے تھے تو محترم حافظ عبداللہ صاحب فوراً کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب خاموش رہیں' آپ نے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا ہے آرام سے بیٹھیں۔

میں نے حافظ صاحب سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ آپ نے جو فرمایا ہے وہ ٹھیک نہیں' آپ ہمارے مہمان ہیں' اگر آپ کو مناظرے کا شوق ہے تو انشاء اللہ قلعہ دیدار سنگھ میں آئیں ہم مناظرے کے لیے تیار ہیں۔

تو قاضی صاحب نے حافظ صاحب کو کہا کہ آپ بیٹھ جائیں تو بات ٹھنڈی ہو گئی' تو حضرت قاضی صاحب آرام کے لیے تشریف لے گئے۔ تو ہمارے ایک آدمی نے سوال کیا' ادھر آدمی بھی تھوڑے سے بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب آپ کے لوگ حنفی کہتے ہیں کہ رفع الیدین اس لیے کیا جاتا تھا

کہ بغلوں میں بت رکھے ہوئے ہوتے تھے۔تو قاضی صاحب فرمانے لگے آپ میرے پاس قلعے آئیں تو میں آپ کو مسئلہ دکھاؤں گا۔تو ہماری جماعت کے آدمی محمد یونس انصاری صاحب جمعہ والے دن قلعہ گئےتو حضرت قاضی صاحب فرمانے لگے کہ کتابوں والی الماری کی چابیاں جس آدمی کے پاس ہیں وہ کہیں گیا ہوا ہے' آپ پھر آئیں۔ وہ اگلے جمعہ والے دن پھر چلے گئے حضرت قاضی صاحب فرمانے لگے' آپ مسئلوں میں نہ پڑھیں جا کر نماز پڑھا کریں۔

محمد یونس صاحب بضد ہو گئے' نہیں حضرت صاحب مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں' بتائیں آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔تو پھر وہی جواب۔ بھائی' آپ نماز پڑھیں تو یونس صاحب کہنے لگے کہ پھر اہل حدیث سچے ہیں۔تو قاضی صاحب غصے میں آ کر کہنے لگے' جاؤ اہل حدیث ہو جاؤ۔

ساری واقعات اور باتیں لکھوں تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔اس لیے انہی چند باتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔والسلام!

کراچی پہنچنے کے بعد وہاں اپنے خاندان
کے علماء سے گفت وشنید جاری رہی'
ہمارے گھرانے کے بڑے عالم اور دیوبندی مکتبہ فکر کے
عظیم خطیب ورہنما سے میری گفتگو ہوئی تو مولانا نے
فرمایا کہ رفع یدین کی حدیث بخاری شریف میں نہیں۔
میں بخاری شریف لے آیا اور درسی بخاری کھول کر
سامنے رکھی کہ یہ حدیث پڑھیں۔تو مولانا پڑھ رہے تھے
اور ساتھ ماتھا پسینے سے شرابور تھا اور حدیث پڑھنے کے
بعد فرمایا کہ بخدا مجھے معلوم نہیں تھا کہ بخاری شریف میں
رفع یدین کرنے کی حدیث موجود ہے۔
اس واقعہ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا کہ بخاری شریف کی
اتنی معروف حدیث اور ایک بڑے عالم دین کی بے
خبری...... اس واقعہ کے بعد میرا یہ ذہن بن گیا کہ
علماء احناف کا حدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں'
صرف احادیث برکت کے لیے پڑھتے ہیں

سید عتیق الرحمٰن شاہ صاحب

سید عتیق الرحمٰن شاہ محمدی

وہ اللہ پاک ہے جس نے میرے جیسے روسیاہ پاپی گنہگار کو ہدایت جیسی نعمت سے نوازا۔

وہ اللہ پاک ہے جس نے مجھ جیسے ناکارہ کو اپنے حبیب جیسے اولو العزم رسول کی امت میں سے بنایا۔

وہ اللہ پاک ہے جس نے میرے جیسے نا اہل انسان کو کتاب وسنت کی سمجھ عطا فرمائی۔

وہ اللہ پاک ہے کہ جس نے مسلک اہل حدیث جیسے صاف اور سچے مسلک سے نوازا۔

میرا مختصر تعارف:

نام : سید عتیق الرحمٰن شاہ محمدی

ولدیت: مولانا محمد یونس شاہ

تاریخ پیدائش: ۱۹۷۳ اگست میں آزاد کشمیر کے گاؤں نواں بالا

مختصر نسب نامہ:

پیر سید عبدالکبیر شاہ

سید معظم شاہ ← شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری ← سید انظر شاہ ← سید احمد شاہ

سید مولیٰ شاہ ← سید امیر شاہ ← سید یونس شاہ ← سید عتیق الرحمٰن شاہ
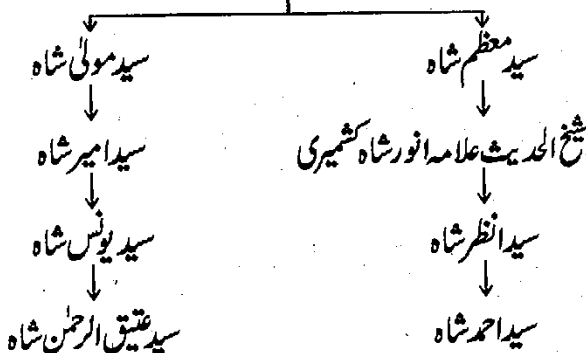
وہ درگاہیں جہاں سے تعلیم حاصل کی:

بنیادی تعلیم نواں بالا کے سکول میں حاصل کی' پھر ے سال کی چھوٹی عمر میں کراچی کا قصد کیا اور وہاں پہ مندرجہ ذیل مدارس میں تعلیم حاصل کی۔

جامعہ انوار القرآن' ملیر' کراچی	رئیس' مولانا فداء الرحمٰن درخواستی
جامعہ رحمانیہ' بفرزون' کراچی	رئیس' مولانا عبدالرحمٰن رحمانی
جامعہ فاروقیہ' ناتوا خان گوٹھ' کراچی	رئیس مولانا سلیم اللہ خان
جامعہ انوار القرآن' ایبٹ آباد	رئیس' مولانا شفیق الرحمٰن
جامعہ علوم شرعیہ' ویسٹرتج' راولپنڈی	رئیس حافظ اسحاق

چند معروف دیوبندی اساتذہ:

مولانا شیخ الحدیث عبدالرؤف صاحب	اصول حدیث
مولانا سعید الرحمٰن صاحب	بیضاوی وہدایہ اولین
مولانا تاج الدین صاحب	اصول فقہ وہدایہ آخرین

مولانا نورالامین صاحب	مشکوٰۃ شریف' اصول فقہ
مولانا ظہیرالدین صاحب	تفسیر قرآن پاک' واصول تفسیر

چند معروف اہل حدیث اساتذہ:

میرے مربی ومحسن مولانا ڈاکٹر صدیق الحسن خاں صاحب حفظہ اللہ	جامعہ سلفیہ اسلام آباد
متکلم اسلام' ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر صاحب حفظہ اللہ	جامعہ سلفیہ اسلام آباد
مولانا شیخ الحدیث محمد بن عبداللہ صاحب	جامعہ سلفیہ اسلام آباد
مولانا ابراہیم خلیل الفضلی صاحب حفظہ اللہ	جامعہ سلفیہ اسلام آباد
مولانا حافظ عبدالسمیع بھٹوی صاحب حفظہ اللہ	معسکر طیبہ' افغانستان
مولانا محمد حسین کلیم صاحب رحمہ اللہ	سرکلر روڈ' راولپنڈی
مولانا محمد یونس الراعی حفظہ اللہ	جامعہ محمد' مظفر آباد
محمد سفیان الدین مدنی حفظہ اللہ	جامعہ محمدیہ' مظفر آباد
مولانا احمد علی توحیدی حفظہ اللہ	جامعہ محمدیہ' مظفر آباد
مولانا صدیق خان حفظہ اللہ	جامعہ محمدیہ' مظفر آباد
مولانا حافظ صدیق حفظہ اللہ	جامعہ محمدیہ' مظفر آباد
مولانا عصمت اللہ عاصم حفظہ اللہ	جامعہ محمدیہ' مظفر آباد
مولانا رفیق اختر کاشمیری حفظہ اللہ	جامعہ محمدیہ' مظفر آباد
مولانا عبدالرحمٰن الذہبی حفظہ اللہ	معسکر طیبہ' افغانستان
مولانا ظفر اقبال حفظہ اللہ	

دیوبندی حضرات کے مدارس میں تحصیل علم میں مشغول اور ایک دیوبندی عالم بننے کا خواہش مند تھا۔ دینی گھرانے میں آنکھ کھولی' ہر طرف دیوبندی

مذہب کی تعریف وتوصیف دیکھی' شروع سے یہ باور کروایا گیا کہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ ہیں' ہمارے اکابر علماء دیوبندی ہیں۔ ہم دنیا میں سب سے بہترین گروہ ہیں۔

خاندان پر حضرت شاہ صاحب کا بڑا اثر تھا' ان کی بات ہر مسئلے پر مسلمہ تھی۔ لوگ شاہ صاحب کا حوالہ دے کر ہمارے خاندان کا تعارف کرواتے تھے۔ اس جیسے ماحول اور اس قدر دینی و مذہبی گھرانے سے نکلنا اور پھر تحقیق کرنا یقیناً اللہ کے فضل کے سوا ممکن نہ تھا۔

خاندان کے چند معروف علماء کا تذکرہ:

۱۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس حضرت علامہ سید انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ

حضرت شاہ صاحب علم میں اور ذہانت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ پورے ہندوستان میں ان کے علم کا تیرہ تھا' اپنے اور پرائے سب آپ کے علم کے معترف تھے۔ بلا کی ذہانت رکھتے تھے جو کتاب ایک مرتبہ دیکھی۔ پھر دوبارہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ دیوبندی حضرات کی معروف درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیتے رہے' چار دانگ عالم میں آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں اور آپ کی قابل تذکرہ تصانیف میں سے فیض الباری' افادات حضرت شاہ صاحب وعرف الشذی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اگرچہ حنفی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے' مگر حق بات اور احادیث کی تائید بھی کرتے تھے' مخالف کے موقف کو تسلیم کرنا بھی ان کا شیوہ تھا۔ تقلید کا جمود جو کہ علماء احناف و دیوبند کا وطیرہ ہے سے بھی کافی دور تھے۔ اہل حدیث حضرات کے مسائل کی تائید ان کی کتابوں میں جابجا موجود ہیں۔ (مثلاً مسئلہ تراویح ورفع الیدین)۔

۲۔ مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب

یہ ایک علمی اور سیاسی شخصیت ہیں، پوری وادیٔ کشمیر کے ایم این اے تھے والدین محترم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان کی شخصیت کا شہرہ پورے کشمیر میں تھا، بہت بارعب شخصیت تھے، کئی مرتبہ جیلوں میں گئے، سزائیں کاٹیں، مولانا کی شخصیت ہمارے خاندان کی بہت بڑی پہچان تھی۔ آخر کار حکومت ہندوستان نے پاکستان بننے کے بعد ان کو ہیلی کاپٹر میں سوار کر کے مظفر آباد لا رہی تھی کہ راستے میں ہیلی کاپٹر کو ایک سازش کے تحت تباہ کیا گیا۔ وہ شخصیت جس کی وجہ سے گونگوں کو بھی بولنا آ گیا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش سلا دی گئی۔

۳۔ مولانا محمد یوسف شاہ کاشمیری

یہ میرے سگے تایا ہیں، بہت بڑے عالم دین اس زمانہ کے تمام علوم وفنون پر دسترس تھی، نہایت بیباک اور ذہین تھے۔

عالم فاضل، منشی فاضل، فاضل عربی، یہ تمام ڈگریاں امتیازی پوزیشن میں حاصل کیں، ابھی شباب کا زمانہ تھا کہ انقلاب برپا ہوا، پاکستان بنا اس دوران ان کو سری نگر سے ہیلی کاپٹر کے ذریعہ مظفر آباد پاکستان بھیجا جا رہا تھا کہ راستہ میں ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا گیا اور مولانا تمام علوم وفنون سینے میں لیے خالق حقیقی سے جا ملے۔ یاد رہے کہ مولانا غلام مصطفیٰ شاہ صاحب کے ہمراہیوں میں سے تھے۔

مولانا دیوبندی مکتبہ فکر سے منسلک تھے۔

۴۔ مولانا سید یاسین صاحب، تایا جان

مولانا نہایت سادہ مزاج تھے، تقویٰ، پرہیزگاری، حسن اخلاق، ایثار میں تایا جان کا ثانی کوئی نہیں تھا، آپ نواں بالا کی مسجد کے امام تھے، پوری

زندگی امامت میں گزاری' آخری عمر میں فالج کا حملہ ہوا' دو سال اس موذی مرض میں مبتلا رہنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے' تایا جان کا ہماری تعلیم و تربیت میں کافی دخل رہا ہے۔ تایا جان بھی دیو بند مکتبہ فکر سے منسلک تھے' لیکن مسلک اہل حدیث کے بارے میں بڑا نرم گوشہ رکھتے تھے۔ میں اہل حدیث ہو کر جب پہلی مرتبہ نواں بالا گیا تو خاندان میں ایک شور بپا ہو گیا' میرا مذاق اڑایا گیا' لعن طعن کا نشانہ بنایا گیا' کفر کے فتوے لگائے گئے' تو میں اس کیفیت میں ایک مرتبہ نماز ادا کر رہا تھا کہ تایا جان تشریف لائے' تو خاندان کے افراد نے ان سے پوچھا کہ یہ رفع الیدین کر رہا ہے یہ ٹھیک ہے؟ تو تایا جان نے فالج کی حالت میں اپنے بازو اٹھائے اور میری تائید کی کہ یہ ٹھیک کرتا ہے۔

مگر افسوس کہ زبان میں فالج کی وجہ سے قوت گویائی نہیں تھی کہ واضح کہہ سکیں' جب تک تایا جان زندہ رہے مجھے بڑا حوصلہ رہا' تایا جان کی وفات کے بعد ابتلا و آزمائشوں کا نیا دور شروع ہو گیا۔

۵۔ والد محترم ...... مولانا سید محمد یونس شاہ صاحب

والد صاحب لاہور کے جامعہ اشرفیہ و ملتان کے خیر المدارس میں زیر تعلیم رہے۔ فراغت کے بعد وادیٔ نیلم کے مشہور گاؤں چانگن میں امامت و ذمہ داریاں میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ والد صاحب تقویٰ' پرہیز گاری میں اپنی مثال آپ تھے' جن افراد نے والد صاحب کے ساتھ وقت گزارا ہے وہ والد محترم کے تقویٰ کے تاحیات معترف رہے۔ مگر افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی' انتالیس سال کے قلیل عمر میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔ والدہ محترمہ کا تعلق ایبٹ آباد سے تھا' اور طبیب تھیں' پوری زندگی لوگوں کو مفت دوائی دیتی رہیں' اللہ نے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔

مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ بے شمار شخصیات ایسی ہیں جو کہ تعلیم و تعلم کے ساتھ منسلک ہیں' کراچی کے ساحل سے لے کر کشمیر کی وادیوں تک یہ خاندان پھیلا ہوا ہے اور ہر جگہ اس خاندان کی پہچان دیوبندی مذہب ہے۔ ہمارے پورے خاندان کا دین کے ساتھ لگاؤ کا یہ عالم ہے کہ ایک شخص بھی پورے خاندان میں ڈاڑھی منڈا نہیں ملے گا۔ اکثر گھرانوں میں علماء دیوبند کے علم سے بہرہ مند افراد موجود ہیں' بلکہ بعض گھروں میں ایسے ہیں جو کہ دینی مدارس سے فارغ اور دیوبندی مذاہب کے ساتھ منسلک ہیں۔

پاکستان میں مدارس احناف میں اب بھی کثرت کے ساتھ ہمارے نوجوان زیر تعلیم ہیں جو یہاں سے فراغت کے بعد دیوبندی مذہب کو اوڑھنا بچھونا بنائیں گے اور اسی کی ترویج واشاعت میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں گے۔ پاکستان کے تمام بڑے اور چھوٹے شہروں میں دیوبندی مساجد میں' دیوبندی مذہب کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے ہمارے خاندان کے علماء کی کھیپ موجود ہے جو کتاب وسنت کی خدمت کے بجائے اپنی تمام تر توانائیاں مذہب دیوبند پر ضائع کر رہے ہیں۔ وَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكٰى!

اس مختصر تعارف کے بعد یہ بتانا مقصود ہے کہ اسقدر مذہب سے لگاؤ رکھنے والا خاندان اور مذہب دیوبند سے وابستہ افراد کے باوجود اللہ نے اس روسیاہ کو ہدایت کی دولت سے مالا مال کیا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

دیوبندی مدارس میں تعلیم اور مسلک اہل حدیث کی جانب سفر:

احناف کے تمام مدارس میں اپنی تعلیم میں فقہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے' اس کی اہمیت کا اندازہ معاذ اللہ ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ فقہ کی معروف درسی کتاب ''ہدایہ'' کے بارے میں اس کے مقدمہ میں لکھا ہے ''الهداية كالقرآن'' ہدایہ معاذ اللہ قرآن کی طرح ہے' اور فقہ کی تعلیم کا ان کے

ہاں اتنا بلند مقام ہے۔

صاحب در مختار لکھتے ہیں: «اَلنَّظَرُ فِي كُتُبِ أَصْحَابِنَا مِنْ غَيْرِ سِمَاعٍ أَفْضَلُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ، وَتَعْلِيمُ الْفِقْهِ أَفْضَلُ مِنْ تَعْلِيمِ بَاقِي الْقُرْآنِ». (درمختار: ۹/۱) یعنی سنے بغیر ہماری کتابوں کو دیکھنا تہجد کی نماز سے افضل ہے اور فقہ کا سیکھنا قرآن سیکھنے سے افضل ہے۔ معاذ اللہ!

حنفی مذہب کی معتبر کتاب ''ردمختار'' کے شارد ''درمختار'' میں لکھتے ہیں «حِفْظُ الْقُرْآنِ فَرْضُ كِفَايَةٍ وَتَعْلِيمُ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ مِنَ الْفِقْهِ فَرْضُ عَيْنٍ». قرآن کا حفظ کرنا' فرض کفایہ اور فقہ (حنفی) کا سیکھنا فرض عین ہے۔ استغفر اللہ!

ان کی ان جرأتوں کی بنیاد پر ان کے مدارس میں صرف فقہ حنفی پر زور دیا جاتا ہے۔ اور اسی کو دین سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے۔

احادیث کے ساتھ دیو بندی مدارس سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور آٹھ سالہ درس نظامی کے کورس میں سات سال مسلسل طالب علم کی ذہن سازی کی جاتی ہے کہ فقہ سب کچھ ہے' تمام مسائل کا حل اس کے اندر موجود ہے۔ فقہ کے بغیر قرآن وحدیث سمجھنا مشکل کیا ناممکن ہے۔ اور احادیث مبارکہ کی چھ ضخیم کتب صرف ایک سال میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس ایک سال کا نام دورۂ حدیث رکھا گیا ہے اس ایک سال میں حدیث پڑھائی نہیں جاتی بلکہ دورہ کروایا جاتا ہے۔ اعتراض کئے جاتے ہیں' حدیث پر اپنے مذہب کو ترجیح دی جاتی ہے احادیث منسوخ اور ناقابل عمل ظاہر کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا جاتا ہے۔

بلکہ احادیث مبارکہ صرف برکت کے لیے پڑھائی جاتی ہیں۔ باقی یہی باور کروایا جاتا ہے کہ دین صرف فقہ حنفی کا نام ہے۔ اور پھر جب یہ تعلیم حاصل کر

کے ایک حنفی دیوبندی عالم دین مدارس سے نکلتا ہے تو اس کے ذہن میں قرآن وحدیث سے زیادہ فقہ حنفی کی محبت ہوتی ہے قرآن واحادیث کی ترویج واشاعت کے بجائے ان کے خلاف صف آراء ہو جاتا ہے اور شب وروز فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے اور انہیں ساری زندگی کی تمام تر توانائیاں جو کہ قرآن وحدیث کے لیے خرچ ہونی چاہئے' یعنی وہ فقہ حنفی میں صرف ہوتی ہیں۔

اور یوں ہزاروں افراد کو حدیث سے برگشتہ کیا جاتا ہے' قرآن سے دور کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ احادیث پر اعتراضات سکھائے جاتے ہیں' اہل حدیث کو بے دین ظاہر کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا جاتا ہے۔

دین اسلام کی سربلندی کی بجائے فقہ کو سربلند کرنا ان کا منہج وراستہ ہوتا ہے۔

ان حالات میں جب کوئی ان مدارس سے فارغ ہو کر آئے تو تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے دل میں تحقیق کے جذبات ہوں۔ قرآن وحدیث سے لگاؤ ہو' ان ہی باتوں کے اثرات احقر پر بھی بعینہ تھے۔ میرا اوڑھنا بچھونا فقہ حنفی تھا' میری زبان اسی کی تعریف میں رطب اللسان رہتی' میری کوششیں وکاوشیں صرف اسی کے لیے تھیں جو یہ دو قسم کے اثرات تھے ایک دیوبندی مدارس کے اور دوسرا خاندان کے۔ ان دو وجوہات کی بنا پر حدیث دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ علماء اہل حدیث سے ملاقاتیں ہوئیں' علماء اہل حدیث نے تحقیق کے لیے کہا۔ بحث مباحثہ کا آغاز ہوا۔ لہٰذا اس دوران میں نے حدیث کی معتبر ترین کتاب بلوغ المرام دوسری منزل سے نیچے پھینک دی۔

تحقیق کا آغاز:

پھر مسلک اہل حدیث کے مسائل پر تحقیق کا آغاز کیا' تین سال مسلسل علماء اہل حدیث سے مختلف معاملات پر بات چیت جاری رکھیں' مگر میں مکمل حنفی

دیوبندی رہا' آخر کار افغانستان شیخ جمیل الرحمٰن رحمہ اللہ نے صوبہ کنڑ میں معسکر طیبہ کے نام سے ٹریننگ سنٹر قائم کیا ہوا تھا۔ اس میں ٹریننگ کے لیے چلا گیا۔ وہاں استاد مکرم شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حفظہ اللہ دورہ تفسیر کروا رہے تھے اور وہاں پر ہی مولانا عبدالرحمٰن الذہبی بھی احناف کے مسائل ردتقلید پر پرمغز درس دیا کرتے تھے۔ جو مواد مجھے افغانستان جا کر ان علماء سے حاصل ہوا اور جو حق بیان کرنے کا کھلا انداز ان بزرگوں نے اپنایا ہوا تھا وہ ان ہی کا حصہ تھا۔ وہاں کھل کر بیان ہوتا' پھر سوال و جواب کی نشست ہوتی جو آدمی سوال کرتا اس کے جوابات مدلل کتاب وسنت کی روشنی میں دیے جاتے' معترض چاہے کتنا ہی سخت لہجہ کیوں نہ اپنائے مگر جواب بڑا زبردست دلائل سے مزین آتا تھا۔

وہاں پر میں صرف ۱۵ دن کے لیے گیا تھا' لیکن وہاں کے علمی ماحول کو دیکھ کر میں دو ماہ وہاں رہا اور وہیں سے میری زندگی کی کایا پلٹی' حق کو سمجھا' باطل کا مکروہ چہرہ دیکھا۔

اور آخر کار میں نے ۱۹۹۲ء میں مسلک اہل حدیث قبول کر لیا۔

مسلک اہل حدیث کی قبولیت اور مشکلات کا آغاز:

پاکستان واپس آیا' مسلک تبدیل' نظریہ تبدیل' سوچ' فکر' انداز' ہر چیز واضح تبدیل ہو چکی تھی۔

ایبٹ آباد میں بڑے بھائی مولانا فضل الرحمٰن صاحب رہتے تھے اور وہاں مسجد احناف کے امام تھے۔ ان سے شدید بحث مباحثہ شروع ہوا' مولانا سخت متشدد قسم کے دیوبندی تھے' ان کی لسٹ میں مسلک دیوبند کے علاوہ سب کفر تھا۔ ان کا مقابلہ بھی کافی مشکل کام تھا۔ بہر حال گھر میں ایک کہرام بپا ہوا' لعن طعن شروع ہو گئی' سب سے زیادہ اس بات پر زور تھا کہ تم بتلاؤ تمہارا باپ کافر تھا یا تم کافر ہو۔ یہ لوگ جو ہمارے آباء واجداد ہیں دنیا ان کے پیچھے چلتی تھی لوگ

ان کی تقلید کرتے تھے آج تم ان کی اولاد ہو کر ان کا راستہ چھوڑ کر گمراہ اور بے دین بن چلے ہو۔ ان تمام باتوں کا جواب میرے پاس یہی تھا کہ باپ دادا کی دلیل کے بجائے قرآن وسنت کی دلیل پیش کرو مجھے قائل کرو میں مسلک اہل حدیث ترک کر دوں گا۔ تقلید کے بارے میں گفتگو کرو' رفع الیدین' آمین بالجہر کے بارے میں گفتگو کرو' فاتحہ خلف الامام کے بارے میں بات چیت کرو' تم بھی دلائل دو میں بھی دلائل دوں گا۔

لیکن اس طرف کوئی نہ آیا' بھائی تشدید پر اتر آئے' مارا پیٹا میں گھر سے بھاگ گیا' چند ماہ گھر واپس نہ آیا' پھر آیا تو پھر وہی بحث ومباحثہ شروع' آخر کار اللہ کا احسان دیکھیں میرے یہ بھائی جو سب سے بڑھ کر دیوبند مذہب کے علمبردار تھے' اللہ نے مجھے حق پر استقامت دی اور یہ اہل حدیث ہو گئے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

آج گڑھی دوپٹہ اہل حدیث مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں' اس کے بعد میں گاؤں نواں بالا گیا' وہاں علماء احناف سے گفتگو ہوئی' وہ سب یہی دلیل دیتے کہ آپ کے باپ دادا جو اس علاقے کے لیے دین کی پہچان تھے' وہ غلط تھے' یا آپ غلط ہیں' میرا یہی جواب ہوتا' دین میرے باپ دادا کا نہیں اور مجھے باپ دادا کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ان علماء سے جب کوئی بات نہ بن پڑتی تو پھر گالی گلوچ' کفر کے فتوے' بے دینی کے الزامات اور غیر مقلدین کے نعرے لگاتے۔

میری تحقیق کا سب سے اہم اور دلچسپ پہلو یہ تھا کہ علماء احناف نے کسی مسئلے پر دلائل کے بجائے ہمیشہ گفتگو اپنے اکابر کے حوالے سے کی' میرے خاندانی حوالے سے کی' لیکن کتاب وسنت کی طرف بالکل نہ آئے۔ ان علماء کی

مہربانی دیکھیں' پورے گاؤں میں نفرت کی آگ پھیلا دی' سادہ لوح لوگوں کو یہ باور کروایا گیا کہ یہ غیر مقلد ہو گیا ہے اور غیر مقلد گدھے گھوڑے کھاتے ہیں' عورتوں کے ختنے کرواتے ہیں۔ وغیرہ!

لیکن ان علماء کو اتنی جرأت نہ ہوتی کہ یہ دلائل کے میدان میں آ کر بات کریں' اور پھر حق و باطل کا موازنہ ہو' بلکہ یہ صرف اس حد تک محدود رہے کہ لوگ ان کی طرف مائل نہ ہوں' سادہ لوح عوام کو انہوں نے اپنے شکنجے میں جکڑا مجھ پر ہر طرح طرح کی الزام تراشیاں کیں' واضح رہے اس سے پہلے پورے گاؤں نواں بالا میں کوئی اہل حدیث نہیں تھا' سب سے پہلے میں نے مسلک اہل حدیث کو قبول کیا' اور اپنے خاندان میں بھی پہلا اہل حدیث تھا' اس وجہ سے کسی کو میری بات سمجھ نہ آئی تھی۔ دو طرح کے لوگ میرے مخالف تھے' ایک گاؤں کے عوام اور علماء اور دوسرا خاندان کے تمام افراد۔

لیکن ان تمام تر مخالفتوں کے باوجود میں نے اپنی دعوت کو جاری رکھا' کتابیں لوگوں کو پڑھنے کے لیے دیتا' گفتگو کرتا' قائل کرتا' لیکن صدیوں سے پھیلی باطل کی میل آرام سے نہیں اترتی ہے۔

آخر کار گاؤں میں میرے چچا زاد بھائی ماسٹر انس الرحمٰن صاحب بمعہ اہل و عیال اہل حدیث ہو گئے' نواں گاؤں سے ایک نوجوان طارق اہل حدیث ہوا' اسی طرح اللہ نے مسلک اہل حدیث کی اس علاقے میں بنیاد رکھی۔ اور آج آپ کو سینکڑوں کی تعداد میں اہل حدیث اس گاؤں میں مل جائیں گے۔ اور تین سال قبل احناف کے مایہ ناز عالم دین جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی سے فارغ التحصیل' مولانا غلام اللہ خان دیوبندی کے شاگرد' جناب مولانا منیر احمد شاہ صاحب طلاق ثلاثہ کے سلسلہ میں تحقیق کے بعد اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک۔

کراچی کا سفر اور نئی تحقیق شروع:

ہمارے خاندان کا اکثر حصہ کراچی میں مقیم ہے' کراچی کے علمی حلقوں میں ہمارے خاندان کے علماء کا کافی شہرہ ہے' اس وجہ سے میں کراچی میں گیا کہ مزید تحقیق کی جائے۔

دیوبندی عالم کی حدیث بخاری سے لاعلمی کا واقعہ:

کراچی پہنچنے کے بعد وہاں اپنے خاندان کے علماء سے گفت وشنید جاری رہی' ہمارے گھرانے کے بڑے عالم اور دیوبندی مکتبہ فکر کے عظیم خطیب ورہنما سے میری گفتگو ہوئی تو مولانا نے فرمایا کہ رفع یدین کی حدیث بخاری شریف میں نہیں۔ میں بخاری شریف لے آیا اور درسی بخاری کھول کر سامنے رکھی کہ یہ حدیث پڑھیں۔ تو مولانا پڑھ رہے تھے اور ساتھ ماتھا پسینے سے شرابور تھا اور حدیث پڑھنے کے بعد فرمایا کہ بخدا مجھے معلوم نہیں تھا کہ بخاری شریف میں رفع یدین کرنے کی حدیث موجود ہے۔

اس واقعہ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا کہ بخاری شریف کی اتنی معروف حدیث اور ایک بڑے عالم دین کی بے خبری......

اس واقعہ کے بعد میرا یہ ذہن بن گیا کہ علماء احناف کا حدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں' یہ صرف احادیث برکت کے لیے پڑھتے ہیں۔

دیوبندی علماء کی احادیث دشمنی:

آپ فقہ کی کتابوں کو اٹھائیں تو آپ کو جگہ جگہ نظر آئے گا کہ احادیث کو رد کر کے رائے کو داخل کیا گیا ہے۔

مولانا محمود الحسن دیوبندی نے تقریر ترمذی میں لکھا:

اَلْحَقُّ وَالْاِنْصَافُ إِنَّ التَّرْجِيحَ لِلشَّافِعِي فِي هٰذِهِ

الْمَسْأَلَةِ وَنَحْنُ مُقَلِّدُونَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيدُ إِمَامِنَا أَبِي حَنِيفَةَ.» (تقریر ترمذی: ص ۳۶)

''حق اور انصاف یہی ہے کہ اس مسئلہ (بیعان بالخیار) میں ترجیح امام شافعی کے مذہب کو ہے مگر چونکہ ہم امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں اس لیے ہم پر امام ابوحنیفہ کی تقلید فرض ہے۔'' (حدیث پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری نہیں)

احناف کا عجیب اصول اور قرآن دشمنی:

اصول کرخی احناف کے اصول کی کتاب ہے' اس میں یوں قرآن دشمنی کا ثبوت دیا گیا ہے کہ ہے:

«إِنَّ كُلَّ آيَةٍ تُخَالِفُ أَصْحَابَنَا خَالَفْنَا عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى التَّرْجِيحِ وَالْأَوْلٰى أَنْ تَعْمَلَ عَلَى التَّأْوِيلِ». (اصول کرخی: ص ۱۱)

''بیشک ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب (یعنی احناف) کے مذہب کے مخالف ہو تو اس کو منسوخ سمجھا جائے گا' یا ترجیح دی جائے گی' لیکن بہتر یہ ہے کہ اس آیت کی کوئی تاویل کی جائے۔''

العیاذ باللہ من ذلک۔

میں نے فقہ حنفی کا بغور مطالعہ کیا' خناط جان کی کتب کو دیکھا' اس میں بے شمار ایسے مسائل دیکھے جو صراحتاً کتاب وسنت سے متصادم تھے' قرآن کچھ اور کہتا ہے اور فقہ کچھ اور' احادیث مبارکہ کچھ اور کہتی ہیں اور فقہ اور۔

پھر جب علماء احناف سے بات ہوئی تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ احادیث مبارکہ کو رد کر دیتے' مگر فقہ کی کتابوں کو غلط نہ کہتے۔

فقہ حنفی کے وہ مسائل جو صراحتاً کتاب وسنت کے خلاف ہیں:

فقہ حنفی کا مصلیٰ:

«وَذَكَرَ النَّاطِفِي عَنْ مُحَمَّدٍ إِذَا صَلَّى عَلَى جِلْدِ كَلْبٍ أَوْ ذِئْبٍ قَدْ ذُبِحَ جَازَتْ صَلَاتُهُ.» (فتاویٰ قاضی خان، درمختار، فتاویٰ عالمگیری)

''ناطفی نے بروایت امام محمد ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کتے یا بھیڑیے کی کھال پر نماز پڑھے، جسے ذبح کیا گیا ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔''

فقہ حنفی میں نمازی کے کپڑے:

«وَإِنْ كَانَتْ كَبَوْلِ مَّا يُوكَلُ لَحْمُهُ جَازَتِ الصَّلَاةُ مَعَهُ حَتَّى يَبْلُغَ رُبعَ الثَّوبِ». (ہدایہ)

''اور اگر نجاست خصیصہ جیسے اس جانور کا پیشاب جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو ایسی نجاست سے آلودگی کے باوجود نماز ہو جاتی ہے، بشرطیکہ یہ نجاست کپڑے کے چوتھائی حصے تک پہنچتی ہو۔'' (یاللعجب)

فقہ حنفی کا امام:

«ثُمَّ اَحْسَنُهُمْ زَوْجَةٍ ثُمَّ اَكْبَرُهُمْ رَأْساً وَالْاَقْصَرُ بَذْرًا.»

پھر سب سے زیادہ خوبصورت بیوی والا...... پھر بڑے سر والا، پھر چھوٹے آلہ تناسل والا۔ (ردالمحتار علی درالمختار)

حنفی امام کو رکھنے سے پہلے بیوی کو دیکھا جائے، بالفاظ دیگر مقابلہ حسن ہو، سر ناپا جائے، آلہ تناسل ماپا جائے اور پھر حنفی امام بنتا ہے۔ (شرم شرم)

فقہ حنفی کا وضو:

«فَإِن لَّمْ يَجِدْ إلا نبيذَ التَّمرِ قال أبوحنيفة لِيَتوَضَّأ به ولا يَتَيَمَّم». (ہدایہ)

''اگر نمازی نبیذ تمر کے علاوہ کوئی چیز نہ پائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی سے وضو کرلیا جائے گا اور تیمّم نہ کیا جائے۔''

گرمیوں کا موسم ہو کھیاں خوب مزے کریں گی۔

فقہ حنفی کی نماز فارسی میں:

''اللہ اکبر'' کی جگہ فارسی زبان میں ''خدائے بزرگ است'' کہے تو نماز جائز ہے۔ (ہدایہ' درمختار' فتاویٰ عالمگیری)

فقہ حنفی کا سلام گوز مارنا:

اختتام نماز کے بجائے التحیات میں بیٹھے بیٹھے گوز مار دے' نماز جائز ہے۔ (ہدایہ)

مذکورہ بالا مسائل اور ان جیسے سینکڑوں مسائل جن کا وجود بھی کتاب وسنت میں نہیں وہ احناف کی کتابوں میں جگہ جگہ موجود ہیں۔

ان مسائل کی تحقیق کے بعد میں نے علماء دیوبند کی کتابوں کا مطالعہ کیا' جس میں عقیدہ وحدۃ الوجود (اللہ اور بندے میں کوئی فرق نہیں) کثرت سے پایا۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ الرشید)

سماع موتیٰ' استمتاع قبور' ارواح کا آنا جانا' کشف قبور' زندوں اور مردوں کا مدد کرنا اور ان جیسے بے شمار شرکیہ عقائد ان کی کتب میں موجود ہیں۔ تحقیق کرنے والے احباب ان کتب کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ دیوبندی مذہب کا مکروہ چہرہ سامنے آسکے۔

① ارواح ثلاثہ ② فضائل اعمال' ③ شمائم امدادیہ' ④ امداد

المشتاق' ⑤ تذکرۃ الرشید' ⑥ واقعات وکرامات حسین احمد مدنی' ⑦ عقائد علماء دیوبندان جیسی سینکڑوں کتب میں بریلوی اور شیعہ حضرات سے بڑھ کر شرکیہ عقائد کا تذکرہ موجود ہے۔

اگر آپ ان کتب کا مطالعہ فرمائیں تو آپ یہ فیصلہ فرمائیں گے کہ دیوبندی مذہب شیعیت' بریلویت' مرزائیت کا چربہ ہے۔

میں نے ان تمام کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور پھر الحمدللہ مسلک اہل حدیث پر ڈٹ گیا' مجھ پر یہ بات روشن ہوگئی کہ کتاب وسنت کے علاوہ سب جھوٹ اور مکروفریب ہے۔

میں تمام اہلیان اسلام سے اپیل کرتا ہوں' خدارا اپنے آپ کو تقلید سے آزاد کریں' تحقیق کی روش اپنائیں۔

جب دیوبندی حضرات سے بات کریں تو رفع یدین اور آمین پر نہیں بلکہ عقائد علماء دیوبند اور فقہ حنفی کے غلیظ مسائل پر گفتگو کریں۔

انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب ساری کائنات میں اہل حدیث کا پرچم لہرائے گا' باطل مٹے گا' حق غالب ہوگا۔

انشاء اللہ العزیز

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

قرآن کا ترجمہ پڑھنے سے میرے عقائد کی کافی اصلاح ہوئی' حالانکہ اس وقت بھی میری رہنمائی کرنے والا کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ میں مولوی صاحب کی تقریر کی کافی باتوں کو سمجھ جاتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔

محترم منصب علی صاحب

محترم منصب علی

اور ہم مزے سے عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر چڑھائی گئی چادریں اوڑھ کر سو گئے:

میں ضلع شیخوپورہ میں مرید کے کے قریب ایک گاؤں ننگل سادھاں میں پل کر جوان ہوا' اس وقت ہمارے گاؤں میں تین مسجدیں تھیں' دو بریلویوں کی اور ایک اہل حدیثوں کی۔ جبکہ دیوبندی یا شیعوں کا ہمارے گاؤں میں وجود نہیں تھا۔ میرا خاندان بریلوی تھا اور لاعلمی کی وجہ سے بڑے بوڑھے اہل حدیثوں کو رافضی کہا کرتے تھے۔ ہمارے ذہن میں بھی یہی بات بٹھاتے تھے' قرآن وحدیث کا ہمیں کوئی شعور نہیں تھا۔ مولوی کی کہی ہوئی بات سند ہوا کرتی تھی' مولوی کے کہنے پر دسواں یا چالیسواں کرتے خواہ قرض لے کر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

میں نے دور بریلویت میں بھی کبھی اللہ کے سوا کسی اور سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کی امید نہیں لگائی تھی اور نہ ہی کبھی میرے ذہن میں غیر اللہ کا خوف بیٹھا تھا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ذہنی طور پر میں شروع سے ہی بریلوی نہیں تھا۔ لیکن اہل حدیث بھی نہیں تھا۔ اس دور کا ایک واقعہ جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ میرے ذہن میں غیر اللہ کا خوف نہیں تھا' بڑا دلچسپ ہے۔ میں ان دنوں میر پور خاص میں کام کیا کرتا تھا۔ قوالیاں سننے کا بہت شوق تھا' یہ اور بات

ہے کہ اس وقت میں ان قوالیوں کا مکمل مفہوم سمجھ نہیں پاتا تھا۔ ایک مرتبہ ہم چار پانچ آدمی کراچی میں کلفٹن کے مقام پر عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر گئے' یہ غالباً ۱۹۶۵ء کے کچھ بعد کا واقعہ ہے۔ اس وقت سمندر کا پانی مزار سے کافی قریب تھا اور مزار کے اردگرد دکانیں بھی کم تھیں۔ سردیوں کا موسم تھا' ہمارے پاس ایک ایک چادر تھی۔ ڈھائی تین بجے تک ہم بیٹھے قوالیاں سنتے رہے۔ اس کے بعد سونے کا پروگرام بنا لیکن ایک چادر سے سردی رک نہیں رہی تھی' میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی چنانچہ ہم لوگ باباجی کی قبر پر چڑھائی گئی چادریں اوڑھنے لگے' ہمیں یہ حرکت کرتے دیکھ کر ایک مجاور نے اعتراض کیا' بولا یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا' باباجی نے مجھے الہام کیا ہے کہ یہ چادریں اوڑھ لو وہ کافی واویلا کرنے لگا میں نے کہا' تم کون ہوتے ہو روکنے والے ہم باباجی کے مہمان ہیں انہوں نے ہمیں یہ چادریں اوڑھنے کی اجازت دی ہے۔ یہ ہمارا اور باباجی کا معاملہ ہے ہم جانیں اور باباجی جانیں۔ مجاور ہمیں ڈرانے لگا باباجی کو غصہ آ گیا تو ایسا ہو جائے گا۔ ویسا ہو جائے گا۔ میں نے کہا' باباجی کو تو غصہ تجھ پر آئے گا تو ان کی گستاخی کر رہا ہے۔ باباجی کی بات نہیں مانتا' ان کے مہمانوں کو تنگ کر رہا ہے۔ اس کے بعد شاید وہ خوفزدہ ہو گیا' پھر نہیں بولا اور ہم مزے سے عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر چڑھائی گئی چادروں کو اوڑھ کر سو گئے۔

جو لوگ حج کر کے آتے تھے ان کی زبانی سنتے تھے کہ مکے اور مدینے میں تو وہابیوں کے طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے۔ یہ سن کر میرا رجحان وہابیوں کی طرف ہوتا تھا' تاہم مجھے کوئی رہنمائی کرنے والا نہیں ملا تھا۔

ایک وقت میں' میں ذہنی طور پر مذہبی چکروں سے اچھا خاصہ باغی بھی ہو گیا تھا۔ اگر کوئی مولوی مجھے نماز کی تلقین کرتا تو میں الٹا اس پر برس پڑتا ''کس طرح نماز پڑھوں' ہاتھ زیر ناف باندھوں یا سینے پر باندھوں رفع الیدین کروں یا

نہ کروں۔ آمین زور سے کہوں یا آہستہ کہوں' پہلے تم سارے مولوی ان امور سے متعلق کوئی متفقہ فیصلہ کر لو پھر مجھے نماز کی تلقین کرنا اس وقت میں تمہاری بات مانوں گا۔'' اس وقت بھی اپنے تئیں میں ایک نیکی کا کام ضرور کیا کرتا تھا۔ درود تاج اور گنج العرش بریلویوں کی ایک دعا ہے یہ درود دعا میں پابندی سے پڑھا کرتا' کیونکہ اس کے بارے میں یہ سنا ہوا تھا کہ جو شخص درود تاج پڑھتا ہے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے۔

اسی حالت میں میرے روز و شب گزر رہے تھے۔ جن دنوں میں کام کے سلسلے میں میر پور خاص رہ رہا تھا تو ادھر ایک روز مجھے گھر سے چٹھی (خط) آئی ساتھ ہی میرے ایک بزرگ دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجھ سے کہنے لگے' منصب علی تو گھر کی چٹھی تو پڑھتا ہے کبھی اللہ کی بھیجی ہوئی چٹھی بھی پڑھی ہے۔ میں ان کا اشارہ سمجھ گیا اور کہنے لگا حضرت میں عربی میں تو قرآن پڑھتا ہوں' لیکن مجھے نہیں معلوم اس میں کیا لکھا ہوا ہے کیونکہ میں ترجمہ نہیں جانتا۔ انہوں نے مجھے مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمے والا قرآن ''چراغ روشن'' پڑھنے کے لیے دے دیا۔ میں نے پہلی مرتبہ قرآن کا ترجمہ پڑھا اور بلا ناغہ پڑھنے لگا۔

قرآن کا ترجمہ پڑھنے سے میرے عقائد کی کافی اصلاح ہوئی۔ حالانکہ اس وقت بھی میری رہنمائی کرنے والا کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ میں نذر و نیاز اور شرک کی بقیہ اقسام سے بچنے کی کوشش کرنے لگا۔ کیونکہ اس وقت بھی جمعہ وغیرہ بریلوی مسجد میں ہی پڑھا کرتا تھا۔ میں تقریر کی کافی باتوں کو سمجھ جاتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ مثلاً ایک روز مولوی صاحب ثابت کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی غیب کا علم تھا۔ دلیل کے طور پر یہ واقعہ پیش کرنے لگے کہ ابوجہل نے ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کو یہ چیلنج دیا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو بتاؤ میری مٹھی میں کیا چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں بتاؤں یا تیری مٹھی میں چیز

ہے وہ خود بولے۔'' ابوجہل نے کہا' اس چیز سے بلوا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر مٹھی میں موجود کنکریاں یوں بول اٹھیں کہ: «الصلاة والسلام عليكم يا رسول الله».

نماز جمعہ کے بعد میں نے مولوی صاحب سے کہا' کہ قرآن مجید میں میں نے کتنی آیتیں ایسی پڑھی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ جبکہ آپ اپنی تقریر میں فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی غیب کا علم ہے۔ میں نے اس موضوع پر چند آیات کی نشاندہی بھی کی تاہم مولوی صاحب مجھے تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ بہر حال سچی بات تو یہ تھی کہ قرآن کا ترجمہ پڑھنے کے بعد میرا بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

انہی دنوں مرید کے میں حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب اور غالباً مولوی عمر الدین اچھروی صاحب کا مناظرہ ہوا۔ میں بھی سننے کے لیے گیا۔ حافظ روپڑی صاحب نے رفع الیدین کی ستر حدیثیں پیش کیں اور مولانا عبدالستار تونسوی کو چیلنج کیا کہ کوئی ایک صحیح حدیث اس کے خلاف لے آؤ۔ مولانا عبدالستار تونسوی سے کوئی مؤثر جواب نہیں بن رہا تھا۔ حافظ روپڑی صاحب ویسے ہی دوسرے مناظر پر چھا جایا کرتے تھے۔ انہوں نے عربی مولوی عمر الدین اچھروی کو کہہ دیا'' خبیث کوئی صحیح حدیث پیش کرو۔''

عوام تو یہی کہہ رہی تھی ''مولوی کڈی سوہنی عربی بولدا اے'' لیکن تونسوی صاحب صدر سے شکایت کرنے لگے کہ یہ مجھے خبیث کہہ رہا ہے۔

اس مناظرے میں شرکت کے بعد میں اہل حدیثوں کی جانب کچھ زیادہ مائل ہوا اور میں نے اہل حدیث مسجد میں نماز پڑھنا شروع کر دی' البتہ رفع الیدین اس وقت بھی نہیں کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے اہل حدیث مسجد کے خطیب وامام مولانا عبدالعزیز صاحب سے دریافت کیا کہ پیران پیر شیخ

عبدالقادر جیلانی کیا نماز میں رفع الیدین کرتے تھے۔ انہوں نے کہا' ہاں رفع الیدین کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک تو رفع الیدین کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ میں نے پوچھا' کیا واقعی نماز نہیں ہوتی؟ مولانا عبدالعزیز صاحب نے حکمت سے کام لیا' فرمانے لگے' نماز ہو تو جائے گی لیکن نیکیاں کم ملیں گی ایک دفعہ کا رفع الیدین چھوڑنے سے دس نیکیاں کم ہو جاتی ہیں۔ اس وقت میں نے سوچا کہ گھر سے چل کر مسجد آئیں وضو کریں نماز پڑھیں اور پھر نیکیاں بھی کم رہ جائیں یہ تو اچھی بات نہیں' چنانچہ اس دن سے میں نے رفع الیدین شروع کر دیا۔ مولانا عبدالعزیز صاحب نے جمعہ میں اعلان کر دیا کہ منصب علی اہل حدیث ہو گیا ہے۔

اس وقت سے میں نے رفع الیدین تو شروع کر دی تاہم اس وقت میں مکمل شعوری اہل حدیث نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۷۲ء میں ہم لیاقت آباد کراچی منتقل ہو گئے۔ کراچی میں مجھے اہل حدیث ماحول نہیں ملا' رفع الیدین میں یہاں بھی کرتا تھا' لیکن قریب میں کوئی اہل حدیث مسجد نہ ہونے کی وجہ سے نماز کسی اہل حدیث مسجد میں پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

۱۹۷۸ء کے بعد میں صحیح معنوں میں شعوری طور پر اہل حدیث ہونا شروع ہوا' کیونکہ اس کے بعد میری تحقیقی حس بڑی بیدار ہوئی اور تحقیقی حس بیدار ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں مجھے بڑے بحث مباحثے کے مواقع مل گئے۔ جب ہم لیاقت آباد سے نیو کراچی منتقل ہوئے تو ہمارے علاقے میں اس وقت تک کوئی مسجد نہ تھی کیونکہ یہ آبادی بالکل نئے سرے سے آباد ہو رہی تھی۔ میں نے اور لوگوں کے ساتھ مل کر وہاں مسجد کی بنیاد رکھی ابتداء میں ایک دیوبندی خطیب وامام رکھا گیا۔ تاہم بعد ازاں وہ مسجد بریلویوں کے قبضے میں چلی گئی۔

اس مسجد میں میں اکیلا ہی آمین اور رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔

وہاں سب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ایک روز مسجد کی انتظامیہ مولوی صاحب اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ایک صاحب کہنے لگے کہ ہم میں منصب علی اکیلا رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔اگر یہ غلط ہے تو اس کی اصلاح ہونی چاہیے اور اگر یہ صحیح کرتا ہے پھر ہمیں بھی اس کے طریقے سے نماز پڑھنی چاہیے۔میں نے کہا' ہاں بالکل ٹھیک ہے' ہم اللہ کو راضی کرنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں' اگر نماز میں ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کریں گے تو ایسی نماز کا کیا فائدہ۔ان دنوں اس مسجد میں مولوی فرید صاحب ہوا کرتے تھے۔ان سے جب رفع الیدین سے متعلق پوچھا تو وہ ہاتھ سے لکھی ہوئی ابوداود کی کتاب نکال لائے اور اس میں سے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت دکھانے لگے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز میں شریر گھوڑے کی دم کی طرح ہاتھوں کو ہلانے سے منع فرمایا ہے۔ میں نے مولوی فرید صاحب سے کہا کہ میں تحقیق کروں گا۔تم اس کتاب کا نام لکھ کر مجھے دے دو' میں کل یہ کتاب خرید کر لاؤں گا اور تم اصل کتاب میں سے مجھے یہ حدیث دکھانا۔مولوی فرید صاحب نے مجھے کتاب کا نام لکھ کر دے دیا۔اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر رفع الیدین درست ثابت ہوا تو میں بھی اہل حدیث ہو جاؤں گا۔

دوسرے دن میں ابوداؤد خرید لایا اور مولوی صاحب سے کہا' دکھاؤ کہا ہے وہ حدیث؟ مولوی صاحب ابوداؤد میں سے حدیث دکھانے کی بجائے نسائی شریف اٹھا لائے اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث دکھانے لگے جو نسائی شریف کے حاشیے میں لکھی ہوئی تھی۔میں نے کہا' جناب آپ نے جو نام لکھ کر دیا تھا' میں وہ کتاب لے آیا ہوں۔آپ اس میں سے مجھے یہ حدیث دکھائیں۔مولوی صاحب اس میں سے حدیث نہ دکھا پائے اور غصے میں آ کر کہنے لگے میں تونسوی صاحب کو بلا لوں گا۔میں نے بھی طیش میں آ کر کہا' میں حافظ عبدالقادر روپڑی

صاحب کو بلالوں گا۔ گھر پہنچ کر بھی اگر مناظرے کا انتظام کرنا پڑا تو کروں گا' میں بستی میں اکیلا ہوں تو کیا ہے' میں وہابی ہوں' پیچھے ہٹنے والا نہیں ہوں۔ میں شکست نہیں کھاؤں گا۔ دونوں غصے میں آ گئے تھے' لیکن لوگوں نے ٹھنڈا کرا دیا۔

اس کے بعد بھی مولوی فرید صاحب سے بحث ومباحثے ہوتے رہے۔ اصل میں ہوتا یہ تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد کی انتظامیہ کے افراد اور کچھ اور لوگ مولوی صاحب کے حجرے میں بیٹھ جایا کرتے تھے' وہاں چائے وغیرہ پی جاتی تھی اور میرے ساتھ بحث وغیرہ ہوا کرتی تھی۔ ایک روز ایک صاحب تھے حسن محمد جو بعد میں اہل حدیث ہو گئے وہ مولوی صاحب سے کہنے لگے دو ہزار کی کتابیں لانی پڑیں یا چار ہزار کی پیسے میں دوں گا تم منصب علی سے مقابلہ کرو' یہ اکیلا ہم سب کی مخالفت کرتا رہتا ہے۔ تم کتابیں لا کر اسے دلائل دو پھر نہیں مانے گا تو میں اس کا گریبان پکڑوں گا۔

اسی محفل میں ایک صاحب نے مجھ پر طنز کیا' کہنے لگے' تم تو وہ لوگ ہو کہ ''مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔'' میں نے کہا' اپنی بات پر قائم رہنا جس کے مرنے پر فاتحہ اور درود نہ پڑھی جائے کیا وہ مردود ہوتا ہے؟ میں اپنی نماز کی کتاب لاتا ہوں تم اپنی نماز کی کتاب لاؤ' میں نے صلوٰۃ الرسول ﷺ میں اپنی نماز جنازہ کا طریقہ پڑھایا میں نے کہا' دیکھو ہماری نماز جنازہ میں فاتحہ بھی ہے اور درود بھی ہے۔ تم اپنی نماز جنازہ میں ذرا فاتحہ دکھاؤ۔

ایک روز میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تحقیق کے لیے کراچی کی مرکزی اہل حدیث مسجد کورٹ روڈ گیا' وہاں میں نے کاغذ پر لکھی ہوئی یہ حدیث دکھا کر اس کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے یہ حدیث مسلم میں ہے اور صحیح حدیث ہے' میں نے کہا کہ اگر یہ صحیح حدیث ہے تو ہم سے رفع الیدین کیوں کراتے ہو؟ پھر مولوی صاحب نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی کہ اصل بات

یہ ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ لیکن باب السلام میں ہے' سلام سے متعلق ہے۔ ابتداء میں سلام پھیرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو بھی دونوں سمتوں میں ہلایا جاتا تھا' اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو ہلانے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی تحقیق کر کے پھر مولوی فرید صاحب کے پاس آیا' باقی ساری انتظامیہ کے افراد بھی موجود تھے' جب میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ یہ حدیث تو سلام سے متعلق ہے اور باب السلام میں ہے تو مولوی صاحب کہنے لگے چھوڑ یار تمہارے نزدیک وہ عمل صحیح ہے اور ہمارے نزدیک یہ عمل صحیح ہے۔ میں نے کہا' ہمارے تمہارے کی بات نہ کرو یہ دیکھو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کیا صحیح ہے۔

اس دن گویا مولوی صاحب نے اپنی شکست تسلیم کر لی تھی۔ مسجد کی انتظامیہ کے افراد جو بحث ومباحثے میں ساتھ ہی ہوا کرتے تھے ان پر مولوی صاحب کے طرز عمل کے اچھے اثرات مرتب ہوئے اور ان کا جھکاؤ اہل حدیث کی طرف ہو گیا۔ وہاں میں نے سوچا کہ پوری بستی کو بتانا چاہئے کہ رفع الیدین حق ہے۔ چنانچہ میں علاقے کی کمیٹی کے صدر کے نام درخواست لکھی جس میں لکھا کہ:

> ''میں آپ کے علاقے میں رہتا ہوں اور اس پوری بستی میں تنہا مسلک اہل حدیث کا ماننے والا ہوں میں مسجد کے امام صاحب کو حدیث دکھاتا ہوں وہ مانتے نہیں ہیں' میری گزارش ہے کہ آپ بستی کے بیس تیس معزز ترین افراد کی موجودگی میں ہمارا فیصلہ کریں اسی وقت آپ کی صدارت مؤثر ہو گی۔''

صدر نے میری درخواست پر کاروائی کی اور مولوی صاحب سے ملاقات

کر کے وقت طے کر لیا اور مجھے کہا' اس مہینے کی تئیس تاریخ کو تمہارا فیصلہ ہوگا اور مولوی صاحب کو اور تمہیں آمنے سامنے بٹھایا جائے گا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ بستی کے معزز لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ زیر بحث آئے گا تو ان پر بھی مسلک اہل حدیث کی حقانیت واضح ہوگی۔ لیکن ہوا یہ کہ موصوف مولوی فرید صاحب تئیس تاریخ سے پہلے ہی مسجد سے بوریا بستر سمیٹ غائب ہو گئے۔ ان کا فرار ہونا بہت سوں کے لیے باعث رحمت ثابت ہوا۔ مسجد کی انتظامیہ کے وہ افراد جو اکثر بحث ومباحثے میں ساتھ رہتے تھے' ان کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا قدرتی بات تھی کہ ہماری مسجد کا امام وخطیب مسلک اہل حدیث کو ماننے والے ایک کم علم اور عام شخص سے شکست کھا گیا۔ چنانچہ اس بریلوی مسجد کی تمام انتظامیہ بتدریج اہل حدیث ہوگئی۔

اس کے بعد ہم نے اسی علاقے میں اپنی اہل حدیث مسجد کی بنیاد رکھی جس کا نام مسجد بیت المکرّم رکھا گیا' اللہ کی قدرت دیکھیں جو لوگ کسی وقت میں بریلویوں کی مسجد کی انتظامیہ میں شامل تھے' آج وہی لوگ اللہ کے فضل سے مسجد بیت المکرّم اہل حدیث کے صدر اور جنرل سیکریٹری ہیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

مجھے رفع الیدین سے متعلق اہل حدیثوں کے دلائل
اگرچہ آتے تھے' کیونکہ مجھے اہل حدیث ماحول میں
رہتے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا تھا' لیکن میں نے یہ پوچھنے کے
بجائے کہ حدیث سے ثابت کرو کہ رفع الیدین منسوخ ہو گیا ہے
میں نے ایک منطقی حربہ استعمال کیا اور کہا کہ چلو میں آپ کے استدلال کو
صحیح مانتا ہوں تاہم آپ مجھے اس بات کا عملی مشاہدہ کرائیں کہ بغلوں میں
بت رکھ کر قیام کیا جا سکتا ہے رکوع کیا جا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ دو اینٹیں
لو اور اپنی بغلوں میں رکھ لو اور اس حالت میں صرف رکوع تک نماز پڑھ کر
دکھا دو اگر قیام کے دوران یا رکوع کرتے اینٹیں گر جائیں تو اہل حدیث
سچے وگرنہ میں تمہارے مسلک کو سچا مان لوں گا۔ میری اس بات سے وہ
لاجواب ہو گئے۔ مسلک اہل حدیث کی اس فتح کے بعد میرے
پاس اب کوئی جواز نہیں تھا' مسلک اہل حدیث کو مکمل طور پر قبول نہ
کرنے کا اور بالآخر میں نے مسلک اہل حدیث سچے
دل کے ساتھ مکمل طور پر قبول کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

محمد رمضان صاحب

محترم محمد رمضان

بریلویوں کی چھیڑ چھاڑ میرے اہل حدیث بننے کا سبب بن گئی

ایسی بے شمار مثالیں آپ کے علم میں ہوں گی جن میں کوئی فرد احناف سے مسلک اہل حدیث میں شامل ہوا ہو لیکن شاید کوئی ایسی مثال آپ کے علم میں نہ ہو کہ کسی فرد کا خاندان اہل حدیث ہو' گھر کے تمام افراد اہل حدیث ہوں' لیکن اسی گھرانے میں سے کوئی بریلوی یا دیوبندی ذہن کا حامل بن جائے اور مسلک اہل حدیث کے خلاف ذہن رکھے۔ اہل حدیث افراد کو بری نظر سے دیکھے۔ ایسی غلط مثال میری ہی قائم کردہ ہے' تاہم قابل اطمینان بات یہ ہے کہ دلائل کی بنیاد پر ایسا نہیں ہوا تھا' بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ بچپن سے مجھے ماحول کچھ اس طرز کا مل گیا تھا کہ اہل حدیثوں کے خلاف میرے ذہن میں ایسا مواد بھر دیا گیا تھا کہ میں انہیں ایسی نظر سے دیکھتا تھا گویا ان سے میری پرانی دشمنی ہو۔ مختلف حربوں سے انہیں تنگ کرنے کی کوشش کرتا اور جب لوگ گھر والوں تک میری شکایت پہنچاتے تو صاف مکر جاتا اور کہہ دیتا کہ یہ بات تو فلاں لڑکے نے کہی تھی' لیکن اس کے باوجود قصوروار اہل حدیثوں کو ہی ٹھہراتا۔ اہل حدیث تو میں اب لکھ رہا ہوں ورنہ دورِ حنفیت میں تو وہابی نجدی اور گستاخ رسول کے ناموں سے پکارا کرتا تھا' بلکہ یہ ان کی چھیڑ بنالی تھی۔

میرا گاؤں موضع لمبانوالی ضلع گوجرانوالہ سے سات آٹھ میل دور ہے'

گاؤں میں ایک چھوٹی سی اہل حدیث مسجد تھی' مولانا اللہ دتہ مرحوم جو کہ برادری میں ہمارے دادا بھی تھے وہ اس کے بانی' مہتمم' خطیب' امام سبھی کچھ تھے اور ہر ایک کو اپنے سے مرعوب رکھتے تھے۔ زمیندار تھے' کسی کو اپنے سے بڑا چوہدری نہیں سمجھتے تھے اور دیگر معاملات میں بھی انہیں کسی کی بڑائی برداشت نہیں تھی' یہی وجہ تھی کہ مسجد کے لیے کسی قاری کا انتظام نہیں کیا تھا' نمازیں خود ہی پڑھاتے تھے' لیکن بچوں کو قرآن مجید پڑھانے سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ چنانچہ اہل حدیث گھرانوں کے بچے بھی قاری عبدالحمید صاحب کے پاس پڑھتے تھے جو بظاہر مسلکاً دیوبند تھے۔ میرے والدین نے بھی مجبوراً مجھے ان کے پاس پڑھنے بٹھا دیا یوں وہ میرے استاد ٹھہرے۔

قاری صاحب ایسے دیوبندی تھے کہ ان کی دیوبندیت پر بریلویت بھی شرما جائے۔ عملاً بدعات میں بریلویوں سے بھی چار قدم آگے تھے۔ بے انتہا غصے والے تھے۔ بعض اوقات اتنے جرأتمند بن جاتے تھے کہ پورے گاؤں کے مقابلے میں تنہا ڈٹ جاتے' ایک مرتبہ بریلویوں نے میلاد کے جلوس میں ان کو دیکھ کر نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ موصوف کا پارہ چڑھ آیا' غصے میں آ گئے' جلوس نکالنے کو ہندوؤں اور کافروں والا کام قرار دے دیا اور فرمانے لگے کہ میں ہندوؤں اور کافروں والے کام میں شریک نہیں ہو سکتا۔ گاؤں والوں پر ان کا اس قدر رعب تھا کہ کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

کھانے پینے والی بات ہوتی تو ہمارے قاری صاحب بریلویوں سے بھی آگے نظر آتے۔ ختم خواہ گاؤں کے دوسرے کنارے پر ہی کیوں نہ ہو' پہنچ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بریلوی مولوی پہلے سے ہی وہاں رکھی ہوئی کھانے پینے کی اشیاء پر ختم پڑھ رہا ہوتا تو درمیان میں ہی اس کی تلاوت کو کاٹ کر اپنی تلاوت شروع کر دیا کرتے تھے اور بیچارہ بریلوی مولوی موصوف کی

بھاری بھرکم شخصیت سے خوفزدہ ہو کر ایک طرف ہو جاتا' اسے قاری صاحب کے سامنے یہ کہنے کی جرأت بھی نہ ہوتی کہ تمہارے مسلک میں تو ختم پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔

میں اکثر اپنے استاد قاری صاحب کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی اسی لیے مجھے ان کے گھر میں بھی بیٹے جیسا مقام حاصل ہو گیا تھا۔ قاری صاحب کی بیگم بھی میرے ساتھ بڑی شفقت کیا کرتی تھیں۔ استاد صاحب سے اتنی قربت گھر والوں کو پسند نہیں تھی۔ بالخصوص وہ مجھے اس بات کا پابند کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ میں کم از کم ایسی محفلوں میں جہاں کسی قسم کی بدعات ہوں قاری صاحب کے ساتھ نہ جاؤں' لیکن میں تو قاری صاحب کے ساتھ رہتا ہی اس وجہ سے تھا کہ ان کے ساتھ کھانے پینے کو بہت اچھا ملتا تھا۔ اس لیے گھر والے خواہ کتنا ہی برا محسوس کرتے لیکن میں پھر بھی قاری صاحب کے ساتھ ختم والے گھر ضرور جایا کرتا اور کھانے پینے کی نسبت سے مجھے ختم دینا بہت اچھا عمل لگا کرتا تھا۔

میں قاری صاحب کا سب سے زیادہ بااعتماد شاگرد تھا' اسی لیے وہ بلا جھجک ہر جگہ لے جایا کرتے تھے اور سیزن کے دنوں میں یعنی عید قربان اور گیارہویں جیسے مواقعوں پر کہیں بنفس نفیس ختم دینے جاتے اور کہیں اپنے شاگرد رشید یعنی مجھے ختم پڑھنے بھیج دیا کرتے اور میں بھی ختم پڑھوانے والوں کو حضرت کی کمی ہرگز محسوس نہ ہونے دیتا۔

قاری صاحب کے قریب رہ کر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ دوہری شخصیت کے مالک ہیں' ان کے قول وفعل میں زبردست تضاد ہے۔ عمل سے ان کی شخصیت کے بارے میں کچھ اور تاثر قائم ہوتا ہے اور ان کی گفتگو سن کر کچھ اور۔ کسی محفل میں وہ کوئی بات کرتے اور کسی دوسری محفل میں خود اپنی کہی بات کی تردید کر

دیتے۔ ایک مرتبہ مسجد میں بڑا جھگڑا ہو گیا' ہوا کچھ یوں کہ قاری صاحب نے مسجد میں بیٹھ کر گاؤں والوں سے یہ کہہ دیا کہ جس آدمی نے مرگ والے گھر جا کر غریبوں' مسکینوں کا حق' یعنی ختم کا کھانا کھایا اس نے گویا ''ٹٹی'' کھائی۔ اس بات پر اتنا جھگڑا بڑھا کہ قاری صاحب موصوف کو مسجد بدر کر دیا گیا' کیونکہ وہ مسجد بریلویوں کی تھی۔ قاری صاحب کی بات کا میں نے اس قدر سنجیدگی سے نوٹس لیا کہ میرے دل میں ختم کے خلاف نفرت بیٹھ گئی اس دن کے بعد سے آج تک نہ صرف موت والے گھر ختم نہیں کھایا' بلکہ کسی بھی قسم کا ختم نہیں کھا۔ ہر چند کے قاری صاحب نے ختم کے خلاف غیر مدلل اور بھونڈے انداز میں بات کی تھی لیکن الفاظ کو ایک طرف رکھ میں نے یہ تاثر قبول کیا کہ واقعی ختم شریف شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے' وہابی اسے بدعت کہتے ہیں' شاید ان کا کہنا صحیح ہے۔

ان کی لڑائی جھگڑے اور سب کچھ کہنے کے باوجود بھی حیرت انگیز طور پر استاد جی ختم دینے سے باز نہ آئے' شاعر کے بقول......

''چھٹتی نہیں یہ کافر منہ کو لگی ہوئی''

میں جب قاری صاحب کے حضور اپنی یہ گزارشات رکھتا کہ آپ نے وہاں ختم شریف کے خلاف بات کہی تھی اور اب آپ خود ختم دے رہے ہیں تو جواب میں مجھے یہ کہہ کر جان چھڑاتے کہ تو کوئی وہابی ہے۔ اسی دوران میرا قرآن پاک مکمل ہو گیا اور قاری صاحب سے تعلق منقطع ہو گیا۔ قاری صاحب کے کردار نے مجھے دین سے کافی بدظن کر دیا تھا۔ میرا زیادہ تر وقت آوارہ گردی میں گزرتا تھا۔ گھر والوں کی ڈانٹ ڈپٹ کی وجہ سے دن میں کوئی ایک آدھ نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔

اسی اثناء میں میرے ساتھ ایک اور ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے مسلک اہل حدیث کی حقانیت کا ایک اور ثبوت فراہم ہوا۔ گاؤں میں ایک دربار

تھا۔ بخاری شاہ کا دربار سے متعلق عام تاثر یہ تھا کہ یہ کرنی والا بابا ہے۔ ان کے بارے میں مشہور کیا ہوا تھا کہ کوئی شخص ان کے دربار سے کوئی چیز اٹھا کر نہیں لے جا سکتا' اگر کوئی دربار سے کوئی چیز اٹھا لے تو پھر باہر نہیں جا سکتا۔ جیسا کہ میں نے پہلے تحریر کیا کہ دوستوں کے ساتھ مل کر آوارہ گردی ہی میرا مشغلہ بن گیا تھا' سارا سارا دن دوستوں میں گزرتا تھا۔ جب کوئی ہم عمر موجود ہوں تو پھر شرارتیں بھی سوجھتی ہیں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے مل کر پروگرام بنایا کہ دربار سے کوئی چیز اٹھا لاتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ بابا جی کس طرح ہمیں روکتے ہیں۔ ہم دربار سے موم بتیاں' اگر بتیاں اور پیسے وغیرہ اٹھا کر لے آئے لیکن دربار والے بابا نہ جانے کیوں ہم پر خاص مہربان تھے کہ ہمارے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی' ہم نے سوچا شاید پہلی مرتبہ بابا جی نے معاف کر دیا ہو ہم نے اپنی کاروائی کو دہرایا' پھر بھی کوئی ردعمل نہ ہوا' ہم نے تین چار مرتبہ دربار سے مختلف چیزیں اٹھائیں لیکن بابا جی نے کوئی مدافعت نہ کی اس طرح مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ بریلویوں کا بزرگوں سے متعلق عقیدہ غلط ہے۔ بابا بخاری شاہ تو فوت ہو گئے ہیں وہ بیچارے کچھ نہیں کر سکتے۔

دربار کے اصل متولی گاؤں کے ماچھی تھے۔ دربار کا انتظام وانصرام اور دیکھ بھال عنایت ماچھی کیا کرتا تھا وہ انہی دنوں فوت ہو گیا تھا۔ اسے بھی وہیں دربار کی ''مقدس'' زمین میں دفن کیا گیا تھ' اب اس کی بیوہ دربار کی ذمہ داریاں پوری کرتی تھی۔ اسی دوران دربار پر ایک ملنگ بابا آ گیا جو اپنے آپ کو کوئی بہت عظیم ہستی بتاتا تھا اور اپنے من گھڑت واقعات سنا کر گاؤں کے سادہ لوح عوام کو متاثر اور مرعوب کرتا تھا۔ اس نے مختصر عرصے میں گاؤں والوں کے دلوں میں عقیدت کے جذبات پیدا کر لیے تھے' لیکن وہ بھی ایک دھوکے باز نکلا۔ کچھ ہی عرصے بعد وہ بابا بخاری شاہ کے دربار کی گھوڑی اور عنایت ماچھی کی بیوہ جو

دربار کی اصل متولی تھی اور اس کا گلہ لے کر بھاگ گیا' آج تک اس کا پتہ نہیں چلا۔ آج بھی وہ بیوہ ملنگ کے لیے گالیاں نکالتی ہے۔ اس واقعہ نے بھی میرے اندر یقین پیدا کیا کہ واقعی دربار والے کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہوتے' اگر مالک ہوتے تو کم ازکم اس عورت پر ظلم نہ ہونے دیتے جو رات دن دربار کی خدمت کر رہی تھی۔ اس واقعہ کے بعد میرا مسلک اہل حدیث کی طرف مزید جھکاؤ پیدا ہوا' کیوں کہ ایک اور مسئلے پر مسلک اہل حدیث کا موقف درست ثابت ہو گیا تھا اور کیونکہ واقعاتی شھادت اسے درست ثابت کر رہی تھی۔ اس لیے اس حقیقت کو جھٹلانا کم از کم میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اگرچہ گاؤں کے تمام لوگوں کی نظروں سے ہی یہ واقعہ گزرا تھا اور انہیں سمجھا رہا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کے پاس یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی کا نفع یا نقصان کر سکیں لیکن جب آنکھوں پر اندھی عقیدت کی چربی چڑھی ہو تو پھر ہدایت کہاں نصیب ہوتی ہے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے اہل حدیث مسجد جانا شروع کر دیا' نماز پڑھتا تو اہل حدیث مسجد میں ہی پڑھتا' اگرچہ اس وقت تک بھی رفع الیدین نہیں کرتا تھا اور نہ ہی سینے پر ہاتھ باندھتا تھا' ماحول کا کچھ اثر ہوا اور رفتہ رفتہ میں پانچ وقت کا نمازی بن گیا اور ایسا کا نمازی بنا کہ سخت سردیوں میں بھی باجماعت نماز پڑھتا' مولانا اللہ دتہ صاحب جن کا میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں وہ مجھ سے کہتے کہ اتنی سردی میں تو پکے نمازی بھی باجماعت نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں اور تو نیا نمازی پابندی وقت کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہے۔

اللہ کا شکر ہے میں پڑھا لکھا اور اتنا شعور رکھتا تھا کہ صحیح اور غلط کی پہچان کر سکتا۔ کتابوں کے مطالعہ کا شوق بھی پیدا ہوا۔ گاؤں کے لوگ زیادہ تر اینڈھ ہوتے وہ مولوی صاحب کی بات پر جوں کا توں ایمان لے آتے ہیں اور دلیل ہو یا نہ ہو وہ دوسروں سے آ کر بحث کرتے ہیں۔ میں اس وقت تک بذات خود

بھی آمین بالجہر اور رفع الیدین کا قائل نہیں تھا' لیکن کیونکہ اہل حدیث مسجد میں نماز پڑھتا تھا اس لیے بعض لوگ مجھے بھی چھیڑتے تھے اور اللہ کے فضل سے یہی چھیڑ چھاڑ مجھے پورا اہل حدیث کرنے کا سبب بن گئی۔ ہوا کچھ یوں کہ میرے بعض بریلوی دوستوں نے اپنے مولوی کی سنی ہوئی بات سنائی کہ رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی دنوں میں رفع الیدین سے نماز پڑھتے تھے' کیونکہ بعض منافقین اپنی بغلوں میں بت رکھ کر نماز پڑھنے آتے تھے اور جب رفع الیدین کرتے تو ان کی بلغوں سے بت نیچے گر جاتے تھے اور ان کی منافقت واضح ہو جاتی تھی لیکن جب بت رکھ کر لانے کا امکان ختم ہو گیا تو پھر رفع الیدین بھی منسوخ ہو گیا۔

مجھے رفع الیدین سے متعلق اہل حدیثوں کے دلائل اگرچہ آتے تھے' کیونکہ مجھے اہل حدیث ماحول میں رہتے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا تھا' لیکن میں نے یہ پوچھنے کے بجائے کہ حدیث سے ثابت کرو کہ رفع الیدین منسوخ ہو گیا ہے میں نے ایک منطقی حربہ استعمال کیا اور کہا کہ چلو میں آپ کے استدلال کو صحیح مانتا ہوں تا ہم آپ مجھے اس بات کا عملی مشاہدہ کرائیں کہ بغلوں میں بت رکھ کر قیام کیا جا سکتا ہے رکوع کیا جا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ دو اینٹیں لو اور اپنی بغلوں میں رکھ لو اور اس حالت میں صرف رکوع تک نماز پڑھ کر دکھا دو اگر قیام کے دوران یا رکوع کرتے اینٹیں گر جائیں تو اہل حدیث سچے وگرنہ میں تمہارے مسلک کو سچا مان لوں گا۔ میری اس بات سے وہ لاجواب ہو گئے۔ مسلک اہل حدیث کی اس فتح کے بعد میرے پاس اب کوئی جواز نہیں تھا' مسلک اہل حدیث کو مکمل طور پر قبول نہ کرنے کا اور بالآخر میں نے مسلک اہل حدیث سچے دل کے ساتھ مکمل طور پر قبول کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ اہل حدیث ہونے کے بعد مسلک کے فروغ کے لیے جتنی ممکن ہے کوششیں کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کامیابیاں بھی دے رہا ہے۔

احباب جماعت سے استقامت کے لیے دعا کی اپیل ہے۔

”امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے تو مجتہد نہیں تھے، آخر کافی علم حاصل کرنے کے بعد مجتہد بنے، جب تک مجتہد نہیں تھے اس وقت تک کس کے مقلد تھے؟“

مولانا سیف اللہ صاحب

مولانا سیف اللہ

نام ونسب:

میرا نام سیف اللہ ہے' والد کا نام محمد اکبر' قوم چیمہ' پیشہ زراعت۔

ہمارا اصل گاؤں کالو چیمہ جو کہ احمد نگر تحصیل وزیر آباد' ضلع گوجرانوالہ کے بالکل قریب ہے' تقریباً آدھا کلومیٹر جو کہ اب احمد نگر ہی شمار ہوتا ہے دادا جان کی شادی ہوئی' کوٹ کیشو نزد نوکھر' ضلع گوجرانوالہ' نوکھر سے تقریباً سات کلومیٹر ہے۔ ہماری دادی کا بھائی نہیں تھا' جس وجہ سے بالآخر دادا جان اپنی مکمل رہائش کوٹ کیشو لے آئے' ہمارے والد صاحب تین بھائی اور تین بہنیں ہیں' یہاں کافی عرصہ رہنے کے بعد اب چچا اور تایا دونوں اپنی رہائش پٹھانکے چیمہ جو کہ کالو چیمہ اور احمد نگر چٹھہ کے بالکل قریب ہے۔ وہاں لے گئے ہیں۔ ہم دو بھائی ہیں' تین بہنیں' میرا دوسرا بھائی چچا کے پاس رہتا ہے۔ کیونکہ ان کی اولاد نہیں ہے۔ ہماری زمین ابھی تک اکٹھی ہے جو کہ تقریباً ۲۰ ایکڑ اراضی' کوٹ کیشو اور ۲۱ ایکڑ اراضی احمد نگر ہے۔

تعلیم کا آغاز:

میری پیدائش کوٹ کیشو ہے' یہاں سے تعلیم کا آغاز کیا۔ ناظرہ قرآن مجید مولوی عبداللہ صاحب فاروقی جو کہ آج کل قلعہ دیدار سنگھ لاری اڈا پر مسجد میں خطیب ہیں' ان سے پڑھا۔ سکول پانچویں کلاس تک پڑھا کہ مدرسے کا شوق

تھے مجھے بھی اور میرے والد صاحب کو بھی۔

مجھے والد صاحب قلعہ دیدار سنگھ مدرسہ محمدیہ قاضی عصمت اللہ صاحب کے مدرسے لے گئے وہاں داخل کروایا وہاں مختلف قراء سے پڑھتا رہا' پہلے قاری شبیر صاحب جو کہ کوٹ پنڈی داس کے رہنے والے تھے اس کے بعد حافظ سعید صاحب جو کہ حافظ عبداللہ صاحب فاروقی کے بھائی تھے اسی دوران قاضی صاحب نے ایک مستقل قاری صاحب کا بندوبست کیا جو کہ صرف قراءت کے قوانین پڑھائیں اور مشق کروائیں' ان کا نام تھا' قاری محمد یار صاحب جو کہ ملتان کے رہنے والے تھے' مکمل حفظ دوسرے دونوں سے کیا قراءت قاری محمد یار صاحب سے پڑھی۔

حفظ میں الحمد للہ امتحان میں کئی مرتبہ اول' دوم یا سوم پوزیشن حاصل کرتا رہا' ایک سال قاضی صاحب نے ایک آدمی قرآن سنانے بھیجنا تھا' انہوں نے ہمارے حفظ والے استاد کو کہا' جس کی منزل سب سے زیادہ اچھی ہو وہ بچہ چاہیے' ہم اس وقت چار حافظ ہوئے تھے' انہوں نے ایک نام پیش کیا' حافظ عبدالغفار کا جو کہ ٹریفک حادثہ میں انتقال کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بخشش کرے اور جنت میں جگہ دے۔ قاضی صاحب فرمانے لگے میں خود امتحان لوں گا۔ انہوں نے جب خود امتحان لیا تو بندۂ ناچیز اول نمبر پر آیا' انہوں نے قاری صاحب کو بلایا اور کہنے لگے جو آپ نے نام پیش کیا اس کی بجائے سیف اللہ کی منزل اچھی ہے' قاری صاحب فرمانے لگے' یہ شرما گیا ہوگا اور واقعہ ہی عبدالغفار کی منزل مجھ سے بہتر تھی بہر حال قاضی صاحب فرماتے ہیں' میں ایک اور موقعہ ان کو دیتا ہوں' فرمانے لگے جاؤ سپارہ نمبر ۱۷ کا آخری پاؤ یاد کر کے لاؤ' ہم سب گئے' یاد کر کے آئے تو الحمد للہ سب سے پہلے اور سب سے بہتر سنایا' اب بھی اول نمبر پر آیا جس کی وجہ سے مجھے سامع مقرر کیا گیا۔ بس وہ پہلا سال تھا جو سامع مقرر کیا گیا۔

اس کے بعد آج تک تقریباً ۲۲ سال ہو گئے مسلسل خود سنا رہا ہوں' اب تو یہاں بیٹھے بیٹھے سارا بغیر یاد کیے پڑھ سکتا ہوں۔

درس نظامی:

اس کا آغاز بھی حفظ کی طرح اسی مدرسہ میں کیا' اس میں مشہور اساتذہ میں سے مولانا اللہ بخش صاحب جو کہ اب بھی وہاں ہی مدرس ہیں' بہت اچھے اور مزاحیہ انداز رکھتے ہیں اس کے علاوہ مولانا رحمت اللہ صاحب جو کہ آج کل حافظ آباد شہر میں اپنا مدرسہ چلا رہے ہیں' یہ بھی اچھے استاد اور نرم مزاج تھے۔

اس کے علاوہ سجاد شاہ صاحب بخاری جن کو جماعت میں بڑی اہمیت حاصل تھی اور یہ کافی عرصہ یہاں شیخ الحدیث رہے ہیں۔

یہ جب ابوداود پڑھا رہے تھے تو انہوں نے صحاح ستہ کے مسلک پر بحث کرتے ہوئے ٹھنڈا سانس لیا اور فرمانے لگے (مولفین) صحاح ستہ میں سے کوئی بھی حنفی نہیں گزرا۔ ان کی طبیعت بہت نرم اور بہت اچھی تھی یہ غصے میں بہت کم آتے تھے۔

سب سے بڑے استاد میرے قاضی عصمت اللہ صاحب جو کہ وہاں شیخ الحدیث بھی اور مہتمم بھی اور جمعیت اشاعت التوحید وسنت صوبہ پنجاب کے امیر بھی ہیں' یہ کسی تعارف کے محتاج نہیں' ان کی علمی قابلیت کا میں اعتراف کرتا ہوں' یہ بھی ان میں بہت بڑی خوبی ہے کہ یہ بحث کے دوران یا تقریر کے دوران دلائل پر زیادہ انحصار کرتے ہیں۔ بجائے ذاتیات یا الزام تراشی کے۔ میں نے مسلک تو تبدیل کر لیا کیونکہ یہی حق نظر آیا کہ مسلک اہل حدیث سچا مذہب ہے۔ مگر قاضی صاحب نے جس شفقت کے ساتھ مجھے رکھا اور جتنا لحاظ کرتے رہے یہ ان کی یادیں مجھے تا زندگی یاد رہیں گی۔ اور اب بھی کبھی کبھی ملاقات ہوتی رہتی ہے' مجھے اب بھی وہ شفقت کے ساتھ ملتے ہیں۔

درسِ نظامی میں بھی الحمدللہ حفظ کی طرح محنت کرتا رہا اور بے شمار مرتبہ پہلی تین پوزیشنوں میں سے کوئی نہ کوئی پوزیشن حاصل کرتا رہا۔

وفاق المدارس میں تقریباً ہم ۲۳ ساتھی تھے' نتیجتاً مجھ سے صرف تین ساتھیوں کے نمبر زیادہ تھے' باقی سب کے کم تھے جن کے زیادہ ایک کے تقریباً ۵۰ نمبر زیادہ اور وہ واقعہ ہی اس لائق تھا وہ مجھ سے کہیں زیادہ لائق اور ذہین تھا۔ باقی دونوں میں سے ایک کے چار اور ایک کے صرف دو نمبر زیادہ تھے لیکن جیسے میں نے پرچہ دیا وہ یہ ذہن رکھ کر ہی دیا کہ اگر میں نے ایک لفظ بھی کسی سے پوچھ کر لکھا یا دیکھ کر لکھا یا کسی کو بتایا تو میری سند حلال کی نہ ہوگی' یعنی اس سند سے ملازمت یا کچھ اور جو حاصل کیا وہ حلال کا نہ ہوگا۔ الحمدللہ بغیر نقل مارے بھی اچھی پوزیشن حاصل کی

جب میں فارغ ہوا تو قاضی صاحب کہنے لگے' ہم نے تجھے کتابوں کا مدرس رکھنا ہے میں نے کہا' نہیں میں اس قابل بھی نہیں ہوں وہ فرمانے لگے میرے پاس پڑھتا رہا ہے مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تو تدریس کر سکتا ہے یا نہیں' کہنے لگے تو پڑھا سکتا ہے ہمارے مدرسے میں مدرس رہو' میں نے کہا نہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اس وقت مسلک اہل حدیث کو پسند کر چکا تھا۔

مدرسہ محمدیہ کی امامت:

پہلے مدرسہ محمدیہ میں کوئی امام مقرر نہ تھا' نماز پڑھے ہوئے تھے' کبھی کوئی امامت کروا دیتا کبھی کوئی۔ بالآخر ایک امام مقرر کرنے کا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا' جو مدرسہ محمدیہ میں تمام طلباء میں سب سے پہلے امام مقرر ہوا وہ بندہ ناچیز سیف اللہ ہی ہے۔ اور یہاں کافی تعداد میں حفاظ کے ہوتے ہوئے' تراویح میں قرآن بھی سناتا رہا۔

مکمل تعلیم کا حصول ریکارڈ:

میں تقریباً ۱۹۷۶ سے لے کر ۱۹۸۸ تک وہاں پڑھتا رہا' یہ بارہ سال بلکہ اگر میں یہ بھی کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ تقریباً پچیس سال میں میرے علاوہ کوئی ایسا مدرسہ محمدیہ کا طالب علم نہیں جس نے پہلے دن حفظ یہاں سے شروع کیا ہو اور دورہ حدیث' یعنی مکمل درس نظامی تک یہاں رہا ہو' اور یہاں سے فارغ ہوا ہو' کسی نے حفظ مکمل یہاں کیا' کتابیں کہیں اور کسی نے کتابیں یہاں مکمل کیں حفظ کہیں اور یا مکمل کرتے ہوئے کچھ کسی اور مدرسے سے لیکن اتنے عرصے میں یہ ریکارڈ میرے پاس ہی ہے کہ پہلے دن حفظ کے لیے یہاں سے شروع کیا' حفظ اور درس نظامی آخری دن بھی یہاں سے فارغ ہوا اور اس وقت میں اہل حدیث ہو چکا تھا۔ دو ماہ تیاری کر کے اس کے علاوہ عربی فاضل بھی کیا ہے۔

اہل حدیث مسلک سے کیسے متعارف ہوا:

میں نے نہ تو کوئی مسلک اہل حدیث کی کتاب پڑھی اور نہ ہی کسی مولوی یا فرد سے رابطہ ہوا' بس یہی ہے......

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

میں جب دوسرے سال میں تھا تو ایک لڑکا مدرسے میں آیا جو کہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کچھ دیر پڑھتا رہا' جب وہ یہاں قلعہ دیدار سنگھ ہمارے پاس آیا تو مسلک اہل حدیث کے خلاف سب سے زیادہ بحث کرنے والا میں ہوتا تھا' وہ تو چلا گیا سال کے بعد تقریباً مگر مجھے جب بھی کوئی اہل حدیث ملتا اور بحث کا موقعہ بھی ملتا تو بڑی بحث کرتا' اہل حدیث مسلک کے خلاف یہ سلسلہ درس نظامی کے چھٹے سال تک رہا اور اس وقت تک یہی ذہن رہا کہ اہل حدیث نام کے اہل حدیث ہیں ان کا تو حدیث میں حصہ ہی نہیں' اس کا کوئی مسئلہ حدیث سے نہیں ملتا' یہ تو انگریز کے دور کی پیدائش ہیں' بس یہی ذہن میرے لیے اہل

حدیث ہونے کا سبب بنا۔

ہدایہ:

فقہ کی کتابیں پہلے سال سے شروع' (مالابدمنہ)

دوسرا سال' قدوری' پھر کنز الدقائق' پھر شرح وقایہ اور اس کی مختلف جلدیں' پھر ہدایہ بتدریج' پہلی جلد دوسری جلد وغیرہ۔

احادیث میں بالخصوص صحاح ستہ تمام آخری سال میں تاکہ اس وقت ذہن حنفی مسلک پر پختہ ہو جائے' بعد میں دورۂ حدیث جس میں ہم نے جو کتابیں پڑھیں بخاری شریف' مسلم شریف' ترمذی شریف' ابوداود شریف' نسائی شریف' ابن ماجہ شریف' موطأ امام مالک' موطأ امام محمد' طحاوی۔ یہ سب کتابیں دورۂ حدیث میں تھیں۔

میں عرض کر رہا تھا کہ چھٹے سال تک یہی ذہن رہا اہل حدیث نام کے اہل حدیث ہیں مگر حدیث میں ان کا کوئی مسئلہ نہیں اور یہ انگریز کے دور کی پیدائش ہیں۔ مگر جیسے آگے بڑھتا گیا مسلک اہل حدیث واضح ہوتا گیا۔

ہدایہ میں مسلک حنفیہ کے دلائل اور مخالفین خواہ شافعی' مالکی یا حنبلی کی شکل میں ہو کسی کو سامنے رکھ کر تردید کی جاتی ہے۔

کئی مرتبہ امام شافعی کی دلیل دیتے ادھر امام ابوحنیفہ کی تو مجھے واضح امام شافعی کی دلیل لگتی' بس ہدایہ پڑھنے سے ذہن میں شبہات آنے شروع ہو گئے کہ حنفی کی بجائے بعض اوقات دوسرے کی دلیل بلکہ واضح ہوتی ہے اور اس طرف سے تاویل ہوتی ہے یہ شبہات تقویت اختیار کرتے گئے' حتی کہ دورۂ حدیث پر پہنچ گئے' جب احادیث پڑھنی شروع کیں تو مسلک اہل حدیث واضح ہونے لگا۔ پہلے تو چند باتوں پر تاویل محسوس ہوتی مگر صحاح ستہ کے شروع ہوتے ہی اکثر مسائل پر تاویلات شروع ہو گئیں۔

بس اب آنکھیں کھلیں کہ

اہل حدیث صرف نام کے اہل حدیث نہیں

بلکہ کام کے اہل حدیث ہیں۔

ان کا ہر عمل حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور ان کو تاویل بھی نہیں کرنی پڑتی اور یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل حدیث صرف انگریز کے دور کے نہیں بلکہ یہ مسلک پہلے سے ہی چلا آ رہا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ آپ کہتے ہیں اہل حدیث انگریز کے دور سے شروع ہوئے' پہلے نہیں جبکہ امام احمد بن حنبل ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ فلاں شخص اہل حدیث کو بہت برا بلا کہتا ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی امام احمد بن حنبلؒ غصے سے کھڑے ہو گئے' ینفض ثوبہ اپنے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے چل پڑے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اہل حدیثوں کو برا کہنے والا ھو زندیق' ھو زندیق' ھو زندق۔ وہ زندیق ہے وہ زندیق ہے وہ زندیق ہے۔ میں نے کہا' امام احمد بن حنبل اہل حدیثوں سے اتنی محبت کر رہے ہیں' آخر وہ کون اہل حدیث ہیں بقول آپ کے انگریز کے دور سے پہلے نہیں تھے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ۷۲ فرقوں میں سے جو جنت میں جائیں گے وہ ایک فرقہ وہ اہل حدیث ہی ہیں۔

دوست کا سوال و جواب:

اس وقت اہل حدیث کہلانے والے امام شافعی' مالکی یا حنبلی یا کوئی اور محدث' یعنی صرف محدث کو اہل حدیث کہتے تھے نہ کہ عام آدمی کو۔

میرا جواب:

بھائی پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اتنا تو مان گئے کہ اہل حدیث انگریز کے

دور سے پہلے کے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ صرف محدث کو کہتے ہیں' میں نے کہا' آپ کی بات ہی چلو مان لیتے ہیں' محدث کو اہل حدیث کہتے تھے مگر جن کا طور طریقہ ان محدثوں سے ملتا جلتا تھا جو اہل حدیث کہلاتے تھے وہ عوام بھی اہل حدیث ہی محدث کی نسبت سے کہلاتے تھے۔

جیسا کہ:

دیوبند ایک مدرسہ ہے جو وہاں تعلیم حاصل کر کے آتا تھا وہ دیوبندی کہلاتا تھا' میں نے کہا آپ بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہلاتے ہیں' جبکہ آپ کو دیوبندی نہیں کہلانا چاہیے' کیونکہ آپ نہ تو دیوبند مدرسہ میں پڑھے ہیں' بلکہ انڈیا میں دیوبند مدرسے کو آپ نے دیکھا تک نہیں تو جس طرح آپ نے دیوبند اس لیے کہلایا بلکہ عوام الناس نے بھی دیوبند اس لیے کہلایا کہ جنہوں نے دیوبند مدرسے میں پڑھا ہے عوام الناس کو ان سے نسبت ہے' ان کے ساتھ عقیدہ ملتا جلتا ہے تو ...... اسی طرح بقول آپ کے محدث کو اہل حدیث کہتے ہیں تو جس عوام کو ان سے مذہبی نسبت تھی وہ بھی اہل حدیث کہلاتے۔

اس کے بعد جواب ہوا۔

مذہب کب اور کیوں ترک کیا:

میں مدرسے سے ۱۹۸۸ء میں فارغ ہوا' فارغ ہونے سے پہلے ہی میں اہل حدیث مذہب کو قبول کر چکا تھا۔

مدرسے میں ہی میں نے رفع الیدین شروع کر دیا جس کے بعد ہنگامہ برپا ہو گیا کہ ۱۲ سال آپ کے مدرسے میں پڑھنے والا اہل حدیث ہو گیا کیا وجہ ہے' اس کا ان کے پاس جواب کیا تھا' بس میری شامت آ گئی کہ آپ کو کیا ہو گیا' میں نے کہا' میں بیمار تھا ٹھیک ہو گیا۔ عجیب سماں تھا۔

ہم آخری سال والے ۲۳ ساتھی تھے تقریباً اور تمام ساتھیوں کے پاس مکمل صحاح ستہ' موطا امام مالک' موطا امام محمد' طحاوی جیسی حدیث کی تمام کتابیں موجود تھیں۔ جب ہم سبق پڑھ کے فارغ ہو جاتے تو دوسرے ساتھی باری باری میرے ساتھ بحث کرتے' ہم ایک دوسرے کو دلائل دکھلاتے رہتے' یہی سلسلہ تقریباً تین چار ماہ یعنی فارغ ہونے تک چلتا رہا۔

بعض ساتھیوں نے قاضی صاحب کو کہا یہ اہل حدیث ہو گیا ہے' اس کو مدرسے سے چھٹی کروا دیں' اس نے فتنہ برپا کر رکھا ہے' مگر قاضی صاحب نے جواب نہ دیا اور ان کو تسلی دیتے رہے' سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اکثر ساتھی بالآخر یہ کہتے رہے کہ آپ کو غیر مقلد نہیں ہونا چاہیے تھا' آپ کسی کے مقلد ہو کر بے شک رفع الیدین کر لیتے۔

میں نے کہا' بالفرض میں کہوں میں امام شافعی کا مقلد ہوں' رفع الیدین کرتا ہوں' آپ مان جائیں گے واقعہ ہی آپ حدیث کے مطابق کر رہے ہیں۔

سوال:

اہل حدیث اماموں کو نہیں مانتے؟

جواب:

آپ اماموں کو نہیں مانتے' اہل حدیث اماموں کو مانتے ہیں' کیسے؟ میں نے کہا آپ کہتے ہیں ایک امام کی تقلید کر لو باقی کی تمام باتیں چھوڑ دو' جبکہ اہل حدیث کہتے ہیں' امام فقہی تو ہیں مگر نبی نہیں۔

نبی اور غیر نبی میں ایک فرق ہے:

غلطی دونوں سے ہو سکتی ہے مگر نبی سے غلطی ہو تو وہ غلطی پر ہمیشہ نہیں رہتا' بلکہ رب ان کو مطلع کر دیتا ہے اور وہ غلطی یا بھول کو چھوڑ دیتے ہیں' مگر غیر نبی میں یہ ہو سکتا ہے کہ غلطی یا بھول ہو جائے اور پوری زندگی اس پر گزار دے

اس کی واضح مثال ائمہ کرام ہیں۔

ایک امام کے بقول فاتحہ جہری وسری میں امام کے پیچھے پڑھی جائے' دوسرے امام کے نزدیک سری میں بھی نہ پڑھی جائے۔ تیسرے امام کے نزدیک سری میں پڑھی جائے' جہری میں نہ پڑھی جائے۔

اب ان میں سے ایک کی بات حدیث کے مطابق ہے' باقی سے غلطی ہو گئی اور پوری زندگی غلطی پر گزر گئی۔

اسی لیے اہل حدیث کہتے ہیں:

ائمہ سے جس کی بات بھی قرآن وحدیث کے مطابق ہو مان لی جائے' یہی سب ائمہ کو مانوں اچھے ہیں' نیک ہیں' مگر نبی نہیں' غلطی ہو سکتی ہے اور غلطی پر پوری زندگی گزر سکتی ہے جو بات صحیح ہے مانو' جو صحیح نہیں نہ مانو' آپ کہتے ہیں ایک کی مان لو باقی کا انکار کردو۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اہل حدیث سب اماموں کو مانتے ہیں۔
آپ ایک کو مانتے ہیں باقی کا انکار کرتے ہیں۔

سوال:

فقیہ' مجتہد کی غلطی آپ کیسے نکال سکتے ہیں' یا کیسے معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط۔

جواب:

امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی عید کی نماز ہوتی ہے۔ مگر آپ کے مولویوں نے بھی امام صاحب کی غلطی نکالی اور عوام نے بھی کہ گاؤں میں جمعہ بھی ہو جاتا ہے اور عید بھی اسی لیے پڑھ رہے ہیں۔ جیسے آپ کو غلطی معلوم ہو گئی ہمیں بھی پتہ چل جاتا ہے۔

سوال:

میں نے ایک دن قاضی صاحب سے پوچھا آپ بار بار کہتے ہیں کہ کسی کی تقلید کر لیتے اور رفع الیدین کر لیتے، میں نے کہا تقلید اتنی ضروری ہے تو آپ بتائیں...... امام ابوحنیفہؒ کس کے مقلد تھے؟

جواب:

یہ کیسا سوال ہے، آپ کو علم ہونا چاہیے وہ کسی کے مقلد نہیں، کیونکہ وہ خود مجتہد ہیں، مجتہد کسی کا مقلد نہیں ہوتا۔

سوال:

میرا سوال ابھی بھی باقی ہے، وہ اس طرح کہ میں نے کہا کہ آپ مجتہد ہیں؟

جواب:

میں مجتہد نہیں ہوسکتا، دوسرا یہ کہ مجتہد کے لیے بہت علم کی ضرورت ہے۔

سوال:

امام ابوحنیفہ، بچپن سے تو مجتہد نہیں، آخر کافی علم حاصل کرنے کے بعد مجتہد بنے، جب تک مجتہد نہیں تھے، اس وقت تک کس کے مقلد تھے؟

جواب:

اپنے استاد حماد کے ہوں گے۔

سوال:

''ہوں گے'' چھوڑیں آپ کسی جگہ دکھلا دیں، امام صاحب فرماتے ہوں، اقلد حمادا۔ میں حماد کی تقلید کرتا ہوں۔

کسی سے پوچھو جب امام صاحب مجتہد نہیں تھے، کس کے مقلد تھے

حوالے کے ساتھ بات کرے تو کوئی جواب نہیں۔

سوال:

میں نے قاضی صاحب سے سوال کیا؟ کہ ہمارے گاؤں میں ایک مناظرہ ہوا' اس میں اہل حدیثوں کی طرف سے عبدالرشید صاحب مناظر تھے' دوسری طرف عبداللہ راشد صاحب (مرحوم) میں نے کہا' عبدالرشید صاحب نے ایک سوال کیا' وہ یہ کہ آپ کہتے ہیں تقلید ضروری ہے' یہ کہاں ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تقلید کی جائے۔

دیوبندیوں نے جواب دیا:

کہ جس جگہ جس امام کے زیادہ ماننے والے ہوں اس جگہ اس امام کی تقلید واجب ہے' میں نے کہا' کیا آپ اس جواب پر متفق ہیں' انہوں نے کہا' ہاں۔ جواب درست تھے' امام شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے جس جگہ پر جس امام کے زیادہ متبعین (ماننے والے) ہوں اسی جگہ اس امام کی تقلید واجب ہے۔

سوال:

جو شخص سعودی عرب ہے' وہاں پھر رفع الیدین والوں کی تقلید کی جائے۔

جواب:

عارضی گیا ہوا ہو تو تقلید ضروری نہیں ان کی۔

سوال:

اگر کوئی کاروباری مسئلہ ہو' مستقل جاتا ہے یا وہاں کا رہنے والا ہے۔ اس پر ان کی تقلید ضروری ہے۔

جواب: ہاں۔

سوال:

آپ کے نزدیک پاکستان رہتے ہوئے رفع الیدین کرنا سنت نہیں ہے' کیونکہ یہاں حنفی زیادہ ہیں' سعودی عرب میں رفع الیدین کرنا سنت ہے' وہاں رفع الیدین والے ہیں' یہ کیسا مسلک ہے۔ ملک بدلنے سے اتنی بڑی سنت تبدیل کرنی ضروری ہو جاتی ہے۔ جب کہ ہمارا مسلک خواہ دنیا کے کسی کونے میں چلے جاؤ' ایک ہی ہے۔ اس کا جواب ان کے پاس کوئی نہیں۔

سوال:

تبدیلی مسلک کے بعد ایک خاندان اور دوستوں کا کیا ردعمل تھا اور کیسے مقابلہ کیا۔

جواب:

یہ فطری چیز ہے' جب بھی مسلک تبدیل کیا جائے' مشکلات تو ہوتی ہیں' مجھے کسی رکاوٹ سے پریشانی نہیں آئی' سوائے والد صاحب کے وہ بڑے سخت مزاج ہیں' اس وقت بھی اور اب بھی بہرحال اہل حدیث ہونے کے بعد تناؤ رہا۔ بولنا والد صاحب نے بند کر دیا' کہنے لگے اس نے جو مدرسہ میں ہی رفع الیدین شروع کر دیا ہے مجھے بہت تکلیف ہے۔ فارغ ہونے کے بعد ایسا کرتا تو اتنا صدمہ نہ ہوتا' یہ لفظ زبان سے نکلے میں نے والدہ کو کہا جاؤ والد صاحب اوپر چھت پر بیٹھے ہیں ان سے کہو میں اب بھی عقیدے میں لچک لیتا ہوں' تحقیق بھی کرتا ہوں اگر میرا ذہن اسی پر پختہ رہا تو پھر ناراضگی نہ کرنا' انہوں نے بات کی والد صاحب کچھ مان گئے میں پھر تقریباً تین ماہ اکثر رات باوضو نفل پڑھ کے استخارہ کر کے سوتا اور رب کے آگے رو کر دعا کرتا رہا' اللہ مجھے دیوبندی رہنے میں آسانی ہے' اہل حدیث ہونے میں مشکلات ہیں' مگر پھر بھی اگر اہل حدیث مذہب سچا ہے تو مجھے واضح کر دے تو پھر مجھے مشکلات کی کوئی پرواہ نہیں' تقریباً

تین ماہ تک یہ سلسلہ جای رہا' میرا ذہن مسلک اہل حدیث پر ہی پختہ رہا اور ذہن مطمئن رہا' بالآخر میں نے واضح کر دیا خواہ کوئی ناراض ہو یا راضی' مجھے کچھ پرواہ نہیں' تو بعد میں آہستہ آہستہ حالات سازگار ہوگئے اور اب ماحول درست ہے۔

۱۹۸۸ سے اہل حدیث ہوا ہوں۔

اہل حدیث ہونے کے بعد:

جب میں اہل حدیث ہوا' تین ماہ تو مدرسے میں ہی گزرے طلباء سے نرم اور سخت گفتگو ہوتی رہی' مجھے استاد اجتماعی اور انفرادی طور پر سمجھاتے رہے لیکن میں نے یہ مسلک سچ سمجھ کر قبول کیا تھا لالچ میں نہیں' میں اسی پر ان میں رہتے ہوئے بھی ثابت قدم رہا اور آج تک ہوں' ان شاء اللہ زندگی اسی پر گزرے گی' جب درس نظامی مکمل ہو گیا۔

بے اعتمادی:

جب درس نظامی سے فارغ ہوا' وفاق المدارس کا امتحان بھی پاس کر لیا تو قاضی صاحب نے زور لگانا شروع کیا کہ امامت وغیرہ بھی کروائیں' اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاں مدرس رہیں' مگر میں ان سے جانا چاہتا تھا اور حالات کی وجہ سے گھر بھی نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔

میں قاری عصمت اللہ صاحب ناظم جامعہ رحمانیہ قلعہ دیدار سنگھ ان کے پاس گیا اور یوسف ضیاء صاحب (مرحوم) اللہ جنت بخشے ان کے پاس بھی گیا' انہیں سارے حالات بتائے اور انہیں کہا کہ فوری میرے لیے جگہ کا بندوبست کریں جہاں میں امامت وخطابت کرواؤں' واضح کہا اگرچہ تنخواہ پانچ صد روپیہ ہو' ان کو کہنے کے بعد کافی چکر لگائے مگر پتہ نہیں ان کو کیا بداعتمادی تھی' انہوں نے توجہ نہ دی تو تقریباً دو ماہ انتظار کے بعد میں لدھیوالہ وڑائچ مرکزی مسجد اہل حدیث گیا وہاں حفظ والا استاذ انہیں چاہیے تھا مگر وہاں دو دن رہنے کے باوجود

کام نہ بنا' پھر مولوی محمود صاحب نے مولانا اعظم صاحب شیخ الحدیث ان کے پاس بھیجا انہوں نے میرا انٹرویولیا اور قرآن سنا' پھر سیالکوٹ پل ایک والی مسجد میں بھیج دیا' وہاں قاری اسمٰعیل صاحب تھے انہوں نے قرآن سنا اور اس کے بعد انتظامیہ کو بلایا اور کہا یہ آدمی ہے' قرآن اچھا پڑھتا ہے اس کو رکھ لو' بالآخر وہاں بات ہوئی ۱۰۰۰ روپے میں جمعہ کے علاوہ باقی سب ڈیوٹی۔ امامت۔ ناظرہ۔حتیٰ کہ حفظ تو میں نے الحمدللہ احسن طریقے سے ذمہ داری کو نبھایا' تقریباً اڑھائی سال۔ اس دوران مدینہ یونیورسٹی کا پروگرام بھی بنا لیکن انتظامیہ نے اجازت نہ دی انہیں کی معرفت جانا تھا کاغذات مکمل ہونے کے باوجود رہ گیا۔

اسی دوران بطور عربی ٹیچر سکول ملازمت کی کوشش کی' بالآخر ۱۹۹۰ء ستمبر مین آرڈر ہو گئے' تو سکول جانے کی وجہ سے وہاں سے جانا پڑا' اس وقت میری تنخواہ ۱۴۰۰ روپے تھی۔ سکول ظفروال ضلع نارووال کے قریب تھا' تو ظفروال اہل حدیث مسجد میں ڈیوٹی سنبھالی اور جب تک ضلع گوجرانوالہ تبادلہ نہ ہوا' وہاں اچھا وقت گزرا' اب بھی سیالکوٹ میں ایک روز ظفروال والے اچھے لفظوں میں یاد کرتے ہیں۔

اس وقت تقریباً سات سال ہو گئے' کوٹ کیشو امامت کرواتے جہاں جمعہ' بچے پڑھانے' امامت سب ڈیوٹی ہے اور تنخواہ چھ ماہ بعد ساڑھے سات ہزار مقرر ہے' یعنی سالانہ ۱۵۰۰۰ ہزار وہ بھی مکمل نہیں ملتی' مگر کام مکمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں' الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی ہے سکول کی تنخواہ ہے اور زرعی زمین بھی ہے جس وجہ سے گزارا اچھا ہوتا ہے اور کم اجرت پر بھی اللہ کے دین کا کام کر رہا ہوں۔

پریشانی:

میرا مزاج نرم' مذہبی طور پر میانہ روی میں رہتا ہوں' جب تک کوئی بار بار

تنگ نہ کرے بحث میں نہیں پڑھتا' شرک کے خلاف زیادہ سخت ہے۔ میری نرمی پر ہمارے بعض بلکہ خواص اہل حدیث کے ذہن میں بھی آیا کہ یہ اندر سے دیوبندی ہے اور اوپر سے اہل حدیث۔

بعض اوقات پیچھے بات ہوتی اور بعض اوقات میرے تک باتیں پہنچیں بلکہ سامنے باتیں ہوتیں بھی تو میں کافی دیر یہ باتیں سہتا رہا' دل بڑا پریشان ہوا' پچھلے تو ناراض ہیں مسلک چھوڑ گیا' مگر یہ ناراض ہیں' ہر وقت اختلافی باتیں کیوں نہیں کرتا' بڑا تنگ کیا گیا اگر اللہ کی رضا کی خاطر مسلک قبول نہ کیا ہوتا تو ان باتوں کی وجہ سے چھوڑ دیتا' کیونکہ بیگانے تو بیگانے مگر اپنے بھی تصور نہ کریں تو پریشانی ہوتی ہے۔

میں نے ان کو یہ بات واضح کی کہ اگر اوپر سے اہل حدیث ہوں تو پھر شاید مجھے دیوبندیوں میں تنخواہ کم ملتی ہوگی اور یہاں زیادہ' حالانکہ خدا گواہ ہے اگر میں دیوبندی ہوتا تو جو تنخواہ میں اب تک لے کر کام کرتا رہا ہوں اور کام سر انجام دے رہا ہوں اس سے کہیں زیادہ تنخواہ حاصل کر لیتا۔

بہرحال اب سکون میں ہوں' اللہ تعالیٰ تا زندگی سکون میں رکھے اور قرآن وحدیث کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے' ان شاء اللہ ساری زندگی اسی مسلک پر گزرے گی اور جہاں ڈیوٹی دیتا ہوں ابھی تک تو اچھے لفظوں میں ہی یاد کرتے ہیں' ایک جگہ سات سال آدمی کی اچھائی یا برائی واضح ہو جاتی ہے۔

اکثر اہل حدیث اعتماد اس پر کرتے ہیں جو ہر تقریر میں اختلاف رائے واضح کرتا رہے یہی وجہ ہے کہ میں جماعت میں مقبول نہیں ہو سکا۔ اور کم تنخواہ پر بھی جماعت کی خدمت کر رہا ہوں۔

سابقہ اور موجود مسلک میں فرق:

سابقہ مسلک میں زیادہ عقل اور رائے کو دخل دیا جاتا ہے اور اکثر مسائل میں تاویل زیادہ کرنی پڑتی ہے جب کہ اس مسلک کو آسانی واضح کیا جاتا ہے کیونکہ احادیث میں مسلک اہل حدیث واضح ہوتا ہے تاویل نہیں کرنی پڑتی۔

اہل حدیث ہونے سے پہلے تو کسی سے رابطہ نہ تھا لیکن اب مولنا عبدالرشید صاحب جلہن والے ان کے انداز سے متاثر ہوں' نیز قاری عصمت اللہ صاحب ظہیر اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں' اس کے علاوہ عبدالسلام صاحب کوٹ بھوانیداس یہ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں اس کے علاوہ مولانا حسن صاحب نوکھر والے یہ بھی اپنے اخلاق سے متاثر کرتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی اچھے ہیں' اللہ ہم سب کو اچھا بنادے۔

پیدائشی اور نسلی حاملین مسلک اہل حدیث کے نام پیغام:

آپ کو مبارک ہو کہ آپ کو شروع سے مسلک اہل حدیث مل گیا' آپ کو چاہئے کہ اس کی قدر کرتے ہوئے اپنے اعمال کو درست کر لیں اور تمام اہل حدیثوں میں یہ فرق واضح ہونا چاہئے کہ ہماری زندگی ہمارے اخلاق کو دیکھ کر لوگ متاثر ہوں' نہ یہ کہ ہم سخت مزاج ہو کر لوگوں کو متنفر کریں۔ بعض معاملات میں سختی کے بغیر کام نہیں چلتا مگر ہمیشہ سخت مزاج اچھا نہیں ہوتا۔ یہ مذہب اہل حدیث سچا مذہب ہے اس پر عمل کریں' دنیا اور آخرت بہتر بنائیں۔

واللہ المستعان

میرے لیے ضرور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تا زندگی اسی مسلک پر قائم رکھے' مجھے ہر نیک کام کرنے کی توفیق دے' ہر برے کام سے بچائے' میری دنیا اور آخرت بہتر کر دے۔

جو بیمار ہیں' اللہ انہیں تندرستی دے' اللہ تعالیٰ تمام دینی اور دنیاوی حالات درست فرمادے (آمین ثم آمین!)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین

مولانا محمد حسین شیخوپوری صاحب نے تقریر کی، تین گھنٹے تک قرآن وحدیث کی وہ بارش ہوئی کہ اس کا ایک ایک قطرہ میرے لیے رحمت الٰہی سے کم نہ تھا۔ اہل حدیثوں کے متعلق میرے تمام شکوک وشبہات زائل ہو گئے۔ میری خوب صفائی ہوئی۔ قرآن سن کر میں بھی لوگوں کے ساتھ جھوم رہا تھا۔

مولانا محمد صادق عتیق صاحب

مولانا محمد صادق عتیق صاحب

گوجرانوالہ

مولانا محمد صادق عتیق صاحب معروف عالم دین اور جماعت میں مسلمہ مبلغ ہیں، عوام وخواص میں ان کی تقریر شوق سے سنی جاتی ہے، منجھے ہوئے، ملنسار، ایک دفعہ ملنے کے بعد دوبارہ ملنے کو جی چاہے، مجلسی ایسے کہ تادیر محفل کو بور نہیں ہونے دیتے، اپنی روئیداد بیان فرماتے ہیں۔

ہمارا گاؤں مہاراں کلاس والا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب میں نویں کلاس میں پڑھتا تھا، سارے خاندان کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے تھا، مجھے خاصہ دینی شعور حاصل تھا، اہل حدیثوں کے متعلق ذہن میں بھی یہی بھرا ہوا تھا، کہ یہ لوگ گستاخ رسول ہیں، اولیاء کو تو مانتے ہی نہیں۔ نبی ﷺ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر جانتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

کلاس والا تحصیل پسرور میں اہل حدیثوں کے سالانہ جلسہ کے اشتہارات چھپے، مختلف علمائے اہل حدیث کی تقاریر کے اعلان ہوئے، مجھے دوست احباب کے بتانے کی بنا پر دو علماء کی تقاریر سننے کا شوق تھا، ایک سید عبدالغنی شاہ رحمہ اللہ اور دوسرے شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری حفظہ اللہ۔ چنانچہ ظہر سے عصر تک حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تقریر ہوئی، اور اعلان ہوا کہ بعد نماز عشاء

مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری تقریر فرمائیں گے۔ میں نے سن رکھا تھا کہ مولانا محمد حسین شیخوپوری صاحب بہت بڑے خطیب ہیں۔ اور ان کا تعلق راجپوت برادی سے ہے۔ چونکہ میرا خاندان بھی راجپوت برادری سے متعلق ہے اس قدر مشترک نے میرے شوق میں اور بھی اضافہ کیا' چنانچہ انتظار میں مزید شدت پیدا ہوائی' کہ رات آئے تو میں راجپوت مولوی صاحب کو دیکھو اور سنوں' رات کے گیارہ بج چکے تھے' اچانک زبردست نعروں کی گونج میں مولانا اسٹیج پر تشریف لائے۔ لوگوں نے نعرے لگا لگا کر والہانہ استقبال کیا' بریلویت میرے دل ودماغ پر مسلط تھی' میں اس قدر احترام پر بھی حیران ہو رہا تھا۔

لمبا قد' کالی داڑھی' سفید پگڑی' قمیص اور تہبند پہنے ایک بارعب مگر سادہ نوجوان تقریر کے لیے کھڑا ہوا' خطبہ مسنونہ اور درود ابراہیمی اس سوز اور لحن سے پڑھا کہ لوگ جھوم رہے تھے اور با آواز بلند سبحان اللہ پکار رہے تھے۔

آغاز میں دیر سے آنے کی معذرت کی اور وجہ بتائی کہ آپ جانتے ہیں گندم کی کٹائی کے دن ہیں' زمیندار ان دنوں سخت مصروف ہوتے ہیں۔ اس حوالہ سے میں بھی گندم کاٹ کر جانوروں کے لیے چارے کا انتظام کر کے آ رہا ہوں۔

پھر ساڑھے تین گھنٹے تک قرآن وحدیث کی وہ بارش ہوئی کہ اس کا ایک ایک قطرہ میرے لیے رحمت الٰہی سے کم نہ تھا' اہل حدیثوں کے متعلق میرے تمام شکوک وشبہات زائل ہو گئے۔ میری خوب صفائی ہوئی' قرآن سن کر میں بھی لوگوں کے ساتھ جھوم رہا تھا اور میں نے تہیہ کر لیا کہ دینی علم حاصل کرنے کے بعد میں نے بھی اسی طرح تقاریر کرنی ہیں۔

مولانا نے دعا فرمائی میں دوران دعا رو رہا تھا اور تحصیل علم کے لیے ہاتھ پھیلائے' اللہ تعالیٰ کے حضور آرزو کر رہا تھا' الٰہ العالمین مجھے بھی دینی علوم سے بہرہ ور فرما۔ گھر جا کر صبح ہی میں نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔ گھر میں

لڑائی جھگڑوں کے درمیان میں نے ایک سال اور لگایا اور میٹرک کر لیا۔ والدین میری کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہ تھے، اپنے گاؤں کے مولانا نور حسین رحمہ اللہ کے تعاون سے میں چوری چھپے جھوک دادو حضرت میاں باقر رحمہ اللہ کے مدرسہ میں پڑھنے کے لیے چلا گیا اور پھر تین سال تک کسی کو خبر نہ تھی کہ میں کہاں ہوں، تین سال کے بعد پندرہ دن کی چھٹی لے کر گھر آیا، گھر والوں کی عجیب کیفیت تھی، میں دس دن کے بعد والد صاحب کو راضی کر کے پھر جھوک دادو چلا گیا۔

جھوک دادو کے متصل کٹو میں مولانا شیخوپوری صاحب کا بڑا لڑکا فضل الرحمٰن بھی زیر تعلیم تھا اور مشکوٰۃ پڑھتا تھا، ایک دفعہ اسے جنات کی شکایت ہوگئی، مولانا صاحب کو گاؤں کے لوگوں نے پیغام بھیجا کہ آپ اپنے بیٹے کی خبر بھی لے جائیں اور تقریر بھی فرما دیں۔ چنانچہ مولانا تشریف لائے اور دوران تقریر جنات کو ایسی ڈانٹ ڈپٹ کی کہ بعد میں بھائی فضل الرحمٰن نے ہمیں بتایا کہ جنات جا رہے تھے اور مجھے کہہ رہے تھے کہ ہم دوبارہ قطعاً نہیں آئیں گے کیونکہ مولانا ناراض ہوتے ہیں اور پھر انہیں کبھی دورہ بھی نہیں پڑا تھا، مولانا کے اخلاق عالیہ، شفقت، قرآن سے لگاؤ اور مسلکی محبت نے مجھے مولانا کا گرویدہ بنا دیا اور الحمد للہ اس عقیدت میں آج تک کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اور حالات کے بار بار بدلنے کے باوجود اس میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ میرا گھر ہو، میری مسجد ہو، سٹیج اپنا یا پرایا ہو، محمد صادق عتیق مولانا کے خلاف کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

ایمن آباد شہر...... ایک ناقابل فراموش واقعہ:

بحمد اللہ تحصیل علم کے بعد ۱۹۶۷ء میں میں ایمن آباد شہر میں خطیب و امام مقرر ہوا، میں نے گلہ ذیلداراں میں سالانہ جلسہ کی ابتدا کی اور پہلے ہی جلسہ میں سلطان المناظرین حضرت حافظ روپڑیؒ اور حضرت شیخ القرآن مدظلہ العالی کو

دعوت دی۔ ایمن آباد میں اہل حدیث کا نام سننے کو کوئی تیار نہ تھا۔ ایسے ماحول میں برسر بازار اہل حدیثوں کا جلسہ بھلا کیسے برداشت ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت روپڑیؒ کی تقریر کی ابتدا میں ہی پتھروں کی بارش شروع ہو گئی' سامعین میں افراتفری اور بھگدڑ دیکھ کر حضرت شیخ القرآن اٹھے' نہایت مختصر مگر بڑا ہی پرکشش خطبہ پڑھا اور پھر اڑھائی گھنٹے تک پتھروں کی بجائے قرآن وسنت کی وہ بارش فرمائی کہ بحمد اللہ علاقہ میں اہل حدیث مسلک کی بنیادیں قائم ہوگئیں۔...... وعند اللہ فی ذاک جزاء۔

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہؒ میرے بڑے محسن اور میرے ساتھ محبت فرماتے رہے ہیں' عام مجلس میں اکثر فرمایا کرتے تھے' بھئی مولانا شیخوپوری صاحب کے متعلق کوئی بات نہ کرنا' کیونکہ صادق عتیق بیٹھا ہوا ہے۔ جھگڑا ہو جائے گا۔ ۳۰ چک ضلع فیصل آباد میں جلسہ تھا' گاؤں کی جماعت نے فیصلہ کیا کہ ایک رات کا جلسہ میاں فضل حق گروپ کا اور دوسری رات ان علماء کو بلایا جائے جن کا تعلق علامہ احسان الٰہی ظہیر گروپ سے ہو۔ ان دنوں میرا تعلق میاں فضل حق گروپ سے تھا۔ چنانچہ میری تقریر کے دوران ایک مولانا صاحب تشریف لائے ان کے لیے خطیب پاکستان کے نعرے لگے میں برداشت نہ کر سکا۔ میں نے زوردار الفاظ میں کہا کہ لوگو! خطیب پاکستان ایک ہے اور وہ مولانا محمد حسین شیخوپوری ہیں' یاد رہے کہ ان دنوں مولانا شیخوپوری علامہ صاحب کے گروپ کے ناظم اعلیٰ تھے۔

گوجرانوالہ گھرتلیاں والی مسجد کے اڑوس پڑوس میں دیوبندیوں نے مولانا کے متعلق گستاخانہ گفتگو کی' بھلا میں کیسے برداشت کر سکتا تھا' جواب الجواب میں مجھے جیل جانا پڑا' مولانا کے ساتھ اسی محبت اور عقیدت کو میں اپنے لیے ایک افتخار اور اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھتا ہوں' دل کی گہرائیوں سے میری دعا

ہے کہ اللہ تعالیٰ صحت وسلامتی کے ساتھ ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے' دین حنیف اور مسلک اہل حدیث کی خدمت کی توفیق مزید عطاء فرمائے' ان کی ملکی' ملی' دینی' مسلکی محنتوں کو شرف مقبولیت سے نوازے۔ آمین!

"اہل حدیث ہو جانے پر
مجھے کافر و مرتد کہہ کر گھر سے
نکال دیا گیا"

اختر فاروقی

محترم اختر فاروقی

ایک وقت تھا کہ میرے نزدیک ہر وہ شخص جس نے میرے پیر کی بیعت نہیں کی کافر وجہنمی تھا۔ اہل حدیثوں سے بحث کرنا اوران کو گندی گندی گالیاں دینا میرا محبوب مشغلہ تھا کیوں کہ جب بھی کسی اہل حدیث فرد سے میری بات ہوتی میں فوراً اپنے پیر اور مولوی صاحبان سے سنے ہوئے بزرگان دین کے واقعات سنانا شروع کر دیتا جواباً اہل حدیث شخص مجھے قرآن وحدیث سے دلائل دیتا اس طرح دلائل کے سامنے میرے پیر کے موقف کی بے عزتی ہو جاتی جس سے میں سیخ پا ہو جاتا اور جو منہ میں آتا کہہ دیتا' آگے بڑھنے سے پہلے میں اپنا اور اپنے پیر صاحب کا تفصیلی تعارف کرواتا چلوں۔

میرا نام محمد اختر فاروقی ہے' ضلع اوکاڑہ کے ایک محلے غازی آباد میں شرک وبدعات سے لبریز عقائد رکھنے والے ایک گھر میں آنکھ کھولی' ہمارے گھر سے چند گز کے فاصلے پر ہمارے پیر کی گدی ہے جو بابا قدرت اللہ کے نام سے مشہور ہے میں بھی والدین کے ہمراہ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مختلف خرافات میں شرکت کرتا۔

اس وقت میری عمر تقریباً پندرہ سال تھی جب سے میں نے آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ (جو کہ مزار کا اصل نام ہے) پر باقاعدہ جانا شروع کیا' ہر جمعرات کو ختم شریف ہوتا جس میں طرح طرح کے فروٹ ومٹھائیاں مریدین کی جیب

سے آتیں ہر نوچندی جمعرات کو بڑا ختم شریف ہوتا جس میں قوال حضرات بھی کثرت سے شریک ہوتے' نعت خواں حضرات کی بھی بھر مار ہوتی' عصر کی نماز کے بعد مسجد سے متعلقہ مزار کے صحن میں دریاں وقالین بچھا دیئے جاتے' مزار یعنی قبر کی طرف کسی کو پیٹھ کرنے کی اجازت نہیں تھی اس لیے اسی سمت کے علاوہ تین اطراف میں بڑی تعداد میں مریدین بیٹھ جاتے قبلہ کی سمت میں بیٹھ کر کے مرشد پاک قد آدم تکیئے پر جلوہ افروز ہوتے پھر تبلے سرنگی پرانے رکشے کی طرح اسٹارٹ ہوئے' پھر گویا میدان جنگ میں گھمسان کا رن پڑ جاتا۔

قوال حضرات چونکہ پیر اور مریدوں کی دکھتی رگوں سے آشنا ہوتے' اس لیے مذکورہ مزار کی قبر میں دفن دادا پیر کی شان میں اور موجودہ گدی نشین کی کرامات میں خود ساختہ قصیدے پڑھتے کہ مرید اش اش کر اٹھتے اور بے اختیار ہاتھ جیبوں کی طرف بڑھا کر قوالوں کے اندازوں کو صحیح ثابت کرتے۔

قوالوں کو پیسے دینے کا طریقہ کار یہ تھا کہ ایک شخص نوٹ ہاتھ میں لیے اٹھتا اور کسی دوسرے شخص کی طرف بڑھتا' جواباً وہ بھی اپنی جیب سے نوٹ نکال کر باہم پکڑتا اور اس طرح دو دو تین تین افراد کو لے کر جاتے' پیر صاحب کی طرف بڑھتے اور نیم سجدہ کی حالت میں ہوتے ہوئے پیر صاحب کے گھٹنوں کو بوسہ دیتے' پیر صاحب ایک شان بے نیازی سے مریدین کی کمر پر دست شفقت رکھتے اور تب وہ افراد واپس پلٹتے۔

یعنی مزار شریف کی طرف پیٹھ کرنا تو گناہ کبیرہ اور کعبہ کی طرف بے دریغ پیٹھ کر لی جاتی اور پان کی پیک پھینک دی جاتی تھی۔

شرکیہ زندگی میں دو واقعات ایسے رونما ہوئے جنھوں نے مجھے تحقیق کرنے پر مجبور کر دیا۔

بریلویوں کے ہاں رواج ہے کہ جس طرح اہل حدیث گھرانے اپنے

بچوں کو دین کے لیے وقف کر دیتے ہیں کہ یہ بچہ قرآن حفظ کرے، درس نظامی کرے، علم حاصل کرنے اور اسے پھیلانے میں صرف کرے، بالکل اسی طرح بریلویوں میں بھی جس بچے کو اپنی دانست میں دین کے لیے وقف کرنا ہو اس کو پیر صاحب کے گھر میں خدمت کے لیے دے دیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک پیر بھائی، یعنی دوسرے مرید نے اپنی ایک بچی وقف کی، یاد رہے جسے وقف کیا جاتا ہے اسے کو کہتے ہیں کہ یہ بچہ لنگر میں دے دیا گیا ہے۔

وہ بچی جب دی، اس وقت کا تو مجھے ہوش نہیں، مگر جب میں باقاعدہ حاضری دینے جاتا تھا، اس وقت چونکہ بچہ تصور کیا جاتا تھا اس لیے بلا روک ٹوک پیر صاحب کے خاص کمرے میں بھی چلا جایا کرتا تھا۔

ویسے بھی شعبہ اطفال کا میں انچارج تھا، یعنی بچوں میں لنگر تقسیم کرنا اور ان کے اژدھام کو کنٹرول کرنا بھی میری ذمہ داری تھی، میرے ماتحت چند اور لڑکے بھی تھے جن کی مدد سے میں یہ انتظام سنبھالے ہوئے تھا۔

ایک دن میں ایک کام کی غرض سے کمرہ خاص میں داخل ہوا ......ان دنوں اس لڑکی کی عمر تقریباً سولہ برس تھی...... میرے اندر داخل ہوتے ہی میرا دماغ بھک سے اڑ گیا، میرا سر چکرانے لگا، اف یہ کیا؟ پیر صاحب تو طارق بی بی ......وقف لڑکی...... کے ساتھ بوس وکنار میں مصروف تھے، اس سے پہلے کہ ان کی نظر مجھ پر پڑتی میں تیزی سے واپس پلٹا اس دن میں نے کسی کام میں حصہ نہ لیا، بلکہ بھاگم بھاگ اپنے گھر پہنچا، گھر میں سوائے چند افراد کے اور کوئی نہیں تھا، کیوں کہ نوچندی جمعرات ہونے کی وجہ سے تمام افراد آستانہ شریف گئے ہوئے تھے۔

میں خاموشی سے بستر پر لیٹ رہا اور تازہ ترین سانحہ پر غور کرنے لگا، یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، مگر دل یقین نہیں کر رہا تھا۔ شام کو

گھر والے واپس آ گئے واپس آتے ہی امی نے مجھ سے پوچھا' کیوں بیٹا آج آستانہ نہیں گئے مرشد کے ہاں حاضری نہیں دی' لیکن میں جواباً خاموش رہا' جس پر والدہ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا کہ شاید میں بیمار ہوں' مگر میں نے آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال دیا۔

بہر حال میں اس بات کو اور پیر صاحب کے تقدس کو تولتا رہا اور بالآخر اس واقعہ کو اپنا وہم تصور کرتے ہوئے فراموش کر گیا۔

لیکن ایک دن میری خود فریبی کا لبادہ ایک اور واقعہ سے چاک ہو گیا وہ یوں کہ میں اپنی والدہ کے قریب ہی دوسری چارپائی پر گھر میں پڑھ رہا تھا کہ ایک پیر بہن گھر میں داخل ہوئی وہ عورت بھی پیر صاحب کے خاص مریدوں میں سے ہے' جبکہ میری امی کی بہت گہری سہیلی بھی تھی' چند منٹ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں میں اپنی پڑھائی میں مگن تھا کہ راز دارانہ جملہ نے میرے کان کھڑے کر دیئے وہ عورت کہہ رہی تھی' بہن تم میری سگی بہنوں سے بھی آگے ہو سمجھ نہیں آتی بات کہاں سے شروع کروں' میری والدہ نے جواباً اسے تسلی دی کہ جو بات ہے بے دھڑک کہہ دے۔ تب اس عورت نے وہ بات کہی جسے میں اپنا وہم سمجھ کر فراموش کر چکا تھا' مجھے اس وقت حیرت ہوئی جب میری والدہ نے اس عورت کو ٹوک دیا اور استغفار کرنے لگیں اور کہا اے بہن اللہ سے معافی مانگ یہ تو کوئی شیطان چکر لگتا ہے۔

مگر جب اس عورت نے اپنی بات پر تکرار سے اصرار کیا تو میری والدہ انگشت بدنداں رہ گئیں اور دونوں سہیلیوں نے اس دن کے بعد آستانے نہ جانے کی باتیں شروع کر دیں اور میں گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔

اس واقعہ کے بعد والدہ محترمہ نے تو آستانہ جانا بند کر دیا مگر میں چونکہ انتظامی کمیٹی میں شامل تھا' اس لیے ساتھ کے لڑکے مجھے صبح صبح ہی بلا کر لے

جاتے' ویسے بھی لڑکپن میں رنگ برنگے کھانے کی کشش اتنی جلد کہاں رخ موڑنے دیتی ہے اور پھر دوستوں کا حلقہ تھا' اسی طرح دن گزرتے رہے کہ پاکپتن میں بابا فریدؒ کے عرس کے دن آ گئے۔

ہمارے پیر صاحب خود کو بابا فرید کی لڑی سے کہتے ہیں' اس لیے مزار شریف کے قریب ہی دو عدد بڑے بڑے مکان خرید رکھے ہیں' عرس شروع ہونے سے چند روز قبل ہی اوکاڑہ سے ٹرکوں پر دریاں پنکھے دیگیں اور دیگر لوازمات پاکپتن روانہ کر دیا جاتا ہے اور پھر تمام مریدین پر فرض ہوتا ہے کہ کم از کم تین دن اور خاص مریدین پر پانچ چھ دن کے لیے پاکپتن میں ڈیروں پر قیام کریں اور مختلف خرافات میں پابندی سے شرکت کریں جو لڑکے قافلے کے ساتھ جاتے ہیں وہ وہاں پر ہر قسم کی وہیات حرکت کو اپنا حق سمجھتے ہیں' بعض لڑکوں کو میں نے بیہودہ حرکتوں سے باز رکھنے کے لیے پیر صاحب کے علم غیب سے ڈرایا مگر وہ لڑکے ٹال دیتے کہ ابھی پیر صاحب نے رحلت نہیں فرمائی' جب مزار میں پہنچ جائیں گے تو ان سے خطرہ ہوگا' عرس کے دوسرے دن ایک چوری کے واقعہ میں پیر صاحب نے ناجائز طور پر مجھے اور میرے بھائی کو ملوث کرنا چاہا تو ہم وہاں سے واپس آ گئے۔ دل تو پہلے ہی کھٹا ہو گیا تھا اس واقعہ نے پیر بابا سے بالکل متنفر کر دیا۔ پھر میں نے اندرون شہر ایک مسجد جس کا نام پل والی مسجد ہے میں جمعہ پڑھنا شروع کر دیا اس مسجد میں مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب خطیب تھے' دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں' تقریباً تین ماہ میں نے ان کے پیچھے جمعہ ادا کیا اس طرح میں شرک و توحید سے تو آشنا ہو گیا مگر میرا دل اب بھی اپنے اندر بے اطمینانی محسوس کرتا تھا۔ شاید قدرت کو میری کوئی نیکی پسند آ گئی تھی کہ میں دیوبندیوں کے یہاں اطمینان نہ محسوس کر سکا پھر ایسا ہوا کہ میں روزگار معاش میں الیکٹریشن کا ہنر سیکھنے کی خاطر شیخ محمد یونس ندیم صاحب کے یہاں

شاگرد لگ گیا۔ شروع شروع میں جب یونس صاحب نے دیکھا کہ میں بے نمازی ہوں وہ مجھے دوکان پر چھوڑ کر نماز کے لیے چلے جاتے اور بڑی حکمت کے ساتھ مجھے تبلیغ بھی کرتے رہتے' چند دن میں ہی میں ان کی شخصیت وکردار سے بہت متاثر ہو گیا' پھر خود ہی شرم سے بچنے کے لیے ان کے ساتھ نماز پڑھنے جانے لگ' جس میں استاد یونس ندیم صاحب کی حکمت کا بڑا دخل ہے۔

میں پہلی مرتبہ جب ان کے ساتھ صف میں کھڑا ہوا تو وہ سنتیں ادا کر رہے تھے' ان کو رفع الیدین کرتے دیکھ کر میں نے زیر لب کہا' یا یہ کس وہابی کی چنگل میں پھنس گئے' خیر کافی دنوں تک میں اپنے طریقہ پر نماز پڑھتا رہا' یونس ندیم صاحب میرے دل کا چور تاڑ چکے تھے اس لیے سوائے قرآن وحدیث کی تبلیغ کے وہ مجھ سے کوئی بات نہ کرتے' یہاں تک کہ میں گزشتہ دنوں کی طرح شش وپنج میں مبتلا ہو گیا اور از خود تحقیق کا ارادہ کر لیا اور اس سلسلے کے پہلے قدم کے طور پر میں نے جامعہ محمدیہ جس کے ناظم اعلیٰ مولانا معین الدین لکھوی صاحب ہیں میں قاری محمد رفیق صاحب سے قرآن پاک ناظرہ پڑھنا شروع کر دیا نماز میں اب بھی بغیر رفع الیدین کے پڑھتا۔ اردو چونکہ اچھی خاصی پڑھ لیتا تھا اس لیے احادیث کی اردو کتب مترجم کا مطالعہ بھی ساتھ ساتھ شروع کر دیا اس طرح کام اور پڑھائی میں میں نے وقت تقسیم کر لیا جس کی ترغیب خود استاد محترم یونس ندیم صاحب نے دی حالانکہ کوئی استاد یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ شاگرد کے تمام اخراجات اس کے ذمہ ہوں اور شاگرد آدھا دن بھی نہ دے۔

مگر یہ استاد یونس ندیم کی دینی تڑپ کا ہی ثبوت ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا۔ میں جیسے جیسے احادیث وقرآن کا مطالعہ کرتا گیا خود فریبی کا طلسم ٹوٹتا گیا۔ سچائیاں منکشف ہو گئیں اور الحمد للہ ایک دن رفع الیدین کی حدیث نظروں سے گزرنے کے بعد میں نے سنت کے مطابق نماز ادا

کی اور پھر آہستہ آہستہ میں نبی محترم ﷺ کے دین کو سمجھتا گیا اور اللہ تعالیٰ مجھے قبول فرماتا گیا۔

یہاں میری زندگی کا وہ موڑ شروع ہوتا ہے جو استقامت اور آزمائشوں کے لحاظ سے کٹھن ترین دور تھا۔ وہ یہ کہ میرے گھر میں جیسے ہی یہ علم ہوا کہ میں نے مسلک حقہ اہل حدیث قبول کر لیا ہے تمام گھر والے میرے مخالف ہو گئے' جب بھی گھر آتا بحث ومباحثہ شروع ہو جاتا' بات بڑھتی بڑھتی کفر واسلام تک جا پہنچی اور مجھے کافر ومرتد کہہ کر گھر سے کھڑے کھڑے نکال دیا جاتا۔

میں تازہ ترین صورت حال جان کر اپنے استاد محترم کو بتاتا اور اکثر اپنی بے بسی پر رو پڑتا' ایسے میں استاد یونس ندیم مجھے حوصلہ دیتے اور ہمت سے کام لینے کی تلقین کرتے اور دیر تک سمجھاتے رہتے۔ اس طرح میں اللہ کی رحمت سے شیطان ہتھکنڈوں سے محفوظ ہوتا گیا۔ اس طرح ایک دن گھر سے مار کھا کر میں استاد کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے آئندہ بحث سے منع فرماتے ہوئے کہا' بیٹا آئندہ گھر میں صرف ایک فرد کو ٹارگٹ بناؤ اور اس سے بھی گھر کے باہر علیحدہ میں بات کرنا' مجھے یہ بات بہت پسند آئی اور میں نے گھر آ کر چھوٹے بھائی صابر ظہیر کو ٹارگٹ بنایا اور اللہ کے فضل سے پہلا ثمر ملا' پھر ہم دو ہو گئے اور تنہائی میں بیٹھ کر منصوبہ بنایا کرتے اب میرا غم تقسیم ہو گیا تھا' پھر ہم دونوں نے باہمی فیصلہ سے چھوٹی بہن کو ٹارگٹ بنایا اور چند دن بعد ہی اللہ نے ایک اور کامیابی دی اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں' یہ تو دعوت کی سچائی اور حقانیت کا ثبوت ہے' اب ہم تین تانے بانے بننے اور ایک دوسرے کی استقامت کے لیے کوشاں رہتے۔ ایک ڈیڑھ ماہ بعد ہم تینوں نے والدہ محترمہ کو ٹارگٹ بنا کر انہیں قرآن وحدیث کے دلائل سمجھانا شروع کر دیئے۔ ایک ماہ تک والدہ سے بحث مباحثہ ہوتا رہا بالآخر والدہ صاحب بھی سچائی کو جان گئیں اور انہیں نے

مسلک اہل حدیث قبول کرلیا۔

میں اور صابر ظہیر مولانا صادق سیالکوٹی صاحب کی کوئی نہ کوئی کتاب لائبریری سے لاتے رہتے' وہ بیٹھ کر پڑھتے جس سے ایمان کی حرارت بڑھ جاتی اب والدہ کی طرف سے ہم اللہ کے فضل سے مطمئن تھے' اس لیے گھر میں بے دھڑک توحید وسنت کی باتیں ہونے لگیں بڑے بھائی افضل صاحب ہمارا چوتھا انعام تھا' پھر تو گویا ہمارا گھر پر ہولڈ ہو گیا۔ اب گھر میں دو گروپ ہو چکے تھے' ایک اہل حدیث جو والدہ بھائی افضل صاحب میں' صابر ظہیر اور چھوٹی بہن پر مشتمل تھا۔ دوسرا بریلویوں کا جو والدہ محترمہ کے بڑے بھائی مولانا صفدر اور ایک چھوٹے بھائی ظفر صاحب پر مشتمل تھا' سب سے چھوٹے بھائی ابھی کافی بچے تھے مگر حیرت انگیز طور پر وہ ہر بار ہمارا ہی ووٹ ثابت ہوتے' یہ ڈرامائی صورت حال چند ماہ تک قائم رہی' اس کے بعد ہمیں خود کس طرح اللہ کا فضل کس پر پہلے' کس پر بعد میں ہوا۔ اب ہمارا پورا گھرانہ الحمد للہ اہل حدیث ہے۔

کتاب پڑھ کر میں اتنا متاثر ہوا کہ میں نے نماز میں رفع الیدین شروع کر دی، لیکن مسلک اہل حدیث کیا ہے؟ اس وقت اس کی مجھے قطعاً کوئی سوجھ بوجھ نہ تھی۔

مختار احمد صاحب

جناب مختار احمد صاحب آف خانیوال

حنفی (بریلوی) سے محمدی بننے کی مختصر روئیداد:

میرے خاندان میں ۹۵٪ بریلوی اور ۵٪ دیوبندی تھے۔ بندہ ابتداء میں بریلوی تھا' شعبدہ بازی' جادوگری' میجک شو میں مہارت رکھتا تھا۔ پیری مریدی خوب چلتی تھی' تعویذ کرنا' جن نکالنا میرا مرغوب مشغلہ تھا۔ بندہ نے کئی دفعہ اپنے فن کا مظاہرہ سکولوں میں بھی کیا۔ تعریفی سرٹیفکیٹ اور بہت داد ملی' قابل ذکر بات یہ ہے کہ میں نامور گلوکار اور اداکار عنایت حسین بھٹی کا اندھا دیوانہ تھا۔ دن رات اس کے گانے سنتا۔ اس کی فلمیں دیکھتا' میں نے پہلی دفعہ عنایت حسین بھٹی کو ۱۶ مارچ ۱۹۸۳ء کو لکی ایرانی سرکس خانیوال میں دیکھا اور دل چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر بھٹی صاحب کا غلام بن جاؤں۔ اس کے بعد میں نے بھٹی صاحب کو خطوط لکھنے شروع کر دیئے۔ ایک دن میں نے اخبار میں پڑھا کہ بھٹی صاحب ملتان میں مجلس پڑھنے کے لیے آ رہے ہیں' میں ملتان پہنچ گیا۔ میں نے سلام کرنے کے بعد اپنا تعارف کروایا تو بھٹی صاحب مجھے بہت خوش ہو کر ملے۔ کیونکہ وہ مجھے میرے خطوط کی وجہ سے بہت اچھی طرح جانتے تھے' پھر میں اکثر بھٹی صاحب کے پاس لاہور چلا جاتا اور وہ بھی مجھے ملنے کے لیے خانیوال آ جاتے' میرے گھر والے اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر بھٹی صاحب کو کچھ ہو گیا تو مختار بھی مر جائے گا۔ کیونکہ میرے گھر والے جانتے تھے کہ مجھے بھٹی صاحب کے

ساتھ جنون کی حد تک پیار ہے۔

اہل حدیث ہونے کا مختصر آغاز:

بندہ ۱۹۹۴ء میں عین جوانی کے ایام میں نماز کے موضوع پر لکھی گئی ایک کتاب پڑھ رہا تھا' ایک دوست اعظم صاحب نے مجھے کتاب صلوٰۃ الرسول ﷺ پڑھنے کا مشورہ دیا' کتاب پڑھ کر میں اتنا متاثر ہوا کہ میں نے نماز میں رفع الیدین شروع کر دی لیکن مسلک اہل حدیث کیا ہے اس کی مجھے قطعاً کوئی سوجھ بوجھ نہ تھی' ایک دن اچانک زکریا' لیدر سٹور سینما روڈ خانیوال دکان پر آیا۔ جہاں کسی عالم کی تقریر کی کیسٹ چل رہی تھی' میں نے زکریا صاحب سے پوچھا یہ کون صاحب تقریر کر رہے ہیں تو اس نے کہا چھوڑو یہ سب مولوی مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری کی تقریر کی نقل کرتے ہیں۔ اگر سنی ہے تو ان کی کیسٹ لے لیں۔ میں نے پہلی دفعہ مولانا محمد حسین شیخوپوری صاحب کا نام سنا اور ان کی سمندری والی تقریر کی کیسٹ بھروالی۔ اس کیسٹ کو سننے کے بعد میرے اندر اہم انقلاب آ گیا۔

مولانا شیخوپوری کی کیسٹ سننے کے بعد ہونے والی تبدیلیوں کا مختصر ذکر:

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی داتا کہنا چھوڑ دیا

﴿۲﴾ تمام شرکیہ عقائد سے توبہ کر لی

﴿۳﴾ تقلید کے موضوع پر تحقیق شروع کر دی

﴿۴﴾ اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کا دامن تھام لیا

﴿۵﴾ اس کیسٹ کی ۶۵ کاپیاں کروا کر کمزور عقائد کے لوگوں میں تقسیم کیں جس سے بہت سارے لوگوں نے توحید وسنت کے خالص عقیدے کو قبول کر لیا۔

﴿۶﴾ مولانا شیخوپوری صاحب کی دیگر بہت ساری تقاریر کی کیسٹیں حاصل کیں۔

میں نے مولانا کی پہلی مرتبہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء خانیوال میں خطبہ جمعہ کے

دوران زیارت کی، پھر ان کا ایسا گرویدہ ہوا کہ دن رات دعائیں کرتا رہتا ہوں، اے اللہ مولانا محمد حسین شیخوپوری کو تندرستی اور صحت وسلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرما کہ تیری پاک ذات کی توحید بیان کرتے رہیں۔

خانیوال سے سپیشل مولانا کی زیارت اور خطبہ جمعہ سننے کے لیے شیخوپورہ آتا ہوں، بس خطبہ جمعہ سنا۔ سلام کیا، اور واپس آ جاتا ہوں اور اکثر دل میں خیال آتا ہے کہ شیخوپورہ کے لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ جہاں پر مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری جیسے اہل توحید رہتے ہیں، اپنے علاقہ میں مجھے جہاں بھی پتہ چلے کہ مولانا تشریف لا رہے ہیں، سب کام چھوڑ کر تقریر سننے اور زیارت کرنے کی غرض سے چلا جاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ میں کیا تھا اور کہاں تھا، مجھے اللہ تعالیٰ نے کیا بنا دیا، یہ سب رب العالمین کی شان ہے جسے چاہے توحید کی طرف رہنمائی کر دے۔ اب میں نے ہر قسم کے گانے سننے چھوڑ دیئے ہیں۔ ٹی وی، دیکھنا چھوڑ دیا ہے بلکہ ایسے کام کرنا کنویں میں گرنے سے بھی برا لگتا ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اس صراط مستقیم پر قائم رکھے میری ساری اولاد کو اور مجھے بھی حافظ قرآن بنائے۔ اور میرا خاتمہ خیر اور بھلائی کے کاموں میں ہو۔

میں نے پوچھا کہ آپ مطمئن ہو گئے، تو کہنے لگے، ہم اپنے امام صاحب سے پوچھیں گے۔
مجھے غصہ آیا کہ قرآن وحدیث سے جواب مل گئے اب بھی امام صاحب کی ضرورت ہے۔"

اویس بن خلیل برنی

اویس بن خلیل برنی

میں دعا کرتا کہ ''یا اللہ مجھے صحیح دین کی سمجھ عطا فرما''

الحمدللہ میں اہل حدیث ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے' اس کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ قرآن وحدیث کی دعوت قبول کرنے سے پہلے میرا تعلق حنفی مسلک سے تھا۔ میرے دادا عالم دین تھے۔ انہوں نے دیوبند مدرسہ سے دینی تعلیم اور حفظ قرآن پاک سب سے کم عمر اور کم عرصے میں کیا۔ دادا کے والد وغیرہ بھی عالم دین گزرے۔ ہمارا شروع کا تعلق تو عرب سے تھا' ہمارے بڑے بہت پہلے مغل بادشاہت کے دور میں ہجرت کر کے بھارت آ گئے۔ پھر آہستہ آہستہ ماحول کا اثر ہوا اور ہماری ایک نسل بھٹک گئی۔ میں تو یہی کہوں گا کیونکہ جہاں رہنے لگے وہاں فقہ حنفی کے لوگ زیادہ تھے۔ اس لیے ہم میں وہ باتیں آ گئیں' اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ بڑوں نے تربیت پر توجہ نہ دی اور ہمارے بڑے ایسے ہو گئے۔ میں یہ بات اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اہل حدیث لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ ماحول کا بہت اثر ہوتا ہے۔

پاکستان میں شرک وبدعت عام ہے' ایسا نہ ہو کہ ہماری آئندہ نسل توجہ نہ ملنے کی وجہ سے بھٹک جائے۔ یہ عمل آہستہ آہستہ ہوتا ہے جس طرح ہمارے بڑے صدیوں پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ محترم والد صاحب برصغیر کی تقسیم پر بمبئی سے پاکستان آ گئے' ان کا ٹرانسفر ریلوے میں ملتان ہوا۔ میں ملتان میں پیدا

ہوا۔ ہمارا گھرانہ مذہبی تھا۔ محترم والد صاحب نے بچپن سے ہی مجھے نماز' روزے کی عادت ڈال دی۔ گھر کے سامنے بریلوی مسلک کی مسجد تھی' میں اکثر اس میں جاتا' جب میلاد اور گیارہویں کے جلسے وغیرہ ہوتے تو محلے کے بچے بھی مٹھائی کے لالچ میں آتے اور میں بھی مٹھائی کے لالچ میں جاتا۔ محترم والد صاحب سے کئی بار مار بھی پڑی۔ محترم والد صاحب گھر سے کچھ فاصلے پر دیوبند مسلک کی مکی مسجد تھی اس میں جاتے اور اس کے قریب ہی ایک اور دیوبند مسلک کی محمدی مسجد تھی اس میں تبلیغ بھی ہوتی تھی میں اس میں جانے لگا۔

ہمارے ہاں نذر و نیاز تو بہت کم ہوتی' البتہ شب برات کا حلوہ وغیرہ ہوتا تھا' یا پھر فاتحہ وغیرہ۔ تاہم کونڈے' گیارہوں اور ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ محترم والد صاحب کا ۱۶ رمضان ۸۶ میں انتقال ہو گیا۔ میں کچھ سمجھدار ہو گیا تھا۔ محمدی مسجد میں نمازیں پڑھتا تھا اور تبلیغی درس بھی سنتا تھا' مجھے تبلیغ کا شوق پیدا ہوا۔ میرے دوست دیوبندی اور بریلوی تھے' لیکن اہل حدیث کوئی دوست نہ تھا اور ہوتا بھی کیسے' کیونکہ دوستوں میں اکثر یہ باتیں ہوتیں کہ اہل حدیث (وہابی) گمراہ ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ۹۰ء میں میری دوستی (اسد انصاری) سے ہوئی جو اہل حدیث تھے۔ الحمدللہ آج تک دوستی قائم ہے۔

اپریل ۹۲ء کو مجھے اس کا خط ملا۔ جس میں اس نے نماز کا جو طریقہ لکھا اس میں رفع الیدین بھی تھا' یہ بھی لکھا کہ تم ایسے نماز پڑھو جس طرح حضور ﷺ نے پڑھی۔ یہی سنت طریقہ ہے۔ مگر میں نے اس کی تحریر پر عمل نہ کیا اور کرتا بھی کیسے' کیونکہ بچپن سے جن لوگوں میں رہا' والدین اور محلے والوں کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھا' ویسے ہی پڑھی۔ دراصل ملتان میں اہل حدیث مسجدیں بہت ہی کم ہیں' یعنی نہ ہونے کے برابر۔ ہمارے گھر سے دور دور تک کوئی مسجد نہیں تھی۔ اس لیے ہمیں کیا معلوم۔ خیر' میں یہی سوچتا کہ ہم کیسے غلط ہو گئے۔ میرے دادا عالم

تھے اور پاکستان میں اکثریت ایسے ہی دین پر چل رہی ہے۔ بہر حال بات آئی گئی ہو گئی۔

۹۲ء میں ہی رائے ونڈ کا اجتماع شروع ہوا۔ محمدی مسجد کے امام صاحب نے کہا کہ تم بھی چلو میرا دوست ایوب بھی جا رہا تھا' اس لیے میں بھی چلا گیا۔ مجھے تبلیغ کا بھی شوق تھا۔ خیر' وہاں پہنچا تو بڑی تعداد میں لوگوں کو جمع دیکھا تو خوشی ہوئی کہ اتنے مسلمان اکٹھے تو ہوئے۔ تین دن اجتماع میں رہے مگر کوئی ایسی بات معلوم نہ ہوئی جو میرے دینی علم میں اضافہ کرتی۔ وہاں پر انعام الحسن صاحب سے بیعت بھی ہوا۔ ملتان واپس آ کر کچھ دنوں بعد میری نوکری لگ گئی۔ میں یہی سمجھا کہ اللہ کے دین کے لیے تین دن لگائے تو نوکری مل گئی۔ خیر' کمپنی کراچی کی تھی اس لیے ملتان سے ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد کراچی آنا پڑا۔ ٹریننگ مکمل ہوئی تو مجھے کمپنی نے کچھ عرصے کے لیے کراچی میں ہی رکھ لیا۔ میرا تعلق مارکیٹنگ سے تھا' کراچی کے کئی علاقے دیکھے' اہل حدیث مسجدیں یہاں زیادہ ہیں۔ میرے خیال میں پاکستان میں اور جگہوں سے زیادہ یہاں مسجدیں ہیں۔ اکثر اہل حدیث مسجد میں نماز پڑھتا۔ کراچی کا ماحول مجھے پسند آیا' کیونکہ یہاں وہ حالات نہ تھے جو پنجاب میں تھے' وہاں تو کوئی اہل حدیث مسجد میں آ کر رفع الیدین سے نماز پڑھتا تو لوگ ایسے دیکھتے جیسے وہ کوئی خلائی مخلوق ہو۔ یہاں تعلیم عام ہونے کی وجہ سے لوگوں میں شعور ہے۔ یہاں لائبریریاں بھی بہت ہی۔ مجھے اسلام پر ریسرچ کا شوق ہوا۔

کچھ عرصے بعد ملتان آیا تو (اسد انصاری) اس نے مجھے ایک دن کہا کہ اب کے جمعہ مبارک اہل حدیث مسجد میں پڑھ کر دیکھو اور (مرید کے) کے اجتماع میں بھی ایک بار تو جاؤ۔ میں جمعہ پڑھنے لگا تو واقعی کچھ باتیں دل کو اچھی لگیں جیسے قرآن پاک کھول کر صرف اس کا درس ہوا۔ کچھ حدیثیں بیان

ہوئیں۔قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی بات نہ کی گئی' دل کوسکون ملا۔

۹۳ء میں دعوت اسلامی کا اجتماع ہوا' تو میرے دوست عارف جو بریلوی ہے' اس نے مجھے چلنے کو کہا' میں یہ سوچ کر شاید کوئی دینی بات معلوم ہو چلا گیا' مگر وہاں ایسا لگا کہ لوگ تفریح کرنے گھومنے' خریداری کرنے آئے ہیں۔کوئی باقاعدگی نہ تھی۔دل نے یہی کہا کہ اس سے بہتر تو (رائے ونڈ) کا اجتماع تھا۔خیر' دونوں اجتماع میں بس یہ معلوم ہو سکا کہ ۴۹ کروڑ کا ثواب ملے گا' کوئی ۷۰ ہزار پر قائم ہے۔میں یہی سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے وہ کتنا ثواب دے گا انسان اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔یہ تو دنیا کے اعتبار سے ۴۹ کروڑ بہت ہے۔اس کے حساب کا ہم کیا اندازہ کر سکتے ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ بہت دے گا۔(آمین!) میں پھر اسی سال آگے تعلیم حاصل کرنے کراچی آ گیا اور ساتھ ساتھ نوکری بھی کرتا رہا۔میں اکثر سوچنے لگا کہ اہل حدیث کو آخر کیوں برا کہا جاتا ہے۔میرے علم میں یہ بھی تھا کہ جتنے عرب ملک ہیں وہ تمام اہل حدیث ہیں۔رفع الیدین سے نماز پڑھتے ہیں۔میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھے صحیح دین پر چلنے کی توفیق دے۔کیونکہ فرقہ پرستی ایک دوسرے کو برا وغیرہ کہنا مجھے برا لگتا تھا۔

رمضان میں امی جان کے پاس ملتان چلا گیا۔اسد انصاری سے بات ہوئی تو کہنے لگا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مسجد میں بیٹھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔اب کہ تم بیٹھ کر دیکھو میں پہلی بار اعتکاف میں بیٹھ گیا۔اعتکاف کے دوران ایک رات خواب دیکھا۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرے سے تیز روشنی آرہی ہے۔میں باہر کھڑا ہوں' اتنے میں محترمہ امی جانی آتی ہے ان کے ہاتھ میں شربت کا گلاس ہے۔انہوں نے کہا کہ کمرے میں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں' ان کو یہ گلاس دے دو۔میں نے گلاس لے کر جیسے ہی قدم بڑھایا۔ایک دم

آنکھ کھل گئی۔ بہت ہی افسوس ہوا۔ عید کے بعد کراچی آ گیا۔ کیونکہ امتحان کی تیاری بھی کرنی تھی۔ اور نوکری کر رہا تھا۔ پانچ چھ ماہ بعد ملتان جانے کا اتفاق ہوا تو پڑوسی دوست صادق نے بتایا کہ ایک پیر صاحب ہیں۔ اس کے ساتھ ان سے ملا۔ انہوں نے کچھ وظیفے دیئے جو میں باقاعدگی سے کرنے لگا۔ پیر صاحب کے پاس بہت لوگ آتے' وہاں لنگر ہوتا' سب کھانا کھاتے۔ مجھے ابھی تک وہ سکون نہ ملا۔ جس کی شاید مجھے تلاش تھی۔

۹۴ء میں رمضان میں پھر ملتان گیا' اور دوسری بار پھر میں اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ جب پہلی بار بیٹھا تھا۔ تو جو سکون اور مزہ آیا تھا۔ بتا نہیں سکتا اس لیے دوبارہ بیٹھ گیا۔ پھر خواب دیکھا کہ میں سائیکل پر ایک مسجد کے قریب سے گزر رہا ہوں' مسجد بہت خوبصورت ہے۔ ایک صاحب سے پوچھا کہ کونسی مسجد ہے تو کہنے لگے کہ مسجد نبوی ﷺ ہے۔ میں نے سوچا کہ نماز ہی پڑھ لوں جیسے ہی مسجد میں قدم رکھا آنکھ کھل گئی۔ پھر افسوس ہوا۔ باقی اعتکاف میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ مجھے صحیح دین کی سمجھ عطا فرما۔ مجھے ہدایت دے۔

عید کے بعد پہلا خواب جو پچھلے سال دیکھا اور یہ خواب دونوں کو لکھ کر پیر صاحب کو بھیج دیئے۔ مگر مجھے کوئی معقول جواب نہ ملا۔ ہماری محمدی مسجد کے تین دن کے لیے جماعت نکلی' میں بھی ان کے ساتھ چلا گیا۔ ملتان کے قریبی گاؤں میں گئے' اب میں ہر کام یہ سوچ کر کرنے لگا کہ نہ جانے کب اللہ تعالیٰ مہربان ہو جائے اور مجھے صحیح دین عطا فرما دے۔ ملتان میں فرقہ پرستی' شیعہ' سنی کے جھگڑے میں ان چیزوں سے تنگ آ چکا تھا' کراچی آیا تو ہماری بلڈنگ کے سامنے مسجد بھی تبلیغی تھی' وہاں بھی تبلیغی لڑکے دوست بن گئے' ان کے ساتھ شب جمعہ میں کئی بار گیا۔

۹۵ء کے رمضان المبارک میں' میں پھر ملتان پہنچ گیا۔ مسجد کے امام

صاحب کہنے لگے کہ تم بیٹھ جاؤ' کیونکہ ابھی تک کوئی اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ خیر' میں اللہ کے فضل وکرم سے تیسری بار اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگا کہ کوئی مکمل اچھا سا خواب دکھا۔ مگر اتفاق سے مجھے کوئی خواب ہی نہیں آیا۔ پریشان سا ہوا کہ نہ جانے میرے عمل میں کیا کمی ہے۔ عید کے دن اداس سا رہا' پھر عید کے بعد کراچی آیا۔ میرا دوست نومی جو اسی سال اہل حدیث ہوا تھا۔ اس سے ملاقات ہوئی' قرآن وحدیث پر بات ہوئی تو اس نے کہا کہ رفع الیدین کے بارے میں کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے اور بہت سی حدیثوں میں اس کے بارے میں درج ہے۔ یہی صحیح دین ہے تم اب فوراً اس پر عمل شروع کردو۔

کچھ دن میں یہی سوچتا رہا کہ کیا کروں' پھر یہی خیال آیا کہ پوری دنیا کا مرکز ہے' یعنی خانہ کعبہ اس میں رفع الیدین سے نماز ہوتی اور پھر جس زمین پر قرآن پاک نازل ہوا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا۔ جبھی تو امام کعبہ اچھے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے گھر کا امام بنایا اور عرب کے لوگ حق پر ہیں۔ ان خیالوں نے مجھے ہلا دیا اور میں نے ارادہ کرلیا کہ اب کہ اجتماع میں (مریدکے) جاؤں گا۔

جب ۹۶ء کا اجتماع آیا تو میں نوکری کررہا تھا۔ میں نے چھٹی لی اور ملتان پہنچ گیا۔ ملتان پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ میرا ایک دوست (شاھد فاروق) جو میرے ساتھ تبلیغ میں تھا۔ تین ماہ پہلے (مریدکے) گیا اور وہاں سے جہاد پر چلا گیا اور اجتماع میں (مریدکے) پہنچ جائے گا۔ میں ملتان کے اہل حدیث مرکز گیا' وہاں اپنا نام بتایا کہ میں اجتماع میں جانا چاہتا ہوں' انہوں نے کہا کہ آپ شام کو آجائیں۔ ۷:۰۰ بجے بسیں جائیں گی۔ میرے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ اکیلا کیسے سفر کٹے گا' کوئی جانتا بھی نہیں اور پھر کوئی یہ نہ کہے کہ تم تو دیوبندی ہو۔

ڈر سا لگا' اگلے روز تک وسوسے آتے رہے' شام کو جب روانگی ہوئی تو پریشانی سی تھی مگر دین کو سمجھنے کی لگن تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمت دی اور میں چلا گیا۔ وہاں صبح ۷:۰۰ بجے پہنچ گئے۔

اجتماع کی جگہ پر بہت ہی اچھا نظام تھا پسند آیا۔ ہمیں (ابوبکر صدیق) نام کے کیمپ میں جگہ دی۔ تین دن میں واقعی قرآن وحدیث کے بارے میں بہت کچھ پتہ چلا۔ معلومات میں اضافہ ہوا۔ دنیا بھر سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ سعودی عرب کے عالم بھی آئے ان کا درس بھی ہوا۔ اردو میں بتایا گیا۔ ہر بات دل میں گھر کرتی گئی۔ سب سے حیرانگی جب ہوئی کہ ہمارے کیمپ کا جو امیر تھا اس کی عمر ہم سے ایک دو سال بڑی ہو گی۔ مگر اس کی قرآن وحدیث پر بہت معلومات تھیں۔ وہ کیمپ میں بہت اچھا درس دیتا۔ اس سے کیمپ کے لڑکے جو سوال کرتے وہ ان کا قرآن وحدیث سے جواب دیتا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ دین اسلام کے بارے میں اتنی معلومات ہیں۔ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے۔ (آمین!)

میرے کیمپ میں بہت لڑکے تھے' دو بریلوی بھی تھے جو بس میں میرے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے بھی امیر صاحب سے بہت سوال پوچھے' امیر صاحب نے ان کو قرآن وحدیث سے جواب دیئے۔ تین دن بعد ملتان کے لیے روانگی ہوئی تو وہ بریلوی لڑکے میرے ساتھ ہی بس میں تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ مطمئن ہو گئے تو کہنے لگے کہ اپنے امام صاحب سے پوچھیں گے۔ مجھے غصہ آیا کہ قرآن وحدیث سے جواب مل گئے اب بھی ماں صاحب کی ضرورت ہے۔ خیر' اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو سمجھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت دے۔ (آمین)

ملتان پہنچ کر میں اگلے روز کراچی آ گیا۔ کراچی پہنچ کر میرے اندر کوئی

طاقت سی آ گئی تھی جو مجھے رفع الیدین پر مجبور کر رہی تھی۔ بس پھر میں نے اسی دن سے رفع الیدین سے نماز شروع کر دی۔ مجھے قرآن وحدیث کے بارے میں اتنی معلومات نہ تھیں اس لیے نیو کراچی میں مرکزی اسلامیہ مسجد اہل حدیث گیا' ان کے امام صاحب کو بتایا کہ میں اہل حدیث ہو گیا ہوں' مجھے بتائیے کہ مجھے کونسی کتابیں پڑھنی چاہیئے جس سے میں مکمل قرآن وحدیث پر عمل شروع کر دوں۔ وہ خوش ہوئے اور پھر انہوں نے مسجد کی لائبریری سے مجھے چند کتابیں بطور تحفہ دیں جو نماز اور روزے کے بارے میں تھیں۔ ان کتابوں سے مجھے تو فائدہ ہوا' بلکہ میرے خالہ زاد بھائی قمر اقبال کو بھی فائدہ ہوا۔ میں ان کے فلیٹ پر ہی رہتا ہوں۔ میں اس کو گائیڈ کرتا رہا اور پھر اس نے بھی کوشش کی۔ کتابیں پڑھیں اور اللہ کا احسان کہ اس کو بھی ہدایت دی اور الحمد للہ وہ بھی اہل حدیث ہو گیا۔

خاندان میں ہم پہلے اہل حدیث ہیں۔ مجھے خوشی اسی وقت بھی بہت ہوئی جب میں کچھ عرصہ بعد ملتان گیا تو پتہ چلا کہ میرا دوست (شاہد فاروق) جو جہاد پر گیا تھا وہ بھی اہل حدیث ہو گیا۔ اس سے ملا' تو وہ بھی بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے گھر والوں' میرے دوستوں (عباس' سلیم ساغر' عقیل' اکرم) بلکہ تمام مسلمانوں کو ہدایت دے۔ (آمین!)

قرآن وحدیث کی دعوت قبول کرنے کے بعد بہت سی پریشانیاں سامنے آتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے ایسی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

کراچی میں ہی سارا خاندان ہے۔ باشعور پڑھے لکھے لوگ ہیں' اس لیے کوئی تنقید بھی نہیں ہوئی۔ البتہ ملتان میں ہر کوئی تنقید کرنے لگا۔ خاص طور پر امام صاحب' میں جب بھی ان سے ملتا ہوں وہ مجھے یہی کہتے ہیں کہ میں تم کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ تم کو کیا ہوا' تبلیغی ساتھی بھی برا بھلا کہتے ہیں۔ میں نے پیر

صاحب والے وظیفے بھی چھوڑ دیئے ہیں۔ مجھے اب کسی کا کوئی ڈر نہیں۔ دل مطمئن ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہوں کراچی میں جن تبلیغی لڑکوں کے ساتھ تبلیغ کا کام کر رہا تھا جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے کوئی تنقید نہ کی۔ یہ فرق ہوتا ہے علم شعور رکھنے والوں اور جاہلوں میں۔

میری اہل حدیث لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ پاکستان میں تعلیم عام کرنے میں اہم کردار ادا کریں اور عربی زبان کو ضروری قرار دلوائیں جو لوگ تعلیم کے خلاف ہیں وہ دراصل اسلام او پاکستان کے دشمن ہیں۔ دنیا میں اسلام پھیلانے کے لیے دونوں تعلیم ضروری ہیں۔ آج کل انٹرنیٹ' ڈش' ٹی وی کا دور ہے۔ آپ ایک جگہ بیٹھ کر اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا سکتے ہیں۔ سعودی عرب کا ایک چینل ڈش پر آتا ہے اس میں قرآن پاک کی تلاوت آتی ہے۔ جمعہ کے دن براہ راست جمعہ کی نماز خانہ کعبہ سے دکھاتے ہیں اور جمعہ کے دن تمام عرب ملک (Live) نماز دکھاتے ہیں اور سننے میں آیا ہے کہ جلد ہی سعودی عرب ایک چینل اور شروع کر رہا ہے۔ قرآن وحدیث کی تبلیغ کے لیے سعودی عرب کا چینل دیکھ کر بہت سے لوگ اب دین کو سمجھنے لگے ہیں اور قرآن وحدیث پر عمل بھی کر رہے ہیں۔ اہل حدیث بھی بہت لوگ ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے اہل حدیث لوگوں کو چاہئے کہ اپنا ایک چینل کھولیں جس سے تبلیغ کی جائے کیونکہ آج کل میڈیا کا دور ہے۔ کراچی میں عرب ملکوں کے بہت سے ادارے ہیں جو عربی سکھا رہے ہیں تاکہ ہم قرآن پاک کو سمجھ سکیں۔

انٹرنیٹ پر بھی قرآن پاک کی تشریح وترجمہ وغیرہ آ گیا ہے۔ کراچی میں ہی ایک ادارہ فون پر قرآن پاک کی تعلیم دے رہا ہے۔ آپ فون کریں آپ کو کتابیں ملیں گی اور پھر جہاں مشکل ہو فون پر پوچھ لو۔ اللہ تعالیٰ پاکستان سے جاہیت کو ختم کر دے اور لوگوں میں شعور آ جائے تو دیگر مسالک خود بخود ختم ہو

جائیں گے اور قرآن وحدیث کی دعوت تیزی کے ساتھ پھیلے گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ میری تحریر پڑھ کر اس ضمن میں ضرور کوشش کریں گے۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ برے وقت سے بچائے اور ہمیں قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی توفیق دے۔(آمین!)

”خانہ کعبہ اور مسجدِ نبوی ﷺ میں وہابیوں کے طریقے سے نماز ہوتے دیکھ کر میں مسلک اہل حدیث سے کافی متاثر ہوا۔“

حاجی خوشی محمد

حاجی خوشی محمد

میں ضلع خانیوال کے ایک گاؤں چک ۸۳۔۱۵ ایل میں پیدا ہوا اور وہیں پل بڑھ کر جوان ہوا۔ ہمارا گاؤں دیوبند خیالات کے حامل لوگوں کا گاؤں تھا۔ مزاروں اور عرسوں پر جانے والے لوگ تو نہیں تھے' البتہ قل اور تیجے ایسی کچھ بدعتیں ہماری برادری اور گاؤں میں موجود تھیں۔ مجھے یاد ہے ایک عجیب قسم کی بدعت یہ بھی پائی جاتی تھی کہ جن کی میت ہوتی دوسری برادری والے اس پر کپڑے ڈالتے' جسے پنجابی میں اچھاڑے ڈالنا کہتے ہیں۔

یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ دیوبند مسلک میں اس قسم کی بدعات کا وجود نہیں' لیکن اکثر دیوبندی بریلویوں کے زیر اثر اس قسم کی بدعات میں شریک نظر آتے ہیں۔ ہر چند کہ ہمارا گھرانہ بڑا دینی گھرانہ تھا۔ غیر اللہ سے مشکل کشائی اور حاجت روائی کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود توحید کا حقیقی ادراک نہیں تھا۔ اگرچہ خود مزاروں پر منتیں نہیں گردانتے تھے' جتنا گردانتا چاہیے۔ اگرچہ خود محرم اور گیارہویں وغیرہ کی نیاز نہیں کرتے تھے' لیکن اگر کہیں سے آ جائے تو کھانے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ یہ ہماری وہ خصوصیات تھیں جو کہ اکثر دیوبند گھرانوں کی ہوتی ہیں۔ میری شادی اتفاق سے ایک اہل حدیث گھرانے میں ہوئی۔ میری بیوی کو تو اپنے مسلک سے متعلق اتنی معلومات نہیں تھیں' البتہ میرے سسر اچھے خاصے کٹر اہل حدیث تھے۔ اپنے مسلک کی معلومات بھی رکھتے تھے

اور دیگر مسالک کے لوگوں سے بحث ومباحثہ بھی کر لیتے تھے۔ وہ مجھے کافی سمجھانے کی کوشش کرتے کہ ایک مسلمان کے لیے حجت صرف نبی ﷺ کی بات ہے نہ کہ کسی امام کی اس لیے نماز اور دیگر عبادات اسی طریقے سے کرنی چاہئیں جس طریقے سے آپ ﷺ نے کیں۔ وہ بتاتے کہ اہل حدیث کی بالکل وہی نماز ہے جس طرح آپ ﷺ نے پڑھی۔ میں نے ان کی باتوں پر کبھی کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی' بلکہ دل میں ان کی باتوں کو برا ہی جانتا تھا' کیونکہ وہ اپنی گفتگو میں ہمارے مسلک کو بھی غلط ثابت کرتے تھے اور ہماری نماز کے طریقوں اور اوقات پر بھی اعتراض کیا کرتے تھے' مجھ سے کہتے تو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس لیے تیری نماز نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ حصول روزگار کے لیے مجھے سعودی عرب جانا پڑا' میں وہاں کم وبیش آٹھ سال تک رہا۔ اس دوران حج اور عمرے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ وہاں جو میں نے نماز کا طریقہ دیکھا تو وہ اہل حدیثوں والا تھا' مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کے ائمہ رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور سینے پر ہاتھ باندھتے تھے' میں اس بات سے کافی متاثر ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی مسجد میں وہابیوں کے طریقے سے نماز ہوتی ہے اس وقت میں نے مختلف لوگوں سے تحقیق کی اور رفع الیدین' آمین بالجہر وغیرہ سے متعلق دریافت کیا تو احادیث وغیرہ کے حوالے سے مجھے کافی باتیں سمجھائی گئیں' لیکن شاید اس وقت میرے اہل حدیث ہونے کا وقت نہیں آیا تھا۔ البتہ میں وہاں کے لوگوں سے متاثر ہوا جو نماز کے وقت اپنی دکانوں کو بھی کھلی چھوڑ کر اللہ کے حضور پہنچتے تھے' اسلامی نظام کی برکت تھی کہ وہاں چوری' ڈکیتی اور قتل ایسے جرائم نہ ہونے کے برابر تھے۔

سعودی عرب جانے سے پہلے میں اپنے گھر والوں کے ساتھ کراچی منتقل

ہو چکا تھا۔ اور پھر سعودی عرب سے واپسی کے بعد کراچی میں ہی مستقل رہائش اختیار کیئے رکھی۔ میرے گھر کے قریب دیوبندیوں کی ایک مسجد تھی (جو اب بریلویوں کے قبضے میں چلی گئی ہے) مسجد کے کاموں میں تھوڑا سا فعال ہونے کی وجہ سے مجھے خزانچی بنا دیا گیا تھا' مسجد کا چندہ وغیرہ میرے پاس ہی جمع ہوتا۔ ان دنوں ہمارے ایک دوست منصب علی صاحب جو مسجد میں ہمارے ساتھ ہی نماز پڑھا کرتا تھے' انہوں نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا تھا' لیکن ابھی ان کی مزید تحقیق جاری تھی۔ اب وہ ہمارے ساتھ بمع رفع الیدین نماز پڑھتے اور زور سے آمین کہنے لگے' نیتجتًا ان سے بحث ومباحثے شروع ہو گئے' بعد نماز عشاء مسجد کی انتظامیہ کے افراد اور بعض دیگر نمازی مولوی صاحب کے حجرے میں جمع ہو جاتے تھے اور خوب بحث ومباحثے ہوتے' منصب علی صاحب اکیلے ہوتے اور ہم سارے ایک طرف ہوتے لیکن اکثر مرتبہ منصب صاحب عالم دین نہ ہونے کے باوجود ہمیں اور ہمارے مولوی صاحب کو لاجواب کر دیتے۔

ایک روز ہمارے مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ رفع الیدین کو تو اللہ کے رسول ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے' صحاح ستہ کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ نماز میں ایسے ہاتھ نہ ہلایا کرو جس طرح شریر گھوڑا دم ہلاتا ہے۔ یہ حدیث سن کر ہمارے گروپ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور منصب علی کافی پریشان ہوئے کیونکہ وہ نئے اہل حدیث تھے اس لیے ابھی اتنی زیادہ معلومات بھی نہیں تھیں۔ بہر حال انہوں نے ہمارے مولوی صاحب سے حدیث کا حوالہ لیا اور کہا میں تحقیق کروں گا اور یہ طے کیا کہ اگر رفع الیدین غلط ثابت ہوا تو میں رفع الیدین کرنا چھوڑ دوں گا اور اگر رفع الیدین ثابت ہو گیا تو مولوی صاحب بھی رفع الیدین کرنا شروع کر دیں گے۔ ہمارے لیے یہ صورت حال بڑی دلچسپ تھی' مولوی صاحب نے جس اعتماد کے ساتھ حوالہ دیا تھا اس

سے ہمیں یقین ہو رہا تھا کہ منصب علی اس کا توڑ نہیں لا سکتا۔

منصب علی نے اپنے علماء کے پاس جا کر اس حدیث کی بابت تحقیق کی اور پھر عشاء کے بعد مولوی صاحب کے حجرے میں لگنے والی محفل میں آ بیٹھے' انہوں نے اس حدیث کے بارے میں بتایا کہ میں نے تحقیق کی ہے بلکہ حدیث کی کتاب میں دیکھی ہے کہ وہ حدیث صحیح مسلم میں ہے لیکن رفع الیدین سے متعلق نہیں ہے بلکہ سلام سے متعلق ہے۔ شروع شروع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں سلام پھیرتے وقت دونوں طرف ہاتھ بھی ہلاتے تھے' چنانچہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز میں شریک گھوڑے کی دم کی طرح ہاتھ ہلانے سے منع فرمایا' اس حدیث کے سلام سے متعلق ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ حدیث صحیح مسلم کے باب السلام میں آتی ہے۔ اس کے علاوہ منصب علی صاحب نے ایک عقلی دلیل یہ بھی دی کہ گھوڑا دم کو اوپر نیچے نہیں ہلاتا دائیں بائیں ہلاتا ہے۔

منصب علی کے ان دلائل کا مولوی صاحب کے پاس کوئی جواب نہیں تھا' انہوں نے سب کے سامنے اپنی شکست یہ کہہ کر تسلیم کی کہ چھوڑو یار منصب صاحب' تمہارے نزدیک وہ عمل صحیح ہے ہمارے نزدیک یہ عمل صحیح ہے۔ نہ تم ہم کو چھیڑو نہ ہم تم کو چھیڑیں لیکن منصب علی نے کہا کہ تم سے یہ طے ہوا تھا کہ اگر رفع الیدین ثابت ہو گیا اور تمہاری دکھائی ہوئی حدیث رفع الیدین کا رد کرنے میں ناکام رہی تو تم بھی رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دو گے اس لیے اپنا وعدہ نبھاؤ' میں ایسے نہیں چھوڑوں گا' بہر حال مولوی صاحب نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور نہ مانے لیکن اس روز محفل میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر مسلک اہل حدیث کی حقانیت واضح ہو گئی۔

منصب بھائی نے مولوی صاحب کا پیچھا نہ چھوڑا اور علاقے کے صدر کو اپنے تنازعے سے آگاہ کر کے مطالبہ کیا کہ علاقے کے معززین کے سامنے ہم

دونوں کو بٹھا کر ہمارا فیصلہ کیا جائے' مولوی صاحب نے میرے ساتھ بدعہدی کی ہے۔ چنانچہ علاقے کی کمیٹی کے صدر نے تاریخ مقرر کر کے دونوں کو بلایا تاکہ فیصلہ کیا جائے۔ لیکن ہماری مسجد کے مولوی صاحب تاریخ آنے سے پہلے ہی مسجد چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ یہ صورتحال دیکھ کر مسجد کی انتظامیہ اور مولوی صاحب اور منصب بھائی کے مباحثوں میں شریک رہنے والے دیگر افراد حیران رہ گئے کہ مسلک اہل حدیث کے ماننے والے ایک عام فرد نے ہمارے مسلک کے عالم دین کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ مجھ سمیت مسجد کی انتظامیہ میں سے اکثر افراد نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا۔

مسلک حق قبول کرنے کے بعد مجھے کسی خاص مخالفت اور مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا' کیونکہ میری بیوی اور سسرال والے تو پہلے ہی اہل حدیث تھے ارو برادری والے بھی مسلکی معاملات میں اس قدر متعصب نہیں تھے کہ میری مخالفت کرتے یا برادری میں میرا بائیکاٹ کرتے۔ بلکہ برادری کے بعض لوگ تو متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی مسلک حق قبول کیا۔ اب الحمد للہ میں اپنے بچوں کو دینی وعصری دونوں تعلیم دلا رہا ہوں' میری بچیاں ڈاکٹری پڑھ رہی ہیں' جبکہ لڑکے ابھی چھوٹے ہیں اور مدرسے میں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مسلک کی جتنی خدمت ممکن ہو کرنے کی کوشش کرتا ہوں' اہل حدیث جانباز فورس کے ساتھ میرا تعاون رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بس یہی دعا ہے کہ وہ ان ٹوٹی پھوٹی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنی رحمت سے آخرت کی رسوائی سے بچالے۔

جب میرا بھائی اور کزن اچھی طرح دل کی بھڑاس نکال چکے تو اہل حدیث صاحب نے کہا کہ تم قرآن کریم لے آؤ' میں اس میں سے تمام اعتراضات کا جواب دوں گا۔ قرآن مجید لایا گیا' حیرت انگیز طور پر اہل حدیث صاحب نے ہر سوال کے جواب میں قرآن مجید کی آیات دکھائیں اور دونوں کو لاجواب کر دیا۔

سعید اختر

محترم سعید اختر

اب مجھے مسلک اہل حدیث کی صداقت پر سو فیصد یقین ہو چکا ہے

اگر چہ میرا پیدائشی نام جو میرے پیدائشی سرٹیفکیٹ پر بھی لکھا گیا' سعید اختر صابری ہے تاہم میں نے کبھی صابری کو دل سے قبول نہ کیا اور اسے نام کا حصہ نہ بننے دیا۔ میں پیروں کے گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں' میرے نانا علیم الدین پیر تھے' اور میوہ شاہ قبرستان میں ہمارے بزرگ کی قبر پر ہر سال عرس کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ ہمارے گھرانے میں گیارہویں شریف سے لے کر وہ تمام بدعات وخرافات ہوتی تھیں جو کسی بھی پیر کے گھر میں ہو سکتی ہیں۔ ہر سال عرس کے موقع پر نانا اور ان کے مریدین جن میں گھر والے بھی شامل ہوا کرتے تھے' ایک چادر تان کر نکلا کرتے تھے' چاروں کونوں سے مختلف لوگوں نے پکڑی ہوتی تھی' ڈھول بج رہا ہوتا تھا اور سب میوہ شاہ کے قبرستان میں اپنے بزرگ کی قبر کی جانب رواں دواں ہوتے تھے۔ راستے بھر لوگ اس چادر میں اپنے اپنے نذرانہ ڈالتے جاتے تھے۔ مزار پر پہنچ کر عرس کی تقریبات کا باقاعدہ آغاز ہوتا تھا۔ نانا حضور وعظ ونصیحت فرماتے تھے' لیکن آپ غلط فہمی کا شکار مت ہوں وہ اپنے وعظ میں نماز روزے کی پابندی کرنے کی تاکید نہیں کرتے تھے' کیونکہ وہ تو خود نماز کے تارک تھے' بلکہ ان کا وعظ بزرگوں کی کرامتوں سے بھرپور واقعات پر مبنی ہوتا تھا۔ ان کا خود کا بھی یہی ذہن تھا اور اپنے مریدوں کا بھی یہی ذہن

بناتے تھے کہ جو کچھ ہیں بس یہی بزرگ ہیں ان کے عرس کر کے اوران کی عزت کر کے انہیں خوش کر دو‘ یہی تمہیں جنت میں لے جائیں گے۔ شاید ان کے نزدیک نماز روزے کی ثانوی حیثیت بھی نہیں ہے۔ نانا کی وعظ ونصیحت کے بعد لنگر ہوتا اس کے بعد قوالیاں ہوتی جو رات گئے تک جاری رہتیں۔

میں نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی میں اپنا بچپن گزارا لیکن قدرتی طور پر شروع ہی سے میرا رجحان ان خرافات کی جانب نہیں تھا۔ اگرچہ حالات کا جبر تھا‘ ماحول کا دباؤ تھا کہ مجبورا مجھے وہ سب کچھ کرنا پڑتا جو گھر کے دیگر ارکان کرتے لیکن ان امور سے قطعی طور پر مجھے دلچسپی نہیں تھی۔ شروع سے ہمارا یہ ذہن بنایا گیا تھا کہ وہابی کلمے کو نہیں مانتے‘ درود کو نہیں مانتے‘ بزرگوں کی گستاخی کرتے ہیں اس لیے ان کی صحبت میں نہیں بیٹھنا چاہئے‘ بلکہ اس بات کی خاص تاکید کی جاتی تھی کہ وہابیوں سے کبھی بحث نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ بات اتنی تکرار کے ساتھ ذہن نشین کرادی گئی تھی کہ بچپن میں وہابیوں کو کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا تھا۔

عمر کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے شعور میں اضافہ ہوا‘ ویسے ویسے دینی کتب کا مطالعہ کرنے کا شوق بڑھتا گیا۔ ہمارے گھر کے قریب بریلوی مکتب فکر کی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ تھی‘ میں قدرتی رجحان کی بنا پر اس مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ مطالعے کے ذریعے میری دینی معلومات میں اضافہ ہو گیا‘ شرک وبدعات اور دیگر شرعی اصطلاحات سے تعارف حاصل ہوا۔ الحمد للہ غور وفکر کرنے کی عادت تھی‘ اچھا خاصہ شعور رکھتا اس دوران میرا یہ ذہن بنا کہ مسلمانوں میں جو مختلف فرقے ہیں ان کے درمیان اختلافات معمولی نوعیت کے ہیں‘ یہ سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

میرا بڑا بھائی بچپن ہی سے قبروں اور مزاروں پر جانے کا بڑا شوقین تھا‘

گویا وہ کٹر قسم کا بریلوی تھا' اسی طرح میرا خالہ کا بیٹا نواب دین جو پہلے میرے ماموں کا مرید تھا' اب ان کے انتقال کے بعد خود پیر بن گیا ہے۔ ایک روز دونوں نے ایک اہل حدیث کو پکڑ لیا اور اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی کہ تم فلاں کو نہیں مانتے تم درود نہیں پڑھتے' نذر و نیاز نہیں کرتے' کھڑے ہو کر سلام نہیں پڑھتے وغیرہ وغیرہ۔

میں بھی ادھر موجود تھا' اہل حدیث صاحب بڑی تسلی کے ساتھ ان کے اعتراضات کڑوے کسیلے انداز اور الفاظ میں سنتے رہے جب میرا بھائی اور کزن اچھی طرح دل کی بھڑاس نکال چکے تو اس نے کہا کہ تم قرآن کریم لے آؤ' میں اس میں سے تمام اعتراضات کا جواب دوں گا۔ قرآن مجید لایا گیا' حیرت انگیز طور پر اہل حدیث صاحب نے ہر سوال کے جواب میں قرآن مجید کی آیات دکھائیں اور دونوں کو لاجواب کر دیا' لیکن انہوں نے بھی روایتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور لاجواب ہونے کے باوجود دلی طور پر قائم نہیں ہوئے۔

یہ واقعہ پہلا جھٹکا تھا جس نے میرے غور و فکر کے نئے نئے دروازے کھولے' مجھے حیرانگی اس بات پر تھی کہ وہابی نے کوئی زبانی کلامی بات نہیں کی اور نہ ہی اپنے کسی بزرگ کی کتاب منگوائی بلکہ براہ راست قرآن کریم منگوایا جس کی حیثیت ہمارے نزدیک بھی مسلمہ تھی۔

مجھے دوسرا اور فیصلہ کن جھٹکا اس وقت لگا جب میں لائبریری سے مولانا الیاس قادری صاحب کی کتاب فیضان سنت پڑھنے کے لیے لایا اور اس میں نماز غوثیہ کا بیان پڑھا۔ کتاب میں نماز غوثیہ پڑھنے کا طریقہ اور اس کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی تھی' جسے پڑھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور پھر واقعی میری آنکھیں کھل گئیں' یہاں میں یہ بات بھی واضح کرتا چلوں ''فیضان سنت'' کے تازہ ایڈیشن میں سے نماز غوثیہ کا باب نکال دیا گیا ہے' کیونکہ معمولی سی عقل

رکھنے والے بریلویوں میں بھی اس شرکیہ بدعت کو قبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہو رہا تھا' اور یہ عمل ان کے دل میں کھٹک پیدا کر رہا تھا۔

نماز غوثیہ کا طریقہ اس طرح لکھا ہوا تھا کہ مغرب کے فرض پڑھنے کے بعد آپ دو رکعت نماز نفل غوثیہ کی نیت باندھیں' ابتداء میں منہ قبلہ شریف ہی ہو' نفل کی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھیں' سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں' پھر مدینہ شریف کی طرف منہ کریں اور گیارہ قدم چل کر رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے یہ دعا پڑھیں' دعا عربی میں تھی ترجمہ بھی ساتھ ہی لکھا ہوا تھا۔ عربی میں دعا لکھنے کی وجہ شاید یہ تھی کہ لوگ اس عمل کو سنت سمجھیں' دعا کا ترجمہ اس طرح تھا:

> ''اے جن وانس کی فریادیں سننے والے' اے میرے ماں باپ دونوں کی طرف سے میرے بزرگ' میری فریاد کو پہنچئے' میری مدد کیجئے' میری حاجت پوری ہونے میں اے حاجتوں کے پورا کرنے والے۔''

یہ پڑھنے کے بعد پھر بغداد' یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مزار کی طرف منہ کرنا تھا اور انہیں مخاطب کر کے یہی دعا دہرانی تھی:

> ''اے جن وانس کی فریادیں سننے والے' اے میرے ماں باپ دونوں کی طرف سے میرے بزرگ' میری فریاد کو پہنچئے' میری مدد کیجئے' میری حاجت پوری ہونے میں اے حاجتوں کے پورا کرنے والے۔''

نماز غوثیہ کی تفصیلات نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا' اگر یہ عمل بھی شرک نہیں ہے تو پھر شرک ہے کس چیز کا نام؟ میں نے کتاب کا یہ اقتباس دعوت اسلامی کے ساتھیوں کو پڑھ کر سنایا اور ان سے بھی یہی سوال کیا کہ کیا یہ شرک نہیں تو وہ کہنے

لگے' لگتا تو شرک ہی ہے لیکن بزرگ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہے۔ بہر حال اس کے بعد میں مسلک بریلویت سے پوری طرح بدظن ہو گیا اور توحید کی تلاش میں دیو بند مکتب فکر کی مسجد میں نماز پڑھنے لگا' میں تحقیق کے نقطہ نظر سے ان کی طرف گیا تھا' چنانچہ جب تک میں گہرائی میں نہیں پہنچا اس وقت تک دیو بند مسلک سے کافی مطمئن رہا۔

دیو بند مسجد میں تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا ہو گیا' یہاں تک کہ میں نے رائیونڈ جانا شروع کر دیا' تبلیغی دوروں پر بھی نکلا لیکن جب تبلیغی نصاب کا مطالعہ کیا اور مختلف بزرگوں کی کتب پڑھیں تو معلوم ہوا کہ اصل توحید تو یہاں بھی نہیں ہے۔ مزے کی بات یہ کہ تبلیغی نصاب میں قرآن مجید کا ترجمہ شامل نہیں ہے' بلکہ ترجمہ پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے۔ علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اسے عام آدمی سمجھ نہیں سکتا' اگر عالم کی نگرانی کے بغیر پڑھا جائے گمراہی کا خدشہ ہے۔ ان کا یہ موقف قرآن کے بالکل برعکس ہے۔ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔'' اسی طرح تبلیغی جماعت کی ایک کتاب ''کرامات امدادیہ'' پڑھی جس میں تبلیغی جماعت کے ایک بزرگ پیر امداد اللہ مہاجر مکی کی بڑی بڑی کرامتیں درج تھیں' یہاں تک کہ ایسے واقعات بھی بیان کیے گئے تھے جو ان کے اس موقف پر دلالت کرتے تھے کہ اگر ہزاروں میل دور سے کوئی انہیں مدد کے لیے پکارتا تو امداد اللہ صاحب کی یہ کرامت تھی کہ وہ وہاں بروقت پہنچ کر اس کی مدد کر سکتے تھے۔ اس میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ پیر امداد اللہ صاحب کا ایک مرید بحری سفر کر رہا تھا کہ بیچ سمندر میں جہاز طوفان میں گھر گیا' یہاں تک کہ بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی' مرید نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر اور کونسا موقع ہوگا پیر کو مدد کے لیے یاد کرنے کا چنانچہ مرید نے اپنے پیر سے لو

لگائی تو پیر صاحب مدد کے لیے پہنچے اور جہاز کو طوفان سے نکال کر لے گئے'۔
پیر صاحب مدد کرنے کے بعد جب واپس اپنے گھر آئے' مریدین میں بیٹھے تھے کہ کسی مرید نے ان کے ہاتھ پر زخم دیکھ کر دریافت کیا' حضرت یہ زخم کیسا؟ صبح تو آپ بالکل صحیح تھے' پیر صاحب نے جواب دیا' اصل میں میرے فلاں مرید کا بحری جہاز بیچ سمندر میں طوفان کی زد میں آ گیا تھا' میرے مرید نے مجھے پکارا تو میں فوری طور پر اس کی مدد کے لیے پہنچا اور جہاز کو ڈوبنے سے بچانے کی جدو جہد میں مجھے یہ زخم لگ گیا۔

اس قسم کے واقعات پڑھ کر مجھے بڑا دکھ ہوا' جن عقائد سے متنفر ہو کر میں نے بریلوی مسلک کو خیر باد کہا تھا' یہاں بھی میرا اسی قسم کے عقائد سے سابقہ پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد میں از خود تحقیق کی غرض سے مسلک اہل حدیث کی جانب متوجہ ہوا' پہلے پہل میں سمجھتا تھا کہ اہل حدیث امام احمد بن حنبل؄ کے مقلد ہیں' کیونکہ ایک مرتبہ جب میں دیوبندیوں کی مسجد میں نماز پڑھتا تھا تو وہاں مسجد نبوی ﷺ کے امام صاحب نے ایک جمعہ پڑھایا تھا' جب ہم نے مسجد کے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ امام صاحب رفع الیدین کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ حنبلی ہیں اور امام احمد بن حنبل؄ کی فقہ میں رفع الیدین کا حکم ہے۔ چنانچہ اس روز سے میں اہل حدیثوں کو بھی حنبلی سمجھتا تھا۔ میں نے تحقیق کی غرض سے اہل حدیث مسجد میں نماز پڑھنا شروع کی اس مسجد میں جمعہ اور دیگر نمازیں ممتاز اہل حدیث دانشور حافظ صلاح الدین یوسف صاحب پڑھاتے تھے۔ کیونکہ دیوبند مسلک نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی اس لیے اب میں بڑا محتاط تھا۔ میں اس وقت تک کلی طور پر مسلک اہل حدیث سے وابستگی اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک کہ میں بنیادی اختلافی عقائد اور مسائل سے متعلق اچھی طرح تحقیق کر کے مسلک اہل حدیث پر مطمئن نہ ہو جاؤں۔

میں اکثر حافظ صلاح الدین یوسف صاحب سے سوال کرتا اور وہ ہر مرتبہ مجھے قرآنی آیات یا احادیث کے حوالوں کے ساتھ اطمینان بخش جواب دیتے، سوالات کے ذریعے ہی مجھ پر یہ بھید کھلا کہ اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں، وہ ہر مسئلے میں براہ راست قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور جس طرح حافظ صاحب ایک ایک مسئلے کی کتاب وسنت کے دلائل سے وضاحت کرتے تھے، اسے سن کر مجھ پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی تھی کہ واقعی قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی اور وفقہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں بتدریج مسلک اہل حدیث پر میرا اعتماد بڑھتا گیا۔ اور آج الحمدللہ میرا اس بات پر سو فیصد یقین ہے کہ اگر اس روئے زمین پر کوئی سچا مسلک ہے تو وہ مسلک اہل حدیث ہے۔
الحمدللہ اب میں کسی تذبذب میں مبتلا نہیں ہوں، صدق دل کے ساتھ مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہوں اور اسے ہر دل کی دھڑکن بنانے کے لیے جد وجہد کا عزم رکھتا ہوں میں اکثر اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی نوکری پر رکھ لے اور میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شرک وبدعات کی گندگی سے نکالوں ان کے عقائد کو سنواروں، کیونکہ عقائد میں گندگی کی وجہ سے دیگر تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں، آپ سے بھی یہی گزارش کروں گا کہ آپ میرے حق میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اپنے دین کا کام لے اور میرے تمام گھر والوں اور خاندان والوں کو بھی سچے دین کی سمجھ دے۔

’’جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی اور شعور پختہ ہونے لگا تو میں امی سے اور ان کی سہیلیوں سے باقاعدہ ان کے خلاف بحث کرنے لگی۔ امی کا تعویذ دھاگوں پر بڑا یقین تھا‘ ان کو اس سے ہٹانے کے لیے میں خود ہی تعویذ لکھ کر دروازے کی چوکھٹ میں رکھ دیتی۔ جس سے امی بہت پریشان ہوتیں اور بابا جی کے پاس لے کر جاتیں اور وہ انہیں عجیب عجیب باتیں بتاتیں جس سے وہ وہموں میں مبتلا ہو جاتیں جب میں بتاتی کہ یہ میں نے کیا تھا‘ یہ میری شرارت ہے تو خوب درگت بنتی۔‘‘

ایک خاتون

ایک خاتون

میں داتا دربار گئی تو مجھے ایسا لگا جیسے کوئی مجھے دھکا دے رہا ہے

میں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی خالص مذہبی قسم کا تھا۔ امی میری تہجد گزار پانچ وقت کی نمازی تھیں۔ وہ صبح ہمیں بھی فجر کی نماز کے لیے اٹھاتیں۔ ہم بھی باقاعدگی سے نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ باقاعدہ سب بہن بھائی پورے روزے رکھتے تھے۔ ہم اہل حدیث نہیں تھے اس کے علاوہ جو بھی تھے وہ آپ یہ پڑھ کر اندازہ لگا لیں۔ چونکہ یہ میری ماں کا عقیدہ تھا اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔

چھوٹی عمر میں، میں ہر جمعہ اپنی امی کے ساتھ نماز تسبیح پڑھنے محلے کے ایک گھر جاتی تھی۔ جہاں تمام محلے کی عورتیں مل کر نماز پڑھتیں اور بعد میں محفل میلاد ہوتی۔ روزوں میں خاص طور پر جمعۃ الوداع میں یہ اجتماع بہت زیادہ ہو جاتا۔

اسی عمر میں جب کہ میرا ذہن ناپختہ تھا۔ اچھے برے کی تمیز نہ تھی، بلکہ جو امی نے کہہ دیا ٹھیک تھا۔ ہر جمعرات کو محلے کے ایک دوسرے گھر میں جاتے جہاں پر ''چولی'' ہوتی۔ اس سے مراد ہے کہ اگر کسی پر جن بھوت کا سایہ ہو جائے تو اسے قوالی کے ذریعہ اتارہ جائے۔ ہوتا ایسا تھا کہ گھر کی مالکن جسے ساری عورتیں ''بابا جی'' کہتی تھیں۔ ایک ہال نما کمرے میں بڑا سا تخت لگا کر بیٹھ جاتیں۔ انہوں نے سبز کپڑے پہنے ہوتے۔ سب عورتیں آ کر ان کے گلے میں

ہار ڈالتیں پھر قوالی شروع ہو جاتی جو عورتیں ہی کرتی تھیں ڈھولکی کی آواز اس قدر پرزور ہوتی کہ سب عورتیں آہستہ آہستہ بال کھول کر بقول ان کے ''حال'' کھیلنا شروع کر دیتیں۔ کچھ تو باقاعدہ کھڑی ہو کر ڈانس کرتیں اور کچھ بیٹھ کر ہلتی رہتیں۔ سب یہ کہتی تھیں کہ ان پر جن آتا ہے۔ میں بھی تقریباً ہر محفل میں ہر جمعرات شامل ہوتی۔ لیکن میرے اوپر کبھی کوئی جن نہ آیا' اس وقت میں تقریباً بارہ تیرہ سال کی بچی تھی کہ میرا شعور جاگا اور مجھے یہ تقریباً سب غلط لگنے لگا۔ میری لاکھ کوشش کے باوجود جن نہ یا' بلکہ اللہ کی رحمت عیاں ہونی شروع ہوئی۔ قوالی ہوتی رہتی۔ عورتیں جھومتی رہتیں۔ اور ''باباجی'' بلند آواز میں نعرہ تکبیر اور نعرہ حیدری لگاتی رہتیں پھر جب سب تھک جاتے تو باباجی سمیت سب بیٹھ جاتے اور ہر عورت رو رو کر باباجی سے اپنی فراد کرتی۔ کوئی بیٹا مانگتی' کوئی بیٹی کا گھر بسنے کو کہتی' اور باباجی انہیں تعویذ لکھ کر دیتیں۔ اور اس طرح یہ ڈرامہ اختتام پذیر ہوتا۔

میرے اوپر تو کبھی جن نہ آیا' ہمارے گھر کے ساتھ سے میری ہم عمر لڑکی بھی وہاں جاتی تھی وہ بھی وہاں بال کھول کر کھیلتی تھی' میں نے اسے پوچھا' بانو سچ سچ بتاؤ۔ تم پر جن آتا ہے تو اس نے بتایا کہ نہیں' میں تو خود ہی بال کھول کر کھیلنا شروع کر دیتی ہوں۔ حقیقت حال یہ تھی جس میں بوڑھی جوان سب عمر کی عورتیں مبتلا تھیں۔ چونکہ میرا شعور جاگ گیا تھا اس لیے میں گھر آ کر سب کی نقلیں اتارتی' باباجی بن کر امی سے کہتی' بچہ فراد کرو۔ مردانہ آ،از میں۔ امی نے میرا وہاں جانا بند کر دیا۔ اگرچہ میں تنقیدی نظر سے یہ تماشا دیکھنا چاہتی تھی۔

اسی گھر میں باباجی ہر مہینے گیارہویں شریف کا ختم بھی کرواتی تھیں۔ سالانہ گیارہویں بھی ہوتی۔ جو کہ مشترکہ پیسوں سے ہوتی۔ ختم کرواتے دو گھنٹے کا عبدالقادر جیلانی کا نام کا ختم پڑھتے' پھر بعد میں جس نے زیادہ پیسے دیے ہوتے اسے زیادہ تبرک ملتا اور جس نے کم دیئے ہوتے اسے کم ملتا۔ مجھے بھی وہ

ختم از بر یاد تھا۔ یہ قدرت کی طرف سے تھا کہ ایسے ماحول میں رہتے ہوئے مرا ذہن یہ سب ماننے کو تیار نہ تھا۔

ہمارے گھر میں بھی اکثر قرآن پاک عورتوں کو اکٹھا کر کے پڑھوایا جاتا' اس کے علاوہ کسی عورت نے منت مانی ہوتی وہ بی بی فاطمہ کا معجزہ یا دس بیبیوں کی کہانی پڑھواتیں اس سے مراد یہ ہے کہ سات عورتیں بیٹھ کر ایک عورت سے سنتی ہیں۔ میرا تلفظ چونکہ صاف تھا اس لیے یہ ڈیوٹی میری لگتی۔ جو کہ میں مزے لے لے کر سناتی۔ اور بعد میں خوب ہنستی۔ امی کی سہیلیوں نے تب ہی کہہ دیا تھا کہ تمہاری یہ بیٹی علیحدہ چیز ہے۔

جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی اور شعور اور پختہ ہونے لگا تو میں امی سے اور ان کی سہیلیوں سے باقاعدہ ان کے خلاف بحث کرنے لگی۔ امی کا تعویذ دھاگوں پر بڑا یقین تھا' ان کو اس سے ہٹانے کے لیے میں خود ہی تعویذ لکھ کر دروازے کی چوکھٹ میں رکھ دیتی یا پھر پیاز میں بہت سی سوئیاں چبو کر رکھ دیتی۔ جس سے امی بہت پریشان ہوتیں اور باباجی کے پاس لے کر جاتیں اور وہ انہیں عجیب عجیب باتیں بتاتی جس سے وہ وہموں میں مبتلا ہو جاتیں جب میں بتاتی کہ یہ میں نے کیا تھا۔ یہ میری شرارت ہے تو خوب درگت بنتی۔

میں میر صاحب کا مزار ہمارے گھر کے قریب تھا' اس لیے کثرت سے ادھر جاتے اور منتیں مانگتے۔ جب بی اے کا امتحان دیا تو میں داتا صاحب گئی تو یقین کریں میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ مجھے ایسے لگا جیسے کوئی مجھے دھکا دے رہا ہے۔ میرا دل بار بار یہی کہتا کہ بھاگ جاؤ وہ دن اور آج کا دن میں پھر دوبارہ داتا صاحب یا میاں میر صاحب نہ گئی' یہ شاید سب اس لیے تھا اور میرے رب نے میری رہنمائی اس لیے کی کہ میرا سنجوک خالص اہل حدیث گھرانے سے جوڑا گیا تھا۔ میری ساس اور میرا شوہر سب کٹر اہل حدیث ہیں اس طرح میری

مواحدانہ طبیعت جو قبل ازیں کام حالت میں تھی کو تقویت حاصل ہوئی اور پھر یہ فائدہ بھی ہوا کہ اگر میں انہیں راستوں پر چلتی تو میری ازدواجی زندگی تو تباہ ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرا پورا گھرانا' بچوں سمیت اہل حدیث ہیں' میری رہنمائی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ نے کی مجھے روشنی دی اور صراط مستقیم پر چلایا۔

کہتے ہیں مقدر آسمانوں پر لکھے ہوتے ہیں' چونکہ میرے ستارے ایک ایسے گھرانے سے منسلک تھے جسے میں مجاہد گھرانا کہتی ہوں خالص طور پر اپنی ساس کو مجاہدہ سمجھتی ہوں' اب میرے سسرال والوں کے بارے میں پڑھئے کہ وہ کیسے اہل حدیث ہوئے۔

پہلے زمانہ میں لوگ برادری سسٹم پر شادی کرتے تھے' عقیدے اور مذہب کو نہیں مانتے تھے۔ پہلے مرزائیوں کو بھی مسلمان سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح میری ساس کی شادی مرزائی خاندان میں ہوئی۔ یہ لوگ گاؤں کے امیر ترین لوگ سمجھے جاتے تھے۔ میری ساس نے والدین کی مرضی کے سامنے سر جھکا دیا لیکن اپنا عقیدہ یعنی اہل حدیث نہ چھوڑا۔ انہوں نے گاؤں کی اہل حدیث مسجد سے رشتہ جوڑے رکھا اور اپنے بچوں کی اہل حدیث عقیدے پر تربیت کی۔ جس کی وجہ سے انہیں بہت سی ازدواجی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ باپ ربوہ کی طرف بچوں کو لے کر جاتا لیکن والدہ انہیں اہل حدیث کی طرف لائیں' اکثر میاں بیوی میں لڑائی جھگڑا رہتا۔ والد گھر میں خرچہ بھی نہ دیتا۔ اکثر بھوکے رہنا پڑتا۔ دادا نے بھی دیکھا کہ بچے ان کے عقیدے مرزائیوں کی طرف راغب نہیں تو انہوں نے ساری جائیداد ربوہ کے حوالے کر دی ان کو ٹوٹی پھوٹی حویلی کا کچھ حصہ دے دیا۔ آخر کار باپ نے بچوں کو اپنی ماں کے مذہب پر پختہ دیکھا تو انہیں چھوڑ دیا۔ اور کہیں اور چلا گیا۔ میری ساس اور بچوں نے پھر بھی ہمت نہ

ہاری اور ڈٹے رہے۔ اگر انہیں پیسے کا لالچ ہوتا تو باپ اور دادا کے کہنے پر جائیداد حاصل کر لیتے اور ماں کا عقیہ چھوڑ دیتے۔ لیکن انہوں نے چھوٹی عمر میں ہی باپ کے جانے کے بعد اللہ سے زبردست لو لگائی اور توحید پرست ہو گئے۔ نوکری بھی کرتے' شام کو پڑھتے بھی اور مولانا شیخوپوری' حبیب الرحمٰن یزدانی' علامہ احسان الٰہی ظہیر اور حافظ عبدالقادر روپڑی صاحبان کے جلسوں میں جاتے۔ اور ان کی تقاریر ریکارڈ کرتے۔ آج بھی ان کے پاس کیسٹوں کا بڑا ذخیرہ ہے اور جب پریشان ہوتے ہیں تو تقاریر سنتے ہیں' میری ساس کی ساری اولاد کٹر اہل حدیث ہے مکمل طور پر توحید پرست۔ بدعت نام کی کوئی چیز اس خاندان میں نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے بچے بھی توحید پرست ہیں' گرمی ہو کہ سردی۔ میرا بیٹا اہل حدیث مسجد' مسجد رحمانیہ راج گڑھ میں نماز پڑھنے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں صراط مستقیم دکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ''نیک عورتوں کے لیے نیک شوہر۔'' اس لیے ہم دونوں ہی مشکل ترین مراحل سے گزر کر اہل حدیث ہوئے۔ میری ساس اگر اپنے بچوں کو جلسہ سننے کی ترغیب نہ دیتیں تو شاید وہ اتنے کٹر اہل حدیث نہ ہوتے۔ گاؤں وغیرہ میں تو جلسے زیادہ ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی ہم سب کو توحید پر قائم رکھے۔ (آمین)

جب میں اہل حدیث احباب سے کوئی سوال کرتا' فوراً میرے سامنے حدیث شریف کی کتاب لے آتے۔ حدیث پڑھ کر مجھے سناتے۔ میں پہلے سب سے بُرا مسلک اہل حدیث کو سمجھتا تھا' لیکن تحقیق کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اگر کوئی قرآن وحدیث کے مطابق مسلک ہے تو وہ صرف مسلک اہل حدیث ہی ہے۔''

شہاب الدین ولد اللہ دتہ

شہاب الدین ولد اللہ دتہ

کیا انگوٹھے چومنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے؟!

میرا نام شہاب دین ولد اللہ دتہ ہے۔ میں 1918ء کو کوٹ رادھا کشن ضلع قصور کے نواحی گاؤں نول اوتاڑ میں شرک و بدعات سے لبریز عقائد رکھنے والے ایک گھر میں پیدا ہوا۔ میں نے ناظرہ قرآن پاک بریلویوں کی مسجد میں ہی پڑھا۔ ہمارے گاؤں میں کوئی اہل حدیث گھر نہیں تھا۔ سارے گاؤں کی آبادی بریلوی مذہب پر ہی مشتمل تھی۔ بچپن ہی سے ہمارے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جاتی کہ وہابی گستاخ رسول ﷺ اور اولیاء کرام کے منکرین ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ''بابا شت نمانا'' کا دربار تھا' میں بھی کبھی کبھار دربار پر حاضری دیتا۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند شروع سے تھا۔ مسجد کے مولوی صاحب کی موجودگی اور غیر حاضری میں پورے گاؤں میں ختم وغیرہ خود پڑھتا تھا۔ قل' ساتہ' چالیسواں کی تائید کرتا تھا۔ حتی کہ میں عیدالاضحیٰ کے گوشت پر بھی ختم دیتا۔

جب مین کوٹ رادھا کشن میں 1977ء کو اپنی رہائش لے آیا تو میرے اور میرے دوست شیخ عمر دین آڑھتی کے درمیان اکثر بحث ہوتی رہتی تھی۔ میاں عمر دین جو اہل حدیث تھا مجھے کہتا کہ شہاب دین جو کچھ بھی مانگنا ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنا چاہئے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آپ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ کو پکاریں وہ آپ کی پکار کو سنتا ہے۔ کسی وسیلہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں

جواب دیتا کہ جب کسی بڑے افسر کو ملنا ہوتا ہے تو پہلے کسی چھوٹے سے ملنے کے بعد بڑے افسر سے بات ہوتی ہے جس طرح ڈائریکٹ ہم کسی بڑے افسر کو نہیں مل سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی بغیر وسیلے کے نہیں مل سکتے۔ اللہ کے نیک بندے اللہ سے ملا دیتے ہیں۔ میں کہتا کہ تم وہابی کیسے ہو؟ تمہاری نماز آدھی' یعنی پوری نماز نہیں پڑھتے' تمہاری تکبیر آدھی تم اذان سے قبل درود شریف نہیں پڑھتے۔ میرا دوست شیخ عمر دین جواب دیتا کہ ہم صرف اتنا ہی کام کرتے ہیں جتنا ہمیں پیارے آقا امام کائنات حضرت محمد ﷺ نے بتایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو میں تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں صرف تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ تم اس میں کمی اور زیادتی نہ کرنا۔ ہم آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر عمل کرتے ہیں۔

میں اس وقت تقلید میں اس قدر پھنس چکا تھا کہ اگر کوئی داڑھی والا مولوی صاحب یہ بات کہہ دیتا کہ اونٹ کا بچہ بکری نے جنا ہے تو اس کو درست تسلیم کر لیتا کیونکہ مولوی صاحب جو بات کر رہے ہیں وہ بالکل سچی ہے۔ میں جامع مسجد غوثیہ رضویہ میں نمازیں اور جمعہ پڑھتا تھا۔ میں مسجد کا باقاعدہ ممبر تھا۔ ایک دن ہماری مسجد میں ایک تبلیغی جماعت آئی۔ میں نے ان کے امیر سے پوچھا کہ لوگ آپ کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے' آپ میں کوئی خامی ہے یا پھر ہم کس وجہ سے ایک دوسرے سے دور ہیں؟ جماعت کا امیر گل شیر جو پشاور کا رہنے والا تھا' اس نے مجھے کہا کہ آپ رات کو سوتے وقت تین بار سورت اخلاص پڑھ کر سو جائیں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ مجھے اپنے بندوں کا صحیح راستہ دکھا دے۔ میں نے ایسا ہی کیا' یعنی تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر سو گیا۔ صبح جب بیدار ہوا تو میرے دل میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ تحقیق کے بغیر کسی کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

اس واقعہ کے بعد شہر میں مان سنگھ روڈ جامع مسجد کبریٰ میں ایک جلسہ ہوا

جس میں دیوبند علماء کے علاوہ مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب بھی وہاں تشریف لائے۔ میرے اہل حدیث دوست مجھے مجبور کر کے اس مسجد میں لے گئے۔ میں نے سوچا چلو اگر کوئی بات ماننے کے لائق ہوئی تو اس کو مان لوں گا۔ میں یہ نیت لے کر جلسہ میں چلا گیا۔ جب حضرت العلام مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب نے اپنی تقریر کے دوران حاضرین سے یہ سوال کیا' تم اذان کہاں سے شروع کرتے ہو؟ تو حاضرین نے جواب دیا کہ اذان صلوٰۃ سے شروع ہوتی ہے۔ آپ نے پوچھا شیعہ کہاں سے شروع کرتے ہیں؟ تو حاضرین نے جواب دیا کہ وہ تو صلوٰۃ کے علاوہ اور الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا کہ تم مجھے بتاؤ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہاں سے شروع کی تھی؟ تو حاضرین سب کے سب خاموش ہو گئے۔ آپ نے کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تو صرف اذان اللہ اکبر سے شروع کی۔ کیا آپ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی اذان پسند نہیں؟ تو میں نے سوچا یہ بات تو بالکل درست ہے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی ویسی ہمیں بھی کہنی چاہیے۔

جلسہ سننے کے بعد میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ چند دنوں کے بعد میں نے غوثیہ مسجد کے خطیب مولوی نعمت اللہ سے سوال کیا کہ مولوی صاحب کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان سے قبل جو ہم صلوٰۃ پڑھتے ہیں' پڑھی تھی؟ اگر انہوں نے صلوٰۃ پڑھی ہے تو مجھے کسی حدیث کی کتاب سے دکھائیں۔ بے چارے مولوی صاحب مجھے حدیث سے یہ مسئلہ نہ دکھا سکے۔ یہ بات میں نے اکثر بریلوی علماء سے پوچھی بالآخر بریلوی علماء نے جواب دیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تو صلوٰۃ اذان سے قبل نہیں پڑھی۔

جب مسئلہ حل ہوا تو میرے دل میں شک پیدا ہوا کہ جس طرح یہ مسئلہ انہوں نے اپنی مرضی کا بنا رکھا ہے' ہوسکتا ہے کہ دیگر مسئلے بھی قرآن و حدیث کے

خلاف ہوں۔ اس کے بعد جب خطبہ جمعہ میں مولوی صاحب کوئی واقعہ بیان کرتے' میں خطبہ جمعہ کے بعد پوچھتا کہ کیا یہ واقعہ حدیث شریف میں ہے' تو جواب اکثر نفی میں ملتا۔

ایک دفعہ ہماری مسجد میں عید میلاد النبی کے سلسلے میں ایک جلسہ ہوا۔ مولوی صاحب فیصل آباد سے تشریف لائے۔ انہوں نے تقریر کے دوران کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ مکمل کیا تو روح کو حکم دیا کہ تو اس میں داخل ہو جا۔ روح نے داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا اس میں تو اندھیرا ہے' میں اس میں داخل نہیں ہو سکتی۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کا نور مبارک اس میں داخل کیا تو پھر جب اس میں روشنی ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام نے فوراً اپنے انگوٹھے چومے' لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ انگوٹھے چومنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور جو حضرات آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل نہیں کرتے وہ خود سوچ لیں کہ وہ بدبخت اپنے باپ کی نافرمانی کرتے ہیں' وہ پھر اپنے باپ کے فرمانبردار کیسے ہو سکتے ہیں؟

میں صرف اتنا مسئلہ سننے کے بعد اپنے گھر واپس آ کر سو گیا۔ صبح جب بازار میں آیا تو مجھے میرا بریلوی دوست ملا۔ مجھے کہنے لگا کہ رات کو مولانا صاحب نے ثابت کیا کہ انگوٹھے چومنا سنت ہے۔ میں نے اپنے دوست کو جواب دیا کہ یہ مان لیتا ہوں کہ یہ سنت ہے۔ آپ حضرات پھر حضرت آدم علیہ السلام کی ایک اور سنت پر بھی عمل کریں' حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی اپنی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا تھا تو پھر آپ اس سنت پر بھی عمل کیا کریں۔ وہ خاموش ہو گیا۔

آئندہ سال پھر ہماری مسجد میں عید میلاد النبی کے سلسلے میں ایک اجلاس ہوا۔ میں نے بھرے اجلاس میں کہا کہ یہ عید صرف ہم ہی مناتے ہیں' اس کا

قرآن وحدیث سے بالکل ثبوت نہیں ملتا اگر یہ عید منانی جائز ہے تو سب سے پہلے آپ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں مناتے' یا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دور خلافت میں یہ عید میلاد النبی کیوں نہ منائی اور اپنی محبت کا اظہار جلوس کی شکل میں نہیں کیا تو پھر ہمیں ایسا کام قطعاً نہیں کرنا چاہیے جس کا تعلق قرآن وحدیث سے نہ ہو۔ آپ ﷺ نے جب خود یہ کام نہیں کیا تو پھر ہمیں بھی نیا کام شروع نہیں کرنا چاہیے۔

ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے مجھے کہا کہ شہاب دین کیا پیارے آقا ﷺ کے زمانے میں ہوائی جہاز' ریلوے لائن' کاریں وغیرہ تھیں؟ تو میں نے کہا' نہیں۔ اس نے کہا کہ لہٰذا آپ ﷺ کی محبت کے لیے جلوس نکالنا کوئی جرم نہیں جائز ہے۔ تو پھر میں نے کہا کہ زمانہ میں ترقی کے ساتھ ساتھ نئی نئی ایجادات ہوتی رہتی ہیں۔ دین اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ دین میں اگر ہم کوئی نیا کام شروع کریں گے جو پہلے اس میں نہیں ہے تو پھر وہ بدعت ہوگا۔ آپ حضرات قرآن وحدیث کی رو سے ثابت کریں کہ یہ عید میلاد النبی منانا سنت رسول ﷺ ہے' یا پھر کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعیؒ نے منائی ہو تو کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ بریلوی مسلک بالکل جھوٹا ہے تو میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اب میرا اور آپ کا کوئی واسطہ نہیں' میں نے مسجد میں آنا جانا بند کر دیا' پھر میں دیو بند مسلک کی مسجد میں جا کر نمازیں پڑھتا رہا وہاں پر درس قرآن سنتا۔ ایک دن میں نے صبح کی نماز مسجد مبارک اہل حدیث میں ادا کی۔ درس سننے کے لیے دیو بند حضرات کی مسجد میں آ گیا۔ تو اس وقت ان کی فجر کی جماعت کھڑی ہوئی میں دروازے کے پاس کھڑا رہا' ایک شخص نے پیچھے آ کر سنتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ اس کی ایک رکعت نکل گئی اس کے بعد

ایک اور شخص آیا اس نے بھی آ کر سنتیں پڑھنی شروع کیں حتی کہ اس کی دونوں رکعتیں نکل گئی۔ صرف اس کو تشہد ہی ملا۔

درس کے بعد میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو پھر کوئی بھی دوسری نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے مسلک میں اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ میں نے اس سے کہا' میں سمجھتا تھا کہ آپ ہر عمل پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی سنت کے مطابق کرتے ہوں گے مگر آپ تو مسلک کی بات کرتے ہیں۔ لہٰذا میں آپ کے مسلک میں نہیں رہنا چاہتا۔

پھر میں نے مسجد مبارک اہل حدیث میں جا کر نمازیں پڑھنا شروع کیں۔ جب میں اہل حدیث احباب سے کوئی سوال کرتا' فوراً میرے سامنے حدیث شریف کی کتاب لے آتے۔ حدیث پڑھ کر مجھے سناتے۔ میں پہلے سب سے برا مسلک اہل حدیث کو سمجھتا تھا لیکن تحقیق کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اگر کوئی قرآن وحدیث کے مطابق مسلک ہے تو وہ صرف مسلک اہل حدیث ہی ہے۔ اس کے بعد میں نے مولانا صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوٰۃ رسول ﷺ کا مطالعہ کیا تو مجھے پتا چلا کہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق صرف اہل حدیث ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے مشکوٰۃ شریف کی تین جلدیں خریدیں اس کا مطالعہ کیا تو اس میں مجھے نماز کے متعلق بہت سی احادیث ملیں۔ میں نے پھر باقاعدگی سے رفع الیدین اور آمین بلند آواز میں شروع کی۔

اس کے بعد بخاری شریف کی پہلی جلد منگوائی اس کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد میں نے قرآن پاک کی تفسیر احسن البیان منگوائی میرے علم میں مزید اضافہ ہوا۔ اس کے بعد میں نے تبلیغ کرنی شروع کی۔ سب سے پہلے تبلیغ کا آغاز اپنے آبائی گاؤں سے کیا۔ وہاں دو تین جمعہ کے خطبے دیئے تا کہ ان کو بھی صحیح معنوں

میں سمجھ آ سکے۔ اب الحمد للہ گاؤں میں پندرہ ہزار افراد اہل حدیث ہو چکے ہیں۔

جب میں ۱۹۶۲ء میں حج پر گیا تو میری نظر بہت کمزور تھی' واپسی پر میں نے کراچی سے عینک خریدی تاکہ میری نظر صحیح رہ سکے۔ میں نے متواتر ۳۰ سال عینک لگائی۔ میں اپنی عینک کے بغیر نہ لکھ سکتا اور نہ ہی پڑھ سکتا تو جب میں اہل حدیث ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس وقت میری نظر بہت کمزور تھی۔ یا اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ میری نظر کو تیز کر دے تاکہ میں اپنی آنکھوں سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کر سکوں۔ اس دعا کے بعد مجھے عینک لگانے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اب الحمد للہ باریک سے باریک لفظ پڑھ سکتا ہوں' اللہ تعالیٰ کا احسان مند ہوں۔

میں نے اپنے بیٹے احمد علی کو کہا جو میٹرک پاس تھا کہ بیٹا! ہم پہلے صحیح راستے پر نہیں تھے۔ صرف اہل حدیث ہی صحیح معنوں میں قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ میرے بیٹے نے کہا کہ ابا جان آپ نے تو اسکول کی تعلیم بھی مکمل حاصل نہیں کی صرف قرآن پاک ناظرہ پڑھا ہوا ہے وہ بھی مدرسہ میں نہیں گئے۔ اس نے کہا کہ ابو جان یہ دین کا معاملہ ہے مجھے تحقیق کر لینے دیں۔ وہ قصور میں مولانا عبداللہ مفتی کے پاس گیا کہ آپ مولانا صاحب مجھے کوئی ایک حدیث دکھا دیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کے بغیر کوئی نماز پڑھی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ آٹھ یوم کے بعد آئیں آپ جتنی احادیث دیکھنا چاہیں گے آپ کو دکھا دیں گے۔ وہ پھر آٹھ یوم کے بعد قصور میں مولانا صاحب کے پاس گیا' انہوں نے پھر یہی کہا کہ آٹھ یوم کے بعد آنا۔ اس کے بعد یہ لاہور گیا' وہاں سے کسی مولوی صاحب نے کہا کہ آپ آٹھ یوم کے بعد آئیں دوسری بار گیا۔ بریلوی مولوی صاحب نے کہا کہ آپ آٹھ یوم کے بعد آئیں۔ تو تب گھر واپس آ کر میرے بیٹے احمد علی نے کہا کہ آپ ابا جان سچ

کہتے ہیں، بریلوی علماء کے پاس سنت کے مطابق کچھ نہیں ہے۔

میں نے اپنے بیٹے کو صحیح مسلم شریف کی کتاب باب السلام کے باب سے حدیث بیان کی، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم شریر گھوڑوں کی دم کی طرح ہاتھ ہلاتے ہوا ایسا نہ کیا کرو۔ اس کا تعلق باب رکوع سے نہیں ہے یہ حدیث باب السلام کی ہے جو بریلوی پیش کرتے ہیں۔ میرے بیٹے احمد علی نے کہا کہ آپ ابا جان سچ کہتے ہیں۔ اس نے گھر جا کر اپنی بیوی بچوں اور بچیوں سے کہا کہ آج کے بعد ہر نماز رفع الیدین کے ساتھ ادا کیا کرو، کیونکہ یہ پیارے نبی اکرم ﷺ کی متواتر سنت ہے تو گھر والوں نے کہا، پہلے آپ مخالفت کرتے رہے، اب کہتے ہو صحیح سنت ہے۔ احمد علی نے جواب دیا کہ تحقیق کے بعد صحیح پتہ اب چلا ہے تو بچوں نے اصرار کیا ہمیں رفع الیدین کی حدیث دکھاؤ، جب انہوں نے بخاری شریف کی احادیث مبارکہ پڑھ کر سنائیں تو تمام گھر والوں نے رفع الیدین شروع کر دی۔ جماعتی احباب سے اپیل ہے کہ مجھ جیسے گناہ گار کے حق میں دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مسلک حقہ پر قائم رکھے اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنے کی توفیق دے۔

”جامع ترمذی کا پورا سیٹ پڑھ لیا‘ تو محسوس ہوا کہ جو کام ہم لوگ دورِ جاہلیت میں بڑے شوق و ذوق سے کیا کرتے تھے یہ سب کام ہمیں جہنم میں لے جانے والے تھے۔“

ڈاکٹر محمد عارف ارائیں

ڈاکٹر محمد عارف ارائیں

میں نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ آج کے بعد میں اہل حدیث ہوں

میں پاکستان کے انتہائی قیمتی زرمبادلہ کمانے والے شہر سیالکوٹ سے تعلق رکھتا ہوں، وہیں میری پیدائش ہوئی۔ میں اپنی سات بہنوں کا اکلوتا بھائی ہوں۔ میں تمام بہنوں سے چھوٹا ہوں اسی بنا پر میری پرورش بڑے لاڈ و پیار سے ہوئی۔ تمام خاندان والے میری بڑی عزت کرتے ہیں۔

میرے والد صاحب ایک درویشانہ زندگی گزارنے والے انسان تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند بریلوی مکتبہ فکر سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ ۱۱ سال کی عمر کو پہنچا تو اپنے گھر کا ماحول بڑا عجیب وغریب شرک وبدعت سے لبریز پایا۔ میں بھی اسی ماحول کے رنگ میں رنگ گیا۔ میں بچپن ہی سے سیالکوٹ کے تمام خانقاہوں اور درگاہوں میں بڑی عقیدت سے سلام ودعا کرنے جایا کرتا تھا، جن میں پیر شعلہ شہر کا مزار کینٹ صدر، پیر مرودیہ سیالکوٹ، پیر امام الحق شہر جندر بازار، پیر ملک شاہ ولی اگوکی ان تمام مزارات سے پوری طرح متعلق تھا اور ان کے قصے لوگوں کو سناتا اور اپنی عقیدت ان تصوف والوں سے جوڑتا۔

جو قصے ان پڑھ گنوار، جاہل ولیوں سے سینہ بہ سینہ لوگوں میں چلتے جاتے ہیں۔ (ان سے متعلق تفصیلات الدعوۃ میں چھپ چکی ہیں)۔

ان میں سے ایک پیر صاحب پیر ملک شاہ ولی اگوکی کے سالانہ عرس پر

جانے کا اتفاق ہوا۔ (ہاڑ کی پہلی جمعرات سے شروع ہو کر اتوار تک جاری رہتا ہے) دربار کے نزدیک چند گویے جو کہ چار پانچ کی تعداد میں ہوتے ہیں جو ڈھولوں کو خوب پیٹ رہے ہوتے ہیں اور چند سر پھرے نوجوان ان کے آگے بھنگڑا ڈال کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں ان قبیح حرکات سے ان کا پیر بہت خوش ہوتا ہے اور ان کی تمام مرادیں پوری کر دیتا ہے۔ کچھ لوگ دربار پر جا کر سجدہ ریز ہو کر پیر صاحب کو راضی کرنے میں تلے ہوتے ہیں۔ اس عرس میں میلے کا سماں ہوتا ہے جس میں سرکس، موت کا کنواں، تھیٹر وغیرہ بھی کافی مقدار میں لگے ہوتے ہیں۔

ان پیروں کو رشوت دے کر ہر جائز و ناجائز کام کروایا جا سکتا ہے اور اپنے دل پر مہر شرک و بدعت لگوا کر تصوف کے اندھے کنویں میں گرا جا سکتا ہے۔ ان پیروں کو ماننے والے لوگ غالب اکثریت میں ناپاک اور صوم وصلوٰۃ سے عاری ہوتے ہیں۔ محرم کے مہینے میں سالانہ عرس کے لیے سلطان باہو جانے کا اتفاق ہوا۔ ہمارے محلے سے ایک اسپیشل بس مزارات کی زیارت کے لیے روانہ ہو رہی تھی میں اور میرے والد صاحب اس میں روانہ ہو گئے۔

سب سے پہلے ہم پیر مکی کے مزار پر اترے۔ سلام و دعا کرنے کے بعد داتا دربار (لاہور) پہنچ گئے۔ وہاں سے ہم بابا بھلے شاہ کے مزار پہنچے۔ یہاں بھی سلام و دعا کے بعد اب ہماری اگلی منزل پاک پتن تھی۔ ہم بس سے جلدی سے اتر کر دربار میں حاضری لگوانے کے لیے تیزی سے چلتے ہوئے بازار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ رش کی وجہ سے قطاریں لگانی پڑتی ہیں۔ ہم بھی ایک قطار میں لگ گئے اور دربار اور بہشتی دروازہ پر حاضری کے منتظر تھے۔ بالآخر جب بہشتی دروازہ نزدیک آیا تو وہاں پر اس قدر لاٹھی چارج ہو رہا تھا کہ مارے خوف سے ہم نے بھاگ کر اپنی جان

بچائی۔ ایسا لگتا تھا کہ ناگہانی آفت آگئی ہے۔ قطار سے جب کوئی مشرک اور بدعتی باہر نکلتا' رضا کار اس کی خوب پٹائی کرتے اور قطار میں کھڑا کر دیتے۔ کافی دور جا کر ابا جان سے پوچھا کہ ابا جان دربار اور بہشتی دروازہ ابھی نہیں آیا۔ تو ابا جی نے بتایا کہ وہاں پر لاٹھیاں برس رہی تھیں۔ مارے افسوس کے خاموش ہو گیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر دل سخت پریشان ہوا کہ اتنا سفر بھی کیا اور بہشتی دروازہ دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا۔

علم کی کمی اور جہالت کی فروانی نے ان لوگوں کے ذہنوں کو بت پرست بنا دیا ہے جس طرح ہندو مورت کو پوجتے ہیں' اسی طرح مشرک لوگ قبر کو پوجتے ہیں جس طرح ہندو سادھوؤں کو مشکل کشا مانتے ہیں مشرک افراد پیروں کو مشکل کشا مانتے ہیں۔ ملک میں جتنی بھی خانقاہوں کا جال پھیلا ہوا ہے یہ اسلام کو بدنام کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔

پاک پتن سے ہم نے اپنا مزید سفرِ شرک شورکوٹ کے لیے شروع کیا۔ شورکوٹ پہنچ کر سلطان باہو کے مائی باپ کی قبر ہے' سلطان باہو کا یہ حکم ہے کہ "جو میرے مزار پر آئے۔ پہلے میرے مائی باپ کی قبر پر حاضری دے' تب میں لوگوں کی حاجات سنوں گا۔" چنانچہ ہم نے بھی ان کے مائی باپ کی قبر پر حاضری دی اور سلطان باہو کے لیے بس میں سوار ہوئے۔

سلطان باہو پہنچ کر ہم حاضری دینے گئے تو دیکھا کہ تین لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ مرد حضرات شرکیہ بدعتیہ کلمات ادا کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ کلمات یہ تھے "حق باہو بے شک باہو یا علی مدد چڑ اندر" اور مشرک اندر داخل ہو جاتا' اندر جا کر ہم نے صورت حال کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ مشرک لوگ نوٹوں اور روپوں کی بارش کر رہے ہیں۔ ہم نے بھی نوٹ نچھاور کیے اور اپنی حاجات سنا کر باہر نکل گئے۔ رش کی وجہ سے دم گھٹ رہا تھا' باہر آ کر ہم نے سکون کا سانس لیا۔

یہ میری زندگی کا بدترین دور تھا۔ ان حرکات پر میں آج تک پشیمان ہوں اور سوچتا ہوں۔ اے اللہ تیرا ہی فضل وکرم ہوتا ہے تو انسان ہدایت پر آتا ہے۔ تیرا ہی فضل ہے کہ تو نے ان گمراہی اور جہالت سے ہم کو نکال لیا۔ اے اللہ تیرا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

دربار سے نکل کر ہم جب باہر آئے تو ایک درخت نظر آیا' اس کے نیچے خواتین اور حضرات کافی تعداد میں اپنی چادریں ڈال کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ درخت کو قریب سے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ بیری کا درخت ہے۔ مزار والے ملنگ بے ایمان کا کہنا ہے کہ جو شخص اولاد کی نعمت سے محروم ہو وہ یہاں آ کر بیری کے درخت کے نیچے اپنی چادر بچھائے۔ اگر بیر گرے گا تو لڑکا پیدا ہو گا اور پتا گرے گا تو لڑکی پیدا ہو گی۔

واپسی کے لیے پھر تیاری ہوئی۔ ضلع جھنگ کے علاقہ میں بابا رانجھا اور مائی ہیر کا مزار آتا ہے۔ ان کے مزارات پر زائرین شرک وبدعت کا اظہار کرنے جاتے ہیں۔ مشرک لوگوں سے یہ پوچھا جائے کہ مائی ہیر اور بابا رانجھا نے جو کیا اگر تمہارے گھر میں پیش آئے تو کیا برداشت کرو گے اور اگر اتنی ہی عقیدت ہے تو اپنے بچوں کو یہی تعلیم دو تاکہ وہ بھی بڑے ہو کر داستان ہیر کا حصہ دہرائیں۔

۲ یا ۳ گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم نے فیصل آباد جھنگ بازار میں ٹھہرے وہاں پر بھی ایک مزار تھا۔ ان کے نام بھی بڑے عجیب تھے۔ ایک لسوڑی شاہ' دوسرا پسوڑی شاہ۔ میں دل میں خیال کرنے لگا کہ کیا اللہ کے نیک بندوں کے ایسے ہی نام ہوتے ہیں؟

مائی ہیر کا مزار کا گنبد سفید والی جگہ سے اوپر سے خالی بنایا گیا ہے اور لوگوں میں مشہور کیا گیا ہے کہ خالی گنبد میں کبھی بارش کا پانی اندر نہیں آتا۔ باہر ہی گرتا ہے۔ یہ مائی صاحبہ اور بابا صاحب کی برکت کی وجہ سے ہے۔ مزار کے

ارد گرد ملنگوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور منشیات کا آزادانہ استعمال ہوتا ہے اور منہ سے بکواس نکالتے رہتے ہیں۔ میں نے ابا جان سے سوال کیا کہ ان لوگوں نے ولایت کی کون سی منزلیں طے کی ہیں تو ابا جان خاموش ہو گئے۔ ابا جان نے مائی ہیر اور بابا رانجھا کے بارے میں بتایا کہ جب مائی ہیر صحرا میں بھٹک بھٹک کر مر گئیں تو رانجھا صاحب کو علم ہوا تو بھاگم بھاگ ہیر کے پاس آیا اور ہیر کو مردہ پا کر ہیر سے لپٹ گیا اور وہیں ہلاک ہو گیا۔ اس لیے ان دونوں کا مزار اور قبر اکٹھی ہے۔ ایسی ہی داستانیں مشرکین پاکستان نے مشہور کر رکھی ہیں۔ ان پڑھ جاہل لوگ یہ قصے کہانیاں سن کر سینہ بہ سینہ آگے چلا رہے ہیں۔ ہم واپس اپنے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ ابھی اس سفر شرک و بدعت کی تھکاوٹ نہیں اتری تھی کہ کچھ عرصہ گزرا تو ایک اور عرس کے بارے میں سنا۔

ہمارا گاؤں کشمیر کا میدانی علاقہ (عبودت) ہے۔ وہاں پر بارڈر کے کنارے اور دریائے چناب کے ساتھ پولی نیلی گاؤں ہے اس گاؤں میں ایک گنوار اجڈ قسم کا ملنگ رہتا تھا۔ کچھ عرصہ قبل میرے تایا صاحب وہاں تشریف لے گئے۔ اس گنوار سائیں حسین نے تایا جان کی پیٹھ پر زور سے لاٹھی ماری تایا جان کو سخت تکلیف ہوئی تو پاس بیٹھے ہوئے مشرک لوگ کہنے لگے کہ بھائی صاحب آپ کی مراد پوری ہو گئی۔ تایا جان بڑی خوشی خوشی تشریف لے آئے۔ کچھ دیر بعد میری تائی بھی ان پیر صاحب کو اپنی حاجات سنانے گئیں۔ پیر صاحب نے انہیں دور سے پتھر مارا۔ ان کو بھی ملنگوں نے یہی جواب دیا کہ مائی آپ کی مراد پوری ہو گئی ہے۔

سائیں حسین کے مزار کو ہمارے شہر کے صنعت کار اپنی دعاؤں کا ثمر جانتے ہیں کہ ان کے طفیل ہم کو ترقی نصیب ہوئی۔ یہ لوگ کئی دن وہاں پر نذر و نیاز وڈھول پیٹتے رہتے ہیں اور اپنے سائیں کو راضی کرتے رہتے ہیں کیونکہ سائیں بڑی جلالی ہیں اور ناراض ہو جاتے ہیں۔

میں میٹرک کا امتحان دے کر فارغ تھا' مجھے شروع ہی سے فضول آنا جانا ناپسند ہے۔ تو میں اپنے ایک دوست کے پاس جا کر فارغ اوقات میں گپ شب کرتا اس دوران مذہب کے بارے میں کافی بحث ومباحث وتا۔ میرا دوست یوسف ندیم کافی حد تک قرآن وسنت کے حوالے سے دلیل دیتا مگر خود وہ کٹر قسم کا وہابی نہیں' بلکہ نیم وہابی تھا' کیونکہ اکثر وہ نماز سے غافل رہتا تھا جو شخص عمل میں کمزور ہو اس کی بات میں قدرتی طور پر وہ اثر نہیں ہوتا جو کہ ایک باعمل موحد اہل حدیث کی بات میں ہوتا ہے۔

میرے دوست یوسف صاحب ایک مخلص انسان ہیں' شعبہ ڈینٹل سے وابستہ ہیں' اس کی کلینک کے ساتھ ہی ایک کپڑے والے کی دوکان تھی۔ اتفاق سے وہ اہل حدیث کٹر قسم کے تھے۔ ان کے ساتھ میری قرآن وحدیث کے حوالے سے بات ہوتی۔ وہ مجھے قرآن سے دلیل دیتے اور میں خاموش ہو جاتا۔ کچھ عرصہ ہماری بحث چلتی رہی۔

اس بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری قرآن وحدیث کی جانب رغبت بڑھ گئی۔ مختلف مسائل پر احادیث بھی سننے کو ملیں۔ جیسے رفع الیدین' آمین بالجہر وغیرہ پر وہ پیروں کے سیاہ کارناموں سے مجھے آگاہ کرتے رہے۔ میں ان کی باتیں غور سے سنتا کیونکہ پیروں کے سیاہ کارنامے تو میرے آنکھوں دیکھے تھے جن کاموں سے وہ مجھے منع کرتے ان کاموں سے (دل ہی دل) میں کافی پہلے بدظن تھا اور مجھے میری اصل منزل دکھائی دے رہی تھی۔ اس دوران میرے اللہ کا مجھ پر خاص فضل وکرم ہو رہا تھا اور میں ہدایت یافتہ اور موحد لوگوں کی جماعت کی طرف تیزی سے سفر کرنے لگا تھا۔ یہ مجھ پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے جس کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ ایک دن ایک بزرگ نے باتوں ہی باتوں میں نسخہ کیمیا بتا دیا۔ جس نے میری زندگی میں قرآن وحدیث کا انقلاب برپا کر دیا اور میری رائے اسلام کے بارے میں نکھر کے

سامنے آ گئی۔ بزرگ کہنے لگے' بیٹا تم کتنی جماعت پڑھے ہوئے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ میٹرک کا امتحان دیا ہے تو کہنے لگے کہ تمہیں پڑھانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ تم اپنی عقل اور علم کے ذریعے حق اور باطل کا فرق محسوس کر سکو۔ تو کہنے لگے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ بھی کوئی تیسری چیز ہے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں' کوئی نہیں تو بزرگ کہنے لگے کہ قرآن وحدیث کھول کر پڑھو جس کا حکم قرآن وحدیث تم کو دیتا ہے اس پر عمل کرو اور جس کام سے منع کرتا ہے اس سے رک جاؤ۔

اس بات نے مجھے تاریکی سے نکال کر روشنی میں کھڑا کر دیا اور میں بحمد اللہ اہل حدیث ہو گیا۔ بزرگ کے اس مکالمے نے میری زندگی کو چار چاند لگا دیے۔ پھر میں نے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا جس میں مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوٰۃ الرسول ﷺ کا بغور مطالعہ کیا۔ ترمذی کا پورا سیٹ پڑھ لیا تو محسوس ہوا کہ جو کام ہم لوگ دور جاہلیت میں بڑے شوق وذوق سے کیا کرتے تھے۔ یہ سب کام ہمیں جہنم میں لے جاتے۔ دنیا میں بھی برباد اور آخرت میں بھی برباد ہو جاتے۔ تفسیر قرآن مولانا وحید الزمان بھی پڑھی۔ تاریخ کا بھی مطالعہ کیا' علماء کی محافل میں بیٹھنا شروع کیا۔

آج میں اللہ کے فضل وکرم سے جماعت اہل حدیث کا سرگرم رکن ہوں۔

آج میرے ملنے والے دوست احباب مجھ سے قرآن وحدیث کے متعلق مسئلے معلوم کرتے ہیں۔ الحمد للہ میں اپنی معلوم کے مطابق قرآن وحدیث سے انہیں حل بتا دیتا ہوں' میں گھر والوں کو قرآن وحدیث کا درس دینے لگا اور گھر سے شرک وبدعت کو اکھاڑ پھینکا اور ببانگ دہل اعلان کیا کہ آج کے بعد میں اہل حدیث ہوں اور گھر میں کسی قسم کا ختم وینا ممنوع کر دیا۔ پہلے ابا جان گاہے بگاہے ختم وغیرہ کا اہتمام کرتے اور ہماری بریلوی مسجد کے امام مولانا صاحب کو بلا لاتے۔ یہ مولوی صاحب مدرسے سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی تقریر میں بڑے راگ الاپتے

تھے اور جاہل' ان پڑھ لوگ خصوصاً خواتین بڑی دلچسپی سے سنتیں۔ وہ آیت کچھ پڑھتا اور ترجمہ کچھ کرتا۔ اتنا اجڈ قسم کا مولوی تھا' وہ ہمارے گھر سے کافی پیسے بٹورتا اور شکم سیر ہو کر رخصت ہوتا' اور ہمارے ابا جان ٹرے میں کافی چیزیں ڈال کر اس کے گھر بھجوا دیتے' یہ مولوی اپنا اور بچوں کا پیٹ اسی طرح پالتا۔

جب میرے اندر قرآن وحدیث کی شمع روشن ہوئی تو میں نے ببانگ دہل اعلان کر دیا کہ آج کے بعد اگر مولوی صادق ہمارے گھر آیا تو اس کے گھٹنے توڑ دوں گا۔ اس اعلان بغاوت اور خوف کی وجہ سے گھر والوں نے ختم کا سلسلہ بند کر دیا۔ کیونکہ گھر والوں نے مجھے بہت لاڈ و پیار سے پالا ہے اس لیے میں غصے والا ہوں۔ اس لیے گھر والے بھی مجھ سے ڈرتے ہیں اور میری ضد کے آگے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

میری شادی بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والی عورت سے ہوئی۔ اب الحمد للہ میری بیوی بھی اہل حدیث ہو چکی ہے۔ امی جان بے بے جان' ابا جان کافی حد تک اہل حدیث ہو چکے ہیں' ان شاء اللہ میں ان کو مکمل اہل حدیث کر کے چھوڑوں گا۔ (آمین)

میں اپنے دوست احباب' رشتہ داروں میں ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ میں اہل حدیث ہوں' میں نے کافی اہل حدیث لوگ دیکھے ہیں جو اپنے آپ کو اہل حدیث ظاہر تو کرتے ہوئے دوغلے پن سے کام لیتے ہیں۔ مشرک معاشرے میں حق وصداقت کا علم بلند کرنا یہ بھی جہاد ہے اور اپنی سچی ترین دعوت توحید سے دوسرے لوگوں کو آگاہ کرنا موجودہ وقت کا تقاضا ہے اور ہم سب اہل حدیث افراد پر فرض عین ہے کہ ہم اپنے ملنے والے احباب کو توحید وسنت کی تبلیغ کریں اور اپنا حق جہاد ادا کریں اور سچا مسلمان ہونے کا ثبوت دیں تاکہ معاشرے میں قرآن وحدیث کا پھریرا لہرایا جا سکے۔ (آمین)

''میں گھر بیٹھا ہمہ تن گوش ہو کر تقریر سننے لگا' مولانا محمد حسین شیخوپوری نے اپنی تقریر میں کثرت سے قرآن پڑھا' ان کی تقریر سے میرے اندر خیالات کی ایک ہلچل مچ گئی' میں جب ان کا قرآن سنتا تو سوچتا اگر وہابی قرآن کو نہیں مانتے تو پھر کون مانتا ہے؟ جس طرح یہ قرآن پڑھ رہا ہے' آج تک کسی بریلوی سے بھی نہیں سنا اور جس انداز سے سمجھا رہا ہے اس کی تو مثال ہی نہیں ملتی۔''

بابا محمد شریف

بابا محمد شریف

میں پیروں فقیروں اور مجذوبوں کا اندھا معتقد تھا

ضلع اوکاڑہ کے ایک بزرگ محمد شریف کے اہل حدیث ہونے کا واقعہ عبدالجبار سلفی آف حویلی لکھا کے قلم سے۔

....

اثنائے خطبہ جمعہ میں میری نگاہ ایک ذی وجاہت اور پروقار بزرگ کے چہرے پر پڑی جو بڑے انہماک اور پوری توجہ سے خطبہ سن رہا تھا اور مسئلہ توحید سے متعلق آیات اور احادیث سن کر خوشی سے جھوم رہا تھا' میں نے اس کے چہرے کو پڑھ کر اس کے دل کی کیفیت کا اندازہ لگا لیا کہ یقیناً یہ بزرگ ضلالت کی تاریکیوں سے نور اسلام میں آیا ہے' تبھی تو اس کے چہرے پر بشاشت چمکنے لگتی ہے۔

اس بزرگ کو مسئلہ توحید کے بیان سے وہ لذت محسوس ہو رہی تھی جو پیاسے کو ٹھنڈے مشروب سے اور بیمار کو تندرستی سے اور ماں کو گمشدہ اکلوتے بیٹے کے ملنے سے ہوتی ہے۔

نماز جمعہ کے اختتام پر دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ یہ بزرگ بھی میرے پاس بیٹھ گیا اور ہمارے درمیان تعارفی سلسلہ چل پڑا تو اس بزرگ نے اپنی کہانی سنائی۔ آپ بھی یہ کہانی اسی کی زبانی سنیئے۔

میں بچپن سے دینی ذوق رکھتا تھا اور نماز روزے کا پابند تھا لیکن اپنے خاندان کے لوگوں کی طرح پیروں فقیروں اور مجذوبوں کا اندھا معتقد تھا' ہمارا پیر بمع مریدان ہمارے گاؤں آتا تو میں اسے کئی کئی دن اپنے گھر ٹھہراتا اور جتنا کچھ مجھ سے بن پڑتا اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑتا (توگیرہ شریف) وال ہمارے مرشد تھے' ان کے ہاں جاتا اور خواجہ غلام رسول کے آستانے پر سجدے کرتا اور وہاں سے مرادیں مانگتا اور اپنی بیمار بیوی کو بھی شفاء کی غرض سے وہاں لے جاتا اور خود بھی وہاں کی خاک شفاء تناول کرتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اپنی بیوی کے لیے خاک شفاء پوٹلی میں باندھ کر واپس آ رہا تھا کہ مجھے پیٹ میں درد ہونے لگا میں تھوڑی تھوڑی کر کے ساری پوٹلی کھا گیا' لیکن افاقہ نہ ہوا' اپنی بیمار بیوی کی تندرستی کی خاطر خواجہ غلام رسول توگیروی کی قبر کو بڑی گریہ زاری سے لمبے لمبے سجدے کیے اس سے بھی افاقہ نہ ہوا' اگر میری بیوی کو وہاں سے شفاء ملنی ہوتی تو اس آستانہ عالیہ کے گدی نشین کو مل جاتی جو بیچارہ سالہا سال مرض مزمن میں مبتلا رہا اور وہ اس جاں لیوا مرض سے راہی ملک عدم ہوا' لیکن ہمیں بتایا جاتا کہ یہ وظیفے میں تھا۔

مولوی نور اللہ بصیر پوری سے میرا دیرینہ تعلق تھا' ان کے ساتھ میری لمبی لمبی مجلسیں ہوتی تھیں وہ ہمیں گمراہی میں مزید پختہ کیا کرتا تھا اور بتایا کرتا تھا کہ جو لوگ درجہ ولایت پر سرفراز ہو جاتے ہیں روزانہ حضور پاک ﷺ کی کچہری میں حاضری دیتے ہیں اور پھر آپ ﷺ انہیں مختلف علاقوں کی روحانی سرداری عطا کرتے ہیں' اور جو فوت ہو جاتے ہیں وہ اپنی قبروں سے زیر زمین مچھلیوں کی طرح تیر کر حضور پاک ﷺ کی مجلس میں جاتے ہیں اور راتوں رات واپس جاتے ہیں' چنانچہ میں بھی وہ وظائف اور ریاضتیں کرنے لگا جو مجھے بھی اس درجہ فائز کر دیں اور ہمارے مرشد اسی سلسلے میں ہماری راہنمائی کرتے اور کہتے کہ

بس چند سال کی کسر ہے' عنقریب اولیائی ملنے والی ہے۔ انہوں نے میرے سامنے یہ انکشاف بھی کیا کہ اللہ نے نوے ہزار کلام نازل کیا ہے۔ قرآن کے تیس پارے لوگوں کے لیے ہیں' باقی بزرگوں کے سینے میں ہیں۔ بہرحال میں اہل حدیثوں کا بڑا دشمن ہوتا تھا اور انہیں رسول ﷺ کا گستاخ اور بزرگوں کا دشمن سمجھتا اور ان کی شکل دیکھنا گوارہ نہ کرتا اور سمجھتا تھا کہ اس سے مصافحہ لینا گویا ہاتھ پلید کرنا ہے۔

ایک دفعہ میں حویلی لکھا سے جمعہ پڑھ کر واپس کھوتی پور آ رہا تھا کہ وساویوالہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کرنے داخل ہوا' وہاں میں نے لحیم وجسیم اور سانولے رنگ کے بزرگ کو دیکھا جو قرآن سامنے رکھ کر توحید کا وعظ کر رہا تھا' میں نماز پڑھ کر اس کے پاس بیٹھا رہا جب درس قرآن ختم ہوا تو میں نے بجائے اس کے کہ قرآن کی آیات سن کر اپنا عقیدہ درست کرتا' مزید سخت ہو گیا' اس بزرگ نے غالباً اس کا نام سجاول دین تھا' بتایا کہ میں چالیس سال ڈھولکی پیٹتا رہا' بعد میں اللہ نے ہدایت دی اور آج تمہیں قرآن سنا رہا ہوں' جب میں جوتا پہن کر مسجد سے نکلا تو کہا' اس جیسے عقیدے رکھنے اور اس طرح قرآن سنانے سے بہتر تو یہ تھا کہ تو ڈھولکی ہی بجاتا رہتا اس کے بعد میں بھومن شاہ آ گیا۔

یہاں مولوی صدیق الحسن مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھ رہے تھے' انہوں نے مجھے پانچ روپے مزدوری پر مستری رکھ لیا' چنانچہ میں اس مسجد کی دیواریں بناتا اور نماز کے وقت تقریباً آدھا کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے گاؤں کی دوسری طرف اپنی بریلویوں کی مسجد میں نماز ادا کرتا' راستہ میں مولوی صدیق الحسن کو دیکھتا تو کہتا' خدایا تیری شان' تو چاہے تو عالموں کو بھی ہدایت نہ دے' یہ شخص اتنا بڑا عالم ہو کر بھی گمراہ وہابی ہے اور اس کے ساتھ مصافحہ بھی نہ کرتا۔

کچھ عرصے بعد مولوی صدیق الحسن نے اسی مسجد میں جلسہ رکھ دیا اور

مولانا محمد حسین شیخوپوری کا خطاب کرایا' اس سال بھومن شاہ کی طرف پکی سڑک نہ تھی اس لیے مولانا کو ٹریکٹر پر بٹھا کر لایا گیا' میرا گھر مسجد اہل حدیث کے پڑوس میں تھا' سپیکر کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی تھی' جو مجھے بادل نخواستہ سننا پڑی۔

جب مولانا محمد حسین شیخوپوری کا خطاب شروع ہوا تو میں گھر بیٹھا ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا' مولانا محمد حسین شیخوپوری نے اپنی تقریر میں کثرت سے قرآن پڑھا۔ان کا انداز تقریر اور خوش الحانی نے مجھے بہت متاثر کیا' ان کی تقریر سے میرے اندر خیالات کی ہلچل مچ گئی۔ جب میں ان کا قرآن سنتا تو کہتا' اف خدایا یہ کیا ماجرا ہے وہابی تو قرآن کو مانتے ہیں۔ اگر یہ نہیں مانتے تو مانتا کون ہے۔ جس خوبی سے یہ قرآن پڑھ رہا ہے آج تک اس طرح کسی بریلوی سے بھی نہیں سنا اور جس انداز سے سمجھا رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

پھر اپنے آپ کو سنبھالا دیا اور اس وسوسے کا جواب گھڑا۔ آخر مولوی نور اللہ بصیر پوری اتنا بڑا عالم ہے وہ بھلا جھوٹ بول سکتا ہے۔ کیا اسے قبر اور قیامت کا خوف نہیں ہے جب وہ کہتا ہے کہ وہابی قرآن کو نہیں مانتے تو یقیناً یہ مولوی دھوکہ کر رہا ہے اور ہمیں بہکا رہا ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن کو دل سے مانتے ہیں تو ختم کا کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ بس یہی بات صحیح ہے کہ وہابی قرآن کو نہیں مانتے اور ہمارے مولوی سچے ہیں۔

پھر مولانا نے سرور عالم ﷺ کی سیرت اور شان بیان کی تو کمال کر دیا۔ انہوں نے جس حکیمانہ انداز سے بیان کی اس سے میرے دل کی دنیا بدلنے لگی میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ وہابی تو رسول ﷺ کو بھی مانتے ہیں۔ اگر یہ لوگ رسول کو نہ مانتے ہوتے تو ناممکن ہے کہ اس خوبی سے آپ ﷺ کی شان بیان کریں۔ چونکہ میں بڑا پکا بریلوی تھا' ساری زندگی آستانوں کے گدی نشینوں

کے پاس گزاری تھی۔ بھلا جلدی کب ماننے والا تھا۔ فوراً اپنے آپ کو اہل حدیثوں کی طرف گرنے سے بچاتے ہوئے کہنے لگا۔

آخر مولوی نور اللہ بصیر پوری عالم فاضل ہے۔ وہ بھلا جھوٹ کب کہہ سکتا ہے۔ اسے قبر اور قیامت کا خوف نہیں۔ جب وہ کہتا ہے کہ وہابی رسول ﷺ کو نہیں مانتے تو سچ بھی یہی ہے کہ یہ رسول ﷺ کے منکر ہیں۔ اگر یہ واقعی رسول ﷺ کو مانتے ہیں تو یا محمد کیوں نہیں کہتے' لیکن میرا دل ان جوابات پر مطمئن نہیں ہو رہا تھا' میں پھر سوچنے لگا کہ آخر ان کو دھوکہ دینے کی ضرورت کیا ہے کیا انہیں ہم سے کوئی لالچ ہے یا کوئی خوف ہے اگر یہ بات نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو واقعتاً یہ رسول ﷺ کو مانتے ہیں۔

بہرحال مولانا محمد حسین شیخوپوری صاحب تقریر کر کے چلے گئے' لیکن مجھے اپنے مسلک اور عقیدے کے بارے میں متذبذب کر گئے' اس کے بعد سے ہی میرے اندر تحقیق کا جذبہ بیدار ہوا۔ اور تحقیق نے میرے اندر کے شجر خبیثہ' یعنی شرک کی جڑیں اکھاڑ دیں میں مولوی صدیق الحسن کے درس حدیث بھی باقاعدگی سے سننے لگا۔ اس طرح آہستہ آہستہ میرا سینہ شرک و بدعات کی آلائشوں سے پاک ہوتا گیا اور میں اہل حدیث ہو گیا۔

الحمد للہ یہ بزرگ صحیح العقیدہ مسلمان ہے اور مسلک اہل حدیث کا اتنا شیدائی کہ مجھے کسی بتانے والے نے بتایا کہ یہ معماروں والا کام بھی کرتا ہے اور اہل حدیث بریلوی بھی اس سے کام کرواتے ہیں' صرف اس لیے کہ نہایت دیانت داری سے کام کرتا ہے اور دوران مزدوری وعظ و تبلیغ بھی کرتا رہتا ہے جب محسوس کرتا ہے کہ مالک مکان توحید کی باتیں بڑے شوق سے سنتا ہے تو تالیف قلب کے لیے ایک یا دو دن مفت کام بھی کر دیتا ہے اور کم و بیش پچاس آدمی اہل حدیث بنا چکا ہے۔ کاش کہ اہل حدیث واعظین بھی کبھی کبھی اسی

جذبے سے مفت وعظ کر دیا کریں' آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تیری کوشش سے اللہ کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تیرے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر یہ حدیث صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو مولانا محمد حسین شیخوپوری جتنے لوگوں کو صحیح العقیدہ بنا چکے ہیں ان کی تعداد کا خود انہیں بھی علم نہیں' ہم نے دیکھا ہے کہ بعض علماء اگرچہ مگر چہ اور لیکن شیکن کرتے کراتے گھنٹوں سر کھپاتے ہیں لیکن '' کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی'' والا مسئلہ رہتا ہے۔

لیکن وہی مسئلہ مولانا کو دے دیا جائے تو وہ سامعین کے مقتضائے حال کی رعایت کرتے ہوئے مثالیں دے دے کر اہم مسئلہ کو اس حکیمانہ انداز میں بیان کرتے ہیں کہ سننے والے عش عش کر اٹھتے ہیں۔ ہم نے کئی آدمیوں سے سنا ہے کہ مولانا بریلویوں کے حق میں میٹھی چھری ہیں' کیونکہ جو بریلوی دوسروں کی تقریریں سن کر مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں وہ مولانا کے لحن داؤدی اور ساحرانہ قوت بیان کے سامنے دم نہیں مارتے۔

بطور نمونہ ایک مثال مختصراً عرض کرتا ہوں...... معتقدین کہتے ہیں کہ چار فرشتے۔ چار کتابیں چار جہتیں چار امام وغیرہ وغیرہ پھر کہتے ہیں کہ دودھ والے جانور کے تھن بھی چار ہیں اور چاروں سے دودھ نکلتا ہے لہٰذا چاروں اماموں کے مقلد بھی سچے ہیں۔

مولانا نے فرمایا:

''چاروں تھنوں (فقہ) سے دودھ نکالنا بہتر ہے یا ایک سے' جبکہ مقلد ایک پر کفایت کرتا ہے۔ اور اہل حدیث چاروں کو دھو کر تحقیق کی جاگ لگاتے ہیں اور عقل وفکر سے گھول کر مکھن نکالتے ہیں اور مسلک اہل حدیث مکھن ہے۔''

میں پوری تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اہل حدیث ہر بات قرآن وحدیث سے بتلاتے ہیں اوراسی کے وہ قائل وفاعل ہیں اوراس کے برعکس حنفی حضرات کے سامنے ان کے امام کی فقہ ہوتی ہے۔ اگر فقہ کا مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہو تو ٹھیک ورنہ قرآن وحدیث کی باطل تاویلیں کر کے اس کو فقہ کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں' یا فاسد قیاس وآراء پر اپنے مسائل کی بنادیں قائم کیئے ہوئے ہیں۔

ابونعمان بشیر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم ، امابعد:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستے بتلا دیئے' ان کے انجام سے بھی آگاہ کر دیا اور انتخاب کا اختیار بھی دے دیا۔ اب انسان جو راستہ اختیار کرے گا اسی طرح کا بدلہ پائے گا۔

عصر حاضر میں فرقہ بندی کے ہاتھوں جس قدر مسلمان پریشان ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس فرقہ بندی کا سبب ایک طرف تو دنیا پرست مولوی' پیر اور درویش ہیں اور دوسری طرف عوام کی دین سے لاتعلقی' عدم تحقیق اور اندھی تقلید ہے۔ دنیاوی معاملات میں ایک عام آدمی سے سوال کر کے دیکھیں تو وہ آپ کو حیران کر دے گا۔ لیکن دین کے بنیادی مسائل کسی پڑھے لکھے باؤ جی سے بھی پوچھیے تو اس کا معصومانہ انداز میں یہی جواب ہوگا: "بھئی! ہم کونسے عالم ہیں۔"

حالانکہ دین کے معاملے میں اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے اسے اسلام کے بنیادی ارکان کا علم' حلال وحرام میں تمیز اور حق و باطل کا فرق معلوم ہو جائے۔ جس طرح دکان سے کوئی چیز خریدتے وقت ہر ایک پوری جانچ پڑتال کر کے صحیح چیز خریدنے کی کوشش کرتا ہے اس سے بڑھ کر دینی بات کی تحقیق کر کے اسے حاصل کرنا چاہیے۔

جس طرح دنیاوی اشیائے صَرف میں مختلف انداز کی ملاوٹیں کر دی گئی ہیں' اس طرح دین کے اندر بھی کئی روپ میں ملاوٹیں کر دی گئی ہیں۔ جس طرح ہم دنیاوی چیزوں میں تحقیق کر کے خالص کو حاصل کرتے ہیں اسی طرح خالص دین کے لیے بھی تحقیق کرنا ضروری ہے' اور ہر مسئلہ میں اختلاف اس بات کی علامت ہے کہ اصل دین میں زائد چیزیں داخل کر دی گئی ہیں۔ یہ بھی واضح ہے کہ ہر ایک حق پر نہیں ہو سکتا۔ حق پر وہ جماعت ہوگی جن کے مسائل کا دارومدار قرآن و

حدیث پر ہوگا۔

اب ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق تحقیق کر کے اصل دین کو اپنائے' اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کر لینا کافی نہ ہوگا کہ ''ہم فرقہ بندی کے دور میں کیا کریں؟ جہاں کوئی ہے بس ٹھیک ہے۔۔۔وغیرہ''

کیا دنیاوی چیزوں کی تحقیق کے بارے میں بھی اپنے آپ کو اسطرح کہہ کر بے بس کر لیا جاتا ہے؟ اگر نہیں تو دین کے ساتھ یہ سلوک کیوں؟

بندہ حنفی بریلوی مسلک کا پیروکار تھا۔ کچھ عرصہ اسی مسلک کے عقائد وافعال کا پابند رہا' آخرکار تحقیق کر کے بفضل اللہ تعالےٰ مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ بعض اوقات دوست احباب سوال کرتے ہیں کہ تم نے آباء واجداد کے مسلک کو چھوڑ کر مسلک اہل حدیث کیوں اختیار کیا؟ اس کے پیش نظر مختصر سرگزشت' مکالمہ کی صورت میں تحریر کر رہا ہوں کہ شاید کسی حق کے متلاشی کے لیے راہ ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ بن جائے اور میری طرح تحقیق کر کے صراط مستقیم کو اختیار کر لے۔

مولائے کریم سے دعا گو ہوں کہ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور اسی پر خاتمہ کرے۔ آمین!

والسلام علیکم و رحمة اللہ

ابو نعمان بشیر احمد

۷ جولائی ۱۹۹۹ء

اہل سنت: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بشیر: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آیئے تشریف رکھیئے

الف: جناب کیا آپ کا نام بشیر احمد ہے؟

ب: جی ہاں! فرمایئے کیسے تشریف آوری ہوئی؟

الف: جناب آپ کے بارے میں ایک عجیب سی بات سنی ہے' اس کی تحقیق کے لیے کافی دور سے چل کر آپ کے پاس آیا ہوں۔

ب: اللہ خیر کرے! میرے بارے میں کون سی عجیب بات سن لی ہے؟

الف: اڑتی خبر سنی ہے کہ آپ پہلے حنفی تھےاور بعد میں اہل حدیث ہوئے۔

ب: آپ نے بالکل سچ سنا ہے' واقعی میں آبائی طور پر حنفی بریلوی مسلک کا پیروکار تھا' پھر تحقیق کر کے مسلک حق قبول کرلیا۔

الف: عجیب! انا للہ۔۔۔! تم نے کون سی تحقیق کر لی' مجھے بھی اس کی تفصیلات بتایئے!

ب: تفصیل کا وقت نہیں ہے' البتہ مختصراً آپ کو سنا دیتا ہوں۔

میں نے ناظرہ قرآن مجید اہل حدیث عالم جناب مولانا محمد شفیع سعید صاحب چک 2/1-L (اوکاڑہ) سے پڑھا۔ ناظرہ ختم ہونے پر مولانا صاحب نے ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ ان دنوں میں سخت متعصب حنفی تھا' ہمہ وقت اہل حدیثوں کے خلاف باتیں بنانا ان کے افعال کا مذاق اڑانا اور اختلافی مسائل پر طرح طرح کے دلائل جمع کرنا میرا مشغلہ تھا اگر دوران ترجمہ مولانا صاحب اپنے مسلک کی کوئی بات کر دیتے تو علیحدگی میں خوب تبصرہ کرتا اور دوسرے ساتھیوں کا ذہن بھی بدلتا۔ بعض اوقات دوران ترجمہ ایسی آیات سے گزر ہوتا جو ہمارے عقائد کے خلاف ہوتیں تو علیحدگی میں ترجمہ والا قرآن اٹھا کر دیکھتا' لیکن ترجمہ اس طرح ہی ہوتا تو طبیعت پر بہت گرانی سی گزرتی۔ آخرکار طبیعت کو اس طرح تسلی دے لیتا کہ ان آیات کا مفہوم

پہلے اور ہوگا' وہ نہیں ہوگا جو ظاہری ترجمے سے سمجھ میں آتا ہے کیوں کہ ہمارے ملک کے بڑے بڑے علماء گزرے ہیں' اگر یہی مطلب ہوتا تو ان کو سمجھ نہ آتا؟۔۔۔ جبراً طبیعت کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا لیکن ایسی آیات کا اثر دل سے زائل نہ ہوتا۔

الف: وہ کون سی آیات ہیں جو آپ کے سابقہ عقائد کے منافی آپ کو محسوس ہوئیں؟

ب: ایسی متعدد آیات ہیں' صرف ایک کا تذکرہ کرتا ہوں۔

جب ہم نے تیسرے پارے کا تیسرا رکوع اور آیۃ نمبر ۲۵۹ پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے کہ جب وہ ''بیت المقدس'' کے پاس سے گزرے' جسے بخت نصر نے تباہ و برباد کر دیا تھا تو حیرانگی سے سوال کیا: ﴿ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ ''اس بستی کو تباہ ہونے کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ کیسے زندہ فرمائے گا؟''

اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کروانے کے لیے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال تک فوت کیے رکھا۔ پھر زندہ کر کے پوچھا: ''تم کتنا عرصہ ٹھرے ہو؟'' وہ کہنے لگے:

﴿ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾ ''میں صرف ایک دن یا آدھا دن ٹھرا رہا ہوں''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ﴾ ''بلکہ تم سو سال ٹھہرے رہے ہو''

اسی طرح سورۃ الکھف میں اصحاب کہف (جو عظیم مرتبہ کے ولی تھے) کے بارے میں بیان ہے کہ وہ تین سو نو سال سوئے رہے۔ بیدار ہونے پر آپس میں کہنے لگے کہ ہم صرف ایک دن یا آدھا دن سوئے رہے ہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ تھا کہ نبی تو نبی رہے عام ولی اور بزرگ بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں' ہر آنے جانے والے کو جانتے پہچانتے ہیں اور ان کی دلی مرادیں جان کر پوری کرتے ہیں۔ لیکن ان آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور ولیوں کی جماعت اصحابِ کہف کو معلوم نہیں ہوا کہ کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہیں حالانکہ اصحاب کہف فوت بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ سوئے ہوئے تھے۔

جب ان کو اپنے متعلق معلوم نہیں تو غیروں کے متعلق کس طرح علم ہو سکتا ہے؟

الف: حضرت صاحب! بزرگوں اور ولیوں، نبیوں کے بارے میں عقیدہ تو میرا ابھی یہی رہا ہے کہ وہ قبر میں زندہ ہوتے ہیں، صرف دنیا سے ایک پردہ کرتے ہیں باقی دنیا کے تمام حالات وہ جانتے ہیں بلکہ قبر میں جانے کے بعد انہیں بہت سے اختیار بھی مل جاتے ہیں۔

ب: بھائی جان! دیکھ لیجئے! قرآنی واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ اصحاب کہف کس پایہ کے ولی تھے کہ ان کے نام پر قرآن پاک میں ایک سورت نازل فرمائی گئی۔ ان کو دنیا کے حالات کی کوئی خبر نہیں حالانکہ وہ فوت بھی نہیں ہوئے تھے، صرف سوئے ہوئے تھے اور جب جسم سے روح ہی نکل جائے تو پھر دنیا کے حالات سے کس طرح خبر ہو سکتی ہے؟

الف: شہداء کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾

''جو اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جائیں، انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں''۔

اس سے تو ثابت ہوا کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں۔

ب: جناب! آپ نے آیت کے الفاظ ﴿لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ پر غور نہیں کیا، جو قتل کر دیا جائے کیا وہ فوت نہیں ہوتا؟

الف: فوت تو ہوتا ہے۔

ب: کیا شہید ہونے والے کا جنازہ، وراثت کی تقسیم اور اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الف: شرعی لحاظ سے تو تمام کچھ ہو سکتا ہے۔

ب: پھر زندہ کیسے ہوئے؟ کیا زندہ کا جنازہ اور مال تقسیم ہو سکتا ہے؟

الف: تو پھر ﴿ بَلْ اَحْیَآءٌ ﴾ کا کیا مطلب ہے؟

ب: اللہ کے بندے! شہید دنیا کے لحاظ سے فوت ہی ہوتے ہیں، دنیا کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس زندگی سے مراد تو برزخی زندگی ہے۔ اسی لئے تو ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ ﴿وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ کہ "تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔"

کیوں کہ دنیاوی زندگی شعور و عقل میں آسکتی ہے۔ برزخی زندگی کسی انسان کے شعور میں نہیں آسکتی۔ جب ان کی زندگی کا شعور ہی نہیں ہوسکتا تو تم اس کو شعور میں لانے کی کیوں تکلیف اٹھاتے ہو؟

بخاری شریف میں وضاحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء سے بار بار پوچھا کہ کوئی چیز طلب کرو۔ آخر کار انہوں نے یہ طلب کیا کہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ پھر تیری راہ میں شہید ہونے کی لذت حاصل کریں لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی کیوں کہ دوبارہ دنیا میں آنا قانونِ الٰہی کے خلاف ہے۔

الف: جسمانی طور پر دنیا میں آنے کے تو ہم بھی قائل نہیں ہیں البتہ ان کی روح آتی جاتی رہتی ہے۔

ب: آپ فرمارہے ہیں کہ جسمانی طور پر آنے کے ہم قائل نہیں ہیں۔ ہم نے کئی قصے سنے ہیں کہ فلاں جگہ پیر صاحب ظاہر ہوئے ہیں اور فلاں کی مدد کے لئے آئے۔

اور روح کا آنا بھی ایسا نظریہ ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہونا تو دور کی بات ہے عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کیوں کہ مرنے والا اگر نیک ہے تو وہ جنت کی عیش و بہار کو چھوڑ کر دنیا کے قید خانے میں آنا نہیں چاہتا اور اگر برا ہو تو وہاں کی جیل سے نکل کر آ نہیں سکتا۔ اب معلوم نہیں وہ کون سی روحیں ہیں جو جمعرات کو چکر لگاتی پھرتی ہیں؟

الف: آپ کہتے ہیں کہ بزرگوں کو دنیا کے حالات کی کوئی خبر نہیں ہوتی حالانکہ حدیث کی سب سے زیادہ معتبر کتاب بخاری شریف میں آتا ہے کہ سرکار مدینہ، سرور سینہ ﷺ نے بدر کے کافر

مقتولین سے کلام کی اور فرمایا: ''یہ لوگ تم سے زیادہ سن رہے ہیں''۔

آپ نے اپنے مولوی صاحب سے سنی سنائی حدیث کا حوالہ دے دیا ہے۔اگر خود حدیث کے الفاظ سامنے رکھ کر غور فرماتے تو کبھی یہ حوالہ نہ دیتے۔حدیث دیکھئے!

(فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَآئِهِمْ وَأَسْمَآءِ آبَائِهِمْ يَافُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ـ قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَاتُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ أَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنَقِمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا) ـ (بخاری، کتاب المغازی باب ۸ ج ۲ ص ۵۶۶)

'' آپ ان (مقتول کافروں) کو ان کے نام مع ولدیت آوازیں دینے لگے کہ اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں کیا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ جو ہم سے ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا یقیناً وہ ہم نے پالیا۔کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدے کو پالیا؟ بیان کرنے والا کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ان جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روح نہیں ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے جو باتیں میں ان کو کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تھا تا کہ آپ کی بات ان کو توبیخ تذلیل،تعذیب،حسرت اور شرمندگی کے لئے سنا دے۔

اس حدیث کو سمجھنے کے لئے ایک اصول ملاحظہ فرمالیں:

جملے میں جس قدر قیود بڑھتی جائیں اسی قدر اس کا مفہوم محدود ہوتا جاتا ہے۔مثلاً ضَرَبَ خَالِدٌ (خالد نے مارا) اس جملے میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس کو مارا' کب مارا' کہاں مارا۔۔۔جب اس

کے ساتھ قیود لگا کر کہیں گے "ضَرَبَ خَالِدٌ نَاصِرًا فِی الصَّبَاحِ فِی الْمَسْجِدِ" اب خالد کی مار مقید ہو گئی ہے' صرف ناصر پر' صرف صبح کے وقت اور صرف مسجد میں۔ اب مذکورہ حدیث پر غور کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ) ایک روایت میں ہے: (اِنَّهُمُ الآنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ) اس وقت وہ جان رہے ہیں کہ میں جو کچھ ان کو کہتا تھا وہ حق تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی کی بات' وہ لوگ اس وقت سن رہے تھے۔ نبی کی علاوہ غیر کی بات' ان کا فر مقتولین کے علاوہ کوئی دوسرے مردے اور اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت سننا سنانا ثابت ہی نہیں ہوتا۔ اور حدیث کے راوی حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے ساتھ ہی وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے اسی وقت ان کو زندہ کر دیا تھا' نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال کرنا کہ "آپ ان سے بات کر رہے ہیں جن میں جان نہیں" سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ مردے سنتے نہیں اور ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ عقیدہ آپ ﷺ سے لیا تھا اور آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کی نفی نہیں کی بلکہ عام قاعدے سے استثنائی صورت بیان کی ہے۔

اور مردوں کے عدم سماع کی تو خود قرآن نے وضاحت فرما دی:

﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (الروم: ۵۲)﴾ "اے نبی! یقیناً طور پر آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (الفاطر: ۲۲) "آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔"

الف: باتیں تو آپ کی درست معلوم ہوتی ہیں لیکن ہمارے مولوی صاحب تو ہمیں اب تک یہی رٹاتے آئے ہیں کہ نیک لوگوں کی روحیں آتی ہیں اور دنیا کے حالات سے باخبر ہوتی ہیں۔

ب: بھائی صاحب! یہ سب مولویوں کی دکانداری ہے اور کھانے پینے کے دھندے ہیں' ورنہ قرآن و حدیث کا پیش کردہ عقیدہ آپ کے سامنے ہے۔

الف: یار! ہم اصل موضوع سے کافی دور نکل گئے۔ ہماری بات چل رہی تھی کہ آپ نے ترجمہ پڑھنا شروع کیا' پھر تمھارے اندر تبدیلی کس طرح پیدا ہوئی؟

ب: قرآن مجید کا سادہ ترجمہ پڑھنے سے ہی نظریاتی طور پر میرا ذہن کافی بدل گیا تھا لیکن قوم پرستی کے بت کی وجہ سے عملی طور پر میں جوں کا توں حنفی تھا اور تعصب اس حد تک کہ اہل حدیثوں کی مسجد میں نماز پڑھنا بھی جائز نہیں سمجھتا تھا۔

ایک دن استاد محترم مولانا محمد شفیع صاحب نے دوران ترجمہ ایک ایسی بات کہی جو میرے دل میں گھر کر گئی۔

الف: وہ کونسی بات تھی؟

ب: مولانا صاحب نے فرمایا:

عصر حاضر میں فرقہ واریت کا دور دورہ ہے۔﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ ''ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس پر خوش ہے۔'' اور ہر ایک اپنے آپ کو حق کا علمبر دار سمجھتا ہے۔ حالاں کہ ہر گروہ اور ہر جماعت حق پر نہیں ہو سکتی۔ خود ہی سوچیے کہ ایک فرقہ کے نزدیک امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے سے منہ میں آگ ڈالی جائے گی اور دوسری جماعت کے نزدیک سورۃ الفاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور اس کے چھوڑنے پر نماز باطل ہو جاتی ہے اور اس طرح نماز میں ابتداء سے لے کر انتہا تک اختلاف ہے' کیا یہ سب حق پر ہیں۔ نہیں' ہر گز نہیں۔ حق پر صرف ایک جماعت ہوگی۔﴿وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (یونس ۳۲) ''حق کے بعد صرف گمراہی باقی رہ جاتی ہے۔'' جس طرح آج کل ہر چیز میں ملاوٹ کر دی گئی ہے اسی طرح دین کے اندر بھی بہت زیادہ ملاوٹ کر دی گئی۔ جیسے بازار سے چیز خریدتے وقت ہم اصل اور نقل کی تحقیق کر کے پھر خریدتے ہیں اسی طرح دین کے بارے میں تحقیق کرنا بھی ضروری ہے۔۔۔

ہم نے عرض کیا کہ ہم اتنے پڑھے ہوئے نہیں کہ کتب کی چھان بین کر کے تحقیق کر سکیں۔ انھوں نے فرمایا قرآن اور کتب احادیث مترجم با آسانی دستیاب ہیں۔ آپ قرآن مجید اور بخاری شریف یا مسلم شریف مترجم لے لیں اور روزانہ چند آیات اور احادیث کو ترجمہ سے پڑھ لیا کریں آپ کو خود بخود پتہ چل جائے گا کہ حق پر کون ہے؟ دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ جس مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہتے ہوں وہ مختلف مکتب فکر کے علماء مثلاً بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث۔۔۔ سے دریافت کریں۔ پھر تعصب سے بالاتر ہو کر سوچیں کہ کس نے قصے کہانیاں سنا کر ٹال دیا ہے اور کس نے قرآن وحدیث سے مسئلہ حل کیا ہے۔ اور جو قرآن وحدیث سے مسئلہ بتلائے اسے اختیار کر لیں کیوں کہ حق وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ (آل عمران ۱۹) ﴿ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾ (آل عمران ۸۵) ''اللہ تعالیٰ کے ہاں دین صرف اسلام ہے۔۔۔ جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔''

یہ ایک ایسی معقول نصیحت تھی جس کا دل پر گہرا اثر ہوا اور اس کے مطابق تحقیق کر کے مسلک حق کو قبول کر لیا۔

الف: آپ نے کن کن مسائل میں تحقیق کی؟

ب: تحقیق تو کئی مسائل میں کی لیکن حنفیت سے بیزار کر کے مسلک اہل حدیث کی طرف مائل کرنے والے مندرجہ ذیل تین مسئلے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چلتے ہوئے ایک حنفی آدمی سے ملاقات ہوئی جو پاکٹ سائز کتاب بنام ''حنفی مترجم نماز'' ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ وہ مجھے کہنے لگا:

دیکھو یار! اس کتاب میں لکھا ہوا ہے حضور ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا

ناجائز ہے۔ جبکہ ہم بڑی عقیدت سے یہ کام کرتے ہیں۔ میں نے کتاب لے کر عبارت کو آگے پیچھے سے بار بار پڑھا لیکن کوئی جواب نہ دے سکا اور اس سے وعدہ کیا کہ میں تم کو جواب لا کر دوں گا۔شام کے وقت میں حنفیوں کی مرکزی مسجد نوری میں گیا اور نماز کے بعد وہاں کے امام وخطیب مولانا عبدالستار صاحب سے اس مسئلہ کی وضاحت پوچھی اور ساتھ ہی وہ کتاب بھی دکھلا دی۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ کتاب کسی حنفی کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ ویسے ہی حنفیوں کی طرف منسوب کر دی ہے۔اور پھر انہوں نے عربی عبارت پڑھی اور اس طرح اس کا ترجمہ بھی کر دیا۔

''ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی، جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، کہا گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے۔اذان کے بعد سرکار مدینہ نے صحابہ کرام سے فرمایا: تم نے میرے یار صدیق کو دیکھا انہوں نے کیا کیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی جی ہاں! تو آپ نے فرمایا جو شخص بھی میرے صدیق کی طرح کرے گا اس کی کبھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی۔''

میں نے سوال کیا، کیا یہ حدیث ہے؟ مولانا صاحب جلدی سے سخت لہجہ میں بولے ''ہور تینوں کی سنایا اے؟'' اور دوبارہ وہی عبارت پڑھ کر ترجمہ سنا دیا۔ میں نے دوبارہ سوال کیا۔ جناب میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے؟ مولانا صاحب اس پر غصہ سے لال پیلے ہو کر کہنے لگے:

''میں پنج منٹ لا دتے سنا دن نوں، تے توں پچھدا ایں اے حدیث اے، تینوں اپنی وی عقل نیں''

میں بہت حیران ہوا کہ میں پوچھتا ہوں کیا یہ حدیث رسول ﷺ ہے اور حضرت صاحب غصہ سے آپے سے باہر ہو رہے ہیں اور زبان سے یہ بھی نہیں کہتے کہ یہ حدیث رسول ﷺ ہے۔ مجھے حقیقت سمجھ آگئی کہ اگر یہ حدیث ہوتی تو ضرور اقرار کرتے۔ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کہیں سے عربی عبارت سنا دی ہے۔

عقل بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر رہی تھی کیوں کہ اگر واقعی یہ حدیث رسول ہو تو کم از کم اس پر عمل کرنے والوں کی آنکھیں تو خراب نہ ہوں جبکہ میں نے خود بے شمار انگوٹھے چومنے والے حنفی لوگوں کو نابینے اور آنکھوں کی درد سے بے تاب دیکھا ہے۔ اور کیا ہسپتالوں میں آنکھوں کے مریض تمام اہل حدیث ہی ہوتے ہیں؟

کچھ دنوں بعد مولانا عبدالستار صاحب نے کسی اور جگہ امامت اختیار کر لی اور ہماری مسجد میں مولانا منظور احمد شاہ صاحب تشریف لے آئے، میں نے یہی مسئلہ ان کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے کچھ اور ہی عجیب وغریب قصے سنائے۔

پھر میں نے اہل حدیث عالم سے یہی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے تسلی بخش جواب دیا اور واضح کیا کہ یہ کام نہ نبی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی وتابعی سے حتیٰ کہ ائمہ اربعہ میں سے بھی کسی سے ثابت نہیں۔ بلکہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب درالمختار میں آتا ہے:

لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذا شَيْءٌ (در المختار ج ۱ ص ۲۹۳)

"اس بارے میں کوئی مرفوع چیز ثابت نہیں"

امام ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں:

مَا رُوِيَ فِيْ ذٰلِكَ كُلُّهُ مَوْضُوْعٌ (تیسیر المقال)

"اس بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ تمام کا تمام من گھڑت ہے۔"

اور امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: كُلُّهَا مَوْضُوْعَاتٌ یہ سب کچھ موضوع چیز ہے۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: وَلَا يَشْغَلُ بِشَيْءٍ مِنَ الْاَعْمَالِ سِوَى الْاِجَابَةِ (عمدۃ القاری)

اذان کا جواب دینے کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔

اور خیر جاری میں علامہ عینی کے قول کی وضاحت اس طرح کی ہے:

"عینی کے کلام مذکور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر انگوٹھے چوم کر

آنکھوں پر رکھنا منع ہے۔"

جب میں نے تنہائی میں بیٹھ کر سوچا تو واضح ہو گیا کہ اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے بلکہ تمام کچھ انتہا درجے کا ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

الف: ہمارے مسلک کے موافق احادیث کو تم ضعیف و موضوع کہہ دیتے ہو اور اپنے مطلب کی صحیح بنا لیتے ہو۔

ب: جناب والا! حدیث کو صحیح یا ضعیف بنانا اپنی مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ حفاظت حدیث کے لئے زندگی صرف کرنے والے محدثین کے قوانین اور فیصلہ کے مطابق حدیث پر حکم لگایا جاتا ہے۔

الف: اس کی کیا وجہ ہے کہ تمہارے مسلک کے موافق تمام احادیث صحیح ہوتی ہیں اور ہماری ضعیف؟

ب: اس لئے کہ ہمارے نزدیک پہلے حدیث صحیح اور پھر مذہب ہے یعنی جو صحیح حدیث میں آ گیا وہی ہمارا مذہب ہے لیکن تمہارے نزدیک پہلے مذہب اور پھر حدیث ہے یعنی جو حنفی مذہب میں آ گیا بس وہی درست ہے۔ اس کے مطابق کوئی صحیح حدیث آ جائے تو ٹھیک، ورنہ جو بھی قصہ و کہانی سے لنگڑی لولی دلیل ملے اس کو لے لیا جاتا ہے۔ یعنی مذہب تبدیل نہ ہو دلیل جیسی بھی مل جائے بس ساتھ جوڑ دو۔

الف: حدیث کے ضعیف ہونے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

ب: ضعیف حدیث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ کسی نے اپنی طرف سے بنا کر اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہوتی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں احادیث آج کی طرح کتابی شکل میں موجود نہ تھیں بلکہ آپ جو فرماتے یا عمل کرتے صحابہ کرام اس کو یاد کر لیتے اور اس کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیتے۔ آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے آپ کے

اقوال وافعال من وعن آگے امت تک پہنچا دیئے۔

اس کے بعد والے زمانہ میں طرح طرح کے فتنے پیدا ہوئے اور کئی باطل فرقے وجود میں آ گئے۔ انہوں نے اپنے غلط عقائد واعمال کو ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی احادیث اپنی طرف سے گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔

اس طرح آپ کے فرامین اور لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں آپس میں خلط ملط ہو گئیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو قیامت تک محفوظ رکھنا تھا۔ تو اس نے محدثین کی ایک جماعت پیدا کر دی۔ جنہوں نے اپنی زندگیوں کے تمام قسم کے آرام چھوڑ کر انتھک محنتیں کر کے احادیث رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کی ایجاد کردہ احادیث کو الگ الگ کر دیا۔ جو واقعی آپ کی احادیث تھیں۔ ان کا نام ''صحیح حدیث'' رکھا۔

اور جو آپ سے ثابت نہیں تھیں ان کا نام ''ضعیف حدیث'' رکھا۔ اس لئے ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ (نعوذ باللہ) نبی کی حدیث ضعیف یا جھوٹی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہوتی۔ یہ ایک عمومی سا مطلب بتلایا ہے ورنہ علماء کرام کے ہاں اس کی تفصیل ہے۔

الف: جناب! بہت مہربانی آپ نے بہت سی معلومات دی ہیں۔

اچھا آپ نے کہا تھا کہ میں تین تحقیق کردہ مسئلوں کی داستان سناتا ہوں اب فرمائیے کہ دوسرا مسئلہ کون سا تھا؟

ب: وہی جو مولوی حضرات نے کھانے پینے کا دھندا چلا رکھا ہے۔ یعنی ختم شریف۔

الف: بھئی! وہ کیسے؟ وضاحت سے سنائیے۔

ب: یہ واقعہ اسی طرح ہوا کہ ایک دفعہ میں مولانا منظور احمد شاہ صاحب کے پاس گیا اور وہ ختم شریف کے لئے چندہ اکٹھا کر رہے تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ کل ختم شریف ہوگا، کیا آپ آئیں گے؟ میں نے کہا اگر اس کا کوئی ثبوت ہو تو ضرور آؤں گا۔ شاہ صاحب کہنے لگے۔

اس کا ثبوت تو آپ کو قرآن سے دکھلا سکتا ہوں۔ پھر انہوں نے جلدی سے الماری کھولی اور مترجم قرآن مجید نکالا اور سورۃ الانعام کی آیت فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: ۱۱۸) نکال لی اور کہنے لگے۔ دیکھو اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ اور قرآن بھی تو اللہ تعالیٰ کا نام ہی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا ہے ختم پڑھنا جائز ہے۔

میں نے کہا: یہ آیات تو جانور کے ذبح کے بارے میں ہیں کہ ذبح کے وقت جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو یعنی تکبیر پڑھی گئی ہو اسے کھا لیا کرو۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا اسے مت کھاؤ۔

شاہ صاحب کہنے لگے۔ نہیں اس کا مطلب ہے کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ اور ہم بھی ختم پر اللہ کا نام ہی لیتے ہیں۔ اس سے ختم ثابت ہو رہا ہے۔

میں نے پوچھا: یہ کس بزرگ کا ترجمہ والا قرآن ہے، تو شاہ صاحب کہنے لگے یہ ہمارے شمس العلماء زبدۃ العلماء جناب احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ ہے۔ میں نے کہا چلو حاشیہ میں دیکھ لیتے ہیں کہ انہوں نے ان آیات کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ کیوں کہ مجھے علم تھا کہ جناب احمد رضا خان صاحب نے ان آیات کا وہی مطلب لکھا ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔ شاہ صاحب نے ان آیات کے حاشیہ پر مٹھی رکھی ہوئی تھی اور شہادت کی انگلی سے ترجمہ کی طرف اشارہ کر کے بار بار یہ دہرا رہے تھے: ''جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کو کھاؤ''

جب میں نے حاشیہ دیکھنے کی بات کی تو شاہ صاحب جلدی سے کہنے لگے کہ ہاں دیکھ لو اور انگلی کو اصل حاشیہ سے اوپر نیچے گھمانے لگے اور کہنے لگے کہ اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ ان کا گمان تھا کہ اسے کون سا علم ہے ایسے ہی ٹال دیتے ہیں اور میں شاہ صاحب کی خیانتوں کو بھانپ رہا تھا دراہل کتاب کی رجم والی عبارت کو چھپانے والا نقشہ یاد آ رہا تھا۔

میں نے بھولا پن اختیار کرتے ہوئے کہا: ان آیات کو حاشیہ یہ تو نہیں ہے؟ شاہ صاحب کھسیانی اور غور والی نظر ورق پر جماتے ہوئے کہنے لگے۔ ہاں ہاں یہی ہے اور جب پڑھا تو یہ لکھا ہوا تھا۔

''یعنی جو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو نہ، وہ جو اپنی موت مرا یا بتوں کے نام پر کیا گیا، وہ حرام ہے۔ حلت اللہ کے نام پر ذبح ہونے سے متعلق ہے۔ یہ مشرکین کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر کیا تھا کہ تم اپنا قتل کیا ہوا تو کھا لیتے ہو اور اللہ کا مارا ہوا یعنی اپنی موت مرے اس کو حرام جانتے ہو۔''

میں نے کہا: اب بتلائیں۔ شاہ صاحب کہنے لگے:

یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے اور وہ بھی ہوسکتا ہے۔

مجھے حقیقت سمجھ آ گئی کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ صرف کھانے پینے کے ڈھکوسلے ہیں۔

الف: یار! آج تک میں بھی ان آیات سے ختم شریف کا ثبوت سمجھتا رہا ہوں کہ آیت کا مفہوم عام ہے کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اسے کھاؤ اور تم نے آج اور ہی مطلب بتلا دیا ہے۔

ب: محترم جناب! آپ کو حنفی بریلوی مسلک کے بانی جناب احمد رضا خان کی تفسیر بتلائی ہے۔ اس سے بڑھ کر تمہارے نزدیک اور کون ہوسکتا ہے۔

نیز خود بھی غور کریں کہ آگے آیت ۱۲۱ میں یہ الفاظ ہیں۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ إِنَّهُ لَفِسْقٌ (الانعام)

''اور وہ چیز مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ گناہ کا کام ہے۔''

اگر پہلی آیت سے ختم شریف مراد ہو، تو پھر مطلب یہ ہوا کہ جس چیز پر ختم پڑھا گیا ہو اسے کھاؤ اور جس پر ختم نہیں پڑھا گیا اسے مت کھاؤ۔ اگر بغیر ختم کے کھاؤ گے تو گناہ کے مرتکب ہو گے۔ کیا تم ہر کھانے پینے والی چیز پر ختم پڑھتے ہو؟

الف: باتیں تو یار آپ کی صحیح معلوم ہوتی ہیں؟

ب: بالکل! حق جو ہوا اور حق اپنا لوہا منوا لیتا ہے۔

الف: اور بھی کسی مسئلہ میں تحقیق کی تھی؟

ب: اسلام کے بنیادی رکن کے بارے میں، کئی ایک مسائل میں تحقیق کی تھی مثلاً وضو میں گردن کا مسح کرنا، باجماعت نماز میں پاؤں ملانا، ہاتھ باندھنے کا محل، رفع الیدین میں تحقیق کی۔ لیکن احناف کی طرف سے دلائل انتہائی بودے، بیت العنکبوت کی مثل حاصل ہوئے بلکہ ان کے دلائل سن کر الٹی نفرت پیدا ہوگئی۔

الف: دلائل سن کر نفرت کیسے پیدا ہوگئی؟

ب: ایک دفعہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ چلا۔ میں نے اہل حدیث حضرات سے تحقیق کی تو انہوں نے صحیح احادیث سے ثابت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے اور دلائل سے یہ بھی ثابت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول جو زیر ناف باندھنے کا پیش کیا جاتا ہے وہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق سخت ضعیف اور نا قابل اعتماد راوی ہے۔ اسی طرح دیگر آثار ضعیف ہیں۔

لیکن حنفی مولوی شاہ صاحب نے ایک دن صبح کے درس میں یہ بیان کیا:

حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان کو دربارِ الٰہی سے نکال دیا گیا اور اس کے گلے میں لمبا طوق ڈال دیا گیا۔ جب شیطان چلتا تو وہ طوق گھٹنوں پر لگتا اور وہ طوق دونوں ہاتھ سے اٹھا کر آگے کو چلتا۔ اس طرح بار بار کرنے سے اس کے ہاتھ تھک جاتے تو دونوں ہاتھوں کو سینہ پر باندھ لیتا اور آہستہ آہستہ چلتا رہتا اور اسی سے اس کے پیروکاروں نے طریقہ لے لیا۔ یہ سن کر مجھے سخت نفرت ہوگئی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے احادیث دیکھی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے تھے اور حضرت صاحب شیطان اور اس کے پیروکاروں

کا طریقہ بتلا رہے ہیں۔ تو آپ اور صحابہ کرام کس کی پیروی کرتے تھے؟ (أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ ذٰلِكَ)

الف: یہ دلیل تو نہیں، انہوں نے ویسے ہی چھیڑنے کے لئے اس طرح کہا ہوگا۔

ب: اس میں چھیڑنے اور مذاق کرنے کا کیا تُک کہ صبح کی نماز کے بعد اسپیکر میں درس قرآن دیتے وقت یہ بات کہی۔ کیا مذاق اس طرح ہوتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جب دلائل نہ ہوں تو مخالف فریق پر اسی طرح طعن و تشنیع کی جاتی ہے تاکہ عوام کا ذہن ان کے خلاف کیا جائے۔

اسی طرح ایک اور بات سمجھ کر بریلویت سے سخت بیزاری ہوئی کہ ایک دن میں شاہ صاحب کے پاس گیا، اس نے طنزیہ انداز میں مجھے کہا (کیونکہ ان دنوں میں مسلک اہلحدیث کی طرف میلان رکھتا تھا) تم گستاخِ رسول ﷺ ہو کیونکہ تم نبی ﷺ کو بشر کہتے ہو۔

میں نے کہا: ''اگر قرآن نبی ﷺ کو بشر کہہ دے تو پھر؟'' شاہ صاحب کہنے لگے:

''قرآن کہتا ہے تو کہے، ہم تو نہیں کہتے۔'' (استغفراللہ ــ!)

یہ سن کر مجھے ازحد افسوس بھی ہوا اور بریلویت سے بیزاری بھی ہوگئی۔

الف: آپ نے اپنی تحقیق کا نتیجہ کیا نکالا؟

ب: میں اپنی پوری تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اہل حدیث ہر بات قرآن و حدیث سے بتلاتے ہیں اور اسی کے وہ قائل و فاعل ہیں اور اس کے برعکس حنفی حضرات کے سامنے ان کے امام کی فقہ ہوتی ہے۔ اگر فقہ کا مسئلہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو تو ٹھیک، ورنہ قرآن و حدیث باطل تاویلیں کر کے اس کو فقہ کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا فاسد قیاس و آراء پر اپنے مسائل کی بنیادیں قائم کئے ہوئے ہیں۔

الف: کیا فقہ قرآن و حدیث کے مطابق نہیں ہے؟

ب: اگر مطابق ہوتی تو اختلافات کیوں ہوتے۔ بے شمار مسائل ایسے ہیں جو حدیث کے خلاف ہیں۔

الف: کیا فقہ حنفی لکھنے والے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قرآن وحدیث کے عالم نہ تھے؟

ب: اس کا کون انکار کرسکتا ہے۔

الف: پھر انہوں نے قرآن وحدیث کے خلاف کس طرح لکھ دیا؟

ب: اللہ کے بندے! فقہ حنفی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خود نہیں لکھی بلکہ یہ تو ان کی وفات کے کئی سال بعد مرتب کی گئی ہے اور کوئی سند بھی نہیں ہے۔ اب ہم کس طرح وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تمام مسائل انہوں نے خود بیان فرمائے ہیں۔ اگر بالفرض ثابت ہو بھی جائیں تو وہ اس سے بری الذمہ ہیں کیونکہ انہوں نے خود فرمایا ہے:

اُتْرُكُوا قَوْلِيْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (القول المفید امام شوکانی)

"اگر میری بات رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دینا"۔

اسی طرح باقی ائمہ کرام نے بھی فرمایا:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ وَ إِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِيْ يُخَالِفُ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَ اضْرِبُوْا كَلَامِيْ الْحَائِطَ لَا تُقَلِّدْنِيْ "جب صحیح حدیث ہو تو وہی میرا مذہب ہے جب تم میری بات حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرنا اور میری بات کو دیوار پر دے مارو میری تقلید نہ کرنا۔" (عقد الجید ص ۴۰)

امام مالک فرماتے ہیں: مَامِنْ اَحَدٍ إِلَّا مَاخُوْذٌ مِّنْ كَلَامِهِ وَ مَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ "رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر ایک کی بات قبول یا عدم قبول کی جا سکتی ہے۔" (میزان شعرانی ص ۴۷، ج ۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَلَامٌ لَا تُقَلِّدُوْنِيْ وَ

لَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكاً وَ لَا اَوْزَاعِيَ وَ لَا النَّخعِيَ وَ لَا غَيْرَهُمْ وَخُذِ الْكَلَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوا مِنَ الْكِتٰبِ وَ السُّنَّةِ (الیواقیت الجواہر، ص ۹۲، ج ۲)

''اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ کسی کے کلام کو کوئی دخل نہیں اور نہ میری تقلید کرنا اور نہ ہی امام مالک، اوزاعی، نخعی کی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کی (بلکہ احکامات کتاب وسنت سے حاصل کرو جہاں سے انہوں نے لئے ہیں۔''

اب بات واضح ہے کہ اگر ائمہ کرام کی کوئی بات کتاب وسنت کے خلاف بھی ہوتو وہ اس سے بری ہیں۔ البتہ اگر کسی شخص کو پتہ چل جائے کہ یہ بات ان کی کتاب وسنت کے خلاف ہے اوراس کے باوجوداس پر عمل کرے تو یقیناً یہ شخص خود مجرم ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے انتہائی قریبی اور قابل فخر شاگرد امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسائل میں اپنے استاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے۔

الف: کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردان کے مقلد نہ تھے؟

ب: اگر مقلد ہوتے تو ان کی مخالفت کیوں کرتے؟ فقہ حنفی کی کتب اٹھا کر دیکھیں، سینکڑوں مسائل ہیں کہ ان کے شاگردوں نے اختلاف کیا ہے۔ آج کی اندھی تقلید کے وہ قائل نہ تھے بلکہ اپنے اساتذہ کرام کی بات کو قرآن وحدیث پر پیش کرتے تھے اور اگر موافق ہوتی تو لے لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

الف: کیا فقہ حنفی کی موجودہ کتب کے اندر بھی یہ اختلاف موجود ہے؟

ب: بالکل، قدوری، شرح وقایہ، ہدایہ۔۔۔ کسی کو دیکھ لیں چند مسائل میں ہی تمام کا اتفاق ہوگا اور اکثر میں اختلاف ہی اختلاف ہے۔

الف: یار! آپ نے تو میرا ذہن ہی بدل دیا۔ میں اب تک اس بات کا قائل تھا کہ فقہ قرآن و

حدیث کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ قرآن وحدیث سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے فقہ پر عمل کرنا گویا قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہے۔

ب: محترم جناب! میں نے مبالغہ نہیں کیا بلکہ حقیقت آپ کے سامنے رکھی ہے۔ آپ تعصب سے بالاتر ہو کر سوچیں۔ حق اور باطل خود واضح ہو جائے گا۔ ایک بات مجھے بھی اب تک سمجھ نہیں آئی کہ بریلوی اور دیوبندی دونوں کی فقہ بھی ایک ہے اور دونوں ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔ لیکن آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک نہیں پڑھتے۔ اب معلوم نہیں کہ اصلی مقلد کون ہیں اور نقلی کون؟

الف: بات تو آپ کی درست ہے کہ دونوں گروہ اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کا آپس میں بھی بہت اختلاف ہے۔ یہ سوال کئی دفعہ میرے ذہن میں بھی آتا رہتا ہے لیکن پوچھنے سے ہچکچاہٹ رہی۔ اگر کچھ علم ہے تو یہ سوال بھی حل کر دیجئے؟

ب: اس بارے میں میری تحقیق یہ ہے کہ دیوبندی اصل مقلد ہیں اور بریلوی نمبر ۲۔

الف: (ہنستے ہوئے) یار! آپ مجھے اصلی حنفی بھی نہیں سمجھتے؟

ب: مذاق نہیں کیا، بلکہ بات ایسے ہی ہے کیوں کہ بریلوی حنفی بہت سے ایسے کام کرتے ہیں کہ جن کا وجود فقہ حنفی کے اندر بھی نہیں۔ مثلاً سپیکری درود، جشن میلاد النبی، ختم قل، چالیسواں وغیرہ۔

الف: کیا واقعی ان چیزوں کا فقہ حنفی میں کوئی وجود نہیں؟

ب: ہاں ہاں! کوئی وجود نہیں بلکہ اس سے بھی عجیب نقطہ بتلاؤں کہ بریلوی حنفیوں کے عقائد کے مسائل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ والے نہیں ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد صرف احکام کے مسائل میں ہیں۔ عقائد میں امام ماتریدی کی تقلید کرتے ہیں۔ اس لئے یہ دوغلے حنفی ہیں اور دیوبندی خالص حنفی ہیں۔

الف: اچھا یار! میں نے آپ کا بہت وقت لے لیا۔ حضرت عمرؓ کی طرح آیا تو میں تبدیل کرنے

کے لئے تھا لیکن خود تبدیل ہو کر جا رہا ہوں۔ آپ کی باتیں صداقت پر مبنی ہیں میں جلد ہی تحقیق کر کے مسلک حقہ قبول کرلوں گا۔ انشاء اللہ

ب: جناب بہت اچھا! آخر میں آپ کو بس یہی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ انتہائی پرفتن دور ہے۔ ہر ایک اپنے آپ کو حق پر کار بند ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جبکہ حق پر تمام نہیں ہوسکتے۔ بلکہ صرف ایک حق پر ہے۔ جس کی پہچان آپ ﷺ نے یہ فرمائی وَمَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِيْ ''جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں اس لئے آپ تحقیق کر کے مسلک حق کو اختیار کریں۔ مولویوں کی سنی سنائی باتوں پر مسلک کی بنیاد نہ رکھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی بھر کے اعمال طریقہ رسول کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے هَبَاءً مَّنْثُوْرًا کر دیئے جائیں۔ اور وہاں عسیٰ و لعل کی تعلیلوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پڑھے لکھے لوگوں کے لئے تحقیق کا طریقہ بالکل آسان ہے کہ سادہ مترجم قرآن اور بخاری شریف یا مسلم شریف مترجم لے کر روزانہ تھوڑا سا مطالعہ کرلیا۔ بخاری و مسلم اس لئے کہی ہے کہ ان مین کوئی حدیث بھی ضعیف نہیں ہے۔ اس لئے صحیح وضعیف والے چکر سے بچنے کے لئے انہیں کو لے لیجئے۔ چند ایام میں حق واضح ہو جائے گا اور عامۃ الناس کو چاہئے کہ تحقیق کا وہی طریقہ اپنائیں جو میں نے اختیار کیا تھا اور خلوص نیت سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حق راستہ کی رہنمائی فرمائے تو اللہ تعالیٰ ضرور صراط مستقیم دکھلا دے گا۔

مولائے کریم سے دعا گو ہوں کہ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور اس پر خاتمہ کرے۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ

فضائل اعمال کے ناشر کی توبہ

انٹرویو

سید طالب الرحمٰن شاہ کا انٹرویو

بشکریہ جناب

مولانا محمد منیر قمر صاحب

پیش لفظ

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہٗ، وبعد:

زیر نظر رپورٹ یا مقالہ دراصل کئی چیزوں کا مجموعہ ہے:

- جناب محمد اُنس صاحب کے تائب ہونے کی بشارت اور ان کے لئے ثابت قدمی کی دعائیں۔جدہ سے جناب محمد عاقل صاحب کا طویل ٹیلیفونک رابطہ اور پھر فون پر ہی دہلی میں مقیم جناب محمد اُنس صاحب سے مفصل انٹرویو۔
- www.ahya.org پر جناب ساجد عبدالقیوم صاحب کا فضائلِ اعمال (تبلیغی نصاب) کی کتابوں پر مختصر تبصرہ اور توبہ کی انگلش میں رپورٹ۔
- جناب شاہد ستار کا اِس انگلش تبصرے یا رپورٹ کا ترجمہ اور تبلیغی کتابوں کا مختصر تجزیہ و پیغام۔
- راقم کی نظر ثانی خصوصاً ترجمہ اور انٹرویو کے نوک پلک کا سنوارنا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اختصار۔
- اسی طرح ہی افادۂ عام کیلئے ہم نے ''تبلیغی جماعت'' دیوبندیت'' نامی کتابوں کے مصنّف پروفیسر سیّد طالب الرحمٰن صاحب سے کیا گیا وہ انٹرویو بھی قدرے مختصر انداز سے شامل کردیا ہے جو اس سال (۱۴۲۳

ھ) میں میدانِ عرفات ومنیٰ میں ان سے جناب محمد عاقل صاحب نے ہی کیا تھا۔

اللہ کرے کہ متعدد اہل علم وقلم کی یہ کاوشیں ''فضائل اعمال'' کی کورانہ چشم تبلیغ کرنے اور قرآن وسنّت سے بدکنے والوں کیلئے ذریعۂ چشم کشائی اور باعثِ ہدایت ورہنمائی ثابت ہوں۔

﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ○﴾ (سورة هود:۸۸)

۱۵/ ۵/ ۱۴۲۴ھ

ابوعدنان محمد منیر قمر

۱۵/ ۷/ ۲۰۰۳ء

ترجمان سپریم کورٹ

الخبر، وداعیہ متعاون، مراکزِ دعوت وارشاد

الخبر، الدمام، الظہران (سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ اعمال (تبلیغی نصاب) کے ناشر کی توبہ

آج جبکہ فرقہ بندی، مسلکی عناد اور مذہبی تعصب عام ہو چکا ہے، اِس پر فتن دور میں اگر کوئی صحیح رہنمائی طلب کرتے ہوئے، حق کو تسلیم کر لے تو یہ اللہ عزّ وجل کا بہت بڑا فضل و کرم ہوگا۔ اور وہ بھی اُس وقت جبکہ اُس کی روزی وردٹی اور محنت سے حاصل کی ہوئی شہرت وعزت داؤ پر لگی ہوئی ہو۔

ایسی ہی خوش قسمت شخصیت ہے جناب محمد اُنس صاحب کی، جو ادارہ اشاعتِ دینیات کے مالک ہیں۔ اور یہ ادارہ وہ ہے جس سے تبلیغی جماعت کی مشہور کتاب "تبلیغی نصاب" (جواب فضائلِ اعمال کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی ہے) کی چار زبانوں میں نشر و شاعت ہوتی رہی اور اسکے علاوہ دیوبندی مکتبِ فکر کی دیگر کئی کتابیں بھی چھپتی رہیں۔

فضائلِ اعمال (جس کے مؤلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندہلویؒ ہیں) اِس کتاب کو لے کر تبلیغی حضرات اپنی دعوت لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ ایک واحد کتاب ہے جسے یہ حضرات اپنے حلقوں میں پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور اس کو پڑھنے پر اتنا زیادہ زور دیتے ہیں کہ تبلیغی حضرات اس کتاب کو پانچ فرض نمازوں کے بعد مستقل پڑھتے آ رہے ہیں۔ اِس کتاب میں کافی غلط عقائد بھرے پڑے ہیں اور ساتھ ہی ایسے بے بنیاد قصے اور واقعات موجود ہیں، جنہیں سنا سنا کر نصف صدی سے بھی زیادہ

عرصے سے لوگوں کے عقائد کو بگاڑا جا رہا ہے۔

ناشر" فضائل اعمال" جناب محمد انس صاحب نے اِس کتاب میں موجود غلط عقائد کی نشاندہی ہو جانے کے بعد کھل کر اس کتاب اور تبلیغی و دیوبندی گروہوں کی طرف سے آپس میں مل کر پھیلائے جانے والی تعلیمات کے خلاف براءت کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے کھلے دل سے قرآن اور سنّت پر مبنی مسلک کو قبول کر لیا ہے جو کہ صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کا راستہ ہے۔ اور تمام تعریفیں صرف اللہ رب العزت ہی کے لائق وزیبا ہیں۔

پچھلے چند سالوں سے دیوبندی مسلک میں بے چینی

پچھلے چند سالوں سے دیوبندی حلقوں میں کافی بے چینی دیکھی جا رہی ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافی لوگ دیگر مکاتبِ فکر کی اندھی تقلید کو چھوڑ کر خالص قرآن وسنّت کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ جبکہ ماضی میں دیوبندی حضرات اہلِ حدیث کو یہ کہہ کر نظر انداز کرتے رہے کہ ان (اہلِ حدیث) کی تعداد اتنی کم ہے کہ وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج وہ خود محسوس کرنے لگے ہیں کہ مسلکِ اہلِ حدیث ایک قوّت ہے اور انہیں یہ بھی محسوس ہو گیا ہے کہ بزرگوں کی اندھی تقلید اور مذہبی تعصب میں گھرے ہوئے اِس دیوبندی مسلک کے ستون کافی کمزور ہو چکے ہیں۔

دیوبندیوں کا دعویٰ اور اصل حقیقت

دیوبندی حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اہلِ توحید، علومِ دینیہ کے طلبگار اور اہلِ اصلاح ہیں اور ایک مستند امام حضرت ابوحنیفہ رحمہُ اللہ کے ماننے والے ہونے کا بہت بڑا دعویٰ بھی کرتے ہیں، لہذا وہ اہلِ سنت میں سے ہیں، ایک ایسا مکتبِ فکر ہیں جنکا دوسروں سے زیادہ اجتہادی مسائل میں

اختلاف ہے۔

لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شرکیہ عقائد اور بدعتی اعمال کو پھیلانے والے ،اپنے بزرگوں کی واضح غلطیوں کا بے بنیاد دفاع کرنیوالے اور اپنے مذہب کو تقویت دینے کیلئے قرآن وحدیث میں تحریف کرنیوالے ہیں۔تبلیغی جماعت کے نام پر ضعیف وموضوع احادیث کوعام کیا ہے اور اُن کے ہاتھوں میں اس کتاب'' فضائلِ اعمال'' کوتھمایا ہے جو دین کی چند باتوں کے ساتھ بہت سارے بے بنیاد کہانیوں کا مجموعہ ہے اور وہ تصوّف کے ساتھ ساتھ دینِ حق سے انحراف کی دعوت دیتی ہے۔

عرب دنیا اور مغرب میں اہل دیوبند اور جماعتِ تبلیغ نے اپنے گمراہ کن عقائد کو چھپانے میں کافی حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔اس بات کا بالخصوص سعودی عرب میں مشاہدہ کیا گیا ہے جو کہ دینی علوم کا مرکز ہے اور جہاں پر کثیر تعداد میں اہلِ خیر اور دین دار لوگ بستے ہیں جنکی مالی امداد سارے عالَم میں پہنچتی ہے۔دیوبندی حضرات انکے حسنِ ظن کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دعوت کو چھپے ہوئے انداز میں پھیلا رہے ہیں یہاں تک کہ انکے ہم مسلک اہم وزارتی ملازمتوں پر بھی فائز ہیں۔

اِس کی مثال جانی پہچانی شخصیت مولانا مکّی کی ہے، جو کہ دیوبندی ہیں وہ آج بھی حرم شریف میں درس دینے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔غرض شاہ فھد پرنٹنگ پریس، جہاں سے قرآن شریف کی اعلیٰ پیمانے پر نشر واشاعت ہوتی ہے وہاں سے اردو قارئین کیلئے دیوبندی تفسیر چھپوادی۔ یہ تفسیر "تفسیرِ عثمانی" کے نام سے جانی جاتی ہے جسمیں ترجمۂ قرآن مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ہے۔اِس تفسیر کے آغاز ہی میں اصحابِ قبور سے استمداد کا گمراہ کن عقیدہ موجود ہے، اگرچہ واضح الفاظ میں نہیں۔غرضیکہ شروع

شروع میں سعودی عرب کے علماء اور مفتیان بھی دیوبندیوں اور تبلیغیوں کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے۔ لیکن اب وہ غبار آہستہ آہستہ چھٹ رہا ہے۔

علماءِ کرام کی جانب سے تبلیغی جماعت کا ردّ

اللہ کا شکر ہے کہ تبلیغیوں کے اسلام کے متفقہ عقائد سے انحرافات عرب کے سلفی علماء پر واضح ہو گئے اور انھوں نے اپنی تالیفات میں اس جماعت کا تفصیلی ردّ کیا۔ ڈاکٹر شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی رحمۃ اللہ (دارالسلام الریاض کی نشر کردہ مشہور تفسیر ''نوبل قرآن۔ Noble Quran'' کے مؤلف) نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام «السراج المنير في تنبيه جماعة التبليغ على أخطائهم». اور شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے «القول البليغ في التحذير من جماعة التبليغ». کے نام سے لاجواب کتب مرتب فرمائی ہیں۔ «القول البليغ». کا اردو ترجمہ ''شرکیہ اعمال یا فضائلِ اعمال'' کے نام سے مولانا عطاء اللہ ڈیروی صاحب (شارجہ) نے کیا ہے جو گھر جا کھی کتب خانہ لاہور، پاکستان سے چند سال قبل شائع ہوئی ہے۔

اِس کتاب کے صفحہ اوّل پر ہی مفتیِ اعظم مملکتِ سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز بن بازؒ کا تبلیغی جماعت کے بارے میں فتویٰ موجود ہے، تھوڑا آگے چل کر اُس فتویٰ کے بعض اقتباسات ذکر کریں گے۔ پروفیسر طالب الرحمٰن جو ایک مشہور عالمِ دین ہیں، جنھوں نے اہلِ بدعت کے ساتھ کئی مناظرے کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، انہوں نے «الديوبندية» کے نام سے عربی کتاب تصنیف کی جس کے ذریعہ مزید دیوبندی مسلک کی حقیقتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ موصوف کی ایک اور کتاب «جماعة التبليغ» بھی عربی زبان میں پچھلے دنوں شائع ہو کر آئی ہے۔ اُن سب کے علاوہ بعض اور لوگوں نے بھی کافی محنتیں کی ہیں، اللہ تعالیٰ اِن سب کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین

جب تبلیغی جماعت کو نصیحت کرنے کی کوششیں ناکام ہو گئیں تب برصغیر کے اہلِ حدیث علماء نے اس جماعت کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کیا۔ اس سے قبل کئی اہلِ حدیث مساجد کے دروازے تبلیغی جماعت کے لیئے کھلے تھے کیونکہ بظاہر یہ جماعت اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ لوگوں کو نماز اور دین کی طرف راغب کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہیں۔ تبلیغی جماعت کو اس بات کی دعوت دی گئی کہ وہ اپنے کام کو جاری رکھیں لیکن فضائلِ اعمال جس میں بہت سارے قابلِ اعتراض واقعات ہیں اسے چھوڑ کر اس کی جگہ مستند تفاسیر اور صحیح احادیث سے دعوت کا کام کریں۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں سابق مفتیٔ اعظم مملکتِ سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ

سوال: ہم تبلیغی جماعت اور ان کی دینی دعوت کے متعلق اکثر سنتے رہتے ہیں ،میرا سوال یہ ہے کہ آیا اس جماعت میں میری شرکت جائز ہے یا نہیں؟ مجھے امید ہے کہ آپ میری خیرخواہی کے پیش نظر بہتر مشورہ دیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

الجواب: ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتا ہے، مبلّغ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے ''مجھ سے جو کچھ سنو اس کو دوسروں تک پہنچادو خواہ وہ ایک بات ہی کیوں نہ ہو'' لیکن (شیخ الیاس ؒ ہندی کی) تبلیغی جماعت کی دعوت میں بے حد خرافات کے علاوہ بدعت و شرکیہ اقوال و اعمال بھی ہیں، لہٰذا اس جماعت کے ساتھ نکلنا جائز نہیں ہے۔ ہاں وہ شخص جو عالم ہو اور اس جماعت کے ساتھ اس مقصد کے لیئے نکلتا ہے کہ وہ ان کو بدعتوں اور شرکیہ اقوال و اعمال سے منع کرے تو اس کا نکلنا جائز ہے، لیکن وہ اگر اس جماعت کے ساتھ مکمل متفق ہو کر نکلتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔

اگر بستی نظام الدین اولیاء سے ہندوستان کی اس تبلیغی جماعت کے علاوہ کوئی اور جماعت صحیح دین کی تبلیغ کے لیۓ نکلی ہو اور اس کے ساتھ صاحب علم وبصیرت اصحاب ہوں تو ایسی جماعت میں نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ: شیخ عبدالعزیز بن باز ؒ کا یہ فتویٰ ۱۴۱۶ھ کی کیسٹ سے ماخوذ ہے۔ہم نے یہ فتویٰ ''شرکیہ اعمال یا فضائل اعمال'' سے نقل کیا ہے،جس کو مولانا عطاء اللہ ڈیروی صاحب (شارجہ) نے گھر جاکھی کتب خانہ سے شائع کروایا ہے۔

تبلیغی دعوت

تمام نصیحتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے تبلیغی جماعت نے اپنے کام کو اسی انداز سے جاری رکھا۔کیونکہ وہ برصغیر میں اکثریت میں ہیں۔اسکی وجہ یہ ہے کہ اس خطے میں لوگ صحیح عقیدے سے غافل ہیں اور عرصہ دراز سے عوام الناس کا یہ رویہ رہا ہے کہ تمام دینی امور کو کسی مولوی کے سپرد کردیتے ہیں اور خود کبھی صحیح یا غلط معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ان علاقوں میں تبلیغی لوگ خوب جانتے ہیں کہ وہ بے خوف قرآن مجید کی آیتوں کی غلط تفسیر بیان کرکے لوگوں پر اس بات کا زور ڈال سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ شامل ہونا ہی اللہ کی رضا ہے۔

کئی اہل حدیث علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے تبلیغی جماعت کے بارے میں لوگوں کو آگاہی کروائی جن میں خاص کر شیخ معراج ربانی ، شیخ عطاء اللہ ڈیروی ، شیخ طالب الرحمٰن حفظھم اللہ اور دیگر علماء بھی شامل ہیں۔اس جماعت کو بے نقاب کرنے میں ان لوگوں کا بھی بڑا کردار ہے جو اس جماعت کو چھوڑ چکے ہیں۔

اِس کے نتیجہ میں بہت سارے لوگوں نے قرآن اور سنّت کی راہ کو اپنا لیا اور ان میں سے اکثریت ان تعلیم یافتہ اور باشعور لوگوں کی ہے جن میں تحقیق کرنے کی ، بات کو سمجھنے کی اور جھوٹ اور سچ کے درمیان فرق محسوس کرنے کی

صلاحیت موجود ہے۔

اِس کے علاوہ جن لوگوں نے جماعتِ تبلیغ کو چھوڑا، ان میں بہت سے ایسے ہیں جو بیرونی ممالک چلے گئے ہیں جہاں پر تبلیغیوں کا دبدبہ نہیں ہے۔اور وہاں انہیں قرآن و سنّت کی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملے۔ برصغیر پاک و ہند کے ماحول میں تبلیغی حضرات اپنے ہم مسلک لوگوں کو قرآن وحدیث پڑھنے سے روکتے ہیں یا دوسروں کی بات سننے سے منع کرتے ہیں۔اسی لیۓ میں نے اپنے اس مضمون کے شروع ہی میں ذکر کیا ہے"آج جبکہ فرقہ بندی، مسلکی عناد اور مذہبی تعصب عام ہے۔اِس پُرفتن دور میں اگر کوئی رہنمائی طلب کرتے ہوۓ حق کو تسلیم کرلے، تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا رحم وکرم ہوگا۔"اور صرف وہی شخص، جو اُس ماحول میں رہ چکا ہو وہی صحیح طرح اس بات کی اہمیت کو سمجھ سکتا ہے۔

دیوبندی ردّ عمل

آخر کار دیوبندی حضرات نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ وہ محض اُنہیں (اہل حدیث کو) بھلا برا کہہ کر انکی دعوت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، کیونکہ اُن کو اُسی طرح قرآن وحدیث کے حوالوں کے ساتھ جواب دینا ہے جس طرح اہلِ حدیث قرآن وحدیث کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔اِس لیۓ دیوبندی حضرات نے ہندوستان میں ملکی سطح پر"تحفظ سنّت" کے نام سے ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی اور اُسی طرح دوسرے ملکوں میں بھی کیا۔جماعتِ اہل حدیث کے خلاف کافی کتابیں اور پمفلٹس بھی تقسیم کیۓ گئے، علماء اہلِ حدیث نے اُن کی کتابوں اور پمفلٹس میں موجود ہر اشکال کا الحمدللہ تحریری اور تقریری دونوں انداز سے جواب دیا ہے۔اور اِن سب کو ہم اپنی ویب سائٹ www.ahya.org پر الحمدللہ نشر کر رہے ہیں۔

اِن کی اُن کانفرنسوں کے نتیجہ میں بہت سے لوگ اہل حدیث سے متعارف ہوئے اور اہل حدیث علماء کی کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ اِس طرح ان میں جاننے کا شوق پیدا ہوا کہ سچائی کیا ہے؟ بہر حال اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سچائی کی طرف آنے میں اِن کانفرنسوں کو معاون ثابت کیا۔'' لہٰذا دیو بندی اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار بیٹھے، کیونکہ علم حاصل کرنے، حوالہ جات کا تجزیہ کرنے اور قوی دلائل کو اختیار کرنے کا راستہ حق کی طرف ہی نکل پڑتا ہے۔''

کیا فضائلِ اعمال (تبلیغی نصاب) میں عقیدہ خراب کرنے والے من گھڑت اور بے بنیاد قصّے کہانیاں موجود ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ اِس کتاب میں ایسے واقعات کی تو بھر مار ہے، لیکن یہاں ہم صرف چند واقعات اور قصوں کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفاء کر رہے ہیں:

① پہلا قصہ:

مولانا زکریا صاحب فضائل اعمال (تبلیغی نصاب) میں ذکر کرتے ہیں:

''ابدال میں سے ایک شخص نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا کوئی ولی بھی دیکھا؟ فرمانے لگے: ہاں دیکھا ہے، میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر تھا، میں نے امام عبدالرزاق محدّث کو دیکھا کہ وہ احادیث سنا رہے ہیں اور مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے اور مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے، میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس ﷺ کی حدیثیں سن رہا ہے، تم اُن کے ساتھ شریک نہیں ہوتے، اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا نہ میری طرف التفات کیا اور

کہنے لگا کہ اُس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزّاق کے عہد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزّاق سے سنتے ہیں نہ کہ اسکے عہد سے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہارا کہنا حق ہے تو بتاؤ کہ میں کون ہوں۔ اسنے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اس سے میں نے جانا کہ اللہ جل شانہ، کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جنکے علو مرتبہ کی وجہ سے میں انکو نہیں پہچانتا۔'' (فضائلِ حج، فصل نمبر۹، واقعہ نمبر۹، صفحہ نمبر ۱۲۸، ناشر: ادارہ اشاعتِ دینیات، نظام الدین، نئی دہلی)

نوٹ: اغمالوش شیام کے ایک دیوبندی مترجم نے ابدال کے بارے میں کہا:

''ابدال اولیاء سے برتر ہیں اور ان کی شناخت مخفی ہے۔ وہ کمال درجہ کی طاقت رکھتے ہیں اور دنیا بھر کی مختلف جگہوں پر حکم الٰہی سے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔'' (استغفر اللہ) (اغمالوش شیام انگلش ترجمہ، صفحہ ۵۹)

یہ گمراہ کن قصہ یہ غلط عقیدہ پھیلاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی معرفت کے بغیر بھی کوئی اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ علم حاصل کر سکتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ سے یوں علم حاصل کرنا نبیوں کا خاصہ ہے۔ یہ قصہ ابدال کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ کے بالمقابل لاکر کھڑا کر دیتا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام کیا ہے۔

(۲) **دوسرا قصہ:**

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي

نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ﴾

(سورة لقمان:٣٤)

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے، اُسے جانتا ہے۔ کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یاد رکھو) اللہ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔''

اس کے برعکس فضائل اعمال میں لکھا ہے:

''ابوالحسین مالکیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت خیر نورباف ؒ کے ساتھ کئی سال رہا، انھوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ میں جمعرات کی شام کو مغرب کے وقت مرونگا اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤنگا، بھول نہ جانا، لیکن میں بالکل بھول گیا، جمعہ کی صبح کو ایک شخص نے مجھے انکے انتقال کی خبر سنائی، میں فوراً گیا کہ جنازہ میں شرکت کروں، راستہ میں لوگ ملے جو انکے گھر سے واپس آرہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جمعہ کے بعد دفن ہونگے، مگر میں انکے گھر پہنچ گیا، میں نے وہاں جاکر انکے انتقال کی کیفیت پوچھی تو مجھ سے ایک شخص نے جو انتقال کے وقت انکے پاس موجود تھے بتایا کہ رات مغرب کی نماز کے قریب انکو غشی سی ہوئی، اُسکے بعد ذرا افاقہ سا ہوا تو گھر کے ایک کونہ کیطرف منہ کرکے کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، تمہیں بھی ایک کام کا حکم ہے اور مجھے بھی ایک کام کا حکم ہے، لیکن تمہیں جس کام کا حکم ہے وہ تو فوت نہیں ہوگا اور مجھے جس کام کا حکم ہے وہ رہ جائیگا، اس لیئے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ

میں اُس کو پورا کرلوں جسکا مجھے حکم ہے۔ اُسکے بعد انھوں نے پانی منگایا تازہ وضو کیا نماز پڑھی اور اسکے بعد آنکھیں بند کر کے پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور چل دیئے۔'' (فضائل صدقات، فصل نمبر ٦، صفحہ نمبر ۴۸۳، ناشر: ادارہ اشاعت دینیات، حضرت نظام الدین، نئی دہلی)

قرآنِ کریم کی سابقہ آیت کے برعکس یہ گمراہ کن قصہ یہ عقیدہ پھیلاتا ہے کہ بعض لوگ موت کے زمان و مکان کا بھی علم رکھتے ہیں اور اُن کی نماز پوری کرنے تک موت کے فرشتے کو بھی روح قبض کرنے کیلئے انتظار کرنا پڑتا ہے۔

③ تیسرا قصہ:

مولانا زکریا صاحب فضائل اعمال میں ذکر کرتے ہیں:

''شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں: میں نے سنا کہ جو شخص ستّر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے، اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستّر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لیئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لیئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا، ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے، جنّت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے، مجھے اس کی صحت میں کچھ تردّد تھا، ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے، اس کی حالت مجھے نظر آئی، قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا، چنانچہ میں نے ایک نصاب ستّر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو

اپنے لیئے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا، میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا: چچا! میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے، ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا، دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔" (فضائل ذکر، صفحہ نمبر ۸۴۔۸۵، ناشر: منصور بکڈپو، بلیکی خانہ، نئی دہلی)

اس گمراہ کن قصہ میں جنت اور دوزخ کی آگ کے حالات کے متعلق علم ہونے اور مستقبل میں ہونے والے واقعات کا علم اصحابِ کشف کو ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور یہ کہ اللہ اور بندے کے درمیان کے معاملات کا بھی انہیں علم ہوجاتا ہے لہٰذا وہ شیخ قرطبی کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جبکہ شیخ قرطبی نے "اس معاملہ کو اتنا مخفی رکھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی جان نہ پائے۔"

④ • **چوتھا قصہ:**

ابن جلاءؒ کہتے ہیں:

"میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا مجھ پر فاقہ تھا میں قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں، مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ حضور ﷺ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی، میں نے آدھی کھائی اور جب میں جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔" (فضائل حج فصل نمبر۹، واقعہ نمبر۲۳، صفحہ نمبر۱۳۲، ناشر: ادارہ اشاعتِ دینیات، حضرت نظام الدین، نئی دہلی)

اسی طرح کا اور ایک واقعہ ہے:

⑤ پانچواں قصہ:

ابو بکر بن المقریؒ کہتے ہیں:

''میں اور امام طبریؒ اور ابوالشیخؒ مدینہ طیبہ میں حاضر تھے، کھانے کو کچھ ملا نہیں، روزہ پر روزہ رکھا، جب رات ہوئی عشاء کے قریب میں قبر اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! بھوک، یہ عرض کرکے میں لوٹ آیا، مجھ سے ابوالقاسم (طبری) کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ، یا تو کچھ کھانے کو آئے گا یا موت آئیگی۔ ابن المنکدرؒ کہتے ہیں کہ میں اور ابوالشیخ تو کھڑے ہوگئے، طبری وہیں بیٹھے کچھ سوچتے رہے کہ دفعۃً ایک علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا، ہم نے کواڑ کھولے تو انکے ساتھ دو غلام تھے اور ان دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک بڑی زنبیل تھی جسمیں بہت کچھ تھا، ہم تینوں نے کھایا، خیال تھا کہ بچا ہوا یہ غلام کھائیں گے مگر وہ سب کچھ وہیں چھوڑ گئے، اور وہ علوی کہنے لگے کہ تم نے حضور ﷺ سے شکایت کی، میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں تمہارے پاس کچھ پہنچاؤں۔'' (فضائل حج، فصل نمبر۹، واقعہ نمبر۲۲، صفحہ نمبر۱۳۲، ناشر: ادارہ اشاعت دینیات، حضرت نظام الدین، نئی دہلی)

⑥ چھٹا قصہ:

عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی و کریم کی قبر کی زیارت کو گئی۔ دور کا سفر تھا، رات کو وہاں ٹھہرے، اُن میں سے ایک شخص نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا، وہ اُس سے کہہ رہا ہے کہ تو اپنے اُونٹ کو میرے بختی اُونٹ کے بدلے میں فروخت کرتا ہے؟ (بختی اُونٹ اعلیٰ قسم کے اُونٹوں میں شمار ہوتا ہے جو

اس میّت نے ترکہ میں چھوڑا تھا) خواب دیکھنے والے نے خواب ہی میں معاملہ کرلیا۔ وہ صاحب قبر اُٹھا اور اس کے اُونٹ کو ذبح کردیا۔ جب یہ اُونٹ والا نیند سے اٹھا تو اُس کے اُونٹ کا خون جاری تھا۔

اس نے اُٹھ کر اسے ذبح کردیا(کہ اِس کی زندگی کی امید نہ رہی تھی) اور گوشت تقسیم کردیا، سب نے پکایا ،کھایا ، یہ لوگ وہاں سے واپس ہوگئے۔ جب اگلی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بختی اُونٹ پر سوار ملا جو یہ تحقیق کررہا تھا کہ فلاں نام کا شخص تم میں کوئی ہے؟ اُس خواب والے شخص نے کہا کہ یہ میرا نام ہے۔ اُس نے پوچھا کہ تو نے فلاں قبر والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی ہے؟ خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب کا قصہ سنایا، جو شخص بختی اُونٹ پر سوار تھا ،اس نے کہا کہ وہ میرے باپ کی قبر تھی یہ اس کا بختی اُونٹ ہے، اس نے مجھے خواب میں کہا ہے کہ اگر تو میری اولاد ہے تو میرا بختی اُونٹ فلاں شخص کو دے دے، تیرا نام لیا تھا، یہ بختی اُونٹ تیرے حوالے ہے، یہ کہہ کے وہ اُونٹ دے کر چلا گیا۔ (فضائل صدقات، فصل نمبر۷، صفحہ نمبر۵۱۲، ناشر: ادارہ اشاعتِ دینیات، حضرت نظام الدین، نئی دہلی)

حاصل کلام:

قرآن وسنّت کی تعلیمات کے برعکس سابقہ قصّے یا واقعات ہمیں یہ درس دیتے نظر آرہے ہیں کہ قبر میں رہنے والے زندوں کی مدد کرسکتے ہیں ، یہ عقیدہ دراصل قبروں کی پوجا کرنے کا جواز بن رہا ہے۔ 'فضائل اعمال'' نامی کتاب فضائل اور نصیحت کے نام پر غلط عقائد کو پھیلا رہی ہے۔ جو کوئی ''فضائل اعمال'' کی تعلیمات کی طرف رجوع کرتا ہے، جس کے اندر قبروں میں مردوں کے سننے، دیکھنے اور زندوں کی مدد کرنے جیسے عقائد موجود ہیں اور جو لوگ ان عقائد کو مانتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ انکی توحید میں

کمی آئے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیروں سے امیدیں وابستہ کرتے اوران پرتوکل کرتے ہیں، جبکہ نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وَاللّٰهُ الْهَادِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔

جماعتِ تبلیغ اور دیوبندی مکتبِ فکر کو اہلِ حدیث کا پیغام:

بعض لوگوں کی زبانی یہ سننے میں آرہا ہے کہ فضائلِ اعمال میں تبدیلی ہوچکی ہے اور پہلے جو کتاب ضخیم اور دو جلدوں میں تھی اب گھٹ کر ایک جلد رہ گئی ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ بھی ماننا ہے کہ اُس کے اندر موجود خرافات وبدعات اور شرک وتصوّف جن کی نشاندہی شیخ معراج ربانی اور دوسرے علماء کرچکے ہیں ان کو خارج کردیا گیا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو اِس سے تین باتیں سامنے آتی ہیں:

① جماعتِ تبلیغ اور دیوبندی مکتبِ فکر میں کافی سوچ بچار ہوا ہو، اوران لوگوں نے بھی جس کسی چیز کو ان کتابوں سے خارج کیا ہے، یہ محسوس کرتے ہوں کہ یہ واقعی خرافات وبدعات اور شرک وتصوّف ہیں جن سے لوگوں کے عقائد پر ضرب لگی ہے ورنہ یہ حضرات اتنی آسانی سے اِن چیزوں کو غائب کرنے پر راضی کیوں کر ہوسکتے ہیں؟ اور ساتھ ہی یہ مسئلہ صاف ہوجاتا ہے کہ شیخ ربانی اور دوسرے علماء کا تبلیغی جماعت پر اعتراض واقعی بجا اور جائز تھا۔

② دوسری بات یہ کہ فضائلِ اعمال کی کتابیں جو پہلے سے مساجد اور مدارس میں موجود ہیں، اُن کا کیا کرینگے؟ اگر تبلیغی حضرات واقعی دردِ دل رکھتے ہیں تو اُن کتابوں کو تلف کردیں، ورنہ ان کو پڑھ کر مزید لوگ گمراہ ہونگے۔

(۳) اگر جماعت تبلیغ نے یہ سمجھ کر ان خرافات و بدعات اور شرک وتصوّف کو خارج کیا ہے کہ ہمیں بھی صرف صحیح دین کو ہی لینا ہے اور اُس کے علاوہ بزرگوں کے تمام بے سند ولایعنی واقعات کو چھوڑ دینا اور بے بنیاد اور من گھڑت قصے کہانیوں کو مٹا دینا ہے تو یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ اس سے بھی کافی تبدیلی کے کئی امکانات رونما ہو سکتے ہیں جن کا ذکر میں ان شاء اللہ آنے والی سطور میں کروں گا۔

غلطیاں:

تبلیغی نصاب یعنی فضائل اعمال میں موجود خرافات و بدعات اور شرک وتصوّف ہیں جن کی وجہ سے اس جماعت پر انگلیاں اُٹھتی ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں، اور یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم اور حدیث شریف میں نہیں ملتا:

- خروج۔ (یعنی دن متعین کر کے ۳، ۱۰، ۲۰، ۴۰ دن [چلہ] کے لیے گھر بار، بیوی بچے اور تمام تر دنیوی مصروفیات کو چھوڑ کر اپنے گاؤں سے دور کسی اور مقام کی طرف نکل پڑنا)
- قرآن و حدیث کی تعلیمات کو چھوڑ کر ہر نماز کے بعد صرف فضائل اعمال کی ہی رٹ لگانا۔
- بیشتر تبلیغی حضرات جوان پڑھ اور دین کا بہت مختصر سا علم بھی نہیں رکھتے، ان کا تبلیغ کرنا۔
- اور ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو ایک دو چلّے لگا کر اگلے دن سے ہی دین کی تبلیغ اور دوسری کارگزاریاں سنانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ایسی تبلیغ سے کیا حاصل؟ اور وہ مبلغ ہونے کی خوش فہمی میں ہی زندگی گزار کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں اُن کا کیا انجام ہوگا

؟اور اُس کے ذمہ دار کون ہونگے ؟ جبکہ وہاں تو کسی کو کوئی پیر یا شیخ نہیں بچا سکے گا۔

اِس کے علاوہ لطف کی بات یہ ہے کہ بہت سی مساجد کے امام وخطیب حضرات دین کا بہت مختصر علم رکھتے ہیں اور اُن میں سے بھی بیشتر فسادی قسم کے لوگ ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں ہے بلکہ اِس کا مشاہدہ قریب سے میرے ایک ساتھی نے شہر بنگلور میں اُن سے ایک مناظرے کے دوران کیا ہے۔ وہ باقاعدہ موبائیل فون رکھتے ہیں اور کسی بھی قسم کے فساد اور لڑائی جھگڑے کا ماحول پیدا کردیتے ہیں اور آن کی آن میں سینکڑوں کی تعداد میں جھگڑالو قسم کے لوگوں کو طلب کرلیتے ہیں، یہ ثابت کرنے کے لیئے کہ وہی حق پر ہیں۔

- یہ جماعت تبلیغ والے صرف حنفیت کی اور لوگوں کو حنفی دیوبندی مقلد بنے رہنے کی ہی تعلیم دیتے ہیں۔

مساجد کے امام اور خطیب حضرات ایسے دیوبندی مدارس سے فراغت حاصل کیۓ ہوئے ہیں جہاں تمام تعلیمی سالوں میں صرف فقہ حنفی ہی پڑھائی جاتی ہے۔ صرف آخری سال میں حدیث کی کتابوں کا دورہ کرایا جاتا ہے۔ یہ ہے اِن کے مدارس کا حال، آپ اندازہ لگالیجئے کہ اِن کے نصابِ مدارس سے فراغت حاصل کرنے والے اِن اماموں اور خطیبوں سے دین کی کس قسم کی دعوت وتبلیغ کی توقع کی جاسکتی ہے؟ فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اصلاحی پیغام:

- اِن سب چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم اس جماعتِ تبلیغ اور دیوبندی حضرات کو اللہ کا واسطہ دے کر خلوصِ دل کے ساتھ ان سے اپیل کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے غیر ثابت اعمال کو ترک کردیں اور صرف اور صرف قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت اعمال کی طرف

لوگوں کو دعوت دیں۔

- عوام الناس کو چلّے لگانے کی طرف نہ گھسیٹیں بلکہ وہیں اُن ہی کی مساجد میں اُن کو دین کا بنیادی علم سکھائیں جیسے توحید، شرک، لا الٰہ الا اللہ کا معنیٰ ومفہوم، محمد رسول اللہ کا مطلب اور اسکے تقاضے، نمازوں کی عین سنّت کے مطابق ادائیگی، حرام وحلال کی آگاہی دوضاحت کریں اور ساتھ ہی سنّت کی اہمیت کو لوگوں میں عام کریں۔
- اِس سے بھی افضل اور بہت ہی اہم کام یہ ہے کہ مشارالیہ امام وخطیب حضرات کی اصلاح کریں اور اُن سے بہتر اور دین کا صحیح فہم رکھنے والے امام وخطیب حضرات کی تقرری کریں۔ وقتاً فوقتاً اِن حضرات کا جائزہ لیں کہ وہ دین کے معاملے میں کہاں غلطیاں کرتے ہیں اور انہیں ٹوکیں اور ان کی اصلاح کریں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

محمد اُنس صاحب کا انٹرویو

(مالک ادارۂ اشاعتِ دینیات)

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جناب محمد اُنس صاحب کو استقامت عطا کرے کہ جس نے انہیں حق کی طرف راہنمائی فرما کر اُن کی اصلاح فرمائی ہے۔ہمارے بھائی محمد عاقل جنہوں نے جناب محمد اُنس صاحب (دہلی) سے یہ انٹرویو کیا ہے۔وہ دعوتی میدان میں سرگرم ہیں اور انکی بہت ساری محنتوں سے تیار کیا گیا مواد بھی انٹرنیٹ پر موجود ہے اور ساتھ ہی وہ حدیث گروپ بھی چلاتے ہیں۔

اِس انٹرویو میں جناب محمد اُنس صاحب نے فرمایا ہے کہ انھوں نے فضائلِ اعمال اور دیوبندی مکتبِ فکر کی دوسری کتابوں میں موجود خرافات وبدعات اور شرک وتصوف کو کس طرح پہچانا اور یہ بھی بتایا ہے کہ انہیں قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے میں کس طرح کی مشکلوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب محمد اُنس صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ www.ahlehadees.com سے واقف ہیں اور اُس میں موجود علماءِ کرام کی تقاریر سے کافی مستفید ہوئے ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو ہدایت عطا کردے تو وہ تمہارے لیے سرخ اُونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔''

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے تمام بھائیوں کی محنتوں کو قبول فرمائے جو اس ویب سائٹ کی تعمیر و ترتیب میں ہر وقت خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں چاہے وہ ہندوستان میں ہوں، یا سعودی عرب، امارات اور کویت میں۔ ہم اُن سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

محمد اُنس صاحب سے انٹرویو

(گفتگو کا مکمل متن)

محمد عاقل: السلام علیکم

محمد انس: وعلیکم السلام

محمد عاقل: میں محمد عاقل جدہ سے بات کر رہا ہوں۔

محمد انس: جی!

محمد عاقل: مجھے اُنس صاحب سے بات کرنی ہے۔

محمد انس: میں بول رہا ہوں۔

محمد عاقل: کیسے مزاج ہیں؟

محمد انس: جی اللہ کا شکر ہے۔

محمد عاقل: آج آپ کے ہاں غالباً ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ کی بابرکت

رات ہے جبکہ یہاں سعودی عرب میں آج ۲۲ویں شب ہے، میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آخری عشرہ میں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد انس: آمین، بیسواں ہے یہاں پر آج۔

محمد عاقل: آج بیسواں ہے، آج پھر اکیسویں شب ہوئی نا۔

محمد انس: ہاں اکیسویں شب ہے جی۔

محمد عاقل: جی جی! اِس مبارک رات میں ہماری اور تمام مسلمان بھائیوں کی طرف سے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جانوں کو بخش دے اور معاف کردے اور اِن بابرکت لمحات میں حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ اُنس صاحب آپ کو جیسا کہ ہم اطلاع کر چکے ہیں کہ ایک انٹریو کی شکل میں آپ سے گفتگو ہوگی، کیا آپ اجازت دینگے کہ ہم اس گفتگو کو ریکارڈ کرلیں؟۔

محمد انس: جی کرلیجئے۔

محمد عاقل: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اُنس صاحب! آپ کا تعلق ہندوستان کے ایک بڑے ادارے سے ہے بلکہ آپ اُس ادارے کے مالک ہیں جس نے فضائل اعمال کو پوری دنیا میں پھیلانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ آپ براہِ کرم ہمیں اپنے بارے میں مختصر سا تعارف کروائیں اور اپنے ادارے کے بارے میں۔

محمد انس: میرا مختصر سا تعارف یہ ہے کہ ''بلند شہر،، چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں کا رہنے والا ہوں میرے والد وہیں سے آئے تھے اور یہ کاروبار وہیں سے شروع کیا تھا اور تبلیغی کتابوں سے ہی شروع کیا تھا۔ یہ تبلیغی طرز کی کتابیں ہیں پوری یہیں چھاپی تھیں اور آج تک وہی چھاپ رہے ہیں۔

محمد عاقل: اُنس صاحب! آپ کا پورا نام کیا ہے؟

محمد انس: میرا پورا نام ''محمد اُنس'' ہے۔

محمد عاقل: اللہ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ اُنس صاحب! ہمیں حافظ شکیل

احمد صاحب میرٹھی، دارالکتب الاسلامیہ نے بتایا ہے کہ آپ نے مسلکِ حق تسلیم کیا ہے۔آج آپ تقلیدی پابندیوں سے آزاد ہوکر قرآن وسنّت پر عمل پیرا ہیں، برائے کرم ہمیں بتائیں کہ یہ راہِ نجات کس طرح ملی اور کس طرح آپ اہل حدیث ہوئے؟

محمد انس: اصل واقعہ یہ ہے کہ مجھے اپنی زندگی گزارنے کے لیۓ مسائل کو دیکھنے کی ضرورت پڑتی تھی تو یہ فقہ حنفی، کیونکہ یہ رائج ہے اور اسی میں ہم پلے بڑھے، جب ہم اِن کتابوں کو دیکھتے تھے تو اِس میں بھی ریفرینس کم ہی ہوتا تھا۔کسی عالم نے بات کہی تو ایسا لگتا تھا کہ اپنی بات کہہ رہے ہیں۔یقین نہیں ہوتا تھا۔پھر کھوج کی، جستجو شروع کی کہ بھائی جو بھی مسائل ہوں وہ حدیث کی روشنی میں ہونے چاہئیں اور میں نے اُس کی جستجو کے لیۓ کتابیں تلاش کیں، ڈھونڈیں، پڑھیں تو بہت بڑا فرق نظر آیا یہ مسلکی اختلافات ہیں اور وہ بھی قرآن وحدیث کی موجودگی میں۔

محمد عاقل: آپ کو ایسی خاص جستجو کے دوران یا کوئی چیز جیسے آپ صبح بیان کررہے تھے کہ پہلے میں نے کچھ سیڈیز (CDs) سنیں اور کچھ ویب سائٹ اور وہ کیا تھا، آپ ذرا بتائیں؟

محمد انس: دشواریاں تو بہت ہیں اور ابھی آرہی ہیں اللہ تعالیٰ مجھے استقامت کی توفیق عطاء فرمائے۔اصل میں جب سے میں نے یہ شروع کیا ہے ہر آدمی مجھے، چونکہ ہم اِسی معاشرے اور اِسی ماحول میں رہتے ہیں، جہاں مختلف مسلکوں پر چلا جاتا ہے، تو ہر آدمی مجھے ٹیڑھی نظر سے دیکھتا ہے، جیسے میں نے کوئی بہت بڑا جرم کرلیا ہے۔حالانکہ قرآن وسنت کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے، اُس پر عمل کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔

مگر ہر آدمی جو ہے میرے رشتے دار خود مجھ سے مڑے ہوئے ہیں، صرف چند لوگوں کو چھوڑ کے باقی سارے رشتے دار مجھ سے اس وقت کٹے ہوئے ہیں۔اگر ان سے ملنے کو جائیں تو عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں جب میں نے لڑکے کی شادی قرآن وسنت کے مطابق کی فروری میں، اور میں نے نہ کوئی بارات وغیرہ کا انتظام کیا،

کسی کو نہ بلایا، کوئی کچھ نہیں کیا، تو اِس پر فروری سے لے کر آج تک سب ناراض ہیں۔ میں نے کوئی بارات جمع نہیں کی صرف ایک گاڑی میں اپنے بچے کو لے گئے اور یہاں سے ایک سیٹ خالی لے کے گیا گاڑی کی، تا کہ بہو بیٹھ کر آ جائے۔

محمد عاقل: اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آج صبح آپ فرما رہے تھے کہ جب آپ جستجو کر رہے تھے، تحقیق کر رہے تھے تو آپ نے کچھ سیڈیز (CDs) سنی تھیں، داکٹر اِسرار کی یا کس کی اور پھر کوئی ویب سائیٹ آپ کو کس نے بتائی تھی۔ وہ کیا سلسلہ تھا ذرا آپ دوبارہ بتائیں گے؟

محمد انس: ہاں جی میں اصل میں پاکستان گیا تھا اور وہاں میں نے کچھ سیڈیز (CDs) خریدیں جو مجھے اچھی لگیں، کچھ تقاریر تھیں کچھ اچھے ٹاپک پر ڈاکٹر اسرار صاحب کی (CDs) تھیں۔ انہیں لایا اور اپنے کمرے میں رکھ دیں۔ چھوٹا بھائی آیا اور وہ سیڈیز (CDs) اُٹھا کے لے گیا، مجھے تو خبر بھی نہیں، کب اُس نے سنی وہ سیڈیاں (C D s) اور مجھ سے پوچھنے لگا بھائی! کیا آپ نے ساری سیڈیز (CDs) سنیں؟ میں نے کہا: میں نے تو نہیں سنیں، تو اُس نے کہا کہ آپ سنیئے اُن کو بہت اچھی سیڈیاں (CDs) ہیں، وہ خواتین سے متعلق اور پردے سے متعلق سیڈیز (CDs) تھیں۔

جب میں نے سنا تو واقعی میرے آنسو نکل پڑے کہ ہم اب تک کیا کر رہے، کیا کرتے رہے۔ ہماری زندگی برباد اور کچھ بھی نہیں کر سکے تو پھر الحمد للہ گھر میں جو پردہ جیسا ہونا چاہیئے، شرعی، ہم نے پردہ الحمد للہ شروع کیا، اللہ نے توفیق دی اور کرتے رہے ہیں جیسے دیور بھابی کا جیٹھ سے بھائی کی بیوی کا۔ پھر اِس طرح الحمد للہ وہ کر رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔ اُس کے بعد میں نے انٹرنیٹ پر کچھ اہلِ حدیث ڈاٹ کوم (www.ahlehadees.com) وہاں سے کچھ عطاء اللہ ڈیروی صاحب اور مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری صاحب اور معراج ربانی اور شاہ بدیع الدین صاحب

اور کئی حضرات کے میں نے بیانات سنے وہ مجھے اچھے لگے۔

محمد عاقل: اللہ پاک آپ کو جزاء خیر دے۔آج ہی صبح شیخ معراج ربانی سے آپ کا تذکرہ کررہا تھا۔انہیں آپ کے بارے میں خوش خبری دی کہ آپ ان کی اور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظ اللہ اور دوسرے سلفی علماء کی تقاریر کی کیسٹوں کو سن کر الحمدللہ راہِ حق پر آئے ہیں۔انہوں نے آپ کے لیئے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے،جس طرح آپ نے ماضی میں فضائل اعمال کی خدمت کی ہے اُس سے کہیں زیادہ قرآن وسنّت کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔آپ ہمیں بتائیں کہ کیا آپ دعوتِ حق کو عام کرنے میں جدوجہد کررہے ہیں اور اگر ہاں تو کس طریقہ سے؟

محمد انس: ایسا ہے کہ اس سلسلہ میں بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں تاکہ لوگوں کے درمیان جو غلط چیزیں پھیلی ہوئی ہیں یہ ختم ہوں، پہلا قدم میں نے یہ اُٹھایا کہ میں نے ایک لسٹ تیار کی ہے جو اپنے مکتبے میں کتابیں بیچتا تھا اور میں تعویذات کی ساری کتابیں رکھا کرتا تھا۔نقشِ سلیمانی، کنزالحسین، شمس المعارف الکبریٰ اور نفیس المعانی واعمالِ قرآنی وغیرہ وغیرہ۔اعمالِ قرآنی تو میں رکھتا تھا، میں اِس دھوکے میں تھا یہ اعمالِ قرآنی ہے۔قرآن کے عملیات ہیں اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہوگی۔مگر ایک روز میں نے معراج ربانی صاحب کی ایک تقریر سنی، اُس میں میں نے صفحہ نمبر دیکھا تو اس پر مجھے شرم کے مارے اتنا دکھ ہوا کہ میں نے فیصلہ کرلیا کہ اسکو بھی نہیں بیچنا۔بہرحال میں نے بہت ساری کتابیں جو صوفی ازم پر ہیں اور جن میں شرک وبدعت بھرا پڑا ہے، ان کتابوں کو میں نے بیچنا بند کردیا ہے۔

محمد عاقل: اللہ آپ کو جزاء خیر دے۔اہلِ حدیث ہونے کے بعد آپ کو جو دشواریاں آرہی ہیں کس طرح کی ہیں اور کس نوعیت کی ہیں؟

محمد انس: بس جب میں نے وہ کتابیں رکھنی شروع کیں جو قرآن وسنّت کے

مطابق ہیں، تو ان پر اصل میں کیا ہے کہ ہم جس معاشرے میں ہیں یا جس جگہ ہمارا کاروبار ہے، وہاں سارے حضرات دوسرے نظریہ کے ہیں، اُس میں مَیں نے جو کتابیں رکھیں اور ہم بیچتے ہیں تو ان میں سلفی لکھا ہوا ہوتا ہے نام کے ساتھ یا اس میں کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ انہیں یہ احساس ہو جاتا ہے کہ یہ مکتبِ فکر دوسرا ہے وہ پھر پریشان ہو کر لیتے نہیں۔ یہاں پر جو دہلی میں علاّمہ ابن باز اسٹڈیز سنٹر ہے، وہاں سے میں نے کچھ کتابیں منگوائیں کہ یہ اچھی کتابیں ہیں، اِن کو رکھوں، اس سے یہ مصیبت رہی کہ جب میں نے دیکھا کہ ان میں لکھا ہے ڈاکٹر لقمان سلفی، اُس کی وجہ سے کوئی لیتا نہیں ہے۔ یہ دشواری اس طرح کی آرہی ہے سامنے۔

محمد عاقل: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یہ تو عجیب وغریب بات ہے کہ آدمی نام کو دیکھ کر کتاب نہ لے بہر حال۔

محمد انس: وہی تو افسوس کی بات ہے، کیا کیا جائے؟

محمد عا قل: آپ ہمت سے کام لیجئے اللہ رب العالمین قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ اللہ کا تقویٰ اختیار کرینگے تو اللہ راستہ دکھائے گا۔ اللہ رب العالمین فرماتا ہے: ﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ اللہ رب العالمین آپ کو رزق عطا فرمائے گا جہاں سے آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہے۔ ان شآء اللہ تعالیٰ۔ آپ اکیلے اہل حدیث ہوئے ہیں یا آپ کے ساتھ مزید افراد بھی تبدیل ہوئے ہیں؟

محمد انس: الحمد للہ، میری بیوی، میرے سارے بچے الحمد للہ سب اُسی طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح قرآن وسنّت کہتا ہے۔ اُسی طرح سے نماز پڑھتے ہیں الحمد للہ اور ہم ایک گھر میں ۱۵۔۲۰ منٹ کا مذاکرہ بھی کرتے ہیں کبھی کوئی کتاب لے لیتے ہیں، جیسے محمد اقبال صاحب کیلانی کی کتاب ہے کتاب الصلوٰۃ وہ سنائی ہم نے، اُس سے بہت معلومات ہوئیں۔

محمد عاقل: الحمدللہ۔آپ صحیح بتا رہے تھے، اپنی بچی کی شادی ہوئی اور شادی کے بعد جو دشواریاں ہوئی ہیں وہاں پر، کیا خیال ہے صرف اُسے اس لئے تنگ کیا جا رہا ہے کہ اُس نے رفع الیدین کرنا شروع کر دیا ہے؟

محمد انس: جی ہاں یہی وجہ ہوسکتی ہے اور کیا؟ یہی وجہ ہے، وہ اُس چیز کو سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ یہ سنّت ہے۔حالانکہ میں نے دلائل بھی پیش کیے۔بتایا، کچھ کتابوں کی فوٹو کاپیاں کر کے میں نے انہیں کچھ چیزیں بتائیں کہ ہمارے حنفی علماء مولانا عبدالحئی لکھنویؒ اور دیگر حضرات امام محمدؒ وغیرہ سب بتاتے ہیں کہ ثابت ہے، سنّت ہے۔مگر ایسے اندھے ہیں آنکھوں کے کہ سمجھ میں نہیں آتی بات، مانتے ہی نہیں کتنا بھی سمجھالو انکو، سمجھ آتی ہی نہیں اِن لوگوں کو۔

محمد عاقل: اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے۔تبدیلی کے بعد آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ آپ شرک وبدعات کی زندگی چھوڑ کر آئے ہیں اور توحید کی شاہ راہ پر اب کھڑے ہیں، کیا آپ کو دِلی اطمینان ہے کیا؟

محمد انس: بالکل ایسا اطمینان ہے کہ آج میں ان شآءاللہ مر جاؤں تو ان شآءاللہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رحم کا معاملہ کرے گا اور جو میں نے کوشش کی ہے سنت کی پیروی کرنے کی وہ بھی ان شآءاللہ قابلِ قبول ہوگی، مجھے اللہ کی ذات سے توقع ہے۔

محمد عاقل: ان شآءاللہ تعالیٰ

محمد انس: میرا دل شیشے کی طرح بالکل صاف ہے اور اطمینان ہے مجھ کو الحمدللہ۔

محمد عاقل: الحمدللہ،آپ چونکہ کتابوں کا کاروبار کرتے ہیں آپ کی تبدیلی سے کیا آپ کے تجارتی کاروبار اور معیشت پر اثر پڑا ہے۔

محمد انس: جی یقینی چونکہ یہ جو فضائل صدقات اور فضائل حج میں کام کرنا بند کیا ہے وہ میں ۴ یا ۵ زبانوں میں چھاپتا ہوں اردو، ہندی، انگلش اور فرنچ ۴ زبانوں میں، وہ

اچھی خاصی تعداد میں بک جاتے ہیں۔اردو کا تو یہ ہے کہ (۵۰۰۰) پانچ ہزار کا ایڈیشن دو مہینوں میں ختم ہوجاتا ہے،فرق آمدنی پر پڑ رہا ہے۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں اگر اللہ نہ کرے فاقے کی بھی نوبت آجائے تو مجھے منظور ہے۔ مجھے آنکھ بند ہونے پر موت آنے پر ہر ہر چیز کا حساب دینا ہے۔

محمد عاقل: اللہ تعالیٰ آپ کے لیئے آسانی فرمائے اور آپ کے کاروبار میں ترقی وبرکت عطاء فرمائے۔اُنس صاحب! آج آپ کو علم ہو چکا ہے کہ اس کتاب میں، جس کی آپ تجارت کرتے رہے ہیں ماضی میں،شرکیہ عقائد کی بھرمار ہے کہیں علم غیب بزرگوں کو ہو رہا ہے،کہیں مدد کے لیئے خود اللہ کے رسول ﷺ بادلوں میں تشریف لا رہے ہیں کہیں قبر رسول ﷺ پھٹ رہی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ قبر سے ہاتھ نکال کر مصافحہ کر رہے ہیں تو کہیں اکابرِ تبلیغی جماعت اپنے سلام کا جواب بھی قبر سے سن رہے ہیں۔کیا ان عقائد کے جاننے کے باوجود بھی آپ نے یہ جو مختلف زبانوں میں ترجمے آپ کے ہاں رکھے ہوئے ہیں ان کی فروخت یا آئندہ مستقبل میں آپ ایسا کاروبار جاری رکھیں گے؟

محمد انس: نہیں۔ میں تو بالکل گناہ سمجھتا ہوں، میں اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ تین بھائی ہیں ہم، دو تو بالکل متفق ہیں، ایک چھوٹا اور میں سب سے بڑا ہوں۔تو میں یہی چاہتا ہوں اِن لوگوں سے کہ اگر میں اکیلا مالک ہوتا تو میں اِنکو دریا میں ڈال چکا ہوتا۔ میں انکو بیچتا ہی نہیں چاہے میں کوئی بھی اور چیز بیچتا،مگر اِن کتابوں کو نہیں بیچتا۔اب انکو آہستہ آہستہ ہموار کر کے فضائلِ صدقات اور فضائلِ حج پر لایا ہوں اور آگے بھی ہمارا ٹارگٹ ہے کہ فضائلِ اعمال اوّل جو ہے، جس میں سات آٹھ کتابیں ہیں اس کو بھی بند کرنا ہے۔ان شاء اللہ

محمد عاقل: ان شآ اللہ تعالیٰ۔فضائلِ اعمال کے بارے میں آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے کتنا عرصہ پہلے اسے شائع کرنا شروع کیا تھا یا آپ کے والد نے یہ شروع کی

تھی۔

محمد انس: سب سے پہلے آفسٹ پر ہمارے والد نے ہی اسے شائع کیا تھا۔ ورنہ یہ لیتھو پر کہیں سے چھپا کرتی تھی اور میرے والد نے ہی اس کو اچھی کتابت کرا کے، تقریباً پچاس سال ہوئے ہونگے میرے خیال سے، میرے والد نے شروع کیا تھا۔

محمد عاقل: ہاں ہاں

محمد انس: الگ الگ حصے تھے، پہلا پہلے چھاپا تھا فضائل نماز وغیرہ وغیرہ۔ پھر اسے ایک جلد کر دیا تھا، اُس کا نام تبلیغی نصاب رکھا تھا۔ وہ میرے والد کا ہی رکھا ہوا تھا۔ مولانا زکریا نے نہیں رکھا تھا۔ میرے والد کا رکھا ہوا تھا۔

محمد عاقل: ہاں ہاں۔ اور اب آج کل تو یہ فضائل اعمال کے نام سے جانی جاتی ہے۔

محمد انس: ہاں، اس کے بعد اس پر چونکہ بعض بریلوی حضرات نے اعتراضات کیئے یا اور لوگوں نے کچھ کیئے ہونگے تو اس کا نام چینج کر دیا گیا، فضائل اعمال کر دیا گیا۔

محمد عاقل: آپ کا کاروبار بالکل تبلیغی جماعت کے مرکز کے پاس ہے یعنی نظام الدین میں، کیا ماضی میں آپ کسی بڑی تبلیغی شخصیت کے قریب رہے ہیں؟

محمد عاقل: جی میں الحمد للہ، مجھے سبھی ایسا کہتے رہے کہ تم کیوں حاضری نہیں دیتے۔ کبھی میں جاتا بھی تھا اصل مین پہلے اپنے جو وہاں ہمارے کسٹمرز آتے تھے، آج بھی آجاتے ہیں، جاتا بھی تھا تو لوگ سمجھتے کہ وہ شاید اپنے مطلب سے آیا ہے تو بدلی ہوئی نظر سے دیکھتے تھے، میں جانا پسند ہی نہیں کرتا تھا۔ خود ہی کسٹمرز یہاں آجاتے تھے۔ ہمارے آفس آجاتے تھے میں وہیں ان سے بات کر لیتا تھا۔ میں جاتا نہیں تھا صرف اس وجہ سے کہ چند لوگ بہت اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔

محمد عاقل: ہاں ہاں۔ اللہ آپ کو جزاء خیر دے۔ گفتگو کے آخر میں کیا اُن تجّار کو

کوئی پیغام دینا چاہیں گے کہ جو آج بھی اِس کتاب کی نشر واشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

محمد انس: جی مجھے تو اس کتاب کے بارے میں کہنا ہے کہ جو بھی ایسی کتابیں ہیں جو عقائد کو خراب کرنے والی ہیں، اور یہ تو بالکل عقیدہ خراب کرنے والی ہیں، ان کی روزی بھی میں سمجھتا ہوں ٹھیک نہیں ہے۔ جن سے اُنکو بیچ کر ان کو پھیلا کر جو روزی حاصل ہوتی ہے اس میں بھی شک ہے کہ وہ ٹھیک نہیں ہوگی تو احتیاط کرنی چاہیئے اور ایسی کتابیں، کتابیں تو بہت ہیں صحیح کتابیں کیوں نہیں بیچتے؟۔ بھائی ''طوطا مینا کی کہانی'' فلاں فلاں کی کہانی ''کبوتر نامہ'' یہ سب خرافات کی کتابیں ہیں تو کوئی اچھی کتابیں موجود ہوں تو رکھو ناں، انہیں پھیلانا چاہیئے، بیچنا چاہیئے۔

محمد عاقل: آپ اپنے ادارے میں بہشتی زیور بھی رکھا کرتے تھے کیا؟

محمد انس: بہشتی زیور میں چھاپتا تھا۔

محمد عاقل: ہاں ہاں

محمد انس: اب کیا ہے، لیکن اب تو ابھی کیونکہ بھائیوں کا معاملہ ہے اُن کے مشورے سے میں نے لسٹ بنا رکھی ہے کہ کون کونسی کتابیں ہیں اور مطالعہ بھی کر رہے ہیں اور وہ کون کونسی چیزیں اس طرح کی ہیں جن میں اشکالات ہیں۔ تو اِس میں اگر ایک لائن بھی مل جائے گی یا مل جاتی ہے تو میں اُس کو اپنے ہاں رکھنا بند کر دونگا۔

محمد عاقل: آپ کے جو بھائی ہیں دو، جو آپ نے فرمایا کہ مزید دو بھائی ہیں۔ اُن میں سے ابھی کوئی اہل حدیث نہیں ہوا؟

محمد انس: جی یوسف ہے ناں، چھوٹا والا ہی ہے۔ میں نے بتایا ناں کہ پہلے چھوٹے والے نے رفع الیدین کرنا شروع کیا اور مجھے کہا کہ بھائی جب یہ چیزیں صحیح ہیں تو آپ ڈرتے کیوں ہیں؟

محمد عاقل: ہاں ہاں، جی جی

محمد انس: ڈرتے کیوں ہیں کسی سے آپ بھی رجوع کیجئے۔ جب حق ہے اور حضور ﷺ کی سنت ہے تو، اور آپ ﷺ کی وفات تک کا عمل ہے تو کیوں نہیں کرتے۔ پھر میں نے شروع کیا، میں نے کہا ٹھیک ہے صحیح کہہ رہا ہے۔

محمد عاقل: یوسف صاحب آپ سے چھوٹے ہیں، جو آپ سے بڑے ہیں وہ بھائی؟

محمد انس: سارے چھوٹے ہیں

محمد عاقل: جو وہ چھوٹے ہیں، وہ ابھی تک تبدیل نہیں ہوئے ہیں۔

محمد انس: وہ یونس دس سال چھوٹے ہیں، وہ متفق تو ہیں، وہ بری چیزوں کو برا سمجھتے ہیں مگر بس وہ بات ہے ناں کہ جب آدمی دنیا داری میں زیادہ رہتا ہے تو اُس کو تھوڑا سا کہ اب کیا ہوگا۔ ابھی سب بند کر دیا جائے۔

محمد عاقل: ہاں جی

محمد انس: تھوڑا سا خوف تو ہوتا ہے۔

محمد عاقل: ہاں، صحیح بات ہے دنیا میں رہ رہے ہیں تو ظاہر ہے تھوڑا بہت تو خوف رہتا ہے کہ کیا ہوگا۔

محمد انس: وہ تو متفق ہیں اِن چیزوں کو وہ کر رہے ہیں آہستہ آہستہ، اور یہ سب انہیں کے مشوروں سے بند ہوئے ہیں۔ یہ جو ہم تینوں بھائی ہیں، فضائل صدقات اور فضائل حج جو بند کئے ہیں ہم تینوں کے مشوروں سے ہی بند ہوئے ہیں۔

محمد عاقل: اللہ تعالیٰ رزق کا کوئی بہتر یا کوئی اچھا راستہ ان شآء اللہ تعالیٰ آپ کے لیئے آسان فرمادے گا۔ کیا آپ تبلیغی جماعت کے افراد تک کوئی پیغام پہنچانا چاہیں گے کہ جو اُن کے لیئے مشعل راہ بن جائے اور اُن کو راستہ دکھائے۔ جماعت کے افراد کے لیئے۔

محمد انس: صحیح بات یہ ہے کہ جی ہاں جی ہاں، ڈھونڈیں اور تلاش کریں، ہر

آدمی کا فرض ہے کہ قرآن وسنّت کو ڈھونڈیں اور اپنے اعمال کو دیکھیں کہ یہ قرآن وسنّت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ چاہے وہ تبلیغ والا ہو یا کوئی بھی ہو۔ ہر آدمی کو عمل کرتے ہوئے یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ قرآن وسنّت کے مطابق ہے یا نہیں؟، تو یہ پیغام تو ہر ایک کے لیئے ہے۔

محمد عاقل: جو لوگ اس طرح کی کتابیں مرتب کرر ہے ہیں خاص کر علماءِ دیوبند ،کیا آپ اپنے اس پیغام میں کچھ ان کے لیئے ،اُن کے بارے میں کہنا چاہیں گے؟

محمد انس: کیا کرر ہے ہیں مرتب؟

محمد عاقل: اِس طرح کی کتابیں جن کے اندر شرکیہ اعمال ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا اعمالِ قرآنی ہے اِس کے اندر شرکیہ اعمال ہیں اور اعمالِ قرآنی میرے خیال میں مولانا اشرف علی تھانوی کی لکھی ہوئی ہے۔

محمد انس: جی ہاں وہ مولانا تھانوی صاحب کی ہے۔

محمد عاقل: وہ بہر حال اِس دنیا میں نہیں ہیں۔

محمد انس: وہ کتابیں ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں یا انہوں نے ایسا لکھا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر جو چیزیں مجھے اُس میں نظر آئیں وہ بالکل قرآن وسنّت کے خلاف تھیں تو میں نے اِس کو اپنے ہاں رکھنا اور بیچنا بند کر دیا۔

محمد عاقل: نہیں اُن کی طرف منسوب تو نہیں ہوئی ہے اگر منسوب ہوتی تو علماءِ دیوبند اس بات پر ضرور اُس پر ضرب لگاتے کہ مولانا کی طرف غیر ضروری چیزیں منسوب کی گئی ہیں۔ مولانا ان سے بری ہیں، بلکہ اِس کے باوجود اس کی تائید میں علماء دیوبند ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں تو یہ منسوب نہیں ہے، بلکہ یہ انہیں کی اپنی کتاب ہے۔

محمد انس: حکایاتِ اولیاء میں نے پڑھی ہے، حضرت اس کو پڑھ کر میں تو دنگ رہ گیا، میں نے کہا کہ یہ مولانا تھانوی کی کتاب ہے! ارواحِ ثلاثہ اُسی کا دوسرا نام ہے۔

محمد عاقل: ہاں ہاں

محمد انس: میں نے جب اس کا تھوڑا سا حصہ دیکھا تو مولانا عبداللہ طارق سے کہا کہ بھائی! یہ کیا چیزیں ہیں، تو بولے ہاں بھائی مجھے بھی بتایا گیا ہے کہ کیسے لکھ دیا اِن لوگوں نے اور کیا ہوگیا؟ فوراً میں نے اسے بند کردیا۔ تقریباً ساٹھ ستّر کتابیں ہیں جنہیں میں نے بند کیا ہے۔

محمد عاقل: تاریخ مشائخ چشت آپ کی نظر سے گزری مولانا زکریا کی؟

محمد انس: وہ بھی بند کی ہے، آج کل نہیں منگواتا ہوں۔

محمد عاقل: اچھا وہ بھی بلیک لسٹ کردی ہے آپ نے؟

محمد انس: جی

محمد عاقل: میں نے کہا بلیک لسٹ کردی ہے وہ بھی آپ نے؟

محمد انس: جی، وہ مجھے معلوم ہے، میں نے ایسا کچھ لیٹریچر تلاش کیا ہے، جس میں اِن کتابوں کے متعلق نشاندہی کی گئی ہے کہ فلاں کتاب میں فلاں بات ہے، اسکو اُن حوالوں کو بھی دیکھتا ہوں، پڑھتا ہوں اور پوری بات پر مولانا سے مشورہ بھی کرتا ہوں ، جب وہ کہتے ہیں کہ ہاں بھائی ٹھیک ہے تو میں اسکو اپنے ہاں بند کردیتا ہوں۔ اصل میں میں کسی کو کتاب دے دیتا ہوں اور کسی نے صفحہ نمبر دکھادیا، پھر پہلے میں خود دیکھتا ہوں۔

محمد عاقل: اللہ آپ کو جزاء خیر عطاء فرمائے۔ جولوگ اس طرح کی کتابیں مرتّب کررہے ہیں اور لکھ رہے ہیں علماء دیوبند خاص طور پر یا بریلوی حضرات اندھی تقلید اُن کو قرآن وسنّت تک نہیں پہنچنے دے رہی، حق کو جاننے کے باوجود بھی حق بیانی نہیں کرپارہے ہیں۔ کیا اُن لوگوں کے لیئے کچھ آپ کہنا چاہینگے کہ عمدہ کتابیں لکھیں، لوگوں کو قرآن وسنّت کی باتیں کہیں، اِس طرح کی کوئی بات؟

محمد انس: حضرت! ضرورت اِس بات کی ہے کہ صحابہ ہی ہماری اساس ہیں، جو ہمارے لیئے دین کو انہوں نے پہنچایا ہم تک، صحابہ اور بڑے بڑے محدّثین، ان

پر کتابیں نہیں ہیں۔صحابہ پر آج کتابیں ڈھونڈتے ہیں، ملیں گی نہیں اور آج کل کے یا سو سال پہلے تک کے لوگ ہیں،علماء ہیں، اُن کے فلاں کے ملفوظات،فلاں کے ارشادات اور فلاں کے وہ اور وہ،سب کتابیں مل رہی ہیں اُن کے جو مرید ہوتے ہیں بزرگ انتقال فرماجاتے ہیں تو وہ ان کی سوانح لکھ دیتے ہیں اور وہ لکھ دیتے ہیں کہ اُن کے یہ ارشادات ہیں یہ اِن کے ملفوظات ہیں،تو یہ نہیں ہونا چاہیئے ورنہ تو ہم اپنے صحابہ کو بھلا دینگے،چند دن میں،اور چند سو سال کے بعد کیا ہوگا،بھول جائینگے ہم سب انکو، آج بھی بھولے ہوئے ہیں۔عشرہ مبشرہ پر کتابیں ڈھونڈتے ہیں،ملتی نہیں۔

محمد عاقل: جی صحیح فرمایا آپ نے، واقعی یہ ایک اہم ترین چیز ہے، جو تجار ہیں جو کتابوں کے فیلڈ میں اُترے ہوئے ہیں ان کو چاہیئے کہ اس طرح کی کتابیں نشر کریں جن میں صحابہ اور صحابیات کے واقعات ہوں اور قرآن وسنّت سے جو ثابت چیزیں ہوں ان کو منظر عام پر لے کر آئیں۔آپ علماء اہل حدیث کے لیئے کوئی پیغام دینا چاہیں گے اس گفتگو کے دوران؟ کیونکہ آپ علماء اہل حدیث کی کیسٹوں اور اُن کے لیٹریچر سے الحمد للہ۔اللہ رب العالمین آپ کو توحید کی طرف لایا ہے۔علماء اہل حدیث کے لیئے کوئی پیغام ہے آپ کے پاس؟

محمد انس: میری تو یہی بات ہے کہ کیونکہ وہ کتابیں لکھتے ہیں، ہمارے ہاں اس طرح کی کتابیں، میں نے بہت ساری کتابیں رکھنے کی کوشش کی ،نماز کے ٹاپک پر انتہائی اچھی کتابیں ہیں،سلفی حضرات کی جو اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ ہم سلفی ہیں۔اُن کی کتابیں انتہائی عمدہ قرآن وسنّت کے مطابق ہیں۔مگر وہ ایک لفظ جو لگا ہے ان کے ساتھ اس کو لوگوں نے اتنا بدنام کردیا،اس کو اتنا وہ کردیا وہ اِس کو دیکھتے ہی منہ اُدھر کرلیتے ہیں۔اور اُس کتاب کو اٹھاتے ہی نہیں۔تو یہ ہونا چاہیئے کہ اس لفظ سے بھی بچیں تو عوام کو فائدہ ہونے کی توقع زیادہ ہے۔جہاں اس طرح کے لوگ ہیں یا اُن حلقوں میں آپ کی کتابیں نہیں پہنچ پارہی تو اس طرح سے اِس نام کے بغیر اپنا نام رکھیں جو

بھی ہے، اگر اس کو وہ ہٹا دیں تو۔

محمد عاقل: اللہ آپ کو جزاء خیر دے۔ بہر حال جو اِس طرح کی کتابیں ہیں اصل میں، کتابیں اتنی بدنام نہیں ہیں، اب دیکھیئے آپ جس کتاب کی نشر واشاعت یا جس کتاب کی آپ نے ترجمانی کی ہے بہت عرصہ تک، وہ زمانے کی بدنام کتاب ہے اور اُس کے مصنف کے بارے میں بھی مختلف علماء کرام نے، شیخ عبدالعزیز بن بازؒ اور دوسرے شیوخ نے بڑی بڑی، اِن کے اُوپر فتوے بھی ہیں ان پر کتابیں بھی لکھی ہوئی ہیں، شیخ پروفیسر طالب الرحمٰن ہیں انہوں نے ''تاریخ تبلیغی جماعت،، عربی زبان اور اردو زبان میں لکھی ہے، اور اب دوسری بھی کتابیں ہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ تعصّب میں لوگ اِن کتابوں کو تو پڑھ رہے ہیں، بلکہ یہ اصل میں ایک مشن ہے جو مسلمانوں کو حق سے دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے ورنہ جن کتابوں میں اشکال ہے، جن کتابوں پر لوگ زبان درازی کر رہے ہیں یا اُن کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تو ان میں سر فہرست ''فضائلِ اعمال،، کا نام ہے۔ اِس کتاب سے لوگوں کو توبہ کرنی چاہیئے، لیکن ایسا نہیں کرتے۔ بہر حال اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو استقامت عطاء فرمائے۔ آخر میں ہم آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ لمحات ہمارے لیئے عطا کیئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطاء فرمائے اور اس ماہِ مبارک میں اور اس بابرکت رات میں اِس عمل خیر کو قبول فرمائے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کی آواز کو سن کر وہ لوگ جو ابھی تحقیق میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنی منزل کو پالینگے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس سے پہلے کہ ہم گفتگو کا اختتام کریں کیا آپ ہمارے سامعین کرام کے لیئے کچھ کہنا چاہینگے کہ ایک بہت بڑا ناشر جو کہ تبلیغی جماعت کی کتابیں نشر کیا کرتا تھا اس نے اللہ کے حضور میں توبہ کی ہے تو ان کے دلوں پر اثر انداز ہوگی اور وہ یقیناً قرآن وسنّت کے لیئے بے چین ہو جائینگے تو ان کے لیئے آپ کے پاس کوئی پیغام ہو تو پلیز (please) ذرا پیغام اُن کے لیئے دے دیجئے۔

محمد انس: بس حضرت، پیغام یہ ہے کہ کوئی بھی عمل کریں تو اس کی تحقیق کر لیں کہ یہ سنّت کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔ صرف اگر کسی نے بتا دیا اور اس پر چل رہے ہیں یا کہیں پڑھ لیا۔ آج کل کتابیں بغیر حوالے کے زیادہ ہوتی ہیں۔ کوئی حوالہ نہیں کچھ نہیں تو اس لیۓ آدمی کو تحقیق کرنی چاہیئے کہ میں جو بھی عمل کر رہا ہوں وہ صحیح کر رہا ہوں یا غلط، سنّت کے مطابق ہے یا نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطاء فرمائے۔

محمد عاقل: آمین یارب العالمین۔ تبلیغی نصاب میں سے کوئی واقعہ آپ کو یاد ہے کہ جو آپ نے دیکھا ہو اور وہ قرآن وسنّت کے مطابق نہ رہا ہو۔

محمد انس: ارے صاحب! اب میں آپ کو کیا بتاؤں، آپ کو تو معلوم ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ اُن کے اعمال جو ہیں، بہت کم ایسے ہیں جو قرآن وسنّت سے میل کھاتے ہیں۔ نماز کو ہی لے لیں۔ نماز ہی جو ہے سنّت کے مطابق نہیں ہوتی، تو اور چیزیں، جو سب سے افضل عمل ہے، نماز ہی صحیح نہیں پڑھتے بیچارے اور نہ سکھائی جاتی ہے۔ یہ تو خانہ پُری کی جاتی ہے۔

محمد عاقل: صحیح بات ہے، فضائل ہی بیان کئے جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے، بہت بہت شکریہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انٹرویو سے متعلق تبصرے

اس انٹرویو کو اللہ تعالیٰ نے کئی خاندانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور جو تبصرہ اس کے بارے میں انٹرنیٹ، فون اور دوسرے ذریعہ سے موصول ہوئے ہیں مختصراً عرض کر رہے ہیں:

علماء کرام کے تبصرے

☆ **شیخ معراج ربانی نے اس انٹرویو کو سنا اور فرمایا:**

یہ ایک نیا انداز ہے حق کی آواز بلند کرنے کا۔ میں نے انس صاحب کو حرم مکی سے فون کیا ہے اور مبارکباد پیش کی ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کیسٹ کے مواد سے مسلمانوں کو دین کی طرف لوٹنے کا ذریعہ بنائے۔ ہمارے تمام کے موازین حسنات میں اسے درج فرمائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہوں گا کہ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ اور اس کے بعد میں چاہوں گا کہ میرا بھی انٹرویو لیا جائے جس میں مجھے بھی یہ موقع ملے کہ میں اپنے حالات کو بیان کروں۔ میں کیا تھا اور اب کیا ہوں۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس نٹرویو کو بھی پیش کیا جائیگا۔ اسے بھی حاصل کرنے کے لئے ہم سے رابطہ فرمائیں۔)

☆ **شیخ طالب الرحمٰن نے اس انٹرویو کو سنا اور فرمایا:**

اللہ تعالیٰ حق بات لوگوں تک پہنچانے کے لئے بہت سے ذرائع استعمال کرتا ہے تاکہ لوگ بدعقیدگیوں سے تائب ہو کر دین حق کو پہچان لیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق

ہے کہ اس طرح کا مواد اس کیسٹ میں جمع ہوا جسے سنکر لوگ توبہ کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس سے مزید لوگوں کو مستفید فرمائے۔میں بھی چاہوں گا کہ میرا بھی انٹرویو لیا جائے۔میری توبہ کی کہانی بھی لوگوں تک پہنچائی جائے۔شائد اسے سنکر بھی لوگ مرتب شدہ مسائل سے توبہ کرلیں اور اسلام کی صحیح تعلیمات کی طرف رجوع کرلیں۔

☆ **مولانا اقبال کیلانی نے اس انٹرویو کو سنا اور فرمایا:**

> بہت عمدہ ہے اور یہ بات میرے لئے باعث سعادت ہے کہ میری مرتب کردہ وہ نماز کی کتاب سے انس صاحب نے نماز کا طریقہ سیکھا۔اللہ تعالیٰ اسے میری،انکی اور ہم تمام کی نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین۔اللہ تعالیٰ ہر شخص کو جزائے خیر عطاء فرمائے جس نے اس انٹرویو کو سنا اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے تعاون کیا۔آمین

سامعین کرام کے تبصرے:

❁ جدہ سے ایک خاتون نے فون پر اس کیسٹ کو سننے کے بعد فرمایا:

> ''میں چار بچوں کی ماں ہوں۔جب میں دسویں کلاس میں پڑھا کرتی تھی تب سے اس فضائلِ اعمال کا درس دے رہی ہوں۔آج میری آنکھیں اللہ کے فضل وکرم سے کھلی ہیں۔مجھے ہمارے حلقہ خواتین میں درس کے لئے لے جایا کرتی تھیں لیکن اب میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔میں ایک تعلیم یافتہ عورت ہوں اور میں صرف قرآن وسنت کی نشر واشاعت میں تعاون کروگی میں چاہتی ہوں کہ اس کیسٹ کو ہر اس شخص تک پہنچاؤں جسے میں نے تبلیغی نصاب سے جوڑا ہے۔''

❁ مکّہ المکرّمہ سے ایک بھائی نے فون پر اس کیسٹ کو سننے کے بعد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تحقیق کرو۔کیا آپ اس سلسلہ میں میری مدد کرسکتے ہیں۔ہم نے دوسرے ہی لمحہ اس شخص کو تذکرہ الرشید،اعمالِ قرآنی اور دوسری وہ کتابیں ارسال کردیں جنہیں

دیکھ کر اس شخص نے کتابوں میں مذکورہ بدعقیدگیوں سے توبہ کی اور براءت کا اظہار کیا۔

امریکہ سے ای میل موصول ہوئی جسمیں لکھا تھا:

''ہم نے یہ انٹرویو انٹرنیٹ پر سنا۔ہمیں بڑی حیرت ہوئی یہ سنکر کہ آج بھی لوگ ان لوگوں کی اصلاح کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی دعوت وتبلیغ کا حق وہ لوگ ادا کر رہے ہیں۔اللہ آپ تمام کو اور ان علماء کرام کو شیطان کی شر سے محفوظ رکھے جو قرآن وسنّت کی دعوت کو عام کر رہے ہیں۔''

آگرہ کے نائب شہر قاضی اقبال صاحب نے فون پر اطلاع دی کہ اس کیسٹ کو سننے کے بعد نڈیاڈ (گجرات) میں کئی لوگوں نے توبہ کی اور آج وہ لوگ ناجی جماعت کے ساتھ دعوت وتبلیغ میں مصروف ہیں۔یہ خبر انہیں برادام عابد نے نڈیاڈ سے فون پر بتائی۔

مکّہ المکرّمہ میں ایک دینی مدرسہ کے انچارج نے انس صاحب سے فون پر رابطہ کیا اور انس صاحب کی تبدیلی سے وہ بھی سوچنے پر مجبور ہیں۔یہ خبر ہمیں بھائی صہباش نے مکہ مکرمہ سے فون پر بتائی جبکہ انہوں نے یہ انٹرویو سینکڑوں کی تعداد میں فری تقسیم کرایا۔

اللہ جزائے خیر عطاء فرمائے۔آمین

پروفیسر طالب الرحمٰن صاحب سے انٹرویو

(گفتگو کا مکمل متن)

محمد عاقل: قارئینِ کرام! ہر چیز کی اپنی ایک شکل ہوا کرتی ہے۔ جب کوئی چیز اپنی اصل صورت میں ہو تو ہر کوئی اسے پہچان سکتا ہے۔ اسلام نہایت ہی صاف ستھرا اور سیدھا سادھا دین ہے اور اسکی بھی اپنی ایک شکل ہے، لیکن اسے ماننے والوں نے اسے بگاڑنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ انھوں نے اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، کوئی اسکی تعلیمات کو اپنے لیئے ناکافی سمجھتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں مگن ہے۔ کہیں اسلام کو اتنا پیچیدہ کر دیا گیا ہے کہ عام انسان اسے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ اسے ماننے والے طرح طرح کی عبادات اور من گھڑت قصے کہانیوں میں الجھے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

اسلام کوئی بے جا نظریہ تو نہیں بلکہ ایک آخری نظامِ حیات ہے۔ عقائد ہو یا عبادات، معاملات ہوں یا معاشیات، اقتصادیات ہوں یا سیاسیات ہوں یا انسانی معاشرت ہوں غرض یہ کہ کوئی بھی شعبہ اسکی گرفت سے آزاد نہیں۔ لیکن آج اسکے چہرے پر اسقدر گرد و غبار جم گئی ہے کہ اسلام کے صاف و شفاف چہرے سے اس دھول کو ہٹانا نہایت ہی ضروری ہو گیا ہے اور ہم شکر گزار ہیں رب العالمین کے کہ اس نے اس امت میں ایسے اشخاص بھی پیدا کیئے کہ جنھوں نے لوگوں کی بھیڑ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حق بیانی سے کام لیا۔

ان اہم ترین شخصیات میں بعض تو ایسے ہیں کہ کسی زمانے میں خود حنفی نظریاتِ تقلید کے حامل تھے اور آج اللہ کے فضل وکرم سے توبہ کرنے کے بعد لوگوں کو بھی راہِ نجات کی طرف بلا رہے ہیں۔

قارئینِ کرام! آج ہم آپ کی خدمت میں ایک ایسی شخصیت سے کی گئی گفتگو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جنکے قلم کی نوک سے آج اہلِ باطل کے ایوانوں میں زلزلے برپا ہیں۔ انکے قلم کی نوک آج اہلِ باطل کو تیر سے زیادہ چبھ رہی ہے۔ مسلمان ان کی تالیفات سے مستفید ہو کر عرب وعجم اندھی تقلید کے اندھیروں سے نکل کر نورِ توحید کی طرف آ رہے ہیں۔

حضرات! یہ شخصیت وہ ہے جس نے متعدد مرتبہ احناف سے مناظرے کیئے اور اللہ کے فضل سے اہلِ حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے کامیاب وسرفراز ہوئے۔ مناظرے میں کامیاب ہونا، تو انھیں ورثے میں ملا ہے، کیونکہ جس جماعت کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں، اللہ رب العالمین نے اس جماعت کے علماء کو یہ شرف بخشا ہوا ہے۔

لیکن اس کامیابی وکامرانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ نعمت بھی عطاء فرمائی جو مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ کو اللہ رب العالمین نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مقابلے میں عطاء فرمائی تھی چونکہ کامیابی ہی نہیں اللہ رب العالمین نے غلام احمد قادیانی کے مدِ مقابل مباہلے کے بعد مولانا امرتسریؒ کو زندہ رکھا اور قادیانی جیسے بدبخت کو حمام میں موت دی، اس طرح اس شخصیت نے بھی صرف کامیابی حاصل نہ کی بلکہ پاکستان میں مباہلے کے بعد اللہ تعالیٰ انھیں زندگی عطاء فرمائی اور حمید عقاری کو مباہلے کے بعد حمام میں موت آئی جس طرح کہ مرزا قادیانی کو آئی تھی۔

قارئین کرام! آپ یقیناً سمجھ چکے ہوں گے کہ آج ہم آپ کی ملاقات عرب وعجم کی مشہور شخصیت ڈاکٹر پروفسر سید طالب الرحمٰن سے کرا رہے ہیں۔ آج کی ملاقات

ہمارے لیئے ایک تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔آج اللہ رب العامین نے ہمیں پروفسر ڈاکٹر طالب الرحمٰن سے گفتگو کرنے کا شرف اس میدان میں عطافرمایا ہے جہاں آج سے چودہ سوبیس سال قبل دینِ اسلام کی تکمیل ہوئی تھی:

وَلَكَ الْحَمْدُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ،لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے ہمیں حج بیت اللہ کی توفیق عطافرمائی ہے۔ وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْداً كَثِيْراً طَيِّباً مُّبَارَكاً فِيْهِ۔

محمد عاقل: پروفیسر صاحب!اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الشیخ طالب الرحمٰن: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محمد عاقل: سب سے پہلے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعاء گو ہیں کہ آپ کے اور ہمارے حج بیت اللہ کوقبول فرمائے اور ہماری اس جدوجہد کواپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ آمین یاربّ العالمین۔فضیلۃ الشیخ!ایک عرصے سے ہماری خواہش تھی کہ آپ سے گفتگو ہواورآپ کے حالات اورآپ کی کہانی کوآپ کی ہی زبانی سنیں۔آپ کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ شرفِ قبولیت بخشا ہے کہ آپ کی وجہ سے کئی خاندان،کئی گھرانے شرک وبدعات سے توبہ کرر ہے ہیں۔میری اوراحباب کی خاص طور پر ہمارے مخلص دوست ساجد عبدالقیوم صاحب (کویت)اورصہباش بھائی (مکّہ مکرمہ) کی خواہش تھی کہ اس شخصیت کی کہانی کوبھی لوگوں تک پہنچایا جائے جس نے عرب وعجم میں لوگوں کوسوچنے پر مجبور کردیا ہے۔آپ سے گزارش ہے کہ سب سے پہلے آپ اپنا تعارف بیا کروائیں۔

الشیخ طالب الرحمٰن: نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ:

ہمارا تعلق سیّدگھرانے سے ہے۔انڈیا میں ہم انبالہ سے شفٹ ہوکر ڈسٹرکٹ ملتان جواب ڈسٹرکٹ خانیوال بن چکا ہے اسکے ایک قصبہ سرائے سِدھو میں آئے،

وہاں میں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی، چونکہ قصبہ تھا کالج اور یونیورسٹیاں اس قصبے سے دور ملتان یا بہاولپور شہر میں تھیں۔ مجھ سے پہلے بڑے بھائی ڈاکٹر سیّد شفیق الرحمٰن کا داخلہ میڈکل کالج بہاولپور میں ہو چکا تھا۔ میٹرک کرنے کے بعد انھوں نے مجھے رائے دی کہ ہم اکٹھے ہی تعلیم بہاولپور میں حاصل کرتے ہیں۔ پہلے میں ایف ایس سی میں ملتان سائینس کالج میں داخلہ لے چکا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بہاولپور شہر کے ذریعے ہمیں ہدایت نصیب فرمانا تھی تو میں گریجویشن کر کے بہاولپور کالج میں چلا گیا وہاں ایف سی کالج کے ایک پروفیسر حافظ عبداللہ صاحب تھے۔

انھوں نے اپنی مسجد کے ساتھ ایک ہاسٹل بنایا ہوا تھا جس میں یونیورسٹی اور کالج کے طلبہ اقامت پذیر ہوتے تھے اور وہاں پر مغرب کی نماز کے بعد قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھایا جاتا تھا۔ یہ ہر آدمی کے لیۓ لازمی تھا کہ وہ مغرب کی نماز مسجد میں ادا کرے اور ترجمہ وتفسیرِ قرآنِ مجید کے سبق میں شرکت کرے۔ میرے بھائی ڈاکٹر شفیق الرحمٰن اور مَیں حافظ صاحب کا درس سننے کیلیۓ مسجد میں آتے اور وہ باتیں سنتے جو اس سے پہلے ہم نے نہیں سنی تھیں، کیونکہ ہمارا تعلق سیّد گھرانے سے تھا، بریلوی اور دیوبندی دونوں ہی ہمارے گھرانے میں مسلک چلا کرتے تھے۔ بعض چیزیں بریلویوں کی مانی جاتی تھیں اور بعض دیوبندیوں کی۔ بڑے بھائی کو شروع سے ہی دین کا کچھ شوق تھا۔ وہ دیوبندی علماء کی تقریریں سننے کیلیۓ جاتے۔ اس پر ان کو کافی مار پڑتی۔

لیکن وہ بھی اتنے پختہ تھے کہ بار بار منع کرنے کے باوجود اور مار کھانے کے باوجود پھر دیوبندی علماء کی تقریریں سننے کیلیۓ چلے جاتے۔ جب ہم بہاولپور گئے تو چونکہ حافظ عبداللہ صاحب کا تعلق مسلکِ اہلحدیث سے تھا اور یہ ہمارے لیۓ ایک نیا تجربہ تھا کہ ہم وہ مسائل سنیں کہ جنکا تعلق کتاب وسنّت کے ساتھ ہو۔ معاملہ ایسے ہی چلتا رہا، ان کی باتوں سے متاثر ہو کر، کتاب وسنّت کی تعلیم، قرآن وحدیث کے تراجم پڑھکر حافظ صاحب کے درس میں شمولیت کر کے بڑے بھائی اہلحدیث بن

گئے۔ انھیں اِسی وجہ سے گھر سے نکال دیا گیا۔ میں ابھی اپنے آبائی دین پر تھا کہ وہیں ہوسٹل میں ایک ڈاکٹر شبیر صاحب (جو آجکل لاہور میں ہیں) ان کا ایک حنفی مولوی سے مناظرہ ہوا۔ مناظرے کے اختتام پر حنفی مولوی نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ہم رفع الیدین اس لیئے نہیں کرتے کہ ہمارے امام نے نہیں کی۔ یعنی رفع الیدین جو نبی ﷺ کی سنّت ہے اسے اسلیئے ترک کیا جاتا ہے کہ انکے امام اسکے قائل نہ تھے۔ اسلیئے اسے تسلیم نہیں کیا جاتا۔

انھوں نے یہ بات نہیں کہی کہ میرے پاس کتاب اللہ اور سنّتِ رسول ﷺ سے دلائل ہیں، بلکہ سیدھی سی بات کہہ گئے کہ ہم تقلید کرنے کی وجہ سے رفع الیدین سے منع کرتے ہیں۔ یہ بات میرے دل کو عجیب سی لگی کہ کتاب وسنّت کے مقابلے میں امام کی تقلید آخر کیوں کی جائے۔ اس بات کو پرکھنے کیلیئے ہم سائیڈ والی مسجد میں گئے تاکہ پتہ کیا جائے کہ آیا کتاب وسنّت ہی اصل دین ہیں یا آئمہ کی تقلید اصل دین ہے۔ انھوں نے بجائے ہمیں مسئلہ بتلانے کے یہ بات شروع کہ آپ لوگ وہابی ہیں اور آپ ہم لوگوں کو تنگ کرنے کیلیئے آتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ نہیں ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ اصل دین کیا ہے۔

انھوں نے کہا کہ آپ قسم کھائیں کہ اگر آپ وہابی ہیں تو آپ کی بیوی کو طلاق ہے۔ ہم نے انھیں کہا کہ ہماری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی، طلاق کیسے دے دیں؟ کہنے لگے تب آپ یہ قسم کھایئے کہ اگر آپ وہابی ہیں تو جب بھی آپ کی شادی ہو (اگر آپ وہابی ہیں تو) آپ کی بیوی کو اسی وقت طلاق ہو جائے گی۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم آپ سے حدیث کے دلائل لینے آئے ہیں کہ ہمارے ہاں مناظرہ ہوا اور اس میں حنفی مولوی نے کہا کہ ہم تقلید کی وجہ سے رفع الیدین نہیں کرتے۔ اگر آپ کے پاس کوئی دلیل ہے تو بتلایئے، تو دلیل بتلانے کی بجائے ہمیں عجیب قسم کی باتوں سے نوازا گیا۔ ہم مجبور ہو کر وہاں سے نکل آئے۔ اُس دن سے میں نے تہیّہ کرلیا کہ چونکہ کتاب

وسنت ہی اصل دین ہے۔

لہٰذا انھیں پر ہی عمل کیا جائیگا اور باقی جو رسوم ورواج ہیں، ترک کردیا جائیگا۔گھر گئے والدین کو پتہ چلا تو انہوں نے بھی ہمیں اس وجہ سے کہ یہ کتاب وسنّت پرعمل کرنے لگے ہیں، گھر سے نکال دیا۔تاہم یہ زمانہ وہاں بہاولپور میں اس ہاسٹل میں رہتے ہوئے گزرا۔میں ایف ایس سی کررہا تھا ،میں نے ایف ایس سی کے دوران ہی میڈیکل لائین چھوڑ کر اے اور ایم اے اسلامیات کیا۔اسکے بعد میں نے ڈاکٹریٹ کی ۔اسلیئے وہ ایک ٹرننگ (Turning) پوائنٹ تھا۔ایف ایس سی کو چھوڑنا میڈیکل لائن کو چھوڑ کر دین حاصل کرنے کیلیئے اور ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کیلیئے میں نے اسلامیات کا انتخاب کیا تو اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بہاولپور شہر میں حافظ عبداللہ ؒ کی کوششوں سے ہدایت نصیب فرمائی اور ہمیں کتاب وسنّت پرعمل کرنے کا موقع ملا۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْراً۔ اہلحدیث ہونے کے بعد جو دشواریاں آپ کو پیش آئی ہیں ان میں سے کوئی خاص دشواری ہے جس کا سامنا آپ نے کیا ہو۔

الشیخ طالب الرحمٰن: سب سے بڑی دشواری تو وہی ہجرت کی دشواری ہے کہ جسمیں اپنی سرزمین اور اپنے گھر کو چھوڑا جاتا ہے۔جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں صحابی کو انکے والدین نے گھر سے نکال دیا تھا اور ان کا ماہانہ خرچ بند کردیا گیا تھا۔اس طرح ہمارے ساتھ ہوا۔ہمارا خرچ بند کردیا گیا اور ہمیں کہا گیا کہ جس آدمی نے تمہیں گمراہ کیا ہے خرچ بھی آپ اُسی سے لیں۔جس وقت ہم ان حالات میں گھر سے نکلے ،بس میں بیٹھے تو اس وقت یقین اتنا زیادہ تھا، ایمان اتنا پختہ تھا کہ اگر آج راستے میں موت آجائے تو ہم سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔مشکلات تو آتی ہی رہتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان مشکلات سے بندے کو سرفراز کرتا ہے اور وہ ان مشکلات پر قابو پاتا ہے۔اللہ کے دین کیلیئے کسی مشکل سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْراً۔ آپ کے تبدیل ہونے کے بعد خاص کر آپ نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں انکے وجود میں آنے کے بعد برصغیر میں ہی نہیں بلکہ عرب وعجم دونوں میں ہی ایک ہلچل سی مچ گئی ہے۔ دیوبندیوں کو آپ نے بے نقاب کر دیا ہے ،کیا آپ ہمیں براہِ کرم بتائیں گے کہ یہ کتابیں لکھنے یا یہ کام کرنے پر آپ کو کس چیز نے مجبور کیا؟

الشیخ طالب الرحمٰن: ہمارے برصغیر پاک وہند میں علمائے دیوبند کو اہلِ توحید کہا جاتا ہے اور وہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم توحید پر عمل پیرا ہیں لیکن جب ہم نے تحقیق شروع کی تو کچھ کتابیں انکے مذاہب کی پڑھیں۔ انکی تقریروں سے تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ توحید پر عمل پیرا ہیں اور بریلویوں کے خلاف بڑے سرگرم ہیں،لیکن جب انکے علماء کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھیں تو ہمیں پتہ چلا کہ ان میں اور بریلویوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

یہ ظاہری طور پر اہل توحید بنتے ہیں،لیکن انکے عقائد ویسے ہی صوفیانہ ہیں، وحدت الوجود کا عقیدہ،قبروں سے فیض حاصل کرنے کے قائل ہیں،اسی طرح ابن عربی جسکا کفر فرعون کے کفر سے کم نہ تھا اسے یہ شَیْخُ الْاَکْبَر فِی الدِّیْن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جب ہم نے ان کی کتابیں پڑھیں ،مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ یہ لوگ زبانی دعوے کرتے ہیں کہ ہم توحید پر عمل پیرا ہیں،لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ خاص کر عالم عرب میں انھوں نے اپنے آپ کو مُوَحِّد مشہور کیا ہوا ہے۔ عام لوگ اور عرب علماء انھیں ''الدیوبندیہ'' کتاب کے چھپنے سے پہلے مُوَحِّدین میں ہی شمار کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ہم نے ان کی دوغلی پالیسی اور انکے چہرے سے نقاب کشائی کرنے کیلئے اس کتاب کو تصنیف کیا جس میں یہ ثابت کیا کہ ان کے عقائد ویسے ہی مشرکانہ ہیں جیسے کہ بریلویوں کے ہیں۔ یہ اہلِ توحید ہیں تو بریلوی بھی اہلِ توحید ہیں، بریلوی اہلِ توحید نہیں ہیں تو یہ بھی اہلِ توحید نہیں ہیں۔

کتاب لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ علمائے عرب کے سامنے اس بات کو واضح کردیا جائے کہ ان کے عقیدے میں ویسے ہی بگاڑ ہے جیسے کہ مشرکین مکّہ کے عقیدے میں بگاڑ تھا اور چونکہ یہ لوگ سلفی علماء سے سلفی بن کر تعاون حاصل کرتے اور اس تعاون کو کتاب وسنت کے پھیلانے والوں کی راہ میں رکاوٹ بناتے اور ایسے مدارس بناتے ،ایسی کانفرنسیں کرتے کہ جس سے کتاب وسنت کے علم کو چھپایا جاسکے اور اپنے خانہ ساز مذہب کی ترویج کی جاسکے۔ ہم نے اُن کے چہرے سے نقاب اس لیئے الٹا ہے کہ انھیں پتہ چل جائے کہ کتاب وسنت کے اصل دشمن یہی ہیں۔

بریلوی لوگ جاہل ہیں، انھیں کوئی پتہ نہیں، عقیدت میں، غلو میں آکر اس قسم کی باتیں کہہ جاتے ہیں۔لیکن حقیقت میں یہ لوگ جنھیں دیوبندی کہا جاتا ہے، انکے پاس علم بھی ہے اور علم ہوتے ہوئے کتاب وسنت کے راستے میں کانٹے بوتے ہیں ۔رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں کہ قرآن وسنت کی تعلیم عام نہ ہوسکے، بلکہ ان کا خود ساختہ مذہب ترقی پائے۔ہم نے اس کتاب کو اسلیئے لکھا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ لوگ بھی موّحِد نہیں ہیں بلکہ ان میں بھی شرکیات ہیں، بدعات ہیں، خرافات ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

محمد عاقل: آمین یا ربّ العالمین۔مولوی اسعد مدنی اور ان کا گروپ اس بات کو عوام الناس میں پھیلانے کی کوشش کررہا ہے کہ آپ نے ''دیوبندیّت'' یا ''جماعتِ تبلیغ'' پر قلم اٹھا کر کوئی خیر کا کام نہیں کیا ہے۔کیا آپ اسکے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: یہ بات تو صحیح ہے کہ'' دیوبندیہ'' اور'' جماعتِ تبلیغ '' چھپنے کے بعد ان کے چہرے سے نقاب اُٹھ گیا ہے۔اور جو سلفی عالم ان کا نام سنتا ہے اور وہ کہتا ہے، پوچھتا ہے، تعارف ہوتا ہے۔اور پتہ چلتا ہے کہ یہ دیوبندیت ہے۔تو وہ کہتے ہیں: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الدِّیُوْبَنْدِیْنَ۔

یعنی اُن کو اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ واقعی یہ مؤحّد نہیں ہیں۔ بے شک اسعد مدنی صاحب یہ کہیں آپ نے خیر کا کام نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک حق و باطل کا فرق کرنا (جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تو اُنھیں کو فاروقؓ کا لقب ملا تھا) تو ہمارے ذمّے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم فرق کریں اُن لوگوں میں جو توحید والے ہیں اور جو توحید کے مخالف اور دشمن ہیں۔ تو اس میں فرق کرنے کے لیئے اِس کتاب کی تالیف کی گئی۔ گویا یہ خیر ہی خیر ہے۔ اس میں شر نہیں ہے۔

اُن کے نزدیک اِسلیئے شر ہے کہ اُن کی روزی چونکہ یہاں سے جاتی تھی، اُن کے مدارس یہاں کے پیسے سے چلتے تھے اور وہ اپنے آپ کو مؤحّد کہا کرتے تھے۔ چونکہ اُن کے چہروں سے نقاب پلٹا گیا ہے، اِس لیئے اُنھیں اِس بات کی تکلیف ہے۔ ورنہ ہم نے اللہ کے فضل سے اِن کتابوں میں اپنی طرف سے کسی بات کا تذکرہ نہیں کیا، بلکہ اُن کی کتابوں کے حوالے دے کر ثابت کیا ہے کہ ان لوگوں کے عقیدے میں توحید نہیں ہے۔ بلکہ ان کے عقیدے میں شرک کی ملاوٹ موجود ہے۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ اِن دو کتابوں کو لکھ کر کیا آپ نے اِس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ یا ابھی اِس پر مزید کچھ لکھنا باقی ہے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: حق تو کسی مسئلے میں کسی کتاب کے لکھنے پر ادا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تو انسان جتنی تحقیق کرتا رہے یہ سمندر ہے۔ اِس میں انسان جتنا گہرا جائے اسے اتنے ہی موتی ملتے ہیں۔ اس لیئے کوئی آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جو کتاب جس مسئلے میں لکھی ہے وہ حرفِ آخر ہے اور اس میں یہ کافی ہے۔ جتنی کوشش ہوئی، سو ہوئی آئندہ بھی کوششیں جاری ہیں۔ ایک اور کتاب خلیل احمد سہارنپوری صاحب کی جو صاحبِ بذل المجہود ہیں۔ المھند علی المفند کے نام سے چھپی ہے۔ احمد رضا بریلوی نے اُن پر کچھ تہمتیں لگائی تھیں۔ بقول اُن کے اِن کے ایسے ایسے عقیدے ہیں، جن کا جواب شریفِ مکہ کے زمانہ میں حرمین کے علماء نے کچھ سوال بھیج کر مانگا۔

وہ چھبیس سوال تھے۔ جن میں عقیدے کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ آپ لوگوں کا کیا یہ عقیدہ ہے؟ یا اِس کے مخالف عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو اِن چھبیس سوالوں کا جواب خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے اپنے قلم سے دیا۔ اور اُن کی تصدیق دیوبند کے چوٹی کے علماء، اشرف علی تھانوی، محمود حسن اور تقریباً ساٹھ ستر کے قریب علماء ہیں۔ جن کی تصدیق موجود ہے کہ واقعی یہی عقائد ہمارے عقائد ہیں۔ اور اِن عقائد کو وہ علماءِ اہلِ سنّت کے عقائد سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُن کے ردّ میں وہ کتاب بھی ان شاء اللہ رمضان تک منظرِ عام پر آجائے گی اور اُس کے بعد بھی اُمید ہے کہ اِس قسم کی کتابیں لکھی جاتی رہیں گی۔

محمد عاقل: جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا۔ آج کل ایک کتاب منظر پر آئی ہے جس کا نام ہے: ''کیا فقہ حنفی قرآن وسنّت کا نچوڑ ہے؟'' آج اس پر اکثر لوگوں کو محفلوں میں تبصرے کرتے ہوئے سنا گیا ہے اس کے بارے میں آپ بیان فرمائیں گے کچھ؟

الشیخ طالب الرحمٰن: اصل میں حنفی علماء لوگوں کے سامنے یہ بات رکھتے ہیں کہ ہم آئمہ کی تقلید اُن مسائل میں کرتے ہیں کہ جن مسائل میں کتاب وسنّت خاموش ہیں۔ اگر نص کتاب وسنّت کی موجود ہو تو ہم امام کی تقلید نہیں کرتے۔ یہ ایک ایسا دھوکا ہے جو لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ اور لوگ سن کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں کہ اگر کتاب وسنّت میں کوئی بات موجود نہیں تو اُس میں کسی امام کی تقلید کر لی جائے تو اُس میں کوئی حرج نہیں۔ پس اسی دھوکے کو لوگوں کے سامنے واضح کرنے کے لیئے ہم نے یہ کتاب لکھی ہے:

''کیا فقہ حنفیہ کتاب وسنت کا نچوڑ ہے؟''

اور اُس میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ قرآنِ مجید کی بہت سی آیات اور بخاری ومسلم کی بہت سی احادیث ایسی موجود ہیں کہ جن کے مقابلے میں، جن کے ہوتے ہوئے یہ امام کی تقلید کرتے ہیں۔ مثلاً تذکرے کے طور پر میں ایک مسئلہ بیان کرتا

ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ فرمایا ہے کہ جان کے بدلے جان، یعنی اگر کوئی کسی کو قتل کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ یہ واضح حکم قرآن میں مختلف جگہ پر موجود ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں ان کے ہاں ہدایہ میں جو مسئلہ لکھا گیا ہے وہ یوں ہے:

کوئی شخص کسی بچے کو یا کسی بالغ مرد کو پانی میں ڈبو کر مار دیتا ہے۔

فَلَاحَدُّ عَلَیْہِ ''اُس پر کسی قسم کی حد نہیں ہے۔''

تو یہ مسئلہ صریحاً قرآن کی آیات سے ٹکراتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مدّتِ رضاعت حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ دو مکمل سال ذکر کی ہے اور انھوں نے جیسا ہدایہ میں ذکر کیا ہے۔ ثَلَاثُوْنَ شَھْرًا۔ کہ تیس (۳۰) مہینے ہیں۔ چوبیس مہینے کی بجائے تیس مہینے مدتِ رضاعت انھوں نے بیان کردی ہے۔ اسی طرح شراب کا مسئلہ ہے۔ شراب کی حرمت قرآن میں ذکر کی گئی ہے۔ (ترجمہ) ''کیا تم رکتے ہو شراب پینے سے کہ نہیں''؟

اور فقہ حنفیہ میں کتاب الاشربۃ (ہدایہ) میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ کھجور اور انگور کی شراب کے علاوہ گیہوں کی، جوار کی، مکئی کی شہد کی شراب اگر پی لی جائے، جب تک نشہ نہ ہو تو وہ شراب حلال ہے۔ اس قسم کے مختلف مسائل سے جو قرآن سے ٹکراتے تھے اور اُن پر اُن کا فتویٰ بھی موجود ہے۔ ان کے ردّ میں ہم نے یہ کتاب لکھی ہے تاکہ لوگوں کے سامنے یہ بات واضح کردی جائے کہ یہ صرف قرآن وحدیث جس کے بارے میں خاموش ہو اُسی مسئلے میں تقلید نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں آئمہ کی تقلید کرتے ہیں۔ جس کی حرمت پر سب کا اجماع ہے کہ ایسی تقلید حرام ہے جو نصوص کے مقابلے میں کی جائے۔ قرآن کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کے مقابلے میں کی جائے۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ اِس کتاب میں ہم نے کیا دیکھا ہے کہ آپ نے عقائد اُن لوگوں کے، اُن لوگوں کی کتابوں سے بیان کیے ہیں اور ان کی فوٹو کاپیاں

بھی آپ نے اس میں پیش کر دی ہیں اور ساتھ ہی احادیثِ رسول ﷺ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے اور بعض دیگر کتب کے عکس آپ نے شائع کیے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔؟

الشیخ طالب الرحمٰن: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں اہلحدیث ہم پر بہتان باندھتے ہیں۔ ایسی باتیں ہماری طرف منسوب کرتے ہیں، جن کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہم نے اِن کتابوں کے عکس اس لیئے دے دیے ہیں کہ دیکھنے والا اپنی آنکھوں سے فوٹو میں دیکھ لے اور اپنے عالم سے اس کا ترجمہ کروائے۔ کیا واقعی یہ مسئلہ ان کی کتابوں میں موجود ہے یا نہیں؟ اس وجہ سے ہم نے یہ عکس دیے ہیں کہ یہ ایسی کتاب بن جائے جس کے بعد شک وشبہہ باقی نہ رہے۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ فضیلۃ الشیخ کیا مفید علم تجربات سے حاصل ہوسکتا ہے؟ نبی ﷺ کے زمانہ میں کچھ لوگ رُقیہ استعمال کرتے تھے اور یہ رُقیہ انہوں نے اپنے تجربات سے سیکھا تھا۔ اس رقیہ کی اساس اللہ کی وحی نہیں تھی لیکن آپ ﷺ نے لوگوں کو اس رقیہ سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں فرمایا۔ اس بات سے ثابت ہوا کہ تجربات کے ذریعہ مفید علم حاصل ہوسکتا ہے اور ایسے علم پر عمل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح دوسرا مفید علم تجربات سے حاصل ہوتا ہے جس سے ہم سے پہلے والوں نے فائدہ اٹھایا اور بعد والوں کے لیئے کتابوں میں جمع کیا جن میں سے چند امور یہ ہیں:

(۱) بعض دعاؤں کا پڑھنا جن کے ذریعے اپنے خواب میں نبی ﷺ کا دیدار ہو جائے۔

(۲) مخصوص کیفیت اور تعداد میں ذکر کرنا جس کے ذریعے انسان کو کشف حاصل ہو جائے۔

(۳) مخصوص قسم کے اذکار کرنا، جن کے ذریعے برزخیوں کے ساتھ خواب میں ملاقات ہو اور ان سے برزخ کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔

(۴) اور دیگر قسم کے اذکار جن کی اساس کتاب وسنت سے نہیں ملتی، لیکن بزرگوں کے تجربات سے ان کا مفید ہونا ثابت ہے۔

الشیخ طالب الرحمٰن: (ا)علم کی دو قسمیں ہیں۔ایک علم جو دنیوی علم ہے۔دوسرا علم جس کا تعلق شریعت کے ساتھ ہے۔دنیوی علم تجربات سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں اور اُس پر عمل بھی کیا جاسکتا ہے۔لیکن شریعت کا علم:

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

شریعت مکمل ہوچکی ہے۔دینِ اسلام کی تکمیل ہوچکی۔اب شریعت کا علم جو ہے وہ کتاب اللہ سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔اس کے لیۓ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔لیکن اجتہاد کیونکہ شریعت سے تعلق رکھتا ہے۔اِسی لیۓ اُس کی بنیاد ہی کتاب وسنّت ہے۔شریعت کا علم حاصل کرنے کے لیۓ کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو کہ کتاب وسنّت سے ہٹ کر اختیار کیا جائے۔رُقیہ جو کہ نبی ﷺ کے زمانے میں کیا جاتا تھا۔نبی ﷺ کے بتانے سے پہلے ہی جاہلیت کے زمانے سے چلا آرہا تھا۔نبی اکرم ﷺ سے جب سوال ہوا، آپ ﷺ نے کہا مجھ پر پیش کیجیۓ،صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ پڑھ کر سنائے،اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے۔مَالَمْ یَکُنْ فِیْهِ شِرْكٌ۔جب تک ان میں کوئی شرک والی بات موجود نہ ہو۔

تو حکم یہ ہے کہ جس میں شرک والی بات موجود نہیں،اُس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔اُسے پڑھا جاسکتا ہے،چاہۓ وہ اللہ کے نبی ﷺ نے سکھلائے یا نہیں سکھلائے۔طریقۂ علاج چونکہ خالص دنیوی عمل ہے۔شریعت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے۔بلکہ مختلف طریقۂ علاج جو آج کل مروج ہیں۔جن میں ایلوپیتھک ہے،ہومیوپیتھک ہے اور دوسرے طریقۂ علاج ہیں۔اگر اس کے ساتھ یہ کہہ دیا جائے کہ اس کا تعلق شریعت کے ساتھ ہے تو پھر تمام طریقہ کار حرام قرار دیۓ جائینگے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! علاج کرو۔ البتہ یہ بتلا دیا گیا کہ تم کو تمام حرام چیزوں سے بچنا ہے۔ مثلاً شراب کو علاج کیلئے استعمال کرنا بھی حرام ہے، اور دوسری حرام چیزیں ہیں۔ اس میں شفا بھی نہیں ہے۔ اس لیے حرام چیزوں سے بچنا ہے۔ اب اس رُقیہ وغیرہ سے یہ اخذ کرنا کہ چونکہ مفید علم تجربات سے حاصل ہوتا ہے تو بعض دعائیں پڑھی جائیں جن سے نبی ﷺ کا دیدار ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ))

''جس نے (خواب میں) مجھے دیکھا اُس نے مجھ ہی کو دیکھا''

لیکن اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کر سکتے ہیں، چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کو اپنی زندگی میں دیکھا تھا۔ ایسے عمل کرنا جن سے انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اگر میں نے یہ اذکار کیے تو نبی ﷺ کا دیدار ہو جائے گا یہ طریقۂ کار صحابہ رضی اللہ عنہم میں معروف نہیں تھا۔ جو آدمی آج اس طریقے پر عمل کرتا ہے وہ شریعت میں ایک نیا کام ایجاد کر رہا ہے۔ اسے ہی بدعت کہتے ہیں:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ))

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی انسان کو جہنم میں لے جانے کا سبب بنتی ہے۔''

اس لیے ایسی دعائیں پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان دعاؤں کے پڑھنے سے نبی ﷺ کا دیدار ہو جائے گا، یہ شریعت کے منافی ہے۔ شریعت اسکی اجازت نہیں دیتی۔

(۲) اس طرح مختلف کیفیت اور تعداد میں اذکار کرنا کہ اس ذکر کو ۳۱۵ دفعہ کیا جائے یا ۴۲۰ دفعہ کیا جائے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس سے انسان کو کشف حاصل ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ بھی غلط عقیدہ ہے۔ کشف غیب سے تعلق رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیب کی بات صرف اپنے نبیوں کو ہی بتلائی ہے۔ نبی ﷺ کے علاوہ غیب کی بات کسی کو نہیں بتلائی گئی اور نبی

ﷺ کو بھی جب تک نہیں بتلائی گئی، نبی ﷺ کو بھی پتہ نہ چل سکا۔ جب بتلا دی گئی تو وہ غائب نہ رہی۔ جس طرح کہ نبی ﷺ سے مشرکینِ مکہ نے بیت المقدس کے بارے میں پوچھا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بیت المقدس گیا ہوں اور میں نے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہے تو مشرکین نے آپ سے یہی سوال کیا کہ آپ بتلائیے کہ بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں؟ کتنی کھڑکیاں ہیں؟ کتنے روشندان ہیں؟ چونکہ جو آدمی کسی مسجد میں نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کی عبادت کرنے کے لیئے آتا ہے۔ وہ اس لیئے نہیں جاتا کہ وہ یہ دیکھے کہ اس مسجد میں کتنے دروازے ہیں کتنے پنکھے ہیں کتنی ٹیوب لائٹ لگی ہوئی ہیں لیکن یہ ایک سوال تھا جس میں مشرکینِ مکہ نبی ﷺ کو کرنا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے پردے ہٹا دئے اور نبی ﷺ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، بیٹھ کر بیت المقدس کو دیکھ رہے ہیں اور مشرکینِ مکہ کے سوالوں کا جواب دے رہے ہیں تو یہ کشف تھا۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے پردے اپنے نبی ﷺ کے لیئے ہٹا دیئے۔ یہ معجزہ تھا۔ ہر آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے بھی کشف ہوتا ہے۔ چونکہ کشف علمِ غیب سے ہے، غیب کے پردے ہٹانے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے نبی ﷺ کے لیئے خاص کیئے تھے۔ اس لئے یہ دعویٰ کرنا کہ بعض اذکار مختلف کیفیت اور مختلف تعداد میں کرنے سے انسان کو کشف حاصل ہوتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ مخصوص قسم کے اذکار کرنا، برزخیوں کے ساتھ خواب میں ملاقات کرنا اور برزخ کے حالات معلوم کرنا، یہ سب صحیح نہیں ہے۔ اس لیئے کہ مرنے کے بعد برزخ ہے۔ اور قیامت تک کے لیئے برزخ ہے:

﴿وَمِنْ وَّرَآءِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

قرآن اس بات کی دلیل دیتا ہے، گواہی دیتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد

اُٹھنے تک برزخ ہے یعنی پردہ ہے۔ایک مردہ ہمارے سامنے ہے، ہمیں پتہ نہیں ہے کہ اسے کو عذاب دیا جارہا ہے یا اُس کو انعام مل رہا ہے؟ چونکہ یہ پردہ ہے اور یہ پردہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔غرض یہ کہنا کہ اس سے برزخ کی معلومات حاصل کی جاتی ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔اس لیئے کہ اگر برزخ کی معلومات کا انسان کو پتہ چل جائے تو وہ پردہ ہٹ جاتا ہے۔وہ برزخ نہیں رہتا۔برزخیوں کے ساتھ خواب میں ملاقات کرنا، کوئی آدمی اپنی کوشش کے ساتھ کسی سے نہیں مل سکتا۔

خواب کی دنیا ایک علیحدہ دنیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی مختلف روحوں کی ملاقات ہوتی ہے۔لیکن یہ کسی قسم کے اذکار سے نہیں ہوتی۔یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک علیحدہ نظام ہے۔جس نظام کے تحت بیٹا اور باپ ساتھ والی چارپائی پر سوئے ہوتے ہیں اور ان کی روحیں آپس میں ملاقاتیں کر رہی ہوتی ہیں۔بعض اذکار سے برزخیوں سے خواب میں ملاقات کرنے کا عقیدہ رکھنا اور ان سے برزخ کے بارے معلوم کرنا یہ عام غلط فہمی ہے، دھوکا اور فراڈ ہے۔کوئی بھی انسان اس طریقہ سے برزخ سے معلومات حاصل نہیں کرسکتا۔

(۴) چوتھا سوال یہ ہے کہ دیگر قسم کے اذکار جن کی دلیل کتاب وسنت سے نہیں ملتی، لیکن بزرگوں کے تجربات سے ان کا مفید ہونا ثابت ہوتا ہے؟

اذکار کا تعلق دین سے ہے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے تھے کہ :

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

سب سے افضل ذکر (اللہ کے نزدیک) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے۔

تو چونکہ اذکار کا تعلق دین سے ہے کوئی آدمی ان اذکار کو اپنی مرضی سے نہیں بنا سکتا اور بزرگوں کے تجربات سے اس کو حاصل نہیں کرسکتا۔ہاں وہی الفاظ جو قرآن میں آئے ہیں۔نبی ﷺ کی احادیث میں آئے ہیں یا اللہ کے نبی ﷺ نے مختلف مواقع کے لیئے مختلف اذکار کا تذکرہ کیا ہے۔یا مختلف اذکار کی اجازت دی ہے اور کہا

گیا ہے کہ اب مانگ جو کچھ اللہ سے مانگنا چاہتا ہے۔ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا جائز ہے لیکن مختلف چیزوں کے لیئے مختلف اذکار تیار کرنا اور ان کی مختلف تعداد مقرر کرنا اور اس کی مختلف کیفیت کا ذکر کرنا یہ دین میں بدعت ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی شریعت سازی کی اجازت نہیں دی۔

محمد عاقل: جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْراً۔ علمِ غیب کے موضوع پر قرآن مجید کی عام آیات جن میں غیب کا علم اللہ کے لیئے خاص کر دیا گیا ہے، اسے دیوبندی اور بریلوی سب مانتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ دیوبندی بزرگ اِس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں کشف، اِلہام اور خواب کے ذریعے کئی چیزوں کا علم ہو جاتا ہے، اور وہ اِسی میں گھرے ہوئے ہیں۔ دیوبندی اس طریقہ سے حاصل کی ہوئی معلومات پر عمل کرتے ہیں، اگرچہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اِلہام اور خواب سے عبادت ثابت نہیں کی جاسکتی۔

کیا آپ اس تعلق سے ہماری کچھ راہنمائی فرمائینگے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: یہ کہنا کہ دیوبندی اور بریلوی علماء غیب کے علم پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ غلط ہے۔ دیوبندی اور بریلوی علماء دونوں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ غیبؔ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو دے رکھا ہے۔ وہ اپنی ان آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں برزخ کا اور مختلف چیزوں کا، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ ہاں اہلِ حدیث علماء کا عقیدہ ہے کہ علمِ غیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور عام لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مختلف بزرگوں اور آئمہ کو غیب کا علم ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ کشف اور خواب کے ذریعے کئی چیزوں کا علم ہو جاتا ہے۔ کشف والہام اور خواب کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے علم حاصل کیا جائے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض جن ساحر غیب کی کوئی بات چوری کر کے آسمان سے زمین تک پہنچا دیتے ہیں اور وہ کاہن اس بات میں اپنی طرف سے سَو جھوٹ شامل کر کے لوگوں کو بتلا دیتا ہے

یہ شیطانی سلسلے ہیں۔

اسی طرح کشف کے بارے میں یہ کہنا کہ اللہ ہمارے سامنے سے پردے ہٹادیتا ہے اور جو کچھ اس دنیا میں ہورہا ہے ہم دیکھتے ہیں۔ایسے ذریعہ ہیں کہ جس کے ذریعہ سے کوئی بھی علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

امام ابن قیم اور امام ابن تیمیہ کے بارے میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے واقعات اور تجربات ان کی کتابوں میں ملتے ہیں، وہ کتاب الرّوح ہے۔جس میں اس قسم کی باتیں ملتی ہیں اور کتاب الرّوح کے بارے میں علماء تذکرہ کرتے ہیں کہ یہ نسبت امام ابن قیم کی طرف صحیح نہیں ہے۔اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو ہمارے لیۓ حجت کتاب وسنت ہے۔قرآن وحدیث ہے۔کسی امام کی کتاب ہمارے ہمارے لیۓ حجت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

اور شریعت ہمارے لیۓ مکمل ہوگئی، دین اسلام کی تکمیل ہوگئی اب ہماری معیشت کا، معاشرت کا، سیاست کا جو بھی معاملہ ہوگا وہ قرآن وحدیث سے ملے گا۔ہم قرآن وحدیث سے باہر نہیں جاسکتے۔

محمد عاقل: جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا۔فضائلِ اعمال میں ایک قصہ ہے جس میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ فوت ہونے کے بعد اس دنیا میں آئے اور "ایک عورت کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا" اس پر ہم نے یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔اس پر دیوبندی حضرات یہ بحث کرتے ہیں کہ اس سے مراد ہاتھ ملنا نہیں بلکہ ہاتھ اوپر سے پھیرنا ہے۔ان کی اس تاویل کی روشنی میں کیا اس مسئلہ کو اُٹھایا جائے یا نہیں؟ کیا انکی اس بحث میں وزن ہے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: فضائلِ اعمال جس کے مصنف مولانا محمد زکریا صاحب

ہیں۔اس میں انہوں نے اس قصے کو ذکر کیا ہے۔ہمارا اس قصے پر صرف یہی اعتراض نہیں ہے۔یہ تو معمولی اعتراض ہے، بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ نبی ﷺ مدینے کی قبر میں ہیں اور اللہ کے نبی ﷺ مدینے سے پاکستان، انڈیا یا کسی اور ملک میں لوگوں کی مشکل کشائی کے لیئے نہیں آسکتے۔اس قصہ میں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ جب آدمی کی والدہ فوت ہوگئی تو ایک بادل آیا اس بادل سے جو حجاز کی طرف سے آیا تھا۔اس بادل سے ایک آدمی اُترا اس نے میری ماں کے چہرے پر بدن پر ہاتھ پھیرا اور میری ماں کا چہرا صحیح ہوگیا۔جو کہ سیاہ ہو چکا تھا۔اس کی سیاہی دور ہوگئی ورم آچکا تھا ورم جاتا رہا۔

جب وہ شخص واپس جانے لگا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں جو اس مشکل میں کام آئے ہیں اور آپ نے میری مشکل حل کی ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ میں تمہارا نبی محمد ﷺ ہوں۔ہمارا سب سے بڑا اعتراض اس بات پر ہے کہ نبی ﷺ اگر فوت ہونے کے بعد کسی جگہ آسکتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اگر اللہ کے نبی ﷺ اس بات کی قدرت رکھتے کہ اپنی قبر سے نکل کے دنیا میں کسی جگہ جاسکتے تو آپ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کھانے سے بچانے کے لیئے آتے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے میدان میں کوفیوں سے قتل ہونے سے بچاتے اور آکر ان کی مدد کرتے۔

اللہ کے نبی ﷺ نہ اپنے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید ہونے سے بچانے کے لیئے آئے اور نہ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اپنے نواسے کو بچانے کے لیئے آئے۔تو ان مولوی صاحب نے جو یہ تذکرہ کیا ہے کہ درود پڑھنے سے اللہ کے نبی ﷺ وہاں پر آئے اور انھوں نے یہ کام کیا۔ہمارا بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ نبی ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کا تذکرہ کر دیا ہے:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُم مَّيِّتُوْنَ﴾

''اے نبی! (ﷺ) '' آپ نے بھی فوت ہونا ہے اور ان لوگوں نے

بھی فوت ہونا ہے۔"

قرآن مجید اس طرح کے بارے میں بھی تذکرہ کر دیتا ہے کہ:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (سورة الزمر:٤٢)

"اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انھیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لیئے چھوڑ دیتا ہے۔"

نبی ﷺ بغیر روح کے کس طریقے سے اپنی قبر سے بادلوں میں گئے اور بادل سے پھر نیچے آئے اور یہ سارا معاملہ کیا، اس پر ہمارا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ نبی ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور وہ اُسی دن اُٹھیں گے جب عام لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ اس سے پہلے نہ نبی ﷺ قبر سے آسکتے ہیں اور نہ کسی کے جسم پر ہاتھ پھیر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ دوسرا اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے واقعی اپنی زندگی میں کسی غیر محرم عورت کے ساتھ ہاتھ نہیں ملایا۔ جیسا کہ ایک عورت نے بیعت کے لیئے بھی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اللہ کے نبی ﷺ نے اسے ہاتھ پیچھے کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ نبی ﷺ کسی غیر محرم کے ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملاتا۔

تو پھر کس طرح اللہ کے نبی ﷺ آ کر اس عورت کے جسم پر ہاتھ پھیر سکتے ہیں اور یہ کہنا کہ یہ ہاتھ ملنا نہیں بلکہ اُوپر سے ہاتھ پھیرنا ہے۔ چلیں، ہاتھ ملیں نہیں ہاتھ پھیریں، معنیٰ تو ایک ہی بنتا ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیئے بحث اس بات پر نہیں ہے کہ ہاتھ پھیرا ہے یا ہاتھ مَلا ہے۔ بحث اس بات پر ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ مشکل کشا نہیں ہیں، لوگوں کی تکالیف کو دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ

قرآن میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾

''کون ہے جو بے چین کی پکار کو سنتا ہے اور اس کی پکار کو قبول کرتا، اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔''

یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شخص یہ قدرت نہیں رکھتا تو کس طرح سے اللہ کے نبی ﷺ مشکل کشا بن کر اس دنیا میں تشریف لائے اور اللہ کے نبی ﷺ جن کی روح قبض ہو چکی ہے وہ کس طرح دوبارہ زندہ ہو کر یہاں تک پہنچے اور آپ ﷺ نے اس کا علاج کیا؟ تو یہ قصہ من گھڑت ہے اس پر ہمارا بڑا اعتراض یہ ہے۔ البتہ ایک ضمنی اعتراض یہ بھی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ تو غیر محرم عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

محمد عاقل: جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَیْرًا۔ ان منگھڑت واقعات کو جب ہم بیان کرتے ہیں تو عام طور پر رُجحان یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ بجائے اس کے کہ وہ اپنے عقیدے کی اصلاح کریں آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور ان کا ری ایکشن یہ ہوتا ہے کہ آپ فتنہ اور فساد پھیلا رہے ہیں۔ پہلے ہی سے بہت سارے اختلاف ہیں آپ ایک نیا اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے لیئے آپ کیا نصیحت فرمائیں گے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: نبی اکرم ﷺ نے بھی مکہ میں تبلیغ توحید کا آغاز کیا تھا اگر یہ توحید کو پھیلانا فتنہ اور فساد ہے تو نعوذ باللہ نبی ﷺ سب سے پہلے فسادی ہیں۔ آپ نے چوری کے بارے میں، ڈکیتی کے بارے میں، قتل کے بارے میں اور مختلف گناہ جو عرب معاشرے میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں بعد میں کی، سب سے پہلے یہ تبلیغ کی:

((یَاأَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا وَتَغْلِبُ الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ))

''اے لوگو! لاَ اِلٰهَ اِلَّااللّٰه کہو، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے سے تم عرب وعجم کے مالک بھی بن جاؤ گے۔اور اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں بھی داخل کرے گا۔''

تو سب سے اہم چیز عقیدۂ توحید ہے۔عقیدۂ توحید بیان کرنے سے فساد پیدا نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے۔وہ عرب کا معاشرہ جس میں پہلے دن اللہ کے نبی ﷺ نے عقیدۂ توحید بیان کیا تو آپ کو گالیاں دی گئیں۔آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔آپ ﷺ کو ساحر اور شاعر کہا گیا۔وہی عرب کا معاشرہ تھا اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اکیلی عورت فلاں علاقے سے چل کر فلاں علاقے تک پہنچ جائے گی اور کوئی آدمی اس کو بری نگاہ سے دیکھنے والا اس کے مال کو لوٹنے والا نہیں ہوگا۔امن کی حالت میں پہنچ جائے گی یہ عقیدۂ توحید کی برکات تھیں جس سے عرب کا معاشرہ ایسا پرامن معاشرہ بن گیا کہ جس میں اتنی برائیاں جو ہمارے ممالک میں ہر روز ہوتی ہیں یہاں پورے سال میں بھی اتنی برائیاں نہیں ہوتیں، یہ کہنا کہ یہ عقیدۂ توحید کو بیان کرنا فساد کا سبب ہے، اصل میں یہ غلط فہمی ہے۔

جب انسان ایک عقیدہ اپنے آباؤ اجداد سے سیکھتا ہے، جب اس کو ایک نئی بات معلوم ہو اور اس کی زد اُس عقیدے پر پڑے جو اس کے آباؤ اجداد کا عقیدہ ہے تو اس کو چوٹ تو لگتی ہے، لیکن میری ان لوگوں کو یہ نصیحت ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ اگر یہ بات کتاب وسنت سے ثابت ہے۔توحید اور رسالت کی بات ہے قرآن وحدیث کی بات ہے تو یہ نہ دیکھیں کہ آباؤ اجداد کیا کیا کرتے تھے۔بلکہ انھیں چاہیے کہ وہ اپنا پچھلا عقیدہ چھوڑ کر اُس عقیدے کو اپنائیں جو اللہ کے قرآن سے ثابت ہے۔نبی ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔

محمد عاقل: جزَاکُمُ اللّٰهُ خَیْرًا۔فضیلۃ الشیخ! شرعی بَیعت کیا ہے؟ صوفیوں اور دیوبندیوں کی بَیعت کیوں غلط ہے؟ اس کے علاوہ دوسرے بھی بَیعت لیتے ہیں جیسے

جماعت المسلمین، اسرار احمد کی تنظیم اسلامی۔

الشیخ طالب الرحمٰن: بَاعَ یَبِیعُ بَیْعاً وَبَیْعَةً. بیعت اس سے نکلا ہے۔ بَاعَ یَبِیعُ کا معنی ہے بیچنا۔ جب انسان بیعت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بیچتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے مؤمنوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو۔ بدلے میں ملے گا کیا: '' بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں انھیں جنت عطا فرمائے گا۔''

یہ ایک تجارت ہے جو ہم کرتے ہیں، اس تجارت کو اللہ یا اللہ کا نبی ﷺ کرسکتا ہے۔ یا خلیفہ کرسکتا ہے۔ اللہ یا اللہ کے نبی ﷺ سے جب ہم تجارت کرتے ہیں اس کے بدلے میں ہمیں جنت ملتی ہے۔ جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنت کی خوشخبری دنیا میں دی اور باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں عموماً یہ بات کہہ دی گئی:

﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

''اللہ اُن سے راضی ہوگا اور یہ اللہ سے راضی ہونگے۔''

یعنی ہم نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اپنا مال اپنی جان نبی ﷺ کے حوالے کر کے کہتے ہیں۔ جہاں کہیں گے، خرچ کریں گے، جہاں کہیں گے قربان کردیں گے اور اس کے بدلے میں '' بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'': ''اللہ کا نبی ﷺ ہمیں جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔'' جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی))

''جو میرے پیچھے چلا وہ جنتی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے

جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔"

اس طریقے سے خلیفہ کی بیعت ہے: جب ہم خلیفہ کے ہاتھ بیعت کرتے ہیں تو ہم اس کے ساتھ تجارت کرتے ہیں کہ ہم تیرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔اس کے بدلے میں ہمارے مال اور ہماری جان کی حفاظت کرنا تیرا فرض ہے۔ کیونکہ خلیفہ جنت لے کر دے نہیں سکتا۔ یہ نبی ﷺ ہی ہیں جو جنت کا سرٹیفکیٹ دلوا سکتے ہیں۔خلیفہ دوسرے کام کر سکتا ہے یعنی ہمارے مال کو اگر کوئی چھین کر لے جائے یا ہمیں کوئی قتل کرے تو یہ ہمیں قصاص میں بدلا لیکر دے گا۔ ہمارا مال واپس لے کر دے گا۔ جس بیعت میں ایسی کوئی بھی چیز نہ ہو تو وہ بیعت شرعی نہیں کہلاتی۔صرف دو ہی ہستیوں کی بیعت ہو سکتی ہے۔یا نبی ﷺ یا خلیفہ کی۔

محمد عاقل: جزاكم الله خيراً۔قرآنِ کریم میں اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ (سورۂ لقمان:٣٤)

"**مدارج السالکین**" میں لکھا ہے کہ:

"ابوبکر کو کشف سے معلوم ہو گیا انکی زوجہ کے رحم میں لڑکی کا حمل ہے۔اسی کی بنیاد پر علماء دیوبند اپنے بزرگوں کے لیۓ بھی ایسے ہی کشف کا دعویٰ کرتے ہیں۔ان کا کس طرح ردّ کیا جائے؟"

الشیخ طالب الرحمٰن: اللہ تعالیٰ نے غیب کی پانچ چابیاں اپنے پاس رکھی ہیں۔ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ "اللہ کے علاوہ ان کو جاننے والا کوئی بھی نہیں۔"

ان میں سے ہی يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ بھی ہے۔"مدارج السالکین" ایک ایسی کتاب ہے جسکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔دین سند کے ساتھ ہے اگر اسکی سند نہ ہو تو اسکی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ایسے قصے کہانیوں کا تذکرہ جو صوفیوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے وہ غلط ہیں، واہیات ہیں، کوئی سند نہیں ہے۔کوئی دلیل نہیں۔۔یہ دعویٰ کرنا کہ

اس سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے درست نہیں، تو ابوبکر کو ہی کتنی تکالیف آئیں اور ان کو کشف نہ ہوسکا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ان کو کشف نہ ہوسکا۔ ایک آدمی نے مسجد میں جب عمر رضی اللہ عنہ صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھا رہے تھے اس وقت حملہ کیا، آپ کو شدید زخمی کیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک خارجی کے ہاتھوں شہید ہوتے ہیں اور وہ دروازے کے پیچھے چھپا ہوا ہوتا ہے جب ان کو کشف نہیں ہوا تو ان کے بزرگوں کو کشف کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ جو بنیاد بنائی گئی ہے بڑی ہی کمزور بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیب کا علم جاننے والا کوئی بھی نہیں۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْراً۔ عقیدہ طحاویہ میں جو عقائد درج ہیں وہ دیوبندیوں کے عقائد سے کس طرح ٹکراتے ہیں؟ کیا دیوبندیوں نے ان کا رد شائع کیا ہے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: عقیدۂ طحاویہ میں جو عقائد بیان کیئے گئے ہیں یہ اصل میں تفصیل طلب مسئلہ ہے۔ خلیل احمد سہارنپوری اپنی کتاب **المھند** میں لکھتے ہیں کہ ہم عقائد میں اصول میں یا تو ماتریدی ہیں یا اشعری ہیں۔ لیکن فروع میں حنفی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ جو ماتریدیوں اور اشعریوں سے پہلے گزرے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ احناف نے ان کے عقائد کو لینے سے انکار کردیا ہے۔ ان کو فروع میں تو تسلیم کرتے ہیں اصول میں ان کی بات نہیں مانتے تو کیا وجہ ہے؟

اسکی وجہ صرف یہ ہی کہ عقیدہ طحاویہ میں جو عقیدہ اللہ کی صفات کے بارے میں ذکر کیا ہے، اس میں یہ لوگ تاویل کرتے ہیں جیسا کہ المھند میں اس بات کی تاویل موجود ہے، جہاں اللہ کا ہاتھ ہے، جیسا کہ اللہ کا چہرہ ہے، جہاں اللہ کے عرش کا تذکرہ ہے اس کی تاویل کی جاتی ہے۔ یہ کتابیں جو ''الشہاب الثاقب'' حسین احمد کی ہے، اور خلیل احمد سہارنپوری کی جو کتاب ہے وہ کتابیں عقیدہ طحاویہ سے ٹکراتی ہیں اسلیئے یہ لوگ

ان کتابوں کی ترویج کرتے ہیں اور دوسری کتابوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ برصغیر اور عرب ممالک میں آپ کی کتابوں پر ردّ عمل کیا ہے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: ''دیوبندیہ'' چھپنے سے پہلے عرب ممالک میں دیوبندیوں کو اہلِ توحید کے نام پہچانا جاتا تھا۔لیکن آج عرب میں یہ کتاب چھپنے کے بعد ان کو اس حقیقت کا پتہ چل گیا ہے اور وہ جان چکے ہیں کہ دیوبندی بھی اصل میں وہی صوفی بریلویوں سے ہی ملتے جلتے لوگ ہیں ان میں عقیدہ توحید نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ برصغیر میں اس کتاب کے چھپنے کے بعد دیوبندیوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی ہے اور انھوں نے جو دو کانفرنسیں کی ہیں۔ایک انڈیا دہلی میں اور ایک پاکستان پشاور کے قریب۔

اور اس کانفرنس میں کتاب کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے، اس کتاب کے جواب میں دو کتابیں بھی چھپیں ہیں، ایک انڈیا سے غازی پوری کی **وقفة مع اللامذهبية** اور دوسری پاکستان (لاہور) سے انور قرشید کی اس کتاب کے ردّ میں اور کراچی سے ابن الحسن عباسی نے بھی اس کتاب کے بارے میں تبصرہ کیا ہے۔اور ان کتابوں میں اصل میں ہجوم ہے، اہلحدیث کے بارے میں بعض باتیں کی گئی ہیں۔لیکن جو عقائد ہم نے ''دیوبندیہ'' میں ذکر کیے ہیں ان عقائد کا یہ ردنہیں کر سکتے یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم پر بہتان باندھا گیا ہے بلکہ انھوں نے کچھ علماء اہلحدیث پر کیچڑ اچھالا ہے۔جس کا جواب ان شآءاللہ آئندہ طباعت میں دیا جائے گا۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔آپ نے جو جماعتِ تبلیغ کی تاریخ تبلیغی جماعت عربی اور اردو زبان میں تحریر فرمائی ہے کیا ان کتابوں کے وجود میں آنے کے بعد کسی بڑی دیوبندی شخصیت نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔

ط طالب الرحمٰن: ان کتابوں کے چھپنے کے بعد کسی بڑی دیوبندی

شخصیت نے رابطہ نہیں کیا۔عام لوگ ناراض بھی ہوئے ہیں بعض کو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے چھپنے کے بعد ہدایت بھی دی ہے وہ خوش بھی ہوئے ہیں، لیکن کوئی ایسی شخصیت رابطہ نہ کرسکی کہ اس کے بارے میں اس کی رائے معلوم کی جاسکے۔عام لوگوں کے تاثرات اس کتاب کے بارے میں الحمدللہ بہت اچھے ہیں۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔گزشتہ چند ماہ قبل دہلی میں ایک ناشر (جناب محمد انس صاحب) نے توبہ کی ہے جو کہ تبلیغی نصاب اردو، ہندی فرنچ اور انگلش میں چھاپا کرتے تھے۔اور پوری دنیا میں پھیلا رہے تھے۔انھوں نے آپ کی کتاب اور دوسرے علماء کرام کی کیسٹوں سے متاثر ہوکر اور ان سے استفادہ حاصل کرکے دیوبندی مذہب کو چھوڑا ہے۔اور اب انھوں نے قرآن وسنت کو اختیار کیا ہے۔جو لوگ آپ کی تصانیف کے وجود میں آنے کے بعد تبدیل ہورہے ہیں ان لوگوں کے بارے میں کیا نصیحت فرمائیں گے۔

الشیخ طالب الرحمٰن: اللہ کا شکر ہے کہ اس صدی میں بہت سارے لوگ دیوبندیت اور بریلویت کو چھوڑ کر قرآن وسنت کی طرف رجوع کررہے ہیں، ان کے لیے یہ نصیحت ہے کہ یہی دینِ خالص ہے۔یہی اسلام ہے۔انھیں چاہیے کہ کتاب وسنت کو تھامیں، مختلف گروہ جو اس دنیا میں ہیں، وہ تمام گروہ گمراہی کے راستے ہیں، ان میں سے کوئی گروہ جنت میں جانے والا نہیں، ان میں سے صرف ایک گروہ ہے جس کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ)).

''جس پر میں اور آج میرے صحابہ ہیں وہ جماعت جنتی جماعت ہے۔''

اور ایک حدیث میں نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ...))

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا''۔

اور محدثین نے اس گروہ کو اہلحدیث کا گروہ قرار دیا ہے جیسے امام احمد بن حنبلؒ ، امام بخاریؒ ، یزید ابن ہارون اور بہت سے محدثین نے جماعتِ اہلحدیث کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ میرا ان کو یہ پیغام ہے کہ جو نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرآن وحدیث کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو۔

((لَنْ تَضِلُّوْمَااِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا..))

"اور اگر تم نے ان دو چیزوں کو مضبوطی سے تھام لیا، کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے۔"

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰهُ خَیْراً۔ آپ پاکستان میں حنفی علماء سے مناظرے کرتے رہتے ہیں۔ کیا آپ کوئی واقعہ سامعین کے لیے بیان فرمائیں گے کہ جس میں ان کے لیے نصیحت ہو اور وہ اس سے مستفید بھی ہوں؟

الشیخ طالب الرحمٰن: پاکستان میں بہت سے مناظرے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے بہت لوگ تبدیل ہوئے اور بعض جگہ پر علماء بھی تبدیل ہوئے، خاص کر دیوبندی حضرات سے اور بعض مناظرے جماعت المسلمین سے، کچھ مناظروں میں جماعت المسلمین کے اکابر کی توبہ بھی شامل ہے کہ انھوں نے تسلیم کیا کہ حق کتاب وسنت ہی ہے اور جو مسلک اہلحدیث بیان کرتے ہیں وہی حق پر ہیں۔ اس طرح سے مختلف مناظروں میں بریلوی، دیوبندی حضرات سے اور شیعہ سے ہوئے ہیں، ان سے عوام کو بڑا فائدہ پہنچا ہے اور لوگوں کو حق کا پتہ چلا ہے۔

میرا یہ پیغام ہے کہ:

"جس نے حق کو واضح نہیں کیا، اس نے اسلام کی خدمت کا حق ادا نہیں کیا۔"

مناظرہ ایک ایسی چیز ہے جس سے حق وباطل کا پتہ چلتا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے بھی عیسائیوں سے مناظرہ کیا تھا۔ اور جب وہ مناظرے سے فرار ہوگئے تو

مباہلہ تک بات پہنچی تھی اور وہ مباہلہ میں بھی نہیں آئے تھے۔ ہمارے ہاں بھی بعض جگہ مباہلہ کی نوبت آئی ہے اور امین اوکاڑوی صاحب سے جو ایک مرتبہ ملتان ڈسٹرکٹ میں آئے تھے مباہلہ ہوا اور چونکہ مباہلہ اس بات پر تھا کہ جو حق پر نہیں ہے اسکی موت آجائے اور وہ ذلیل وخوار ہو کر مرے اور الحمد للہ میں آج بھی زندہ ہوں ٢٠٠٣ء میں اور دو یا تین سال پہلے امین اوکاڑوی صاحب فوت ہوگئے ہیں اور ملتان کے ساتھیوں نے بتلایا کہ وہ ٹائلٹ میں فوت ہوئے اور انھیں موت بھی بُرے طریقے سے آئی ہے۔ یہ ایک مباہلے کا اثر اور نتیجہ تھا۔ مناظرہ انسان اس وقت کرتا ہے جب دوسری طرف کو دلائل دیئے جاتے ہیں اور اُن کے علماء کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ دلائل کا جواب دیں یا ہمارے عالم سے مناظرہ کریں تو انسان کو حق واضح کرنے کیلئے مناظرے کی ضرورت پڑے تو اس کے لیئے کتاب وسنت سے دلائل دینے چاہئیں۔

محمد عاقل: اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے آپ حج پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان قیمتی لمحات میں آپ علماء دیوبند کو کوئی پیغام دینا پسند فرمائیں گے۔

الشیخ طالب الرحمٰن: علماء دیوبند کیلئے میرا یہ پیغام ہے کہ جیسا کہ وہ اپنے آپ کو اہل توحید کہتے ہیں وہ خالص توحید کو قبول کرلیں اور وہ عقیدہ جو اللہ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں موجود ہے اسے اختیار کرلیں۔ اِسی میں انکی اُخروی نجات بھی ہے۔ اور اگر وہ یہ عقیدہ اختیار نہیں کرتے:

﴿مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾

(سورۃ النسآء:١٤٣)

انھیں چاہیئے کہ بریلویت کی طرف واپس ہجرت کر جائیں اور بریلوی عقائد کو مکمل اپنالیں۔ یا پھر اہلِ توحید کے مکمل عقائد اپنائیں۔ یہ نہیں کہ دونوں کشتیوں میں انھوں پاؤں رکھے ہوئے ہیں۔ اور جس آدمی کے دو کشتیوں پر پاؤں ہوں، وہ ڈوب ہی جاتا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ یا تو توحید کا علم تھام کر اللہ کی جنت حاصل کرلیں یا پھر

بریلویوں کی طرح گندے عقائد اپنا کر رہیں، دنیا میں مال تو انھیں مل جائے گا لیکن ان کو صحیح ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

علماء دیوبند کیلئے یہ میری نصیحت ہے کہ واقعی حقیقی طور پر وہ موحد بنیں اور توحید کو اپنائیں اور اگر وہ عقیدۂ توحید کو نہیں اپناتے تو اعلان کریں کہ ہم میں اور بریلویوں میں کوئی فرق نہیں۔

محمد عاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْراً۔ حج بیت اللہ سے مسلمانوں کو کیا سیکھنا چاہیئے اور کیا آپ امتِ مسلمہ کیلئے نصیحت فرمائیں گے؟

الشیخ طالب الرحمٰن: حج بیت اللہ اصل میں توحید والوں کا اجتماع ہے جسمیں اس بات کا اقرار کیا جاتا ہے:

((لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ))

''اے اللہ! میں حاضر ہوں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔''

علماء کیلئے یہی پیغام ہے کہ حقیقی طور پر عقیدۂ توحید کو اپنا کر اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ کی وحدانیت میں کوئی شریک نہیں۔ توحیدِ الوہیّت میں، توحیدِ ربوبیّت میں اور توحیدِ اسماء وصفات میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانیں، یکتا مانیں اور اُس کے ساتھ چاہے کوئی کتنی ہی بڑی ہستی کیوں نہ ہو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں۔

محمدعاقل: جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْراً۔ آخر میں ہمارے لیۓ اور ہمارے ان اخوان کے لیۓ نصیحت فرمادیجیۓ جو دعوتی کاموں میں مصروف ہیں۔

الشیخ طالب الرحمٰن: وہ اپنے دعوتی کاموں سے مصلحت نامی چیز کو خارج کردیں۔ بعض مصلحت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور حق کو چھپا لیتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو حق وباطل کی تمیز ختم کردیتے ہیں۔ ایسی مصلحت نامی اگر کوئی چیز ہوتی تو نبی کریم ﷺ بھی مشرکین مکہ کے ساتھ یہی انداز اپناتے اور ان کو یہ صریح بات نہ کہتے:

((یَآ اَیُّھَاالنَّاسُ قُوْلُوْ لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ.))

دعوت وتبلیغ کے میدان میں کام کرنے والے ان احباب کیلئے یہی پیغام ہے کہ کتاب وسنت کی جو خالص دعوت ہے اس کولوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور توحید وسنت کے مقابلے میں کسی مصلحت کو نہ لایا جائے اور مَیں انھیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ کیلئے کام کرتا ہے اور قرآن کی اس آیت پر عمل کرتا ہے۔

﴿اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.﴾

وہی وہ کارکن ہے جو اللہ کیلئے جیتا ہے اللہ کیلئے مرتا ہے، اس کی زندگی اور موت اللہ کیلئے ہوتی ہے اسکی نماز اور قربانی اللہ کیلئے ہوتی ہے۔ اس کو چاہیئے کہ اپنی نیت خالص کرے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ یہی مشن انبیاء کا مشن ہے، اس مشن کو علماء نے آگے لیکر جانا ہے کیونکہ اب انبیاء نہیں آئیں گے اور اللہ کے نبی ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں لہٰذا ہمیں اس کام میں محنت کرنی چاہیئے۔ اپنی نیّت خالص کرتے ہوئے، لوگوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، کسی سے نہ ڈرتے ہوئے، خالص کتاب وسنت کی دعوت لوگوں کے سامنے پیش کریں اور جس آدمی کو خالص کتاب وسنت کی دعوت پہنچے اور وہ اسے قبول کرلے، اس پر عمل پیرا ہو تو اس کیلئے ان شاء اللہ جنت میں اونچا مقام ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

چند علماء حضرات وعامۃ الناس کے اہل حدیث ہونے کے مختصر حالات وواقعات۔

مولانا محمد شریف صاحب

خطیب نالی والا (حلقہ حافظ آباد)

یہ مولانا وہاں کی مسجد کے خطیب اور پیش امام ہیں' اور حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے' وہاں پر ہمارے ضلع کے رکن اور مبلغ مولانا عبدالحمید صاحب ڈاہرانوالی نے وہاں پر متعدد تبلیغی دورے کیے اور وہاں پر ایک دو مرتبہ ایک روزہ تبلیغی کانفرنسیں کروائیں' راقم الحروف بھی وہاں کئی مرتبہ گیا' الحمد للہ مولانا محمد شریف صاحب کے راہِ راست پر آ جانے سے ساری آبادی اور وہاں کے چوہدری عبدالغفور صاحب سارے کے سارے الحمد للہ اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ چونکہ ان کی مسجد چھوٹی تھی الحمد للہ اب انہوں نے اپنی مسجد وسیع کرنے کا بھی پروگرام بنالیا ہے۔ اللھم زد فزد.

مولوی سید غلام مصطفیٰ صاحب

نچلے مانگٹ (حلقہ حافظ آباد)

نچلے مانگٹ میں صرف ایک گھر اہل حدیث تھا جو غالباً ضلع انبالہ سے آئے ہوئے تھے' وہ بیچارے بہت پریشان تھے' کیونکہ انہیں کوئی مسجد میں نماز بھی ادا نہ کرنے دیتا تھا۔ چنانچہ راقم الحروف' آج سے قریباً تین سال قبل وہاں گئے اور ایک جگہ بھی مسجد بنانے کے لیے منتخب کی' بلکہ مغرب کی نماز باجماعت وہاں ادا کر کے ایک قسم کا مسجد کا افتتاح کر آئے تھے۔ لیکن چونکہ جماعت کے افراد اتنی جلدی مسجد بنانے کی سکت نہ رکھتے تھے' البتہ اس گاؤں میں حنفیوں کی دوسری مساجد کے علاوہ سید غلام مصطفیٰ صاحب بھی ایک مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے' ویسے وہ اگرچہ حنفی تھے لیکن توحید والے اور برداشت کرنے والے تھے' حضرت شاہ صاحب کی اتنی عالی ظرفی کو بھی تنگ ظرف حنفی قبول نہ کر سکے' چنانچہ گاؤں میں دوسری مسجد میں کسی سخت درشت زبان بریلوی مولوی کو لے آئے۔ چنانچہ اس بریلوی مولوی نے اتنی مغلظات اور سخت زبان استعمال کرنا شروع کر دی کہ وسیع المشرب حنفی بھی اسے برداشت نہ کر سکے۔ حضرت شاہ صاحب انہیں سلجھے ہوئے الفاظ میں جواب دیتے رہے۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب ماشاء اللہ جید عالم دین اور عالم باعمل ہیں۔ چنانچہ یہ جھگڑا چلتا رہا' حتی کہ شاہ صاحب کا اتنا ناطقہ بند کیا کہ انہیں مسجد سے بھی نکلوانے کی کوشش کرتے

رہے‘ حتی کہ یہ جھگڑا قریباً عدالت تک بھی گیا‘ چنانچہ شاہ صاحب نے انہیں کہا کہ بھائی ہم تو صرف حنفی احباب کے ساتھ چلنے کے لیے وسعت ظرف کا ثبوت دے رہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسائل میں دراصل اہل حدیث حق پر ہیں۔ بالآخر ایک دن وہ بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علی الاعلان اہل حدیث ہونے کی توفیق عنایت فرمائی تو گویا اللہ تعالیٰ نے عالم باعمل کو بمع مسجد اور مقتدیوں کے اہل حدیث بنا دیا۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے وہاں اعداد و شمار کروائے‘ ماشاء اللہ ایک سو سولہ افراد اہل حدیث ہوئے جو قریباً اسی گھر ہیں اور عورتیں بچے اس کے علاوہ ہیں اب انہوں نے مسجد کی رجسٹریشن بھی کروائی ہے۔

وہ آدمی مجھے ملے اور اس بریلوی مولوی کو جو بے نقط سنایا کرتا تھا‘ بہت دعائیں دیتے ہیں کہ اگر وہ یہاں نہ آتا اور ہمیں اتنی بے نقط نہ سناتا تو شاید ہم سوچنے کی کوشش ہی نہ کرتے اور آج ہمیں یہ ہدایت نصیب نہ ہوتی۔

اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ مغلظات اور گالی گلوچ تو مسلمان کو زیب ہی نہیں دیتا‘ حدیث شریف میں آتا ہے کہ یہ منافق کی علامت ہے کہ جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اُتر آئے‘ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں منع فرمایا ہے کہ کسی کے جھوٹے خدا کو بھی گالی نہ دو‘ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سچے خدا کو گالی دے۔ مجھے علامہ محمود عباسی صاحب رحمہ اللہ نے ایک واقعہ بتایا کہ ایک دفعہ ایک شیعہ لڑکے نے ایک سنی لڑکے کے سامنے خلفائے ثلاثہ کا نام لے کر گالی دینا شروع کر دیا۔ سنی لڑکا پہلے تو برداشت کرتا رہا‘ بالآخر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی طرح گالی دینا شروع کر دیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ یہ تیرے علی کو گالی دے رہا ہوں‘ میرا علی اور ہے میرا علی اپنے تینوں ساتھیوں کا ساتھی ہے‘ میں اسے گالی نہیں دے رہا۔ چنانچہ شیعہ لڑکے کی زبان بند ہوگئی اور اس کے بعد کبھی بھی اسے جرأت نہ ہوئی کہ برملا گالی دے۔

میرا مقصد صرف یہ ہے کہ گالی دینا اچھے لوگوں کا شیوہ نہیں' یہ برے لوگوں کی عادت ہوتی ہے' علمائے کرام کو تو یہ بالکل ہی زیب نہیں دیتی۔

الحمدللہ ہمارا تبلیغی مشن بڑے پیار سے اور بہت اچھے انداز سے قریہ قریہ' شہر شہر کام کر رہا ہے' زبان میں شائستگی ہے اللہ کے فضل سے ہمارے مبلغ زبان کے زور سے کام نہیں لیتے' بلکہ دلائل کے زور کے ساتھ ساتھ زبان کی شیرینی سونے پر سہاگہ کا کام دیتی ہے یہ اس کا اثر ہے' علمائے کرام مع مساجد کے اور مقتدیوں کے اہل حدیث ہو رہے ہیں۔

اب اس گاؤں میں باقاعدہ جماعت بن گئی ہے اور ان کا انتخاب ہو کر منظم طور پر کام کر رہے ہیں' بلکہ حضرت شاہ صاحب نے ہمارے تبلیغی مشن میں حصہ لینے کے لیے بھی کہا ہے' انتخاب یہ ہے۔

سرپرست جماعت اہل حدیث مانگٹ نچلے

① صدر رانا دل محمد صاحب
② ناظم جناب چوہدری محمد رفیق صاحب
③ ممبر عاملہ' چوہدری کمیدان خاں
④ چوہدری لیاقت علی صاحب
⑤ صوفی نذیر احمد صاحب
⑥ مولانا سید غلام مصطفیٰ صاحب کرنالوی
⑦ نائب صدر چوہدری فخر الدین صاحب
⑧ خازن چوہدری فرزند علی صاحب
⑨ چوہدری عبدالستار صاحب
⑩ جناب اللہ دتہ صاحب
⑪ چوہدری محمد صدیق صاحب

محمد حسین صاحب پردیسی

نشاط آباد۔ ضلع فیصل آباد

مولانا صاحب اپنا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ہم خیرو ضلع امرتسر سے فیصل آباد میں آئے اور مومن آباد محلّہ میں رہائش کی۔ خیرو کا گاؤں قریباً سارا ہی اہل حدیث تھا' سوائے ہمارے گھر کے۔ اور ہمارے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ اہل حدیث وہ لوگ ہیں جو بزرگوں اور نبیوں کے بے ادب اور گستاخ ہوتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے آرہے ہیں اور یہی خیالات ہم میں پیوست تھے' ہماری دادی اور باپ بڑے بڑے شرکیہ وظیفے کیا کرتے تھے۔

محلّہ مومن آباد میں کھڈی کے کام پر لگ گیا اور اسی محلّہ میں مولانا احمد دین صاحب رحمہ اللہ مسجد اہل حدیث میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھ۔ کارخانہ والے مجھ سے بہت تنگ تھے' کیونکہ میں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا' کیونکہ وہ مجھے رکھنے پر مجبور تھے' کیونکہ میں اپنے کام کا استاد مانا گیا تھا۔ اور میرے بغیر ان کا کام نہیں چلتا تھا۔

ایک دن مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی رحمہ اللہ کسی مناظرہ کے لیے لائلپور آئے' لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کو جاتے اور ان سے دعائیں کرواتے۔ میں کہتا تھا کہ گستاخ رسول کی زیارت کو کیوں جاتے ہیں؟ یہ بے وقوف ہیں' اب میں افسوس کرتا ہوں کہ میں زیارت سے مشرف کیوں نہ ہوا۔

ہمارے محلّہ میں قریباً ہر دوسرے تیسرے دن باری باری سے ہمارے جلسے ہوتے رہتے' ایک دن اہل حدیثوں کا اور ایک دن ہمارا' اور ایک دوسرے کی خوب تردید کرتے تھے۔ ہم مولوی سردار محمد کے پاس جاتے اور کہتے آپ بھی چلیے اور ان کا ردّ فرمایئے وہ ہر مرتبہ وعدہ کرتے کہ اب آؤں گا ہم اشتہار چھپواتے اور اپنی مسجد سے خوب اعلان کرتے' لیکن رات کو ان کی بجائے کوئی ان کا چیلہ آ جاتا اور ایک دن مولانا احمد دین صاحب نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ روزانہ اعلان ہوتا ہے کہ آج مولانا سردار صاحب آئیں گے لیکن میری بات لکھ لیں کہ مناظرہ تو کجا جب تک یہ فقیر یہاں ہے' مولوی سردار صاحب یہاں نہیں آ سکتے اور اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہاں نہیں آ سکتے' اگر وہ یہاں آ جائیں تو وہ سچے اور میں جھوٹا۔

اس اعلان کے بعد چھ سات سال مولوی سردار محمد صاحب زندہ رہے' لیکن وہ واقعی مومن آباد نہ گئے' تب مَیں نے سوچنا شروع کیا کہ کیا بات ہے' بالآخر میں نے مولانا عبدالکریم صاحب سے قرآن کا ترجمہ وتفسیر پڑھنا شروع کر دیا (ان کے پاس ہی میں کام کرتا تھا) اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ترجمہ وتفسیر پڑھنے کے بعد مجھے اللہ نے سمجھ عنایت فرمائی اور میں اہل حدیث ہو گیا۔ اب میں پنجابی نظموں کی کتابیں لکھتا ہوں اور میں جلسوں میں جا کر پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

سید بارک اللہ صاحب

دھرنگ۔ ضلع گوجرانوالہ

شاہ صاحب اپنا واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ہم لوگ پارٹیشن میں فیصل آباد ئے ابھی میں نوجوان تھا' خاندانی سیادت اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی تھی' لیکن گھر سے بے گھر ہونے کے بعد پیٹ پالنے کے لیے وہاں پر ہی کھڈی کا کام شروع کر دیا' محلّہ میں مسجد اہل حدیث تھی وہاں ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ چونکہ آبائی طور پر حنفی المسلک تھے' اس لیے باوجود نماز پڑھنے کے اہل حدیثوں سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ ایک دن مجھے ان بزرگوں نے جن کے پاس میں کام کرتا تھا' مجھے مشکوٰۃ شریف دی اور کہا کہ بیٹا تم ذہین معلوم ہوتے ہو اور دین دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہو یہ حدیث شریف کی کتاب ہے اور مترجم بھی ہے اسے پڑھا کرو' چانچہ میں نے انہیں کے پاس سے پڑھنا شروع کر دیا مجھے انہوں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ اہل حدیث ہو جاؤ اس کے باوجود وہ مجھے کبھی کبھی جماعت کرانے کے لیے کہہ جاتے' بلکہ عدم موجودگی میں جمعہ پڑھانے کے لیے بھی کہہ جاتے۔

انہی دنوں مجھے گوجرانوالہ آنے کا اتفاق ہوا' چونکہ سارے کنبہ کے افراد بدوملہی وغیرہ کی طرف پھیل گئے تھے' میں انہیں ملنے گیا' وہاں سے کوٹلی مقبرہ والی قریب تھی' وہاں بھی ہمارے رشتہ دار بیٹھے تھے' وہاں جمعہ آ گیا تو میں نے پوچھا یہاں جمعہ نہیں ہوتا؟ انہوں نے کہا کہ دھرنگ میں جمعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جمعہ اد

کرنے کے لیے دھرنگ آیا' وہاں مولوی صاحب کوئی نہ تھے' انہوں نے مجھے کہا کہ آپ جمعہ پڑھادیں' میں نے جمعہ پڑھادیا۔ گاؤں والوں نے مشورہ کیا اور کہا' شاہ جی آپ یہاں ہی آجائیں۔ چونکہ کسمپرسی کے حالات تھے ہی' کہا ٹھیک ہے۔ وہاں ایک ہی مسجد تھی میں جمعہ پڑھاتا رہا' کتابیں پڑھنے کا مجھے شوق تھا وعظ اور خطبہ تیار کرنے کے لیے کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ ایک جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا اور محبت رسول ﷺ کا مضمون تھا' یہ حدیث سامنے آئی "من أحب سنتي فقد أحبني". کہ میری محبت کی علامت یہ ہے کہ میری سنت سے محبت ہو۔

چنانچہ یک لخت میرے دل میں خیال آیا تو میں نے اعلان کردیا کہ آج میں نماز جمعہ سنت کے مطابق ادا کروں گا' آپ لوگ بھی رفع الیدین کریں۔ میں بھی کروں گا اور آمین بھی اونچی آواز سے کہوں گا۔ آپ بھی اونچی آواز میں آمین کہنا' وہ میری زندگی کی پہلی نماز تھی جو سنت کے مطابق تھی۔ الحمد للہ اللہ نے میری زبان میں یہ تاثیر ڈالی کہ گاؤں کی اکثریت میرے ساتھ اہل حدیث ہوگئی' لیکن چند افراد رہ گئے' انہوں نے مخالفت شروع کردی۔ بلکہ انہوں نے مجھے مسجد سے بھی نکال دیا جو لوگ میرے کہنے پر سنت کے شیدائی بن چکے تھے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ الحمد للہ اب الگ عالیشان مسجد بھی بن چکی ہے اور آج تک وہاں دین کی خدمت سرانجام دے رہا ہوں' گاؤں اگرچہ بالکل چھوٹا ہے اور ضروریات بھی بڑھ چکی ہیں لیکن خدمت دین کے لیے وہاں کا ہوگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

الحاج نور محمد صاحب

محلّہ چیاں۔ فیصل آباد

ان کے اہل حدیث ہونے کا واقعہ میرے ساتھ خانہ کعبہ میں مولانا عبدالمنان صاحب چک نمبر ۲۰۳ آر بی۔ مانانوالہ' ضلع فیصل آباد نے بیان فرمایا تھا' چونکہ بغیر تحقیق کے بات لکھنا گوارا نہیں ہوتا' میں خود حاجی نوراحمد کے پاس گیا اوران کی زبان سے واقعہ سن کرلکھ رہاہوں۔ آپ خودفرماتے ہیں۔ حج کو گئے اور مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ جانے کے لیے ٹیکسی کا انتظام کیا' ہم پانچ رفیق سفر تھے جن میں سے حضرت قاری عبدالخالق صاحب رحمانی کراچی والے بھی تھے اوران پانچ میں سے حنفی المشرب صرف میں ہی تھا۔ بدر کے مقام پر ہمیں ظہر کی نماز کا وقت آیا' ہم نے نمازی پڑھی اور تعارفی گفتگوشروع ہوگئی' سارے احباب ہی دہرے تہرے حاجی تھے۔ قاری صاحب فرمانے لگے' حاجی صاحب' حج تو آپ نے سب سے زیادہ کیے ہیں' لیکن ابھی نماز تو آپ کی سنت کے مطابق نہیں ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے مسائل کی تحقیق کے لیے فرمایا۔ تو میں نے سب سے پہلے رفع الیدین کا مسئلہ تحقیق کے لیے منتخب کیا۔ رفع الیدین پر دلائل میں نے لکھ لیے اور علمائے احناف سے پوچھنا شروع کردیا۔ اس سال حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب فیصل آباد سے حج پر تشریف لائے ہوئے تھے' میں نے ان سے بھی پوچھا' انہوں نے بڑے واشگاف الفاظ

میں فرمایا' بھائی یہ بھی سنت ہے تو میں نے پوچھا' پھر آپ کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا: میں بھی کبھی کبھی کر لیتا ہوں۔ اس کے بعد میں فیصل آباد آ کر بھی تحقیق کرتا رہا' بلکہ میں نے اپنے علماء کو کہا کہ بھائی پھر نہ کہنا کہ یہ وہابی ہو گیا ہے' مجھے ان دلائل کا توڑ بتائیں۔ بالآخر میری تسلی کسی نے بھی نہ کی اور میں نے رفع الیدین کرنا شروع کر دیا۔

آج الحمدللہ حاجی صاحب کے صاحبزادے جامعہ سلفیہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں' اور سارا خاندان اہل حدیث ہو گیا ہے۔

مولانا عبدالقادر صاحب

یہ مقام مال اعوان تحصیل ٹانک' ضلع ڈیرہ اسماعیل خان' فارغ التحصیل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' ضلع پشاور کے بیان کرتے ہیں کہ میں نے علم پڑھنے کے بعد کتابوں کو تحقیقی نظر سے دیکھا' جس کی وجہ سے میں تقلید سے متنفر ہو گیا۔ کتابوں میں سے اعلام الموقعین (ابن قیم)' الاجتہاد فی التقلید (مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری)' طریقہ محمدی' اتباع محمدی وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کیا اور اپنے اساتذہ سے مسائل پوچھنا شروع کر دیا' لیکن مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا گیا۔ بالآخر میں اہل حدیث ہو گیا' مجھے اگرچہ مسلک اہل حدیث قبول کرنے کی پاداش میں بہت تکالیف اٹھانا پڑیں بلکہ اچھی خاصی پٹائی بھی ہوئی' لیکن اللہ کے فضل سے میں ثابت قدم رہا۔

آج مولانا عبدالقادر صاحب جامعہ سلفیہ میں مدرس لگے ہوئے ہیں اور اللہ کے فضل سے درس و تدریس کے شغل میں مشغول ہیں۔

مولانا سید مختار احمد صاحب

یہ سید صاحب راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے ہیں۔ جام پور میں جلسہ ہو رہا تھا' مولانا عبداللہ صاحب فیصل آبادی تقریر کر رہے تھے۔ بڑا بھر پور جلسہ ہو رہا تھا۔ مجمع خوب جما ہوا تھا۔ سید صاحب جلسہ کے دوران اٹھ کھڑے ہوئے' مولوی عبداللہ صاحب فرماتے ہیں میں سمجھا کہ کوئی معترض اعتراض کرے گا' لیکن شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے آپ کے دلائل کو سنا اور میں بہ حیثیت ایک عالم ہونے کے دلائل کو وزنی سمجھتا ہوں اور آپ حق پر ہیں' میں آج اس بھرے جلسہ میں اعلان کر رہا ہوں کہ آج سے میں اہل حدیث مسلک کو قبول کر کے اسی پر عمل پیرا رہوں گا۔

مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کا ایمان افروز واقعہ

یہ واقعہ مولانا محمد صادق صاحب عتیق خطیب جامع مسجد اہل حدیث بیت المکرّم حافظ آباد روڈ۔ گوجرانوالہ نے بیان فرمایا تھا' مولانا احمد علی صاحب نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مولانا عبدالحمید صاحب سوہدروی مشہور عالم دین مبلغ اہل حدیث کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ مولانا عبدالحمید صاحب اپنے حرم محترم کو سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کی ترغیب دی اور مسئلہ رفع الیدین کے دلائل بیان کیے۔ جب وہ اپنے باپ کے گھر لاہور گئیں تو شکایت کی کہ ابا جی میرے خاوند مولوی عبدالحمید صاحب مجھے رفع الیدین پر مجبور کر رہے ہیں۔ میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: ''بیٹا رفع الیدین کیا کرو' تمہیں دوگنا ثواب ہوگا' ایک سنت رسول پر عمل کرنے کا' دوسرا اپنے خاوند کی اطاعت کرنے کا۔''

اللہ تعالیٰ پرانے بزرگوں کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے' وہ حنفیت کو اسلام نہیں سمجھتے تھے' کہ ان کے چھوڑنے سے ارتداد وارد ہو جاتا ہے اور نہ ہی اپنے امام کو پیغمبر سمجھتے تھے' کہ ان کی مخالفت سے کفر لازم آتا ہو' اس لیے وہ وسعت کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے مولانا احمد علی صاحبؒ ساری زندگی عید کی نماز الگ نہ پڑھتے تھے' بلکہ مولانا داود غزنویؒ کے پیچھے پڑھتے رہے۔

فجزاهم الله أحسن الجزاء.

سید مختار احمد صاحب

سید مختار احمد صاحب کے ساتھ ہماری ۱۹۸۱ء کی گھرجا کھ کانفرنس میں ان کے ساتھ حاجی محراب محمد بلوچ دریشک سے ملاقات ہوئی جو کہ صرف اہل حدیث ہی نہیں بلکہ اہل حدیث گر ہیں۔ انہوں نے کتنے ہی لوگوں کو اہل حدیث کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے راجن پور کے قریب ہی تلوک والے پل دھندی کے مناظرہ کی روئیداد سنائی' وہاں پر حنفی مولوی محمد اکمل نے ہمیں تحریری چیلنج دیا تھا' چنانچہ ہم مقررہ تاریخ پر وہاں اونٹوں پر کتابیں لاد کر پہنچ گئے' بلکہ علاقہ بھر کے کافی اہل حدیث تقریباً سو ڈیڑھ سو اکٹھے ہو گئے۔ جب حنفیوں نے دیکھا کہ علمائے کرام آ گئے ہیں اور مناظرہ کرنا ہی پڑے گا تو انہوں نے پولیس کو اطلاع کر دی کہ اہل حدیث جتھے بن کر ہم پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ تو پولیس فوراً ''جائے واردات'' پر پہنچی۔ چنانچہ تھانے دار نے حاجی صاحب سے پوچھا کہ آپ یہاں کیسے آئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا' ہمارے حاجی صاحب میزبان نے خیرات پکائی ہے وہ کھائیں گے' پھر ہم کو مناظرہ کا چیلنج ملا ہوا ہے' گفتگو کریں گے۔

پھر تھانیدار دوسری پارٹی کی طرف گیا کہ آپ لوگ خود تو چیلنج دیتے ہیں' پھر وہ کیوں نہ آئیں' مولوی اکمل صاحب نے کہا کہ ہم نے کوئی چیلنج نہیں کیا۔ چنانچہ حاجی محراب محمد نے وہ تحریری چیلنج نکال کر تھانے دار کو دکھایا تو تھانیدار

صاحب برہم ہو کر مولوی اکمل کو ڈانٹنے لگے کہ تم خود شرارت کرتے ہو۔ پھر جھوٹ بولتے ہو اور ٹالنے کے لیے ہمیں بلاتے ہو یہ جو اتنے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں ان کے اخراجات کا کون ذمہ دار ہے۔ پھر ایک سوزوکی والے کو بلایا کہ تم کرایہ کیا لیتے ہو؟ اس نے کہا ستر روپے۔ چنانچہ فوراً مولوی صاحب سے ستر روپے لے کر سوزوکی والے کو دیے اور انہیں لدھوا کر واپس بھیجا۔ الحمد للہ احناف کی غلط بیانی کا یہ اثر ہوا کہ جہاں ایک بھی اہل حدیث نہیں تھا' اب وہاں پر مسجد بن رہی ہے' پندرہ بیس گھر اہل حدیث ہو گئے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ ۝﴾

مولانا خیر الرحمٰن صاحب

موضع گڑی شریف خاں۔ ضلع پشاور

ضلع کے آخری سرحد پر چارسدہ سے ۶ میل پشاور روڈ پر ان کا گاؤں ہے۔ یہ دراصل علاقہ مہمند موضع محمد زئی جو کہ گنداب سے قریباً بارہ میل آگے ہے کہ رہنے والے ہیں۔ جو کہ اب گڑھی شریف خاں میں رہائش پذیر ہیں، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اتنے دور دراز علاقوں کے لوگ بھی اہل حدیث ہو رہے ہیں۔

درحقیقت ان کا علاقہ تو مجاہدین یاغستان، خصوصاً مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ امیر المجاہدین چمرکنڈ کے درس و تدریس اور تعلیمی و تبلیغی کوششوں کا اثر ہے بلکہ یہ بیج دراصل حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ کا بویا ہوا ہے، جس کے بقیۃ السلف میں سے مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ تھے اور مولانا فضل الٰہی صاحب کو چونکہ اس علاقہ میں بہت کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اب ان کی تعلیمی و تبلیغی کوششوں کا ثمرہ نظر آ رہا ہے۔

علاقہ نورستان بھی ان کے ساتھ ملحق علاقہ تھا، یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے تحریک آزادی افغانستان میں اُٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور سب سے پہلے شہید ہونے والی مولوی گل محمد صاحب رحمہ اللہ، وہاں کی جمعیت اہل حدیث کے امیر تھے اور اب الحمد للہ نورستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان بھی ہو چکا ہے وہاں پر قاضی مقرر کر دیے گئے ہیں۔

اور سرحد کے اندر کی طرف زگئی جو کہ بہت بڑے ملاؤں کا گاؤں ہے اور

سارا علاقہ انہی کے کنٹرول میں تھا' وہ چونکہ حنفی تھے اور جمعہ بستیوں میں پڑھنے کے قائل نہ تھے' لیکن اب وہاں پر بھی کچھ سر پھرے لوگ اُبھرے ہیں اور انہوں نے وہاں پر جمعہ شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ پنجاب کے احناف کا بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے کا مسلک نہیں ہے اس کے باوجود دیہات میں جمعہ شروع کرا رہے ہیں' لیکن سرحد کے علاقہ جات میں ایک بہت بڑی جسارت ہے' کیونکہ وہاں پر حنفیت سے علیحدگی کو اسلام سے انحراف کے مترادف سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ باجوڑ کے علاقہ میں جہاں قبر پرستی ان لوگوں کا مذہب بن چکا ہے' الحمد للہ اب وہاں پر ترخو سے قریباً دو ڈھائی میل پر ایک مزار پر میلہ لگتا تھا' اس میں مرد اور عورتیں سب جاتے تھے' تو اب وہاں پر بھی ایک ایسا انقلاب آیا ہے کہ وہاں مولانا عبدالجبار صاحب کی تبلیغ کا اثر ہے کہ تمام دیہات میں اعلان کر دیا کہ عورتوں کو مزاروں پر نہیں جانا چاہیے۔ بالآخر پچھلے سال نوبت یہاں تک پہنچی کہ علاقہ کے تمام علماء نے مل کر عورتوں کو مزار پر جانے سے روک دیا' بلکہ یہ اعلان بھی کر دیا کہ جو عورتیں مزار پر جائیں گی ان کو شوٹ کر دیا جائے گا۔ الحمد للہ اب میلہ ختم ہو گیا ہے اور یہ سب ہمارے بزرگ مجاہدین کی تعلیم و تبلیغ کا اثر ہے۔ یعنی جو بیج مجاہدین نے ڈالا تھا' اب وہ پر پرزے نکال رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ بھی وقت لے آئے گا یہ درخت پھلے پھولے اور بار آور ہو۔

حافظ شیر محمد صاحب لودھراں

مولانا عبیدالرحمٰن صاحب جن کی لودھراں میں مرمت سلائی مشین کی دوکان ہے جو کہ اس وقت لودھراں کی جماعت کے رکن رکین ہیں' نے بیان کیا کہ ہمارے والد صاحب حافظ قرآن تھے اور نہایت پرہیز گار سے مسلمان تھے جلالپور پیروالا میں کبھی کبھار مسئلہ پوچھنے چلے جاتے تھے' خود بخود مسائل کی تحقیق کر کے اہل حدیث ہو گئے تھے۔

دراصل ہر مخلص مسلمان اپنی نجات کو مقدم رکھتا ہے اور ہر وہ مسئلہ جو کسی غلطی کی بنا پر عمل پیرا ہوا سے چھوڑنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبند علمائے کرام اکثر سمجھ سوچ کر تحقیق کرنے سے اہل حدیث ہو رہے ہیں اور عوام کو بھی جب کسی مسئلہ میں الجھن ہوتی ہے تو اپنے علماء سے پوچھتے ہیں تو وہ انہیں مطمئن نہیں کر سکتے' بالآخر جزوی تحقیق سے اس مسئلہ کی وجہ سے اہل حدیث ہو جاتے ہیں۔

بلکہ میں نے تو جس کو پوچھا وہ ہی چند پشتوں سے ہندوؤں سے مسلمان ہوئے اور پھر اسلام کی تحقیق میں اہل حدیث ہو جاتے ہیں۔

حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ جب گوجرانوالہ بطور خطیب مقرر ہوئے تو گوجرانوالہ میں صرف تین مسجدیں اہل حدیث کی تھیں اور مولانا حاجی پورہ محلہ میں رہتے تھے' دو آدمی اپنے ساتھ لاتے اور نماز یا جمعہ پڑھا کر ساتھ

حاجی پورہ لے جاتے' صرف قلت ہی نہ تھی بلکہ خوف بھی تھا' لیکن جب مولانا فوت ہوئے تو گوجرانوالہ میں پینسٹھ مساجد اہل حدیث کی بن چکی تھیں۔ "الحق یعلو ولا یعلی". حق ہمیشہ غالب ہی ہوتا رہتا ہے' مغلوب نہیں ہوتا۔ اور آج جب یہ الفاظ لکھے جا رہے ہیں' یعنی ۱۹۹۱ء تک قریباً ڈیڑھ صد مساجد اہل حدیث کی ہو چکی ہیں۔

صوفی احمد دین صاحب

دیونہ۔ گجرات۔ حال گوجرانوالہ ناظم تبلیغ ضلع گوجرانوالہ

بندہ کی پیدائش دیونہ گاؤں جو ضلع گجرات میں اہل حدیث کا پہلا گاؤں ہے ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ مرکزی مسجد اہل حدیث مولانا حافظ محمد عالم صاحبؒ جو مولانا حافظ عبدالمنانؒ محدث وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔ خطابت وامامت اور طلبہ کو درسِ نظامی تک پڑھاتے تھے۔

چند گھر احناف تھے' مگر جمعہ وہ استاذی المکرّم کے پیچھے ہی ادا کرتے تھے' بندہ کا پورا خاندان بریلوی تھا' وہابیوں سے سخت نفرت تھی اس لیے مسجد میں نہیں بھیجتے تھے۔

گاؤں میں پرائمری کی چار جماعتیں پاس کر کے پانچویں جماعت میں گجرات زمیندارہ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ سوائے چند اساتذہ کے تمام اساتذہ بمعہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے اہل حدیث تھے۔ صبح خود ہیڈ ماسٹر سید ناظر حسین قدوسی ترجمہ قرآن کریم تمام طلبہ کو پڑھاتے تھے اور نماز ظہر بھی باجماعت ہوتی' حجامت اور لباس اسلامی ہوتا جو اس کی خلاف ورزی کرتا' جسمانی سزا خود ہیڈ ماسٹر صاحب دیتے۔ بندہ گھر کے ماحول کی وجہ سے سکول سے چھٹی کے بعد چوک پاکستان مفتی احمد یار گجراتی مرحوم کی مسجد میں چلا جاتا' وہاں نماز ظہر اور عصر ان کی اقتداء میں پڑھتا اور عصر کے بعد اپنے گاؤں پیدل جاتا اور پیدل ہی آتا۔

میٹرک تک صرف تین غیر حاضریاں ہوئیں۔

ایک پٹھان جو ماموں جان کا فوجی دوست تھا' اس سے نماز سیکھی اور پٹھان نماز بریلوی مساجد میں پڑھتا' تمام بڑے بڑے درباروں' مزاروں پر جاتا تھا۔

ایک روز مجھے گاؤں کی مسجد میں پرانا پنجابی اشعار کا ورق ملا جس پر یہ شعر تھے......

ککھ نہ چھوڑے جتھے ڈگے طبق زمین اڈاوے
اینویں آمین منافق دا سارا بدن جلاوے
ایڈا جوش کدے نہ آوے جے سو شرک کماوے
بھانویں اس دی عورت یارو ظاہرا برا کماوے
پر آمین آکھن والے تائیں ہر کوئی مارن آوے
کھوتے چارن والا بھی اس نوں برا مناوے
کنجراں وانگوں جنھے یارو ساری عمر گزاری
اوہ بھی فاتحہ خلف الاماموں کردا گریہ زاری
گریہ زاری تھیں اوہ یارو لگ گئی اس بیماری
تد تک اس نوں آرام نہ آوے جد تک ہوئے نہ عاری

یہ اشعار پڑھنے کے بعد مولوی محمد اسمٰعیل جو مولانا محمد عالم صاحب کے شاگرد تھے' پوچھا آپ اونچی آمین کیوں کہتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ بہرہ ہے؟ انہوں نے کہا' اونچی آمین کہنی نبی ﷺ کی سنت ہے اور صحیح بخاری میں حدیث آتی ہے۔ بندہ نے ظہر کی نماز مفتی احمد یار صاحب گجراتی کے پیچھے پڑھ کر سوال کیا کہ اُونچی آمین کہنی حدیث میں آتی ہے؟ انہوں نے فرمایا' کوئی نہیں آتی۔ گھر آ کر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے بخاری شریف کی آمین والی حدیثیں'

پھر باب آمین اصل عربی میں لکھائی اور دوسرے کاغذ پر اس کا ترجمہ لکھا اور صفحہ بھی لکھا لیا۔

سکول تفریح کے بعد مولانا محمد عالم صاحب جو ہمارے اسلامیات اور عربی کے استاد تھے' اس کو عربی عبارت پڑھائی اور پوچھا' یہ کیا ہے' انہوں نے فرمایا' یہ بخاری شریف کی صحیح حدیث ہے۔ میں نے ان سے ترجمہ لکھوایا تو جو مولوی اسمٰعیل صاحب نے ترجمہ لکھا تھا' مل گیا۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا' کیا آپ بھی اونچی آمین کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں' میں نے کہا' کیوں؟ وہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ وہ حنفی تھے۔ رات کو گھر آ کر مولوی اسمٰعیل صاحب سے صحیح بخاری لے لی۔ اور نماز ظہر کے بعد مفتی احمد یار گجراتی صاحب کو کہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اونچی آمین والی کوئی حدیث نہیں اور کسی حدیث میں نہیں آیا' بندہ نے صحیح بخاری کی حدیث نکال کر کتاب ان کے آگے رکھ دی اور حدیث کی عبارت پر انگلی رکھ کر کہا پڑھو۔

انہوں نے کتاب کو بند کر دیا اور مجھے قریب کر کے فرمایا' آپ بہت ذہین' نمازی اور اچھے بچے ہیں' یاک وقت ایک ہی کام ہوتا ہے۔ آپ پورا وقت سکول کی تعلیم پر لگائیے' سکول کی تعلیم مکمل ہو جائے گی پھر دین کا علم سیکھنا پڑھنا' یہ سب انہوں نے اونچی آواز سے فرمایا جو تمام نمازیوں نے سنا' پھر مجھے اپنے قریب کر کے میرے کان میں آہستہ سے فرمایا کہ کتاب وہابیوں کی ہے بندہ خاموش ہو گیا۔ اس وقت سکول میں اتوار کو چھٹی ہوتی تھی' اتوار کو لاہور چلا گیا۔ کشمیری بازار میں جلال دین' چراغ دین اور دیگر کتب فروشوں سے بخاری نکال کر دیکھی جو مولوی اہل حدیث نے حدیث لکھ کر دی تھی' لکھی تھی میں نے کہا' یہ وہابیوں کی بنی ہوئی کتاب ہے' تاجر کتب نے کہا' یہ نبی ﷺ کی صحیح بخاری شریف حدیث کی قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ اس لیے اس

کے ساتھ صحیح بخاری لکھا ہے۔ میں نے کہا' ہمارے مفتی احمد یار صاحب کہتے ہیں کہ وہابیوں کی کتاب ہے' کتب فروش نے کہا' یہ ان کی بات غلط ہے۔

سوموار سکول سے فارغ ہو کر ظہر کی نماز مفتی احمد یار صاحب گجراتی کے پیچھے پڑھی اور عرض کیا' جناب میں آپ کو صحیح بخاری شریف کی کتاب سے آمین بالجہر کی حدیثیں دکھائیں اور جناب نے کتاب بند کر کے فرمایا' یہ وہابیوں کی کتاب ہے۔

اب برائے مہربانی مجھے سنیوں کی حدیث کی کتاب دکھایئے' میں نے یہ یہ مسئلہ پڑھنا ہے۔

وہ فرماتے کہ آپ کو کسی وہابی مولوی نے گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

اب اس کے بعد بندہ مسجد اہل حدیث میں نمازیں پڑھنی شروع کر دیں اور مولوی محمد عالم سے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کر دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے مسلک حقہ اہل حدیث نصیب ہو گیا۔ تقریباً ۱۴ سال پہلے مولانا حافظ محمد عالم صاحب اور کچھ سید میر شاہ رحمہ اللہ سے سات سال میں کتاب و سنت کا علم پڑھا۔

صبح دس میں قرآن مجید استادِ مکرم کی موجودگی میں ختم کیا' اب تک اللہ تعالیٰ اپنے دین حقہ کی خدمت لے رہا ہے۔ اللہ آخری دم تک اسی مسلک حقہ اہل حدیث کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور اسی پر خاتمہ بالا یمان کرے۔

قاری محمد اسمٰعیل صاحب

گھر جاکھ۔ گوجرانوالہ' فاضل سبع قراءت

حضرت قاری محمد اسمٰعیل صاحب قراءت کے فن کے مانے ہوئے استاد اور ہم سبق حضرات میں سے ایک لائق' ہونہار قاری تھے۔ اکثر انہیں اہل حدیث کے مدارس میں بھی پڑھانے کا وقت ملتا رہا ہے۔ لیکن وہ یہ شرط پہلے کر لیتے' بھائی میں دیوبندی ہوں' اگر بحیثیت دیوبندی تمہیں قبول ہے تب میں حفظ کے شعبہ کی مدرسی قبول کرتا ہوں۔ کل کو مجھے اہل حدیث ہونے یا رفع الیدین کرنے کے لیے کہنا ہے تو پہلے بتا دو کہ میں ابھی سے ہی انکار کر دوں اور باقاعدہ شرائط طے کر کے مدرس مقرر ہوتے۔

تقدیراً انہیں راہوالی مسجد اہل حدیث کے شعبہ حفظ میں لے گئی' بہت اچھا وقت گزرتا رہا' ان کے پاس ہمیشہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کے ترجمہ والا قرآن پاک ہوتا جس کو باقاعدگی سے مع ترجمہ تلاوت کیا کرتے تھے۔

بچہ کی دودھ پلانے کی مدت کا معاملہ قرآن پاک میں دو سال مقرر ہے کہ جس بچہ کو پوری رضاعت دودھ پلانا ہو اس کی دو سال کی مدت قرآن نے مقرر کی ہے۔ ایک دن مطالعہ کرتے ہوئے سورۂ لقمان کی آیت ۱۴ کا ترجمہ کے مطالعہ سے گزرے' وہاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کے حاشیہ پر فرمایا ہے: "وفصاله عامين" کہ دودھ پلانا والدہ کا بچہ کو دو برس ہیں۔ "دودھ

چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی ہے باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے' امام ابوحنیفہؒ جو اڑھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی' جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔'' میں نے بار بار دیکھ کر پھر مولوی محمد رفیق صاحب سے پوچھا اور بہت غور کیا کہ قرآن نے تو دو سال مدت رضاعت مقرر کر دی ہے لہٰذا اس سے کم ہو سکتی ہے اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی ''لمن أراد أن یتم الرضاعة'' یعنی عدت رضاعت پوری دو سال تک ہے اس سے زیادہ نہیں ہے اور پھر بحیثیت حنفی ہونے کے مولوی صاحب نے حنفی مذہب تو بیان کر دیا' لیکن چونکہ قرآن پاک کی صریح آیت کے خلاف تھا اس لیے یہ کہہ دیا کہ ''ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔'' کیا قرآن کے مقابلہ میں کوئی اور دلیل کونسی ہو سکتی ہے؟ میں سمجھ گیا کہ آج تک اہل حدیثوں سے اعتراضات سنتے آئے ہیں وہ درست ہی ہیں' کیونکہ ''ہوگی'' سے تو دلیل نہیں بن سکتی۔ یعنی اپنے ہم مشرب بزرگ کے حاشیہ کو پڑھ کر اہل حدیث ہو گئے۔

ایک اور آدمی نے کہا کہ میں مولوی احمد یار خان صاحب کی کتاب ''**جاء الحق**'' پڑھ کر اہل حدیث ہوا تھا' کیونکہ جہاں سے پڑھتا سوائے غلاظت' جھوٹ اور گالیوں کے کوئی چیز نہ ہوتی' اس انسانیت سوز عبارت نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں پوچھوں کہ یہ اللہ کا بھیجا ہوا اور رسول اللہ ﷺ پر نازل یہی مذہب ہوا تھا' یہ زبان تو بازاری زبان ہے' کتاب وسنت کے حامل کی زبان ایسی نہیں ہو سکتی اس تحقیق نے اسے حدیث شریف کے مطالعہ پر لگا دیا جس کی وجہ سے وہ اہل حدیث ہو گیا۔

حوالدار محمد حنیف

بمقام خورد۔ ضلع جہلم

یہ ایک فوجی گوریلا کمانڈو کے فرد ہیں اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں انہیں آدم پور ہلواڑہ وغیرہ اڈوں کی تباہی کے لیے ہوائی جہاز سے وہاں اتارا گیا تھا۔ وہ اپنی زبانی خود بیان کرتے ہیں کہ ہم کو جس ٹارگٹ پر بھیجا گیا تھا' ہم اس میں پوری طرح کامیاب ہوئے' ہم دو آدمی اکٹھے رہ گئے۔ چونکہ ہم نے بہت بڑا معرکہ کیا تھا کہ ایک آفیسر میس میں جب کہ وہ کھانا کھا رہے تھے ہم نے انہیں اڑا دیا اس کے بعد ہم بھاگنے میں بھی کامیاب ہو گئے' لیکن ہمارے پیچھے ملٹری لگ گئی' بالآخر ہم نے ایک گنے (کماد) کے کھیت میں پناہ لی' انڈین ملٹری نے اس کا محاصرہ کر لیا اور بڑی فائرنگ کی لیکن ہم دونوں لیٹ گئے' میں نے وہاں پر منت مانی کہ ''داتا گنج بخش اگر تو نے ہمیں یہاں سے نجات دی تو..........''۔

آگے میرا ساتھی بول پڑا...... ''او کیا کہہ رہے ہو؟ مر تو ہم چکے ہیں' ملٹری نے پورے کھیت کا محاصرہ کیا ہوا ہے' اب مرتے وقت بھی کافر ہو کر مر رہے ہو۔ یہ بتاؤ تمہیں ماں کے پیٹ میں کون روزی دیتا رہا اور کس نے وہاں تیری حفاظت کی تھی؟ میں نے کہا' اللہ تعالیٰ نے۔ پھر زندگی و موت کس کے قبضہ میں ہے؟ میں نے کہا' اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اس نے کہا' پھر جو آپ خود فوت ہو کر قبر میں جا چکا ہے وہ تمہیں کیسے بچائے گا۔ ابھی کلمہ شریف پڑھ اور اسلام کا

اقرار کرا اور اللہ تعالیٰ کو کہہ۔

چنانچہ میری سمجھ میں بات آ گئی، میں نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی، چنانچہ ہم وہاں پکڑے گئے اور انڈیا کی جیل میں رہے، وہاں میں نے قرآن مجید اور اس کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھ دے دی۔

جس آدمی کی وجہ سے مجھے ہدایت نصیب ہوئی تھی، وہ سیالکوٹ کے ضلع کا آدمی تھا، جب ہم جیل سے آزاد ہو کر (قیدیوں کے تبادلہ میں) واپس آئے تو میں اپنے راہنما دوست کے پاس گیا کہ مجھے بتاؤ اب اہل حدیث کون لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ جہلم میں حافظ عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ اور سیالکوٹ کے مولانا محمد صادق صاحب سے تعارف ہوا، حتیٰ کہ آج میں نے اپنے گاؤں میں بھی ایک چھوٹا سا درس قائم کر لیا ہے۔

حوالدار محمد حسن صاحب

(امن پور) پنڈی گھیپ

یہ کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں قید ہوئے تھے' چونکہ قید میں نماز' روزہ اور قرآن پڑھنے کا شوق زیادہ ہو جاتا ہے میں متلاشی تھا کہ کوئی آدمی مجھے ملے جو مجھے قرآن پڑھا دے' چنانچہ انڈیا ہی میں ایک آدمی مل گیا۔ چونکہ میں جیل میں چالیس فوجیوں کا کمانڈر تھا مجھے رعائتیں بھی تھیں' بہر حال انہوں نے میری سہولت کے لیے روشنی اور پڑھائی کے لیے سہولتیں مہیا کیں' بس قرآن ہی پڑھتا گیا اور اللہ تعالیٰ نے دل پھیر دیا آج ہم نے اپنے گاؤں میں مسجد بھی بنائی ہوئی ہے اور انہی کاموں میں الحمدللہ دلچسپی لیتے رہتے ہیں۔

ماسٹر محمد یوسف صاحب (گرجاکھ)

یہ آدمی ہمارے گرجاکھ میں ہی رہتے تھے' اور حنفی العقیدہ تھے ۱۹۳۹ء میں والد صاحب حج کو گئے تو میں مسند درس پر بیٹھا اور جمعہ کے خطبہ میں اعلان کیا کہ میں قرآن مجید کا ترجمہ ابتداء سے شروع کر رہا ہوں' جو لوگ ترجمہ پڑھنا چاہیں وہ قرآن مجید لے کر آیا کریں اور ترجمہ کا سبق پڑھا کریں۔

محمد یوسف صاحب کہا کرتے تھے کہ ہمارا یہ خیال تھا کہ وہابی لوگ جھوٹ بول دیتے ہیں' اسی وجہ سے ہمارا ان کا اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن آج کی طرح لڑ جانے والے لوگ نہیں ہوتے تھے' بلکہ دنیاوی طور پر ایک دوسرے کے کام آتے ملتے گلتے۔ چنانچہ یوسف صاحب اپنے گھر سے ترجمہ والا قرن مجید لے کر آیا کرتے۔ میری عادت تھی کہ جتنی آیات تلاوت کرتا ان کا ترجمہ کرتا اور مختصر سی تفسیر کرتا' کوئی لمبا چوڑا درس نہ دیتا تاکہ سبق پڑھنے والوں کو سبق یاد ہوتا رہے۔ ابھی ایک پارہ ختم ہی ہوا تھا نصف سے کچھ اوپر ہی ہوا تھا کہ وہ خود بخود رفع الیدین کر کے نماز پڑھنے لگا' ہاتھ سینہ پر چلے گئے' ہمارے ایک دوست نے اسے ازراہِ مذاق پوچھا ''او یوسف تمہیں کیا لڑ گیا؟'' اس نے کہا قرآن لڑ گیا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں' اسی لیے میں گھر سے ترجمہ والا قرآن لاتا تھا' لیکن انہوں نے کبھی اس کے باہر سے کوئی بات نہیں کی تھی میں سمجھا یہ لوگ سچے ہیں' اگر قرآن سچا ہے تو یہ لوگ بھی سچے ہیں' کیونکہ قرآن کے

مطابق جو بیان کرتے ہیں وہ قرآن میں ہوتا ہے۔

میں نے اگرچہ ۱۹۳۹ء میں مسند تدریس پر کام شروع کر دیا تھا، لیکن میں ابھی اپنی دینی تعلیم سے فارغ نہیں ہوا تھا، فراغت ۱۹۴۱ء میں ہوئی تھی۔ الحمدللہ اس وقت سے اللہ تعالیٰ خدمت لے رہا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝